اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ

حالات بابرکات و ملفوظات طیبات سیاح دشت تجرید و سباح دریائے توحید
حضرت مولانا سید غوث علی شاہ قلندر قدس سرہٗ (پانی پتی) المسمیٰ بہ

تذکرۂ غوثیہ

(نو ترمیم واسم تاریخی)

شجرۂ معرفت

(مع ضمیمہ جدیدہ)

حسب اجازت واقف اسرار طریقت حضرت لفٹ مولوی شاہ گل حسن صاحب قادری
خلیفۂ خاص و وصی بالاختصاص حضرت مولانا مرحوم - سلمہم اللہ تعالیٰ

قیمت

ملنے کا پتہ

سلطان بک ڈپو روبرو مدرسۂ دارالعلوم بیرون کالی کمان حیدرآباد دکن

۱۳۵۵ف ۱۹۴۶ء

مطبوعہ رزاقی مشین پریس
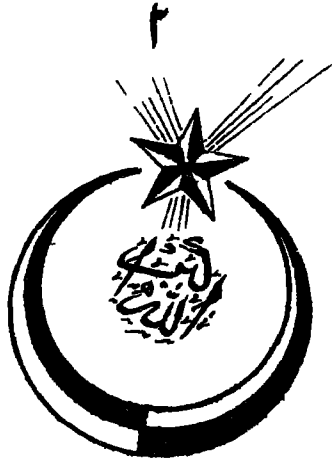
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَا مَنْ بِکَ حَاجَتِیْ وَ دُوْحِیْ بِیَدَیْکَ
مِنْ غَیْرِکَ اَعْرَضْتُ وَاَقْبَلْتُ اِلَیْکَ

مَالِیْ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنْ اسْتَظْهَرَ بِہٖ
قَدْ جِئْتُکَ رَاجِیًا تَوَکَّلْتُ عَلَیْکَ

حمد وثنا سہو وخطا۔ شکر وسپاس وہم ووسواس۔ کیسی حمد اور کس کا شکر حامد کون محمود کیا۔ شاکر کدھر مشکور کہاں۔ قطرہ ہے تو دریا موہوم دریا ہے تو قطرہ معدوم جبتک ذرہ ذرہ ہے آفتاب نہاں ہے جب وجود آفتاب نمودار ہوا تو ذرہ کہاں ہے قطرہ امر اعتباری ہے ہر قطرہ میں دریا جاری ہے۔ آفتاب سے ذرہ کا وجود ذرہ سے آفتاب کی نمود قطرہ سے دریا کا ظہور قطرہ قطرہ میں دریا معمور۔ لیکن نہ قطرہ نہ دریا نہ ذرہ نہ آفتاب وہ خود نیست یہ خود نایاب نہ اس کا پتا نہ اُس کا نشان نہ اس کا ٹھکانا نہ اُس کا مکان تحریر و تقریر سے پاک خارج از فہم و ادراک جو سمجھے سو غلط جو لکھا سو خبط جو کہا سو جنوں تعالےٰ شانہ عما یصفون۔

زبسکہ حسن فزود وغمش گداخت مرا
نہ من شناختم اورا نہ او شناخت مرا

نہیں نہیں صواب وخطا عتاب وعطا فراق ووصال وہم وخیال ذکر ونسیان طاعت وعصیان سب منظور سب مقبول سب معتبر سب معقول جب واحد واثنین نہیں تو سوائے عین العین نہیں کل شئی ہالک الا وجہہ انت جھوٹ سب ناٹی ہوئی

لینا ایک نہ دینا دوئی ؛ کہاں کا وہم کیسا قیاس اپنی حمد اپنا سپاس اپنی داستان اپنا بیان اپنی مقال اپنا حال خود شاکر و خود مشکور خود ذاکر و خود مذکور قطرہ میں دریا غرق دریا میں قطرہ فنا ذرہ پر آفتاب محیط آفتاب پر ذرہ حاوی دانہ میں شجر کے آثار شجر میں دانہ آشکار وجود میں شہود شہود میں وجود (ہوالاول ہوالآخر ہوالظاہر ہوالباطن) شعر او در دل من است و دل من بدست اوست ؛ چون آئینہ بدست من و من در آئینہ۔ نہ ہجر نہ وصال نہ اتصال نہ انفعال نہ یکی نہ دوئی نہ مائی نہ توئی نہ اقرار سے سود نہ انکار سے زیان نہ کسی سے راز نہ کسی سے نیاز نہ کچھ برا نہ کچھ بھلا نہ اسکی تمنا نہ اس کی پروا یہ بھی درست وہ بھی بجا اطلاق سے مطلق قید سے آزاد نہ یاد سے فراموش نہ فراموشی میں یاد نہ کنارہ نہ حد نہ شمار نہ عدد و قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ اسم و مسمے میں تمیز نہیں لفظ و معنی دو چیز نہیں ذات سمجھو یا صفات وہی ایک بات خیال شخص بے عمرو زید کہاں اگر ہے تو وہ ہی وہ ہے اگر نہیں تو کچھ بھی نہیں رُباعی لا آدم فی الکون ولا ابلیس ما ملک سلیمان ولا بلقیس ؛ فالکل عبارة وانت المعنی ؛ یا من ہو للقلوب مقناطیس ؛ آفتاب کی دید بدون آفتاب ناپدید۔ (نور آفتاب نظر میں سمایا تو آفتاب نظر آیا۔ خود نقاب و خود حجاب خود ضیا و خود آفتاب نور مین آفتاب مستور آفتاب ہمہ تن نور خود ناظر و خود منظور خود شاہد و خود مشہود خود گویا و خود گفتگو) وَحْدَہٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ شعر اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے ؛ حیران ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں ؛ حمد ہے تو غیر کا نشان نہیں شکر ہے تو کسی کا احسان نہیں خود سمیع و خود بصیر خود کلام و خود کلیم جو چاہا سو کیا کس نے کہا اور کس نے کیا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى رباعی از حق جز حق و گرچہ روید بابا ؛ از حق جز حق دگر کہ گوید بابا ؛ در شدت این ظہور بیجو صفت ؛ حق را جز حق دگر کہ جوید بابا ؛ حمد عین محمود ہے اور شکر عین مشکور دریائے قدم کی موج حدوث کا ادج وجود کی نمود عدم کا شہود وحدت میں کثرت کی ترکتاز حقیقت مین مجاز مدح و ذم ہم قدم رنگ و بیرنگی بہم صورت و معنی ہم قافلہ کسی سے شکایت نہ کسی کا گلہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

ذات سے صفات صفات سے افعال کمال سے نقصان نقصان سے کمال آشکار ہے
مسمی سے اسم روح سے جسم بلندی سے پستی نیستی سے ہستی نمودار ہے ؎ برہم بولی کایا کی اوٹ
کا یا بن برہم کیا بولی ٭ بیت ذات او را بے صفاتش کس ندید ٭ ذاتِ حق با ما کند گفت و شنید ٭
وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ٭

نعت

حسن کو پردہ میں قرار نہیں خوبی بدون اظہار نہیں معشوق کو حجاب عاشق کو تاب کہاں
جمال بے تجلی اور طالب کو تسلی محال ع کہ حسن از پردہ عصمت برون آرد زلیخا را ٭
حسن ذات نے حُلیۂ صفات میں نگار بیرنگی نے لباس تعینات میں ظہور کیا وہی
روز ازل وہی موج اول وہی تجلی وہی نزول وہی مرتبہ اولی وہی شان اُخری
جو حال جو قال جو عبارت جو اشارات چاہو قرار دو اعتبار اظہار تجلی تفصیل تغیر و تبدیل
تصور تخیل تشخص تعین حدوث خلق کون فساد سب کا ایجاد اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ
؎ اے پردہ برگرفتہ ببازار آمدہ ٭ خلقے درین طلسم گرفتار آمدہ ٭ یعنی غایت
مقصود علم میں مقدم مگر ظہور میں موخر ہے تخم ریزی سے پہلے ثمر مدنظر ہے بعد ظہور
شجر ہے شاخ و برگ و پھل پھول یہ سب اُسی اجمال کی تفصیل ہے انجام کار
ثمر کا اظہار ثمر میں تخم مندرج تخم کے اندر ثمر موجود تھا ظہور ظہور میں خفا غیب میں
شہادت شہادت میں غیب ظاہر میں باطن باطن میں ظاہر اہو الاول ہو الآخر شعر
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد ٭ دیر آمدۂ زراہ دور آمدۂ ٭ صورت عابد معنی معبود
ظاہر ساجد باطن مسجود شریعت احمد حقیقت احد خود وحی و خود الہام خود صلوٰۃ و خود
سلام خود پیمبر و خود پیام خود مرسل و خود مرسل الیہ ع از من بمن سلام
و ہم از من بمن پیام آمدم بر سر مطلب نہ ما و من نہ کلام و سخن نہ دید و
شنید ٭ نہ قریب و بعید نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ نہ شریعت نہ طریقت نہ حق نہ
حقیقت وہی دایرہ وہی پرکار وہی مرکز وہی مدار ؎
پھر پھر کے دائرے ہی میں رکھتا ہوں میں قدم آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں

چیست توحید آنکہ از غیر خدا فرد آئی در خلاؤ در ملا

وہی علم وہی ارادہ وہی ازل وہی ابد وہی دور جاری و ساری وہی آثار و اطوار طاری وہی سبو وہی پیمانہ وہی خم وہی خمخانہ دریا کا وہی جوش و خروش موج و حباب کی وہی آب و تاب اُسی شان بیچون و چگون بے شبہ و بے نمون نے پردۂ اسرار سے یہ تجلی نمودار کی کہ حضرت قبلہ و کعبہ شہنشاہ والاجاہ شاہباز بلند پرواز شہسوار معارک تجرید تاجدار کشور توحید مرد میدان تفرید عارف بیباک اکمل الکملا ورا الورا واصل بے حجاب شاہد بے نقاب دریائے بیکنار بحر ذخار جہان عرفان آفتاب حقیقت برزخ کبریٰ تارک ماسوا جہان سوز بزم افروز قلندر رخانمان برباد فرد الافراد اعنی **سید غوث علی شاہ** قلندر قادری رحمۃ اللہ علیہ و سادہ آرائے ہدایت و ارشاد ہوئے راقم خانہ بدوش جام ارادت سے مدہوش کبھی بادیہ گردی اور صحرا نوردی کی خاک اُڑاتا کبھی آستانہ علیا پر جبین سائی کی دولت پاتا ع اب بھی ہے دھیان میں سایہ تیری دیواروں کا ۔ مدت ہائے درازیہی سوز و ساز رہا ہر روز نعمت ہم کلامی حاشیہ بوسی بساط گرامی اجلاس عام کی حضوری بزم انس کا اختصاص زیارت صبح و شام گویا شرب مدام تھا ذوق لقا و لطف وصال میں تحریر حالات کی پروا اور تدوین نکات کا دماغ کہاں تھا اور نیز ابتدائی حال سے حضرت قبلۂ عالم کو کبھی تصنیف و تالیف منظور خاطر نہ ہوئی عالم بے نشانی مدنظر رہا پابندی و تقلید سے طبع آزاد و نفور تھی جو اشعار و نکات یا رموز و اسرار کہ وقتاً فوقتاً زبان فیض ترجمان پر جوشش دریائے غیب نے جاری کئے یا تعلیم و تلقین اصحاب کے اقتضا سے اظہار و بیان میں آئے بعض ارادتمندوں نے تحریر و تالیف کی اجازت چاہی تو زنہار مرضی مبارک کا میلان اس طرف نہ پایا نقش اول و آخر کو کف دست سے مٹایا۔ البتہ آخر ایام میں اس خاکسار کو ازراہ غایت عنایت صرف اتنی اجازت حاصل ہوئی کہ اشعار و مقالات اشلوک و دوہے و چوپائی وغیرہ جو ارشاد مبارک میں حسب موقع وارد ہوتے تھے یہ کمترین یادداشت کے لئے فوراً تحریر کر لیتا تھا بجز اس کے کوئی حرف و حکایت یا نقل و روایت سوائے سماعت کے سپرد قلم نہیں کی گئی

جبکہ اُس شاہباز کنگرۂ تقدیس اور آفتاب جمال تنزیہ نے حجاب و نقاب ظہور چہرۂ ذات بے نشان سے اٹھا لیا ع آن قدح بشکست و آن ساقی نماند ٭ تو دل بیتاب گھبرایا وصل و بے غمی کا زمانہ نشاط و ہمدمی کا کارخانہ یاد آیا جوش وحشت حد سے زیادہ ہوا کوئی سبیل کوئی شغل کوئی کام اس کے علاوہ ذہن میں نہ آیا کہ جس کے قرب و وصال اور بقار جمال میں اتنی عمر گذری بقیہ عمر بھی اُسی کی یادگاری بس ہے من احب شیئاً اکثر ذکرہ اشعار طالب حق ذکر حق دارد مدام ٭ ذکر غیر حق حرام آمد حرام ٭ گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے ٭ رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے ٭ جملہ احباب نے یہ امر پسند کیا اور اظہار اشتیاق سے دل شکستہ کی ہمت کو سہارا دیا ناچار قلم اٹھایا وحشت جدائی اور غم تنہائی کو اس طرح دور کیا اگرچہ اس ہنگامہ قیامت کے بعد فراموشی کا غلبہ اور نسیان کا طغیان تھا لیکن جب فکر ادھر مصروف ہوا تو عالم غیب سے وہ شاہدان سخن جو از یاد رفتہ ہو گئے تھے جلوہ گری کرنے لگے ذرہ سی بات یاد آئی اور تمام قصے ہنگامۂ گذشتہ کا سما باندھ دیا وہی مرشد وہی ارشاد وہی کلیم وہی کلام وہی بیان وہی زبان وہی چشم و گوش وہی صدائے نوشانوش بزم خیال میں موجود ہوگئی اسی طرح جو کچھ یاد آگیا قلم بند کیا لیکن بہت کچھ مقالات ہیں کہ اُن کا نقش دل و دماغ سے بالکل مٹ گیا اور بشیار ایسے حالات و معاملات ہیں کہ روزمرہ اطراف و جوانب اور ممالک دور و دراز سے حل مشکلات و مہمات کے لئے خلق خدا آتی تھی اور اپنی مراد و مقاصد اور مدعا و مطالب جناب قبلہ کی فیض نظر اور برکات انفاس سے پاتے تھے اور عجیب و غریب تصرفات و کرامات روزانہ ظہور میں آتے میں نے اُن تمام باتوں کو اس لحاظ سے قلم انداز کیا کہ نہ کبھی جناب قبلہ نے اُن اُمور کو اپنی طرف منسوب کیا نہ قابل اظہار و مایۂ افتخار سمجھا بلکہ ہمیشہ دریائے توحید کے مواج میں کشف و کرامات اور ظہور کمالات کو ہیچ فرماتے رہے اور تَطْهِيرُ الْقَلْبِ عَنْ مَا سِوَى اللهِ کو اصل مقصود سمجھا شعر یہ جو کچھ ہونا جسے کہتے ہیں لستی ہے میاں ٭ فقر میں لستی بھی ہے اور ہستی کچھ نہیں ٭ اور اگر کسی ارشاد میں اس قسم کی کوئی بات نکلتی ہے تو وہ خوش طبعی کے طور پر مذکور ہوتی ہے شعر راہ را اینجا درنا کامی است ٭ کام نیک و در بدنامی است

اس کے علاوہ طوالت کتاب کے لحاظ سے بھی اس کے ترک کا خیال رہا۔ اب التماس یہ ہے کہ نیازمند خاکسار خادم الفقرا گل حسن قادری نہ تو اُردو کا اہل زبان نہ اس دیار کی پیدائش آوارہ گرد بے وطن نہ کوئی ماوا نہ کہیں مسکن سے ؎ آن وطن مصر و عراق و شام نیست ٭ آن وطن شہر یست کان را نام نیست ٭ عبارت و الفاظ دل پسند یا شاعرانہ جوڑ بند کہاں سے لاتا ان اوراق کے پڑھنے والے مجھ کو معاف فرمائیں الفاظ و عبارت سے قطع نظر کریں مضمون و مطالب کو اصل مقصد سمجھیں۔ شعر قال را بگذار مرد حال شو ٭ پیش مرد کاملے پامال شو ٭ رسالہ جس کا نام تذکرہ غوثیہ و شجرۂ معرفت رکھا گیا چھ باب اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا گیا وما توفیقی الا باللہ

کہ بعض حکایات و مضامین مصلحتاً بوقت طبع کتاب خارج کر دیے گئے ہیں جس جائے و ہر نکتہ سکھانے دارد و ناظرین معاف فرمائیں ۱۲-۱۲

باب اول احوال دودمان شریف جناب و قبلہ مشتمل بر دو فصل

فصل اول۔ حال آبا و اجداد

فصل دوم حال اخوان و بنی اعمام

باب دوم بیان ولادت و تربیت مشتمل بر سہ فصل

فصل اول۔ حال ولادت و تربیت

فصل دوم۔ حال تحصیل و تکمیل علم۔

فصل سوم کیفیت بیعت۔

باب سوم بیان سیاحت مشتمل یکصد و دو ارشاد

باب چہارم بیان توحید مشتمل بر چہار فصل

فصل اول۔ تعریف و تقسیم توحید۔

فصل دوم۔ آیات و احادیث مشعر توحید۔

فصل سوم۔ مقالات اہل توحید

فصل چہارم۔ آثار و اطوار اہل توحید۔

باب پنجم - مشتمل بر یک صد و سیزدہ ارشادات حضرت۔
باب ششم - کیفیت اوقات و خصائل و شمائل حضرت مشتمل بر دو فصل۔
فصل اول - کیفیت اوقات شریف و خصائل و شمائل۔
فصل دوم - ذکر وصیت و حالات وصال۔
خاتمہ - مشتمل بر بعضے حالات حضرت بعد از وصال و حال راقم۔

باب اول احوال دودمان شریف مشتمل بر دو فصل **فصل اول** آبا و اجداد کا حال

جناب قبلہ کا سلسلہ نسبی (۱۶) واسطہ سے حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہونچتا ہے اور (۳۲) واسطہ سے ذات بابرکات حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے تفصیل اس سلسلۂ گرامی کی ذکر بیعت میں درج ہوگی۔ یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس دودمان ذیشان کے قدوم فیض لزوم سے خاک ہندوسندھ کو کن بزرگوں نے معزز و مشرف فرمایا اور یہ بحر عزت کے گوہر شہوار سرزمین بہار میں کس طرح منتقل ہوئے کتاب اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ مخدوم شیخ محمد الحسنی الجیلانی روم سے خراسان میں اور خراسان سے ملتان میں پہونچے اور شہر اوچہ واقع ملک سندھ میں اقامت اختیار فرمائی انتہی کلامہ۔ اور آپ کے چار صاحبزادے ہوئے اول سید عبدالقادر ثانی۔ دوم سید عبداللہ ربانی سوم سید مبارک حقانی۔ چہارم سید محمد نورانی۔ چوتھے صاحبزادہ تو لاولد گئے اور تین صاحبزادوں کی اولاد ہوئی چنانچہ ہمارے حضرت جناب قبلہ و کعبہ سید محمد غوث علیشاہ قلندر قادری رحمۃ اللہ علیہ سید مبارک حقانی کی اولاد میں ہیں پھر مخدوم صاحب کی اولاد میں سے بعض بزرگ تو پنجاب کو تشریف لے گئے اور بعض وہیں سکونت پذیر رہے ساتویں پشت میں جناب قبلہ کے جدِ امجد حضرت سید ظہور الحسن صاحب نے ظہور فرمایا سیر و سیاحت ہندوستان کے بعد صوبہ بہار میں وارد ہوئے اور موضع استھاوان و مونگیر کو وطن کیلئے پسند فرمایا چنانچہ **ایک روز ارشاد ہوا** کہ ہمارے جد بزرگوار سید ظہور الحسن صاحب عرف سید ظہور محمد صاحب نے علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد سید محمد علی عرف سید

محمود صاحب سے علم باطن کی تعلیم پائی جب اُن کے والد نے رحلت فرمائی تو سندھ سے عزم ہندوستان کیا اور امصار و دیار کی سیر فرماتے ہوئے مقام مونگیر مضافات صوبہ بہار میں قیام کیا اور موضع استھاوان میں کہ صوبہ مذکور میں سادات عظام کی بستی ہے ایک سید بزرگ کی دختر عالی گہر سے نکاح ہوگیا اللہ تعالیٰ نے دو فرزند ارجمند عطا فرمائے ایک سید احمد حسن عرف سید احمد علی صاحب دوسرے سید محمد حسن عرف سید محمد علی صاحب المختصر سید ظہور الحسن صاحب تا زیست وہیں رہے اور ہزارہا آدمی آپکے شرف بیعت اور فیضان صحبت سے مشرف ہوئے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت جد امجد رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی نے جب سُنا کہ بڑے بھائی صاحب نے صوبہ بہار کی سکونت اختیار کی ہے تو وہ بھی مع قبائل و عشائر ملک سندھ سے نہضت فرمائے ملک بہار ہوئے اور موضع استھاوان میں پہونچ کر برادر بزرگ کے شامل حال ہوگئے چونکہ اُن کی اولاد صلبی نہ تھی اس لئے ہمارے والد بزرگوار سید احمد علی صاحب کو اپنی فرزندی میں لے لیا اُن کی گذراوقات کی عجیب صورت تھی چار ٹکے لیکر حال کھیلا کرتے کوئی ہنسی کرے یا بُرا کہے اسکی کچھ پروا نہ تھی اکثر بیاہ شادی کی محفلوں میں ان کے حال کا تماشا بھی مروج و معمول ہوگیا تھا حضرت سید ظہور الحسن صاحب کو یہ امر ناپسند ہوا بارہا سمجھاتے کہ بھائی اس نازیبا حرکت سے باز آؤ کیوں بزرگوں کو بدنام کرتے ہو وہ جواب دیتے کہ مجھ کو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی حکم ہے یہ جواب سُن کر وہ خاموش ہو جاتے کچھ مدت اسی طور سے گذری

نقل ہے کہ ایک دن کسی امیر کے لڑکے کی شادی تھی حضرت کو چار ٹکے دیکر بلایا حسب عادت مجلس قوالی میں حال آیا تماشائی تمسخر سے پیش آئے اتفاقاً نوشاہ نے بھی دست گستاخی دراز کیا اور شکم مبارک میں اُنگلی ماری وہ اور لوگوں سے تو یوں خطاب کرتے تھے ابے کیوں چھیڑتا ہے کیا کرتا ہے لیکن نوشہ کو کہا ابے کیوں لونڈیوں کے سے کام کرتا ہے یہ کہنا تھا کہ تمام آثار عورتوں کے نمودار ہوگئے۔ **شعر** سمجھے آتش نہ کوئی آدم خاکی کو حقیر ؛ نہیں اسرار سے یہ خاک کا پتلا خالی ؛ فَاِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنَ ۝ بالآخر لڑکا گھبرا کر اپنی ماںکے پاس گیا اور حقیقت حال سنائی وہ بھی حیرت زدہ ہوگئی فوراً اس کے

باپ کو خبر کی امیر اور اُس کے صلاح کار و مشیر آپ کے بڑے بھائی صاحب کی خدمت میں آئے کیفیت واقعہ عرض کی وہ بھی بہت متعجب ہوئے کہ ہم تو اُن کو ایسا نہیں جانتے تھے ع
مارا ازین گیاہ ضعیف این گمان نبود ؛ پھر مع اُن سب آدمیون کے اُن کے پاس گئے دیکھکر بولے کہ بھائی صاحب خیر ہے یہ مجمع کیسا ہے اُنھوں نے فرمایا کہ بھائی یہ سب تمہاری ہی تو خوبیاں ہیں آج تم نے کیا کہدیا بولے کہ حضرت اسوقت نہ تو زبان میری ہوتی ہے نہ میرے اختیار میں ہوتی ہے پوچھا کہ اب کیا علاج جواب دیا کہ خیر قہر درویش بر جان درویش یہ لوگ پھر مجلس منعقد کرائیں اور یاروں کے چار ٹکے دلوائیں اگر اسوقت حال وارد ہوا ورلڑکا پھر اُسیطرح چھیڑے تو دیکھئے زبان سے کیا نکلتا ہے الحاصل پھر وہی سامان کیا گیا حال وارد ہوا اور لڑکے نے چھیڑنا شروع کیا تو آپکی زبان مبارک سے نکلا کہ ابے لونڈے کیا کرتا ہے یہ کہنا تھا کہ وہ حالت اصلی پر آگیا اُس دن سے آپ نے حال ترک فرمادیا چونکہ کمال ظاہر ہوگیا تھا سب لوگ تعظیم کرنے لگے یہ بات پسند نہ آئی ناچار وطن چھوڑا اور موضع جھٹلی مشہور جھرنا میں جارہے جو وہاں سے تین کوس پر تھا جبتک جئے محنت خشت سازی اور لاٹھی سے اوقات بسر کرتے رہے

نقل ہے کہ ایک دن گاؤن کے آدمی مجتمع ہوکر آپکی خدمت میں آئے اور بیان کیا کہ حضرت ہمارے گاؤن کو گنگا کاٹتی چلی آتی ہے اگر چندے یہی حال رہا تو ہماری بستی دریا برد ہوجائیگی ایسی ہمت فرمائیے کہ دریا ہٹ جائے فرمایا کہ تم سب لوگ پھاؤڑے اور کدال لیکر آجاؤ وہ آگئے تو آپنے بھی کدال سنبھالا اور سب کو حکم دیا کہ کراڑہ کو کاٹ کر دریا میں ڈالو کہ دریا ہٹ جائے وہ نادان اس رمز کو کیا سمجھتے بولے کہ صاحب ایسی تو اور ہمارا ہی نقصان ہے فرمایا کہ بھائی ہنے تو اسیطرح دریا ہٹتے سنے ہیں لوگوں نے کہا ارے چلو بھی یہ تو خبطی سا معلوم ہوتا ہے وہ تو چلدئے اور آپ بذات واحد دن بھر مٹی کاٹ کر دریا میں ڈالتے رہے شام کو گھر میں تشریف لائے صبح کو لوگوں نے جاکر دیکھا تو دریا تین کوس پرے ہٹ گیا تھا سب متعجب ہوئے اور حاضر خدمت ہوکر اپنے قصور کی معافی چاہی اور پوچھا کہ حضرت یہ کیا بھید تھا فرمایا کہ میاں جاہم اب اُدھر سب بھلا اُسکی مرضی کے خلاف ہم کیا کر سکتے تھے اللہ تعالیٰ کو تو کراڑہ کا گرانا منظور تھا ہم بھی گرانے لگے جب ہم نے خدا کی مرضی پہ کام کیا تو خدا نے ہمارا مدعا پورا کردیا

زاولیا اہل دعا خود دیگرند — گہہ ہمی دوزند و گاہے میدرند — قوم دیگر می شناسم زاولیا

کہ دہان شان بستہ باشد از دعا — از رضا کہ ہست رام آن کرام — جستن دفع قضاشان شد حرام

در قضا ذوقے ہمی بینند خاص — کفرشان آید طلب کردن خلاص — ہر چہ آید پیش ایشان خوش بود

آب حیوان گردد ار آتش بود — زہر در حلقوم شان شکر بود — سنگ اندر راہ شان گوہر بود

جملگی یکسان بود شان نیک و بد — از چہ باشد این ز حسن ظن خود — کفر باشد نزد شان کردن دعا

کای الہ از ما مگردان این قضا

القصہ باقی عمر وہیں بسر کی اور بعد وفات ایک عالیشان گنبد مزار پر بنایا گیا تو ابتک زیارتگاہ خاص و عام ہے **ایک روز ارشاد ہوا** کہ جب چھوٹے دادا صاحب نے رحلت فرمائی تو ہمارے والد ماجد سید احمد علی صاحب اپنی تائی صاحبہ کی خدمت میں ریاض و محنت سے اوقات بسر کرتے رہے جب تائی صاحبہ نے بھی وفات پائی تو اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اگرچہ فیض لطون تایا صاحب سے بھی حاصل کیا تھا مگر بیعت نہ تھی کیونکہ اس خاندان میں اول والد ماجد سے بیعت کرتے ہیں من بعد اجازت دیجاتی ہے کہ اگر زیادہ ہمت و حوصلہ ہو تو اور بزرگوں کی خدمت میں طلب کرو اس وقت حضرت والد ماجد کی عمر شریف سولہ برس کی تھی اپنے پدر بزرگوار سے شرف بیعت حاصل کیا سترہویں سال آپکی پہلی شادی ہوئی پھر دوسری اور تیسرے نکاح کی نوبت پہنچی اسکے بعد سواروں میں نوکری کرلی رفتہ رفتہ رسالدار بہادر ہو گئے مدت تک اسی عہدہ پر مامور رہے آخر کار پنشن لے کر گھر آن بیٹھے اور گوشۂ عافیت میں یاد آلہی کرتے رہے قوت جسمانی بھی آپکی ایسی تھی کہ بڑا چرس ڈول کی طرح کھینچ لیتے تھے اللہ تعالےٰ نے آپ کو بارہ فرزند ارجمند عطا فرمائے تھے زوجۂ اول سے سات انوار الحسن حیدر حسن فیض الحسن (چار صاحبزادوں کے نام راقم بھول گیا) زوجۂ ثانی سے دو ابو الحسن عرف غوث علی اور سید الحسن زوجۂ ثالث سے تین صاحبزادے تھے (راقم کو اُنکے نام بھی یاد نہیں ہے اور آپکے بھائی سید محمد حسن صاحب کے پانچ فرزند تھے قاسم علی حیدر علی عباس علی (دو کا نام یاد نہیں رہا)

فصل دوم حالات بنی اعمام و اخواص حضرت قبلہ و کعبہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے برادر عمزاد سید قاسم علی صاحب ہمارے والد ماجد کی معرفت رسالہ میں نوکر ہوئے

چند روز کے بعد ایک انگریز کو جو رسالہ کا افسر تھا اُردو پڑھانے لگے چونکہ بھائی صاحب آزاد منش اور رنگین طبع آدمی تھے دیوالی دسہرہ محرم شبرات رمضان سب کا لطف اوٹھاتے تھے الامیخواری و زناکاری سے نہایت محترز و مجتنب رہتے منشی و نقاش و مصور بھی بے بدل تھے لکھنے میں یہ کمال تھا کہ ہر خط میں خط ملا دیتے تھے اتفاق سے دیوالی آئی خرچ پاس نہ تھا اُس انگریز کے نام سے تنخواہ کا بل بنایا اور لعینہٖ اُسکے سے دستخط کر کے خزانہ سے پیشگی روپیہ وصول کر لیا اور ایام دیوالی میں خوب کھایا اوڑایا جب انگریز نے حسب معمول خزانہ پر بل بھیجا تو افسر خزانہ نے وہ پہلا بل دکھلایا اور کہا کہ روپیہ تم وصول کر چکے ہو دیکھا تو لعینہٖ اس کے دستخط موجود تھے متحیر ہو گیا بعد تحقیق پتا لگا کہ یہ صناعی سید قاسم علیصاحب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ان کو بلا کر حال دریافت کیا تو آپنے سارا حال سچ سچ بیان کر دیا ضابطہ کے موافق سنگین پہرہ میں نظر بند کئے گئے تیسرے دن پہرہ والوں سے بولے کہ میاں اب تو جی گھبرا گیا ہم جاتے ہیں یہ کہکر آنکھوں آنکھوں میں غائب ہو گئے بیڑی اور ہتکڑی پڑی رہگئی پھر جو دیکھا تو کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوئے بے باکانہ کہتے ہیں کہ صاحب سے ہمارا سلام کہدینا لو بھائی ہم تو جاتے ہیں اگر کچھ حوصلہ پکڑنے کا رکھتے ہو تو آجاؤ۔ شعر ؎ چارہ کر سکے کچھ موج دریا کی روانی کا ٭ کہیں وارستگان زنجیر جکڑے سے ٹہرتے ہیں ٭ پہرہ والوں نے دوڑ کر صاحب کو اطلاع دی اُس نے فوراً رسالہ کو تیار کیا اور گرفتاری کا حکم دیا سواروں نے آکر چار طرف سے محاصرہ کر لیا اور چاہا کہ گرفتار کریں دیکھا تو صرف ایک جھنڈ کھڑا ہے وہاں سے غائب ہو کر دور جا کھڑے ہوئے اور بولے کہ صاحب سلام اب ہم جاتے ہیں صاحب سے بھی سلام کہنا پھر سوار دوڑے اور ہر طرف سے گھیر لیا دیکھا کہ ایک ببول کا درخت کھڑا ہے اور سید صاحب کا پتہ نہیں ادھر اُدھر تلاش کرنے لگے اسی میدان میں ایک ندی بہتی تھی دیکھا کہ ندی کے اُس کنارہ پر کھڑے ہوئے کہتے ہیں کہ لو یہ آخری سلام ہے اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر ٭ پھر ملیں گے اگر خدا لایا ٭ پھر نظر نہ آئے رسالہ واپس چلا آیا صاحب نے یہ ماجرا سُن کر سخت افسوس کیا اور کہا کہ میں اُس کا دشمن نہ تھا اگر اب بھی آجائے تو میں اپنی تنخواہ کا اختیار دیتا ہوں خود کھائے اور مجھے کھلائے لیکن افسوس چلا ہی گیا

بہت خوب آدمی تھا۔ قدر نعمت ست بعد زوال۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب سرکار انگریزی اور راجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب میں اتفاق و اتحاد کا سلسلہ قائم ہوا تو ملکہ انگلستان نے خلعت فاخرہ بھیجا جنرل صاحب نے حکم دیا کہ اس خلعت کے ساتھ میر احمد علی صاحب رسالدار مع اپنے رسالہ کے جائیں اُس زمانہ میں ہم بھی والد کی خدمت میں تھے اُن کے ہمراہ منزل بمنزل لاہور پہونچے وہاں بھائی قاسم علی ملے جو غائب ہوگئے تھے معلوم ہوا کہ رنجیت سنگھ کے رسالہ میں نوکر ہیں ہرچند والد نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلو تمہارا قصور معاف کرادیں گے مگر آنا قبول نہ کیا پھر ہم دہلی کو واپس آئے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ بھائی سید حیدر علی صاحب ابن عم کا بھی عجیب حال گذرا ہے سترہ برس کے سن میں والدین نے اُنکی شادی کردی اُسی زمانہ میں ایک فقیر صاحب سالک مجذوب پنجاب سے تشریف لائے چونکہ یہ خاندان ہمیشہ سے محب الفقرا اور طالب خدا ہے انکو بھی اہل اللہ سے محبت وارادت تھی اس درویش کو ٹھہرایا اور خدمت و مدارات کی جب چھ مہینے گذر گئے تو فقیر صاحب جانے لگے بھائی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھکو کیا حکم ہے فرمایا کہ اگر تمہاری والدہ ڈیوڑھی تک آنکر اجازت دیں تو میں ابھی تم کو فقیر بنادوں بھائی صاحب نے مجھسے کہا کہ آپ کسی طرح والدہ صاحبہ سے اجازت دلوا دیجئے میں نے چچی صاحبہ کی خدمت میں عرض کیا اُنھوں نے فرمایا کہیں ایسا نہو کہ اپنا سا دیوانہ بنادے میں نے کہا کہ حضرت دولت فقر گھر بیٹھے ہاتھ آتی ہے کچھ تردد نہ کیجئے خیر دروازہ تک تشریف لائیں اور فرمایا کہ اجازت ہے فقیر بنائیے مگر ہمارے کام سے نہ جاتا رہے فقیر صاحب نے کہا کہ جب اجازت ہوگئی تو ہم کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں یہ کہکر بھائی صاحب کو بلایا اور اُنکی پیشانی پر کچھ لکیریں کھینچکر فرمایا جاؤ ہم نے تم کو فقیر بنادیا یہ بات فرماکر رخصت ہوئے ہمنے بھائی صاحب سے پوچھا کہ تم کو کچھ اثر معلوم ہوا کہا کہ نہیں دوپہر کو جب ہم دونوں گھر میں جاکر ایک جگہ سو رہے تو دو گھڑی کے بعد بھائی صاحب چلائے میں بولا خیر ہے کہا میرے قلب میں ایک سرخ سانپ کاٹا ہے تھوڑی دیر میں منہ سے کف آنے لگے تمام بدن پر آبلہ پڑ گئے زبان بند آنکھیں کھلی ہوئیں سکتہ کا سا عالم طاری نہ خواب بیداری نہ دیوانگی نہ ہوشیاری ؎ بیخودی بے سبب نہیں غالب ٭ کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

دن رات بیہوش پڑے رہتے نہ اور کی سنتے نہ اپنی کہتے اگر کوئی کھلاتا کھاتے اُٹھاتا اُٹھتے بٹھاتا
بیٹھتے ہر وقت آدمی نگہبان رہتے ع دیوانہ باش تا غم تو دیگران خورند ٭ عجب شان ایزد سبحان
ہے سہ ایکن کو دیت پھر آئیگی ایکن کو مانگے نہ دیت ہے ٭ ایکن کو بیٹھے دیت ایکن کو دیت
نہ لیت ہے ٭ سال بھر تک یہی حال رہا من بعد ایک دن دفعۃً ہوش میں آئے اور کہا کہ بھائی جی
میں برہنہ ہوں اپنی چادر دو کہ وہی فقیر صاحب آتے ہیں ہم نے چادر دی اور پوچھا کہ وہ کہاں
ہیں کہا قریب آگئے ہیں یہ کہتے ہی تھے کہ فقیر صاحب تشریف لے آئے بھائی صاحب چادر
اوڑھ دست بستہ گردن جھکائے سامنے آئے فقیر صاحب نے فرمایا کہ کیوں فقیری کا مزا
چکھا کیا کہیں تم زبردست کی اولاد ہو گردن پکڑ کے ہمکو بھیج دیا ورنہ ہم تو خوب دق کرتے خیر اب
کہو کیا کہتے ہو بھائی صاحب تو چپ تھے ہمنے کہا **قطعہ** ارے او میکدہ کے جانے والے ٭
ذرا کہدیجیو پیر مغان کو ٭ شراب شوق کا کم ہوگیا کیف ٭ پلا ایسی کہ بھولے دو جہاں کو ٭
فرمایا اچھا ٹوپی کرتہ تہ بند لاؤ میں حسب طلب لایا۔ دونوں صاحب نہائے لنگوٹے کھولے
کپڑے پہنے مسجد میں آئے مجھ سے فرمایا تم دروازہ پر کھڑے رہو کسی کو مسجد کے اندر نہ آنے دو
دو گھنٹہ تک اُن کو تعلیم کیا باہر آئے اور لنگوٹا باندھ کر چلدیئے پھر کبھی نہ آئے بھائی حیدرعلی
صاحب اُسی مسجد میں ہمیشہ گوشہ نشین رہے اور تا حیات اسی قسم کا لباس رکھا
نہ دنیا و مافیہا سے کام نہ کسی سے کلام سہ نہیں ملتے ہیں جہاں میں وہ کسی سے جرأت
ملگیا جن کو مزا گوشۂ تنہائی کا ٭ **ایک روز ارشاد ہوا** کہ ہم چھ سات برس کی عمر
میں ایک دن بھائی **انوارالحسن** کے ساتھ کھیل رہے تھے دفعۃً جو آسمان کی طرف نگاہ
گئی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دستہ سواروں کا بڑے زرق و برق سے ایک کوتل گھوڑا ہمراہ
لئے چلا آتا ہے جب قریب آئے تو ایک سوار نے کہا کہ انوارالحسن آؤ یہ سنتے ہی وہ اُس
گھوڑے پر سوار ہو کر اوڑے اور ہماری نظروں سے غائب ہوگئے ہمنے چلا کر والدہ صاحبہ
سے کہا کہ بھائی انوارالحسن کو آسمانی سوار اُڑا کر لے گئے والدہ نے فرمایا چپ چپ شور
نہ مچا پہلے بھی کئی بار ایسا معاملہ ہو چکا ہے بلکہ ایام شیرخواری میں بھی بارہا میری نظروں سے
غائب ہو کر پھر آجاتے تھے لیکن ہمنے اس روز کے بعد پھر بظاہر گھر میں آتے نہیں دیکھا البتہ

شب جمعہ کو چھپ کر والدہ صاحبہ سے ملجاتے تھے ایک بار والدہ صاحبہ نے اُن سے کہا کہ اپنے والد سے بھی تو ملو وہ تمہارے مشتاق دیدار ہیں کہا کہ بہت اچھا بُلائیے حضرت والد تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں تم نے تو صورت دکھانی بھی چھوڑ دی کہاں رہتے ہو عرض کیا کہ میرا مسکن ومقام دیکھئے گا فرمایا کہ اچھا والد اور والدہ دونوں کی آنکھیں بند کرائیں پھر جو کھولیں تو ایک دلکشا باغ دیکھا نہریں لبریز سبزہ لہلہاتا پھول کھلے ہوئے درخت میوے سے لدے ہوئے مرغان خوش الحان نغمہ سنج عمارتیں خوشنما ہیں ع مبارک منزلے فرخندہ جائے ؛ سات دن اسی باغ میں پھرتے رہے نہ کہیں اس کا آغاز ملا نہ انجام نہ انوار الحسن کا نشان نظر آیا جب بھوک لگتی میوے کھاتے نہروں کا پانی پی لیتے جس مکان میں جی چاہتا رات کو سو رہتے آٹھویں دن میاں انوار الحسن بھی ہنستے ہوئے آئے اور کہا حضرت میں یہاں رہتا ہوں فرمایا کہ تم ہمکو چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے آج شکل دکھلائی ہے ہم آدمیوں میں رہنے والے یہاں آٹھ دن تنہائی میں گذرے بھلا گھر کے لوگ کیا کہتے ہوں گے ہم کو تو جہاں سے لائے ہو وہیں پہونچا دو اب ہمارا دل گھبرا گیا کہا کہ بہت اچھا آنکھیں بند فرمایئے پھر جو آنکھیں کھولتے ہیں تو وہی وقت ہے وہی دن وہی تاریخ وہی اپنا گھر حیران ہوئے کہ الٰہی یہ آٹھ دن کہاں سے آئے جو ہم نے باغ میں گذارے غرض بھائی انوار الحسن زمرۂ ابدال میں سے تھے اور اسی قسم کے لوگ قطب الاقطاب وخضر وقت ہوا کرتے ہیں۔ اور سید عباس علی برادر عم زاد کا حال راقم نے سیاحی کے حال میں لکھا ہے۔

باب دُوم ذکر ولادت شریف وحال پرورش وتحصیل وتکمیل علم وکیفیت بیعت مشتمل بر سہ فصل

فصل اول۔ ولادت شریف وحال پرورش۔ بتاریخ ۴ یا ۱۱ یا ۱۸ یا ۲۵ ماہ رمضان المبارک ٹھیک تاریخ راقم کو یاد نہیں رہی بسنہ ۱۲۱۹ ہجری مطابق ۵ اگھن سمت ۱۸۶۱ ہندی۔ ۲۰۔ اگھن سمت ۱۲۶۱ فصلی۔ ۲۴۔ اگھن سنہ ۱۲۱۲ بنگلہ۔ ۷ دسمبر سنہ ۱۸۰۴ء بروز جمعہ وہ بلبل بوستان توحید سرو گلستان تفرید شاہباز اوج حقیقت تاجدار کشور معرفت شہسوار عرصۂ فقر وفنا خضر راہ خدا

منزل شناس ہر طریق سلطان ممالک تحقیق مرد میدان ترک و تجرید نغمہ سنج قانون عشق و توحید آفتاب انوار الٰہی سر چشمۂ فیض نا متناہی یعنے حضرت مرشدی و مولائی قبلۂ عالم و عالمیان کعبہ جان و جہانیان سید **غوث علی شاہ قلندر قادری** مثل آفتاب جہاں تاب جلوہ فرمائے مطلع ظہور ہوے۔

سرور روحانیان آمد پدید
کوکب کون و مکان آمد پدید
کاروان غیب آمد در شہود
صاحب دور زمان آمد پدید
علم حق میراثِ پیغمبر بود
افتخار دو دمان آمد پدید
آستانش قبلہ گاہِ قدسیان
مالک گنج نہان آمد پدید
صورت بخت جوان فضل خدا ست
از ظہور حق ہماں آمد پدید

جنبشے در جسم و جان آمد پدید
بوستان جان بہار از سر گرفت
یوسفے در کاروان آمد پدید
کشتی طوفانئے ہست این جہان
وارث پیغمبران آمد پدید
از برائے صید مرغان مکان
قبلہ گاہ قدسیان آمد پدید
میزبان خوان حق مرد خدا ست
صاحب بخت جوان آمد پدید
بوالحسن غوث علی سلطان جان

شد منور عرصۂ کون مکان
نوبہار بوستان آمد پدید
ہست ہر دور زمان را صاحبی
نوح کشتئ جہاں آمد پدید
ذات پاکش دو دمان را افتخار
شاہباز لامکان آمد پدید
زد صلائے کنت کنزاً مخفیاً
خوان حق را میزبان آمد پدید
خود ظہور و ظاہر و مظہر یکی ست
ای حسن سلطان جان آمد پدید

چونکہ والدہ ماجدہ شریفہ حضرت رحمۃ اللہ علیہا کو ایک قسم کا جنون تھا اس لئے جد امجد یعنی جناب سید **ظہور الحسن** صاحب نے اُن کا دودھ پلانا مناسب نہ سمجھا فکر رضاعت میں سرگرم ہوئے اتفاقاً قرب وجوار میں ایک پنڈت نیک شعار رام سینہی نام رہتے تھے معلوم ہوا کہ اُنکی جو بیوی نہایت نیک منش اور حمیدہ خصال ہیں دودھ پلا سکتی ہیں آپ نے اُن کو طلب فرمایا اور اُن کے دامن تمنا کو ثمر مراد سے پُر کیا ؎ اُٹھو اے مدتوں کے سونے والو ؛ تمہارے در پہ یہ دولت کھڑی ہے ؛ زہے قسمت اس پنڈتانی مائی کی جس کو یہ دولت سرمدی نصیب ہوئی سچ ہے (بن مانگے موتی ملیں مانگے ملے نہ بھیک) بخوشی و خرمی دودھ پلانا شروع کیا نام آپکا حضرت جد امجد نے

خورشید علی رکھا تھا اور والد بزرگوار نے ابو الحسن بڑی والدہ صاحبہ نے غوث علی پنڈتانی مائی نے گنگا بشن ہرچند کہ پنڈتانی مائی کی اولاد دختری بہت تھی مگر اولاد پسری کی جانب سے یاس ہوگئی تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت کے قدوم فیض لزوم کی برکت سے بعد مدت رضاعت ایک فرزند بخت بلند عطا فرمایا جس نے حضرت قبلہ کی صحبت سے آخر کو رتبہ بحیاہ ہوم حاصل کیا۔

فصل دوم تحصیل علم

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم چار برس چار مہینے کے ہوئے تو بڑی والدہ صاحبہ نے بسم اللہ پڑھاکر قرآن شریف شروع کرایا اور پنڈت رام سینھی صاحب نے جو پدر رضاعی تھے نرنکار کا نام لیکر شاستر کا آرنبھ کیا دس برس کی عمر میں قرآن شریف نصف حفظ کرلیا اور نصف ناظرہ پڑھا کتب فارسیہ بھی تا سکندر نامہ بڑی والدہ صاحبہ سے پڑھیں اور سنسکرت سارت سدھ چندر کا تک پنڈت جی سے حاصل کی اور عربی کی صرف ونحو ملا محمد حیات صاحب سے جو بڑی والدہ صاحبہ کے والد تھے پڑھی بعد چند مدت کے ہمارے والد ماجد نے اپنے پاس دہلی میں بلالیا یہاں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے ایک سبق کافیہ کا اور مولوی شاہ اسحاق صاحب سے اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث شریف پڑھی باقی کتابیں مولوی فضل امام صاحب خیرآبادی سے پڑھیں یہ میرور ومغفور ہمارے حال پر نہایت شفقت فرماتے تھے اور انکی اہلیہ کو بھی مثل مادر مشفقہ کے محبت تھی حتیٰ کہ بغیر ہمارے کھانا تناول نفرمایا کرتی تھیں ہم ان کے ساتھ پٹیالہ بھی گئے اور ضروری کتب دینیہ ومنطق پڑھتے رہے جب وہ عالم قدس کو رحلت فرما ہوے تو ہم کو نہایت رنج والم ہوا اُس دن سے کتابیں بالائے طاق رکھدیں کہ نہ اس شفقت سے کوئی پڑھائے گا نہ ہم پڑھیں گے۔

فصل سوم ذکر بیعت

ایک روز ارشاد ہُوا کہ ہمنے حسب دستور اپنے خاندان کے اول اپنے والد ماجد سے بیعت کی حضرت والد نے بعد تعلیم و تلقین دیکھا کہ درد طلب غالب ہے خود اولیاء اللہ کی خدمت بابرکت میں لیجانے لگے اور جہاں جہاں مناسب سمجھا بیعت کرایا۔

شجرۂ نسبی و خلفائی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللّٰھُمَّ حَرِّقۡ قَلۡبِیۡ بِحُرۡمَتِ ابو الحسن خورشید علی عرف سید غوث علی شاہ قلندر قادری ابن سید احمد حسن عرف احمد علی بن سید ظہور الحسن عرف ظہور محمد بن سید محمود عرف محمد علی بن سید حامد حسن عرف حامد علی۔ بن سید حمید علی عرف حمید الدین۔ بن سید ابو سعید عرف انوار الحسن۔ بن سید مصلح الدین عرف ناصر حسن میر میران۔ بن سید مبارک حقانی۔ بن سید محمد عرف محمد غوث اوچی حلبی گیلانی بن سید شمس الدین عرف محمد اعظم بن شاہ سید امیر عرف عبداللہ حسن بن سید ابو الحسن عرف کرم علی۔ بن سید ابو علی عرف محمد صالح۔ بن سید مسعود عرف نور الدین۔ بن سید ابو العباس احمد عرف حمید الدین۔ بن صفی الدین عرف سید صوفی۔ بن سید عبد الوہاب عرف سیف الدین۔ بن قطب الاقطاب غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی۔ بن سید ابو صالح۔ بن سید موسیٰ ثالث بن سید عبداللہ ثالث۔ بن سید محمد زاہد۔ بن سید محمد رومی۔ بن سید داؤد۔ بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی۔ بن سید موسیٰ۔ بن سید حسن عبداللہ بن حسن مثنیٰ المعروف سید محمد بن شہید جام عشق حضرت امام حسن۔ بن بلبل باغ مدینہ زہرائے بتول خاتون جنت حضرت فاطمہ بنت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ فخر انبیا سرور اصفیا محبوب رب العالمین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ ۝

بِنَارِ عِشۡقِكَ وَازۡدِيَادِ مُحَبَّتِكَ ۝

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ دہلی میں حضرت والد ماجد مجھکو سید فدا حسین شاہ صاحب رسول شاہی قدس اللہ اسرارہم کی خدمت بابرکت میں لیگئے میں نے ایک روپیہ پیش کیا تو میاں

صاحب اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر لائے اور فرمایا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ مَنْ اَوْفٰی بِمَا عَاھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ روپیہ اُٹھا لیا قبلہ گاہی صاحب نے فرمایا کہ بھائی مُبارک ہو پھر ایک چھڑا اور کنٹھ کہربائی اور ایک رومال سبز کاہی اپنے مرید میاں توکل حسین شاہ صاحب سے طلب فرمایا رومال تو اپنے دست مبارک سے میرے سر پر باندھا اور چھڑا اور کنٹھا میرے ہاتھ میں دیا اس خاندان عالیشان کا شجرہ طیبہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ بر زبان رانم	شجرهٔ سہروردی میخوانم	ہاتف غیب چون ندا فرمود
خاکساران ندا ز و بشنود	نحن اقرب الیہ فی القرآن	غوث[۱] ما ولی ماست ہمان
ہست انسان مجمع البحرین	جسم خاکست و جان فدا حسین[۲]	جلوہ گر شد وجود ذات لطیف
خود مظفر حسین[۳] شاہ حنیف	صورت انسان معنی اللہ	ظاہر حق رسول صلی اللہ
کرد تنزیہ جلوہ در تشبیہ	نعمت[۵] اللہ نفخت روحی فیہ	روح خود را نمود بہر شہود
گفت وحدت نغمۂ[۶] داود	نحن اقرب بود ز جان قریب	بلکہ جان و جہان جملہ حبیب[۷]
قلب انسان بیت رب جلیل	ہست قربان جان اسمٰعیل[۸]	جملہ عالم وجود حق دانید
مرتضیٰ[۹] جان آن ہمہ خوانید	خلق تصویر صورت خلاق	خالق اندر شکم بود رزاق[۱۰]
عشق چوں روح در بشر افتاد	معرفت ذات پاک اللہ داد[۱۱]	مدرک جزو و کل زمین و زمن
ناطق است از توجہ پیرن[۱۲]	ہست ذاتی مع الصفات تن	زان شود دور آسمان محجن[۱۳]
صورت خویش حق عیان بنمود	شد محمد[۱۴] وجود حق مشہود	وحدت ذات کثرت آفاق
متجلی بجلوهٔ اسحاق[۱۵]	ذات واجب بہر صفت موجود	خلق ممکن چو آدم و داؤد[۱۶]
غیر حق را کجاست نشو و نمو	جملہ بگذار خویشتن را جو[۱۷]	من عرف نفسہ شود معلوم
ہر کہ خود را شناخت شد مخدوم[۱۸]	جملہ کائنات قائم از وست	این جہان و جہانیان ہمہ دوست
خود توئی حضرت جلال بزرگ	غیر تو نیست بے زوال بزرگ	ہر احد احمد کبیر بدان
زانکہ در احمدست احد پنہاں	کل شیٔ محیط ذات جلال[۱۹]	ہست مستجمع صفات کمال

۱۹ مولانا سید غوث صاحب ملح شاہ
حضرت شاہ فدا حسین
حضرت خواجہ نجم الدین ہمدانی المعروف خواجہ
حضرت شاہ مظفر حسین معروف بہ مولانا حنیف
ملقبہ خاکساران شاہ خضر
سید رسول شاہ الوری
حضرت شاہ نعمت اللہ ولی
حضرت شاہ داؤد الہامی
حضرت شاہ سخی مسری
حضرت شاہ اسمٰعیل
حضرت شاہ مرتضیٰ
حضرت سید شاہ رزاق
حضرت شاہ اللہ داد
حضرت شاہ عارف
حضرت شاہ محمد
حضرت شاہ خواجہ اسحاق
حضرت شاہ داؤد
حضرت شاہ احمد کبیر
مخدوم جہانیان جہاں گشت
حضرت سید جلال

مانفی ایم و تو ہمہ اثبات
بلکہ لاریب فیہ عین یقین
صدر انسان ترجمان کتاب
رویت اندر ضیا رو عین عیان
حسن خلق محمد عبد اللہ
ہر دل اندر ہزار اقلیم ست
امر ربی جنید ارواح ست
وحدہ لاشریک لہ فقطی
آئینہ صاف صیقل داؤد
کُلَّ شَیءٍ حَبیبٌ بَل اَنتُمْ
علم توحید موسیٰ کاظم
چون احادیث مصحف ناطق
شاہ زین العباد خود فرمود
قل ہو اللہ ہست فی الکونین
عین حق جملہ جہان علی ست
ظاہراً عبد باطناً معبود
یک حقیقت محمدی انسان
چون عبای وصال را پوشید

رکن عالم جمیع مخلوقات
تو ئی موجود ما ہمہ معدوم
شرح حرف مقطعات شہاب
اینما انت ثم وجہ الدین
لاشدہ عبد سر بسر اللہ
ہر دم شد علو ے دنیوری
یرجع الاصل روح را راح ست
ماعرفناک گفت خود معروف
در ہمہ خلق روح خود بنمود
حی و قیوم شد علی رضا
منکشف بر اصابع و اعظم
گفت حضرت محمد باقر
کس دگر نیست واحد ست وجود
جملہ اسما صفات ذات بتن
اندرون و برون خفی و جلی
من عرف نفسہ سید بود
شد منزہ مشبہ ہو فی شان
اے برادر ہر زمان دل دہ با

مصحف ناطق بہاؤ الدین
خود توئی خادم و توئی مخدوم
صورت انسان مرات رحمٰن
اندرون و برون مکان و مکین
ہر احد احمد بلا میم ست
بہر تعظیم صورت بشری
قال انسان سری سقطی
لاوجود صفات بے موصوف
لَیسَ شَیءٌ سِوَا الحَبیبِ لَکُم
زان سبب شد وجود ارض و سما
فیض عرفان جعفر صادق
جملہ حق ست اول و آخر
ما ہمہ مقتدی امام حسین
نطق او راک نیست خلق حسن
این حقیقت محمدی موجود
ہر کہ خود را شناخت آن ہمہ اوست
جامۂ کہنہ فراق درید
از ہمہ کار جہان آزاد باش

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت والد بزرگوار مجھکو باری میں لائے اور حضرت میر اعظم علی شاہ صاحب سے بیعت کرایا دل و جان سے عنایت و محبت فرماتے جہاں میں جاتا آپ بھی ہمراہ جاتے اگر سفر دور و دراز کا ارادہ ہوتا تو مدت مراجعت کا اقرار لیتے اتفاقاً معاودت میں دیر ہو جاتی تو خود جستجو کے لئے سفر کرتے تا حین حیات یہی معاملہ رہا جب خلافت عطا فرمائی تو اپنی اولاد کو ہمارے ہاتھ پر بیعت کرایا اس

حضرت شیخ ... رکن الدین ابو الفتح ... بہاؤ الدین زکریا ملتانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی خواجہ وجیہ الدین ... حضرت خواجہ ... دینوری حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری حضرت خواجہ جنید بغدادی حضرت خواجہ سری سقطی حضرت خواجہ معروف کرخی حضرت داؤد طائی حضرت امام موسیٰ کاظم حضرت امام جعفر صادق حضرت امام محمد باقر حضرت امام زین العابدین حضرت امام حسین ... حضرت امام حسن ... اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب ... محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲

خاندان عالیہ کا شجرۂ طیبہ یہ ہے۔

شجرۂ قادریہ

پاک آن ذات بے نشان احد
دست در دست رہنمایان داد
ہم حسن ہم حبیب ہم داؤد
عبد واحد ابوالفرح پے ہم
عبد رزاق شد از و صالح
کرد دعوت شہاب دین بخدا
بعد محمود ہست عبد جلال
باز حضرت مقیم محکم دین
شیخ درویش و خان احمد شاہ
شاہ غوث علی و مولائی
بحر عرفان محیط بے پایان
خبر از بے نشان کہ باز دہد

کہ بدو ہیچ سلسلہ نرسد
اشرف الانبیا حبیب خدا
باز معروف راہ حق پیمود
بوالحسن بوسعید آمد باز
اقتدایش نمود ابو صالح
شمس دین ست پس علاؤ الدین
پس بہاول قلندر خوش حال
بعد سید امیر بالا پیر
باز عبد اللطیف حق آگاہ
شہ سوار معارک تجرید
برتر از وصف ماورائے بیان

لیک اندر طریقۂ ارشاد
اسد اللہ باب علم ہدا
زدہ سری جنید و شبلی دم
غوث اعظم کشودہ پردۂ راز
از پس شاہ احمد واولی
باز نور محمد ست بہین
بوالمعالی ست رہنمائے یقین
راہ عبد اللطیف بری گیر
مدح شاہ ست و سید اعظم علی
تاجدار ممالک توحید
ای حسن کو زبان کہ راز دہد

اس خاندان کی تعلیم و تلقین کے بعد ہم نے میر صاحب قبلہ سے عرض کیا کہ حضرت اب کیا کیا جائے فرمایا کہ میرٹھ میں مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب کے پاس جاؤ جو کچھ فرماویں عمل میں لاؤ اور ایک نامہ بنام شاہ صاحب تحریر فرمایا اس کو لیکر ہم میرٹھ پہونچے اور مولوی نیاز علی صاحب کے ساتھ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے نہایت مربیانہ اور بزرگانہ عنایت فرمائی تین دن روزہ رکھوا کر اتحادی توجہ دی من بعد داخل سلسلہ کر کے تعلیم و تلقین شروع کی ایک برس ہم وہیں رہے رات کو بھی شاہ صاحب ہمکو اپنے پاس ٹھہراتے تھے جب سلوک طے ہو گیا تو مولوی صاحب نے خلافت عطا فرمائی اور اپنی اولاد کو مرید کرایا اس خاندان عالیشان کا شجرۂ طیبہ یہ ہے۔

شجرۂ خاندان نقشبندیہ

شرح سازم خاندان نقشبندی را جلی
شہ حبیب اللہ صاحب مظہر اسرار غیب
مظہر حق جان جاناںؒ نائب سبحان
خواجہ معصوم ست احمدؒ خواجہ باقی خواجگی
خواجہ یعقوبؒ بہاؤالدینؒ دگر میر کلالؒ
خواجہ محمودؒ ست دیگر خواجہ عبدالخالقؒ است
بوالحسنؒ پس بایزیدؒ و جعفر صادقؒ بود
یا الٰہی از طفیل خاندان نقشبند

فرد توحید مجدد بوالحسن غوث علیؒ
بوسعیدؒ احمدی از شاہ عبداللہ ولی
سیدی نور محمدؒ شیخ سیف الدین سنی
خواجہؒ درویش و محمد زاہدؒ احرار ولی
خواجہ باباؒ دان دگر خواجہؒ علے رامتینی
خواجہؒ یوسف باز شیخ فارمدآنؒ بوعلی
قاسمؒ و سلمانؒ ابوبکرؒ و رسول ہاشمی
مبتلا سازی بعشق خود حسن راد ائمی

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؕ

مولوی نیاز علی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ اس وقت چند مرید حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر تھے بعد توجہ فرمایا کہ کوئی شخص ان کے جسم کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ بیہوش ہوکر گر پڑے گا یہ ظرف عالی ان ہی کا ہے کہ تحمل کیا دوسرا ہوتا تو قلب شق ہو جاتا۔ المختصر انیس[۱۹] بزرگوں سے جناب قبلہ نے بیعت کی انیں گیارہ مسلمان تھے اور آٹھ ہندو راقم کو جو شجرہ ہاتھ آیا وہ لکھا۔

باب سوم در حالات سیاحت مشتمل بر یکصد و دو ارشاد

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہماری عمر آٹھ برس کی تھی کہ جناب دادا صاحب و نانا صاحب اور والد بزرگوار اپنے ہمراہ ہمکو حاجی لعل صاحب کی خدمت میں لے گئے یہ بزرگ مولانا **فخرالدین** صاحب چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے جب ہم ان کی خدمت میں پہونچے تو سروقد تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے اور بڑے تپاک سے اپنے پاس بٹھایا پھر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ فرمانے لگے کہ بھائی لڑکے میں بہت دنوں سے تمہارا منتظر

ومشتاق تھا خوب ہوا تم آ گئے ہمارے پاس جو تمہاری امانت ہے لیلو اس وقت محفل خاص
تھی دروازہ بند اور قوال خوش الحان غزل گا رہے تھے کہ حضرت کو جوش آیا اور میری طرف
متوجہ ہو کر القا کیا میں ایسا بیخود و بے ہوش ہوا کہ تن بدن کی بھی کچھ خبر نہ رہی بلکہ اعدم علم بھی
بالکل مفقود تھا نانا صاحب خفا ہونے لگے کہ اس صغیر سن بچہ پر ایسی سخت نظر کیوں ڈالی
والد نے عرض کیا کہ حضرت جائے شکر ہے نہ محل شکایت یہ بچہ بڑا صاحب نصیب ہے پھر
والد مجھکو گھر اٹھا لائے آٹھ دن تک وہی حالت رہی نویں دن ہوش آیا اور طبیعت غالب
ہوئی اس روز سے جس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا کسی کی توجہ کا
اثر نہیں ہوا اور اگر کچھ ہوا بھی تو بیخودی طاری نہ ہوئی اور اگر آناً فاناً بیخودی بھی ہوئی
تو علم نے مطلق جنبش نہیں کی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ زمانۂ طفلی میں ہمکو ایک سنیاسی نے جڑ تاڑی کپالی کی تعلیم کی
اس شغل میں حواس ظاہری مفقود ہو جاتے ہیں اور روح دماغ میں آجاتی ہے جس
خیال میں انسان بیٹھتا ہے اسی میں رہتا ہے جب ہمکو مشق ہو گئی تو ایک دن خیال
آیا کہ دیکھیں تو دوسرے پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے یا نہیں ہم نے اپنے بھائی کو جو والد صاحب
کلان سے تھے کپالی چڑھائی وہ بالکل بیہوش ہو کر بشکل مردہ گر پڑے اتارنا ہم کو آتا
نہ تھا نہایت حیرانی دامنگیر ہوئی کہ اب کیا علاج کریں والدہ صاحبہ کلاں کو خبر ہوئی مضطرب
ہو کر تشریف لائیں اور فرمایا کہ ایک تو گیا ہی دوسرا بھی چلا لوگ گمان کریں گے
اس نے بھائی کو مار ڈالا ہے ایک پیالہ دہی کا لاکر اس کے سامنے گرا دیا جو آنکر پوچھا
سے فرماتیں کہ نہیں معلوم کیا ہوا دہی کھا کر تے کی ہے میں گھبرا کر اس سنیاسی فقیر کے پاس
گیا اور سارا حال بیان کیا اس نے بہت ملامت کی اور کہا تم کو اس واسطے یہ عمل سکھایا
تھا کہ لوگوں کا تماشا دیکھو ہمنے تو اس لئے سکھایا تھا کہ یاد الٰہی میں مشغول رہو گے خبردار
پھر ایسی حرکت نہ کرنا یہ کہہ کر ہمارے گھر آئے اور بھائی کے سر پر مشکیں چھوڑوائیں جب
تیسری مشک کی نوبت پہونچی تو اٹھ بیٹھے پھر ہمنے بھائی سے بیہوشی کی کیفیت دریافت
کی کہا میں تو زندہ تھا اور تم سب کو پکار پکار کے کہتا تھا کہ میں زندہ ہوں تم گھبراؤ مت

میں کنوے میں پڑا ہوں مجھکو نکال لو لیکن تم سنتے نہ تھے اور مجھے کسی طرح کی تکلیف بھی
نہ تھی اُس دن سے ہمنے توبہ کرلی کہ پھر ایسا کام ہرگز نہ کریں گے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہمارے وطن کے چمار کا لڑکا دریا کے کنارے جاکر کچھ پڑھا
کرتا تھا ہمنے دریافت کیا اُس نے کہا میاں صاحب میں ایک منتر سید کرتا ہوں ہمنے کہا
کہ جس روز تیرا منتر سدھ ہو ہمکو بھی ساتھ لے چلنا وہ ایک رات کو آیا اور ہمکو بھی ساتھ لیگیا
دریا کے کنارے پہونچکر موہن بھوگ اور چاول وغیرہ پکائے بھیٹ دی پوجا کی اور منتر
پڑھ کر فارغ ہوا دونوں گھر کو چلے میں نے کہا کہ اب اس کا تماشا تو دکھا اُس لے کنکر پڑھکر
ایک درخت پر مارا نیچے سے اوپر تک آگ لگ اُٹھی اور جلکر خاک سیاہ ہوگیا یہ طرفہ
ماجرا دیکھ کر ہمنے کہا کہ اب تو ایک کنکر ہمارے اوپر مار اُس نے اول تو بہت انکار کیا مگر کہنے
سننے سے مجبور ہو کر بولا کہ لو ہوشیار ہو جاؤ ہمنے یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِر جِیْلَانِی شَیْئًا لِلّٰہِ
کہکر اپنے گرد حصار کھینچ لیا اُس نے کنکر مارا کچھ نہوا دوسرا اور مارا تیسرا مارا کچھ بھی نہ ہوا پھر تو
ہم حصار کو توڑ کر باہر نکل آئے کہ یہ بھروسہ اچھا نہیں اُس چمار سے کہا کہ بھلا اب تو کنکر پھینک
اُس نے غصہ میں آکر ایک اور مارا تو وہ کنکر ہمارے سینہ پر آنکر ایسا لگا جیسے لٹھ لگتا ہے پھر
ہمارے سینے پر سے اوچٹ کر اُسکی پیشانی پر جا لگا وہ اوندھے مُنہ گرا اور تمام سوراخہائے
جسم سے خون جاری ہوگیا ہمنے دوڑ کر اُس کے باپ کو اطلاع دی وہ اپنے لڑکے کو اُٹھا کر
ہمارے نانا **محمد حیات** صاحب کی خدمت میں لایا نانا صاحب نے کیفیت دریافت
فرمائی ہم نے حال مفصل بیان کر دیا آپ نے دو تین طمانچہ لگائے اُس وقت ہماری عمر
کوئی دس بارہ برس کی تھی پھر فرمانے لگے کہ شیخ عبد القادر کیا تیرے لئے دوربین لگائے
بیٹھے ہیں کہ ہر دم تاکتے رہیں گے یا ہر وقت تیرے ساتھ پھریں گے خبردار تم جانوگے
جو پھر ایسا کیا اگر یہ مرجاتا تو کیا علاج ہوتا غرض ہم کو مارا پیٹا اور بہت سرزنش کی تب حضرت
کا غصہ فرو ہوا پھر سورہ مزمل دم کر کے اُس کو پانی پلایا اور نہلایا کئی دن کے بعد وہ اچھا ہوا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہماری عمر دس بارہ برس کی تھی کافیہ کا سبق پڑھکر گھر کو
آتے تھے راہ میں ایک فقیر ملے سبق وغیرہ کی کیفیت پوچھی پھر فرمایا کہ ہم

تمکو ایک آیت بتلاتے ہیں گیارہ دن تک پڑھو ہمنے کہا بہت اچھا۔ پھر آیت کریمہ با مؤکلات
بتائی اور کہا کہ رات کے وقت تنہا مکان میں حصار کرکے پڑھنا اور چراغ کی لو کو دیکھتے رہنا
ہمنے ایسا ہی کیا اول روز تو کچھ معلوم نہوا دوسرے دن دو شیر جھینگے کے برابر چراغ کی لو
پر لڑتے ہوئے نظر آئے تیسرے دن چوہے کی برابر چوتھے روز بلی کی برابر پانچویں دن
کتے کی برابر ہو گئے اسوقت چراغ گل ہوگیا۔ اور کوٹھری کا دروازہ کھل گیا ہم ڈرکے بھاگے
اور بڑی والدہ کی گودمیں جا چھپے اسوقت کچھ ہوش نہ رہا اور بخار چڑھ آیا صبح کو
فقیر صاحب خفا ہوتے ہوئے آئے کہ تم نے عمل خراب کردیا نانا صاحب نے فرمایا کہ
شاہ جی آپ ناحق ناراض ہوتے ہیں اگر عمل کرانا منظور تھا تو آپ اُس کے پاس
بیٹھے ہوتے بھلا یہ عمر اور جلالی عمل اگر آپ ہمکو بتائیں تو دیکھو پورا کرتے ہیں یا نہیں یہ
سن کر فقیر کا غصہ دھیما ہوا اور ہم سے کہا کہ آؤ ہم تم کو ایک چیز بلا محنت دیتے ہیں
الگ لیجا کر یہ قطعہ بتایا ؎

اے کریمیکہ از خزانۂ غیب	گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستان را کجا کنی محروم	تو کہ با دشمنان نظر داری

اور کہا اس کو سوتے وقت تین بار پڑھ لیا کرو صبح کو ایک روپیہ ملجایا کرے گا۔ ہم نے
پڑھا تو صبح کو روپیہ پایا اور والدہ صاحبہ کو دیدیا تیسرے روز اُنھوں نے دریافت فرمایا
کہ تم ہر روز روپیہ کہاں سے لاتے ہو ہمنے اصل حال کہدیا فرمایا کہ اچھا تم ہم کو بھی
اجازت دو ہمنے اجازت دیدی اُن کو بھی ایک روپیہ روز ملنے لگا پھر والدہ نے
فرمایا کہ اپنے والد کو بھی اجازت دو والد نے کہا کہ ایسا نہ ہو سب سے اس کی تاثیر
جاتی رہے چنانچہ یہی ہوا میں نے والد کو بھی اجازت دیدی اگلے روز کسی کو کچھ نہ ملا
جناب دادا صاحب نے بھی یہ تمام قصہ سُنا مجھ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ ہم
تو سمجھتے تھے تم نے کوئی کمال راہ فقر کا حاصل کیا ہوگا یہ کیا بڑی بات ہے جو تم نے
سیکھی تھی آج رات کو یہ شعر پڑھکر سونا ؎

کریما ببخشائے بر حال ما	کہ ہستم اسیر کمند ہوا

یہ عمل کیا تو پانچ روپیہ روز ملنے لگے تیسرے دن دادا صاحب نے فرمایا کہ اگر تم ہزار
آدمیوں کو ہر روز اجازت دو گے تب بھی اس عمل کی یہ ہی تاثیر رہے گی آؤ اب تم کو
پچاس روپے روز کا عمل بتائیں۔ عَزَمْتُ عَلَيْكَ يَا شَمْتَائِيلُ يَا قُدُّوْسُ يَا رَزَّاقُ
يَا بَاسِطُ يَا وَكِيْلُ يَا مَيْمُوْنَةُ بِسَرِيْعَةٍ يَا مَعَاشِرَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ الْاَرْحَمِيْنَ
تَحْضُرُوْ وَبِحَقِّ كَلْكَائِيْلُ بِحَقِّ اَسْمَاءِ الْحُسْنٰى وَبِحَقِّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ
يَا هَمْ يَا هَمْ يَا هَمْ بِحَقِّ نُوْرَائِيْلُ اس عمل کو بھی کیا تو فی الحقیقت ٹھیک
پایا پھر دادا صاحب نے فرمایا کہ آئندہ یہ عمل نہ کرنا فقیر کو نان جوین بس ہے ہاں
اشد ضرورت ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر تم شہنشاہی عمل چاہتے ہو تو ایک عمل
ہماری آبائی میراث ہے لیکن فقیری بغیر رضا وتسلیم کے حاصل نہیں ہوتی وہ عمل یہ
ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يَا حَيُّ يَا
قَيُّوْمُ يَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا كَافِيْ يَا شَافِيْ يَا هَادِيْ يَا لَطِيْفُ يَا بَاقِيْ اَجِبْ
يَا رُوْقَائِيْلُ اَنْتَ وَخُدَّامُكَ مِنَ الرُّوْحَانِيَّةِ السَّمَاوِيَّةِ وَالْاَرْضِيَّةِ اَنْتَ
يَا مَذْهَبُ سَامِعًا مُطِيْعًا بِحَقِّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَبِحَقِّ مَلِكِ
الْغَالِبِ عَلَيْكُمْ اَمْرُهٗ اَبْجَدْ وَبِحَقِّ لَطْخِطِيْلِ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ
الْبَاطِلُ ۝ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ اَقْسَمْتُ عَلَيْكُمْ يَا كَزْكَسْيَائِيْلُ
سَخِّرْ لِيْ قُلُوْبَ جَمِيْعِ بَنِيْ اٰدَمَ وَبَنَاتِ حَوَّا بِحُرْمَتِ سَيِّدِكَ كَهُوْذِنٍ وَ
نُوْشٍ اَنْتَ جِنِّيٌّ بِالسَّمَاءِ وَتَحْتَ تَحْضُرُوْا حْضُرُوْا اُسْخَرَاتِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ يَا
قَادِرَ الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَاللَّاهُوْتِ وَالْهَاهُوْتِ سَخِّرْ لِيْ قُلُوْبَ كُلِّ
شَيْءٍ وَبِكُلِّ شَيْءٍ بِقُدْرَتِهٖ وَبِعَظَمَتِهٖ بِحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِرَحْمَتِكَ يَا
اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ وَبِحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت قبلہ گاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبدیلی
دہلی کو ہوئی تو مجھکو بھی وطن سے طلب فرمالیا اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سپرد کردیا ایک لڑکا رسالدار بہادر کا ہمارا ہم عمر وہم سبق

تھا اور چونکہ حضرت والد ماجد اور رسالدار میں واسطہ اتحاد تھا اس لئے ہم دونوں میں بھی
اُنس ہو گیا ایک دن لڑکے نے پچاس روپے بطور قرض مانگے میں نے دیدیئے کیونکہ حضرت
قبلہ کی تنخواہ میرے پاس رہتی تھی اور اس امر کی اطلاع بھی حضرت کو کر دی فرمایا کہ خوب کیا
لیکن اُس سے لینا نہیں دو مہینے بعد وہ روپیہ لایا میں نے انکار کیا اس نے اپنے والد
سے کہا وہ خود لیکر آئے حضرت قبلہ نے فرمایا کہ رسالدار صاحب بچوں کے معاملہ میں آپ
کیوں پڑتے ہیں وہ آپس میں بھگت لیں گے میں نے نہ روپیہ دیا نہ آپ سے لوں خیر
حساب دوستان در دل سمجھکر وہ چپ ہو رہے مگر وہ روپیہ بصورت تحفہ ادا کیا وہ
لڑکا ہمارا بڑا یار نہایت حسین وجمیل آدمی تھا یہاں تک کہ اپنے حسن صورت پر آپ فریفتہ
ہو گیا ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ آئینہ روبرو ہے اور آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہے میں نے پوچھا
کیوں بھائی خیر ہے بولا کیا کہوں مجھکو اپنی صورت پر آپ پیار آتا ہے اگر دوسرا عاشق
ہوتا تو بھلا اُس کو گلے سے تو لگا سکتا اب خود ہی عاشق خود ہی معشوق کروں تو کیا کروں
میں نے کہا کہ یہ تو کچھ بڑی بات نہیں تم آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھو اور میری چھاتی
سے لگ جاؤ ہنسنے لگا اور کہا کہ بھائی تمکو تو ہر وقت دل لگی ہی سوجھتی ہے تمہاری بلا سے
کوئی مرے یا جیئے پھر آئینہ پھینک کر کھڑا ہو گیا ع عاشق و عشق و بت و تیگر و عیار کجیست
ایک روز ارشاد ہوا کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے ہم سبق پڑھتے تھے
کہ ایک شخص امیرانہ لباس پہنے ہوئے آیا اور عرض کی کہ میری سرگزشت سننے کے
قابل ہے حضرت میری عقل کام نہیں کرتی حیران ہوں کیا کروں اور کہاں جاؤں آپکی
خدمت میں اس لئے آیا ہوں کہ جو ارشاد ہو بجا لاؤں میں لکھنؤ کا باشندہ اور روزگار
پیشہ آدمی تھا ایک دفعہ بیکاری کے باعث گھر پر تنگی سے گذرنے لگی ارادہ کیا کہ کہیں باہر
نکل کر تلاش معاش کروں سرمایہ کم رہ گیا تھا تھوڑا سا زاد راہ لیکر اودے پور کو چلا اثنائے
راہ میں ریواڑی آئی اُس زمانہ میں وہاں صرف ایک سرائے اور تکیہ آباد تھا اُس سرائے
میں چند بھٹیاریاں اور دو ایک کسبیاں رہتی تھیں میں سرائے میں آترا اور گھوڑا
باندھ کر خاموش و متفکر ہو بیٹھا کیوں کہ خرچ پاس نہ تھا اتنے میں ایک کسی

آئی اور کہنے لگی کہ میاں جوان کس فکر میں بیٹھے ہو کھانے دانے کا سامان کیوں نہیں
کرتے میں نے کہا کہ ابھی ہارا تھکا آیا ہوں ذرا سستا لوں تو کچھ بندوبست کروں وہ
چلی گئی اور ذرا دیر بعد پھر آئی کہا اب کیا دیر ہے میں نے پھر وہی جواب دیا تیسری بار پھر
آئی اور بولی کہ یہ کیا بات ہے گھوڑا اٹا پتا ہے اور تم کو کچھ فکر نہیں ناچار جو بات تھی میں نے
سچ سچ کہدی کہ کوڑی گرہ میں نہیں رہی اب گھوڑا یا ہتیار بیچتا ہوں تو نوکری کیسے کرونگا
اور یہ نہ کروں تو خرچ کہاں سے لاوں وہ چپکی چلی گئی اور دس روپیہ لاکر میرے حوالہ کئے
کہ لو یہ روپیہ میں نے چرخہ کات کر اپنے کفن و دفن کے لئے جمع کیا ہے آپ کو قرض حسنہ
دیتی ہوں جب خدا تم کو دے ادا کر دینا غرض میں وہ روپیہ خرچ کرتا ہوا او دیپور پہنچا
وہاں جھٹ پٹ نوکری مل گئی اور کچھ ایسا فضلِ ربّی ہوا کہ پانچ ہی برس میں امیر کبیر
بن گیا پھر تو حشم خدم ہاتھی گھوڑے سب ٹھاٹ امیرانہ مہیا تھا گھر سے خط آیا کہ لڑکا
جوان ہوگیا بیٹی والے بھی تقاضا کرتے ہیں جلد آکر شادی کا سامان کرو میں راجہ سے
رخصت لیکر بڑے ٹھاٹ سے چلا اور ریواڑی کی طرف کو روانہ ہوا جب اسی سرائے میں
اترا تو کسبی کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ مہینہ بھر سے بیمار اور کوئی دم کی مہمان ہے
جب اسکے پاس پہنچا تو میرے سامنے جان بحق ہوگئی تجہیز و تکفین کی اور اپنے ہاتھ سے اسکو
قبر میں اُتارا اور دفن کر کے چلا آیا جب آدھی رات گذری تو خیال آیا کہ جیب میں پانچہزار
کی ہنڈوی تھی دیکھا تو ندارد بڑی پریشانی ہوئی سوچتے سوچتے ذہن میں گذرا کہ ضرور
اس قبر کے اندر ہنڈوی گری پلنگ سے اُٹھ سیدھا قبرستان میں پہونچا اور قبر کھود ڈالی
کیا دیکھتا ہوں کہ نہ وہاں میت ہے نہ ہنڈوی ہاں اک طرف کو دروازہ سا نظر آتا ہے
اُس کے اندر چلا گیا نہایت پُرفضا و دلکشا باغ نظر آیا اُسمیں ایک مکان عالیشان
ہے فرش و فروش سے آراستہ اور ایک عورت نہایت حسین و مہ جبین بیٹھی ہے دلمیں
خیال آیا کہ آہا یہ تو کسی شاہزادی کا مکان ہے ایسا نہ ہو کوئی مجھے روکے ٹوکے جھجک کر
قدم پیچھے ہٹایا ہی تھا کہ اُس کے گرد جو پرستار و غلام دست بستہ کھڑے تھے ایک
میرے پاس آیا اور بولا کر لے گیا اب وہ عورت کہتی ہے کہ تم نے مجھ کو پہچانا نہیں

میں نے کہا نہیں کہا اجی میں وہی تو ہوں جس نے تم کو دس روپے دیئے تھے آج اُسکی بدولت اللہ تعالیٰ نے یہ عروج مجھکو عطا فرمایا ہے لو یہ تمھاری ہنڈوی بھی موجود ہے جو قبر میں گر پڑی تھی اب دیر نکرو جلد چلے جاؤ میں نے کہا کہ ذرا یہاں کی سیر تو کرلوں وہ بولی کہ یہاں کی سیر قیامت تک بھی نکرسکو گے اتنی ہی دیر میں دنیا کے اندر کیا سے کیا ہوگیا ہوگا بس تم جاؤ خیر میں اُس کے کہنے کے موافق چلا آیا شاید کوئی تین گھڑی کا عرصہ لگا ہوگا قبر کے باہر نکل کر دیکھتا ہوں تو زمانہ کا رنگ ہی کچھ اور ہے نہ وہ نکتہ نہ وہ سرائے نہ وہ آدمی نہ وہ بستی سرائے کی جگہ پر ایک شہر آباد ہے پہلا حال جس سے کہتا ہوں وہ مجھ کو دیوانہ دیوانہ بتاتا ہے اور کہتا ہے میاں خیر ہے کیسی سرائے اور کون امیر ؎

اے ہم نفس نہ پوچھ عبث ہے کہاں سرائے	ہم ہیں مسافر اور جہاں کارواں سرائے

آخر ایک آدمی نے کہا چلو میں تم کو ایک بزرگ کے پاس لے چلوں شاید اُن سے کچھ پتا لگے وہ بڑا معمر آدمی تھا میرا حال سن کر اُسنے بحر تفکر میں غوطہ لگایا اور بہت تامل کے بعد کہا کہ ہاں کچھ کچھ مجھکو یاد ہے میرے پردادا فرمایا کرتے تھے کہ اگلے زمانہ میں یہاں صرف ایک سرائے تھی اور اُسمیں ایک کسبی آباد تھی ایک امیر آنکر ٹھہرا اور اُس کسبی کا گور و کفن کیا مگر آدھی رات کو وہ بھی غائب ہوگیا تھا پھر اُس کا کچھ پتہ نہ لگا ہمراہی رو پیٹ کر چلے گئے اس بات کو کوئی تین سو برس کا عرصہ گذرا ہوگا جب میں نے حال بیان کیا کہ وہ امیر میں ہوں تو لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور حیرت کرنے لگے اب مجھکو خبط سا ہو گیا نہ گھر ہے نہ در جاؤں تو کہاں جاؤں اور اس ہنڈوی کو کیا کروں شاہ صاحب نے کہا کہ بے شک وہاں کی ایک گھڑی یہاں کی ایک صدی ہوتی ہے اب بیت اللہ کو چلے جاؤ اور باقی عمر یاد آلہٰی میں گذار دو چنانچہ اُن کو خرچ دے کر مکہ معظمہ کو روانہ کر دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم پٹیالہ میں مولوی **فضل امام** صاحب سے پڑھتے تھے تب بھی فقیروں کی تلاش و طلب رہتی تھی اور ہمارا ایک ہم سبق بھی اس مرض میں مبتلا تھا سنا کہ راجہ کے فیلخانہ میں ایک سالک مجذوب رہتے ہیں **جعفر شاہ** اُن کا نام ہے ہم دونوں جس وقت سبق سے فراغت پاتے اُنکی خدمت میں جاتے یوں ہی برس دن

گذر گیا ایک دن ہمارے ہم سبق نے اُن سے کہا کہ حضرت آج تو سلطان الاذکار کی اجازت دیدیجئے اس وقت جذب کی حالت تھی تین بار ران پر ہاتھ مارا اور کہا کہ جاؤ اجازت ہے تھوڑی دیر بعد اس طالب علم کے بدن میں اثر ظاہر ہونے لگا پہلے تو کچھ لرزہ سا محسوس ہوا پھر وہ نفخہ صور کیطرح بڑھتا گیا تمام جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہم سے کہا کہ دیکھو مولوی صاحب کو اسبات کی خبر نہ ہونے پائے اثنائے راہ میں ہر بن مو سے خون ٹپکنے لگا بہزار دقت اسکو مکان پر لائے مولوی صاحب کو خبر ہوئی حکیم صاحب کو بلوایا کہا اس کے قلب پر صدمہ پہونچا ہے اور حرارت شدید ہے قرابہ کے قرابہ گلاب کیوڑے کے پلا دیئے مگر کچھ افاقہ نہوا ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ہر رگ وپے سے ایک آواز نکلنے لگی گھنٹہ بھر کے بعد دونوں طرف کی شہ رگیں پھٹ گئیں اور وہ جان بحق ہوئے مگر خون اور آواز ولرزہ بند نہ ہوا مولویصاحب نے ہمسے پوچھا کہ اصل ماجرا کیا ہے ہم نے سارا حال کہہ سنایا مولوی صاحب نے فرمایا کہ میاں پہلے سے کیوں نہ کہا خیر اب کیا ہوتا ہے منظور خدا یہی تھا مرضی مولا از ہمہ اولیٰ غرض نہلا دھلا اور کفن پہنا جنازہ جعفر شاہ کے سامنے لے گئے اور مولوی صاحب نے کہا میاں صاحب کیا کیا بولے میں کیا کروں تمہارے یہ دومنڈے روز آنکر مجھکو ستاتے اور انگلی کرتے تھے آج میری زبان سے بھی ایک بات نکل گئی اب لیجاؤ مولویصاحب نے کہا کہ حضرت یہ خون کا بہنا اور بدن کا ہلنا تو بند ہوجائے فرمایا کہ بس صاحب یہ قیامت تک یوں ہی رہیگا ایسے شہیدوں کا کہیں خون بند ہوتا ہے آخر لیجا کر دفن کردیا مولوی صاحب پھر **جعفر شاہ** صاحب کے پاس آئے اور ہماری طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس لڑکے کو کہیں نہ مار ڈالنا بولے صاحب میں کیا کروں یہ روز آنکر چھیڑتے ہیں ان کو منع کردو۔ گویہ واقعہ روبرو گذرا اور مولوی صاحب نے بھی منع فرمایا مگر ہم نے بھی اُن کے پاس کا جانا نہ چھوڑا وہ بھی ہمیشہ التفات فرماتے رہے ایکبار حضرت قبلہ **غلام علیشاہ صاحب** کے ایک خلیفہ آگئے ہمسے پوچھا کہ یہاں کوئی کامل فقیر بھی ہے ہمنے کہا کہ ہاں چلئے ہم اُن کو **جعفر شاہ** صاحب کے پاس لے گئے اور کہا کہ لو حضرت آج ایک اور شکار لایا ہوں فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ باتیں ہونے لگیں خلیفہ صاحب بولے کہ حضرت میرے لطائف جاری نہیں ہوتے اپنے کہا کہ نہیں ہوتے یہ کہکر اپنے ہاتھ کو چکر دینا شروع کیا اور کہنے لگے چل بے چل یہ کہتا تھا کہ خلیفہ جی قلب کو

پلٹ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ہمنے کہا کہ میاں صاحب کہیں ان کو بھی مار ڈالو گے بولے کہ خوب ہوا جو تم نے یاد دلا دیا خیر آیندہ یوں مناسب ہے کہ ہمیشہ چپ چاپ ہمارے سامنے آکر بیٹھ جایا کرو خواہ ہم تمہاری جانب مخاطب ہوں یا نہوں ہمنے کہا کہ ہاں یہی طریقہ تعلیم کا ہے غرض اُن خلیفہ صاحب کو تعلیم فرما کر رخصت کیا لیکن نقشبندیوں کے کام کے تو وہ رہے نہیں جنگل باشی ہو گئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہمارے والد ماجد کا رسالہ دلی سے تبدیل ہو کر لکھنؤ میں پہونچا اُسی دن صبح کے وقت شیخ **امان اللہ** جنکی عمر ساٹھ ستر برس سے کم نہ ہوگی جنگل میں رفع حاجت کے لئے گئے ایک بوٹی میں سفید پھول دیکھا بیٹھے بیٹھے توڑ لیا اُسی وقت دوسرا نکل آیا اُس کو بھی توڑ لیا غرض سات پھول نکلے اور ساتوں توڑ لئے ان آثار سے تاڑ گئے کہ ہو نہ ہو یہ اکسیر کی بوٹی ہے جب قضائے حاجت کر چکے تو بوٹی کو اُکھیڑ مع پھولوں چٹ کر گئے مکان پر آئے تھوڑی دیر گذری تھی کہ جسم سوجنے لگا دوپہر میں دم سم ہو گئے انگریز کو خبر پہونچی ڈاکٹر آیا سب قصہ سُنایا۔ اُس نے پوچھا کہ کچھ تکلیف تو نہیں معلوم ہوتی کہا کچھ نہیں بلکہ دل کو ایک فرحت سی ہے اُس نے کہا کہ ابھی علاج کی کچھ ضرورت نہیں شام تک دیکھنا چاہئے جب ظہر کا وقت ہوا تو جسم پھٹا اور اس کے اندر سے ایک گابھا سا نکل آیا آدمی دوڑے ڈاکٹر صاحب کو لائے اُس نے اُس گابھے کو روئی کے پہلوں میں رکھوا دیا اور غذا کے لئے مرغ کا شوربا تجویز کیا بعدہٗ ایک جلاب دیا جسمیں سیاہ رسے نکلے ہفتہ بھر میں نہایت صاف وسرخ وسفید جسم ہو گیا یہ تماشا دیکھ کر سب آدمی حیران ہو گئے یا تو شیخ **امان اللہ** ساٹھ برس کے سفید ریش بوڑھے تھے یا پندرہ برس کے نوجوان سبزہ آغاز بن گئے سبحان اللہ ذراسی بوٹی میں یہ تاثیر ؎

کیسی کیسی ہے عناصر میں بھی صورت بازی	شعبدے لاکھ طرح کے ہیں انھیں چار وں میں
یہ جہان ہے عجب تماشا گاہ	ہر تماشا یہاں نیا دیکھا

پھر انگریز نے حکم دیا کہ اُس بوٹی کو تلاش کرو تمام لشکر جستجو کے لئے دوڑ پڑا سارا جنگل چھان ڈالا کسی کو پتہ نہ ملا اُس تلاش میں لوگوں کا عجب حال ہوا جہاں کسی بوٹی میں سفید پھول دیکھا توڑ کر کھا گئے ایک شخص کی جو شامت آئی تو ایسی بوٹی کھا

گیا کہ اُس کے اثر سے تمام دانت گر پڑے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب مولوی **فضل امام** صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا تو ہمارا دل بہت گھبرایا پڑھنا ترک کرکے وطن کو چلے گئے اُس زمانہ میں ہماری عمر اٹھارہ برس کی تھی حضرت والد نے پھر اپنے پاس دہلی میں بلا لیا اُن کی خدمت میں رہنے لگے چند روز کے بعد ایک فقیر صاحب پنجاب سے تشریف لائے اور ایک سوداگر کے مکان پر ٹھہرے ہماری ملاقات بھی اُن سے ہوگئی چھ مہینے بعد فقیر صاحب کا بیٹا پنجاب سے آیا اور کہا کہ ہمشیرہ کی شادی ہے چلتے وقت روانگی سوداگر نے ایک ٹٹو اور سو روپیہ نقد ایک عمدہ جوڑا کپڑوں کا اور کچھ زیور اُنکی بیٹی کیواسطے دیا فقیر صاحب بہت خوش ہوئے سوداگر سے سیر بھر آنولہ سار گندک منگائی اور لیکر ہمارے مکان پر آئے اور کہا کہ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ اُس سوداگر نے ہمارے ساتھ سلوک کیا ہے ہم بھی اس کا بدل کرنا چاہتے ہیں ہم کو جنگل میں اپنے ساتھ لے گئے اور ایک بوٹی کا عرق گندھک میں ڈال کر پیالہ دھوپ میں رکھ دیا گھنٹہ بھر میں تیل نکل آیا وہ تیل لا کر سوداگر کے حوالہ کیا کہ بوتل میں بند کرکے بحفاظت رکھو تمہارے کام آئے گا پھر فقیر صاحب تو اپنے وطن کو چلدیئے سوداگر نے تیل ایک کپی میں بھر کر اُسی حجرہ میں لٹکا دیا جہاں وہ میاں صاحب رہا کرتے تھے سال بھر کے بعد میاں صاحب آئے تیل کی کیفیت پوچھی دیکھا تو تیل کپی کو توڑ کر نکل گیا تھا اور قدرے زمین تر تھی بہت افسوس کیا ہمارے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ دیکھو اُس بیوقوف سوداگر نے کیسی بیقدری کی ہے آؤ اُس کو کچھ تماشا دکھائیں ہم نے کہا کہ میاں صاحب آپ بدنام ہو جائیں گے اور یہاں سے بھاگنا پڑے گا لیکن انہوں نے نہ سُنا آخر دو بڑی بڑی دیگیں منگوائیں اور کہا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ کی گیارھویں کرتا ہوں وہ مٹی کھودی جس پر تیل گرا تھا کچھ پانی میں گھول کر دیگوں پر مل دی اور باقی دریائے جمن میں پھنکوادی جب دیگوں کے نیچے آگ دی گئی تو ایک دیگ سفید خاکستر ہو کر بیٹھ گئی اور دوسری نالص کندن بنگئی وہ خاکستر کہ تمام اکسیر اعظم تھی دریا میں ڈال بھاگ گئے دیگ والے کو خبر ہوئی اس نے سرکار میں اپنی دیگ کا دعویٰ پیش کیا انگریز

نے سوداگر سے حال پوچھا اُس نے تمام قصہ سنایا حاکم نے مدعی سے سوال کیا کہ تمہاری
دیگ کاہے کی تھی کہا تانبے کی تب حاکم نے کہا کہ یہ دیگ تو سونے کی ہے پھر تم کیا دعویٰ
کرتے ہو سوداگر کی قسمت سے سونے کی بنگئی اب بجز اسکے کچھ نہیں ہو سکتا کہ برابر اپنی دیگوں
کے عوض نئی لے لو چنانچہ سوداگر سے نئی دیگیں دلوادیں بہت سے فقیر اُس دیگ کی
خاکستر کا حال سُن کر آئے جب معلوم ہوا کہ دریا برد ہو گئی تو اپنا سر پیٹ لیا کہ ہائے ڈیڑھ
من اکسیر جاتی رہی بعد اس مقدمہ کے والد نے ہمسے دریافت کیا کہ فقیر صاحب یہ نسخہ
کیا تم کو بتلا گئے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہاں وہ تیل تو میرے ہی ہاتھ سے بنوایا تھا
ایک اس نسخہ کی اور ایک درود مستغاث کی اجازت مجھ کو دی ہے حضرت قبلہ گاہی
نے فرمایا کہ خبردار تم ہرگز نہ کرنا متوکل رہنا ورنہ کہیں گرفتار ہو جاؤگے اُس روز سے
ہمکو تو خیال بھی اس بات کا نہیں ہوا ہمیشہ توکل پر گذران رہی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہمارے والد کا رسالہ لکھنؤ سے تبدیل ہو کر نصیر آباد کی
چھاؤنی میں پہنچا تو کرنیل نے بلا کر اُن سے کہا کہ سب آدمیوں کو ہوشیار کردو۔ اس پریٹ
پر ایک بڑا موذی سانپ رہتا ہے جس کو کاٹتا ہے کھوپڑی پھٹ جاتی ہے والد نے سب
لشکر والوں کو آگاہ کر دیا یہ خبر سُن کر ہمارے چچا زاد بھائی **میر عباس علی** صاحب نے
جو سواروں میں نوکر تھے والد سے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو اُس سانپ کو پکڑ دوں اور
ایک تماشا ایسا دکھاؤں کہ کسی نے تمام عمر نہ دیکھا ہو نہ سُنا مگر آپ جرنیل صاحب سے
اجازت لے دیں اور جو شئے اُن سے طلب کروں وہ ملجائے والد نے جرنیل صاحب سے انکی
درخواست بیان کی کہا کہ بہت اچھا رسالدار ضرور اُس موذی کو پکڑوادو کیونکہ اُسنے چار آدمی
مارے ہیں اور **میر عباس علی** کو بلا کر کہا کہ جو تم مانگوگے ہم دیں گے اور اگر کہو تو اس تماشے
میں اور صاحب لوگوں کو بھی بلائیں میر صاحب نے کہا کہ بہت اچھا جس صاحب کو جی چاہے بلالیجے
اور پانچ من دودھ دو من کھانڈ اور سو کونڈے منگا دیجئے اور اتوار کا دن اس تماشے کیلئے مقرر
کیجئے الغرض اتوار کے دن سب سامان موجود ہو گیا پریٹ کے گرد سارا لشکر چار رستے چھوڑ کر کھڑا
کیا گیا ایک طرف انگریز بھی جمع ہو گئے کونڈوں میں دودھ اور کھانڈ ڈالی گئی اور اُن کے بیچ میں ایک

چوکی نہایت پر تکلف بچھائی گئی اس پر ایک پیالہ چینی کا دودھ سے لبریز ریشمی رومال سے ڈھکا رکھدیا اب میر عباس علی صاحب نے چوکی کے پاس کھڑے ہو کر جیب سے بانسری نکالی اور بجانے لگے تھوڑی دیر بعد سانپوں کی آمد شروع ہوئی ہزار ہا قسم کے سانپ جدا جدا ٹولیاں بنائے ہوئے آئے سر جھکا کر میر صاحب کو سلام کیا اور قرینہ بقرینہ کھڑے ہو گئے سب کے پیچھے ایک سانپ آیا نہایت خوبصورت سنہرا رنگ ڈیڑھ بالشت کا قد ایک بڑے موٹے تازے سانپ پر سوار اس کے چاروں طرف بیس بیس تیس تیس سانپ جلو میں تھے جب قریب آیا تو سب سانپوں نے اُس کو سلام کیا پھر اُس سانپ نے سواری سے اُتر کر بھائی صاحب کو سلام کیا اُنہوں نے چوکی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ کود کر جا بیٹھا جرنیل صاحب نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے بھائی صاحب نے بتایا کہ یہ سانپوں کا بادشاہ ہے اور کلی ناگ اسی کو کہتے ہیں جرنیل صاحب نے کہا کہ اب اسکو دودھ پینے کی اجازت دیجئے بھائی صاحب نے پیالہ سے رومال اُتار کر کہا دودھ پیو سب پینے لگے بادشاہ بھی ناز و انداز سے ایک ایک گھونٹ پیتا اور چاروں طرف سر اُٹھا کر دیکھتا جاتا تھا جب سب سانپ پی چکے اُس نے بھی بس کی بھائی صاحب نے ریشمی رومال سے بادشاہ کا منہ صاف کیا اور کہا کہ میں نے آپکو تکلیف اس لئے دی ہے کہ آپ ہمارے چور کو جو چار آدمی مار چکا ہے گرفتار کر دیں اُس نے اردلی کے سانپوں کی طرف دیکھا وہ دوڑے اور ایک سبز رنگ سانپ کو پکڑ لائے اُسکے آتے ہی پندرہ بیس سانپ ایک گروہ میں سے نکل کر بھائی صاحب کے قدموں پر آگرے گویا کہ وہ اپنے رشتہ دار کی سفارش کرتے ہیں بھائی صاحب نے کہا چلے جاؤ اس بدمعاش کو بے سزا دئے نہ چھوڑیں گے اُس کے بعد جیب سے ایک رومال نکالا اور کہا کہ دیکھو آیندہ جو ایسا کام کریگا یہی سزا پائیگا یہ کہکر رومال کی ایک دھجی پھاڑی سانپ بھی ادھیڑ سر سے دُم تک چر گیا پھر ہر ایک گروہ سانپوں کا سلام کرتا ہوا اپنے اپنے مسکن کو چلدیا جرنیل صاحب اور تمام انگریز اور لشکر کے سپاہی اس عجیب و غریب تماشے کو دیکھکر حیران رہ گئے جرنیل صاحب نے اُس کے صلہ میں بھائی صاحب کو انعام دینا چاہا اُنھوں نے انکار کیا جرنیل نے یہ تجویز کی کہ ہم لندن کو لکھتے ہیں وہاں سے تمکو اس کا صلہ ملیگا وہ بولے کہ صاحب تم کو تنی بہادری

کہیں معرکہ میں سینے بڑھ کر تلوار کی یا کوئی ملک سرکار کو فتح کرا دیا جس کا انعام مجھکو ملتا ہے میں
ہرگز راضی نہیں اس میں تو میرا اور بھی ہتک ہے لوگ طعنے دینگے کہ انگریزی لشکر میں سنپیرے
نوکر ہیں اور سپاہیوں کو سانپوں کے کرتب پر انعام ملتا ہے اس بات کو سُن کر ہمارے
والد اور سب انگریز افسر بہت خوش ہوئے جرنیل صاحب بھی اُسوقت تو چپ ہو رہے مگر چار
مہینے بعد ان کو جمعدار کر دیا اور ہمیشہ اُنکی ترقی کا خیال رکھا ایک دن ہمنے بھائی صاحب سے
دریافت کیا کہ تھیں یہ بات کس نے سکھلائی کہا ایک بنگالی فقیر ہمارے مکان پر بھیک مانگتا
ہوا آیا میں نے کہا کہ میاں صاحب آپ کھانا یہاں کھایا کیجیئے اور کہیں بھیک نہ مانگیئے وہ
راضی ہوگیا اور میرے پاس رہنے لگا چھ مہینے بعد اُس نے جانے کا ارادہ کیا اور مجھے حبس دم
اور یہ منتر تعلیم کر گیا اب میں ان دونوں کا عامل ہوں وہ منتر یہ ہے۔ اَزْبَعَ حَبًا مُعْظَلاً
هِنْدِی قَطَعَ صَنَعًا اگرچہ حبس دم میں یہ کامل تھے مگر اتفاق سے ایک دن پریٹ
کی مسجد میں حسب عادت دو بجے رات سے چار بجے تک حبس دم کیا اور خشکی کی زیادتی
سے اتار نہ سکے صبح کو تلاش ہوئی دیکھا کہ مسجد میں بے دم پڑے ہیں والد بزرگوار چارپائی
پر ڈال کر لے آئے چونکہ ایک زمانہ میں ہمنے بھی حبس دم کیا تھا اور بھائی صاحب کے راز سے
آگاہی تھی اس لئے تدبیر کی گئی اور سقہ کو بلا کر تین مشکیں اُن کے سر پر چھوڑوائی گئیں بارے
اُٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ بہت ہی اچھا ہوا جو میں نے اپنا راز تم سے کہدیا تھا ورنہ چچا صاحب گاڑ دیتے آئے
ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے والد کے رسالہ میں ایک نئے کرنیل صاحب بدلکر آئے
اُن کے ملازموں سے معلوم ہوا کہ کرنیل صاحب صرف نوکری کے وقت باہر جاتے ہیں ورنہ
راتدن اپنے کمرہ میں تنہا اور چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں نصف تنخواہ تو میم کو دیتے
ہیں اور نصف خدا کے نام خیرات کر دیتے ہیں رفتہ رفتہ ہمارے والد سے بہت ربط
بڑھ گیا ایک دن کہا کہ رسالدار صاحب آپ کی نسبت ذوق و شوق میں بہت بڑھی
ہوئی ہے مگر توحید کی بو بھی نہیں یہ بات سن کر والد ہوشیار ہو گئے کمرہ سے باہر آ نکے
کہنے لگے کہ بھلا بچہ تیری توحید دیکھنی ہے چونکہ حضرت کی نسبت قوی اور بڑے
زور کی تھی تین چار دن میں ایسی غالب آئی کہ کرنیل صاحب پر بھی ذوق و شوق طاری

ہوگیا یہانتک کہ کمرہ میں تنہا بیٹھے رویا کرتے ایک روز والد نے پوچھا کہ صاحب اب وہ توحید
کہاں گئی جواب دیا کہ رسالدار صاحب ہم نہیں جانتے آپنے کیا کردیا اب تو ہمارا جی رونے
ہی میں لگتاہے آپ کی نسبت نہایت زبردست ہے۔

ولی عہد روس

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب والد کا رسالہ نصیر آباد کی چھاؤنی میں تھا تو ہم اور والد ہمیشہ
پنجشنبہ کے دن عصر کے وقت حضرت خواجہ **معین الدین** چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار
پر جایا کرتے تھے اُس زمانہ میں ولی عہد روس یعنی الگزنڈر اوّل اس زار کا باپ
جو بالفعل تخت نشین ہے وہاں کشمیری فقیر کے بھیس میں موجود تھا بہت لوگ اُس کے
مُرید بھی ہوگئے تھے ہمارے والد بھی کبھی کبھی اسکے پاس تشریف لیجاتے مگر پہلی ہی ملاقات
میں فرمادیا تھا کہ یہ شخص نصارٰی ہے اور فقیری کا صرف بہروپ بھر رکھاہے چھ مہینے میں
ایسی محبت بڑھی کہ اگر والد ہفتہ میں ایکبار اُس سے نہ ملتے تو آدمی بھیجکر بولاتا اسی عرصہ میں
ایک اشتہار صدر سے کمشنر اجمیر کے پاس آیا جسمیں لکھا تھا کہ عرصۂ دوسال سے ولی عہد
روس گھر چھوڑ کر نکلاہے کہیں پتہ لگے تو اطلاع دو اس کے ساتھ شہزادہ کی تصویر بھی تھی مخبر
بھی غضب ہوتے ہیں کسی نے پتا لگا لیا اور کمشنر کو خبر دی کہ شہزادہ فقیری بھیس میں
حضرت کی خانقاہ کے اندر موجود ہے کمشنر صاحب اول بطور سیر آئے اور اُس کشمیری
فقیر کو تصویر سے مطابق کیا تو سرمو فرق نہ پایا دوسرے دن تمام انگریز معہ رسالہ اور پلٹن
کے درگاہ شریف میں آئے اور فقیر کے سامنے ٹوپیاں اُتار کر کھڑے ہوگئے بولا بابا خیر
ہے انگریزوں نے کہا کہ آپ ولی عہد روس ہیں چھاؤنی میں تشریف لے چلئے پہلے
تو انکار کیا لیکن جب تصویر دکھائی تو مان گیا اور ساتھ ہولیا لشکر نے سلامی اتاری بڑی
تعظیم ہوئی شہر میں روشنی کرائی گئی ملک روس کو خبر گئی کہ شہزادہ ملگیا وہاں سے جہاز
لینے کو آئے اکیس روز بعد اجمیر سے روانہ ہوگیا اس عرصہ میں ایک دن ہمارے والد
کو بُلا کر دو تین گھنٹہ تک باتیں کیں اور بہت کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے اپنے باپ سے کہکر
آپکو بڑا عہدہ دلاؤں گا والد نے کہا کہ بھلا میں اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر کہاں جاؤں
گذران کے لئے یہ تنخواہ بھی کافی ہے شہزادہ نے کہا اچھا آپ اپنے بال بچوں کو بھی

ساتھ لے چلئے خرچ ہمارے ذمہ رہا اور اگر یہ بھی منظور نہو تو چھ مہینے ہمارے پاس رہا کیجئے اور چھ مہینے اپنے بال بچوں میں اور اس آمد و رفت کا خرچ میں دوں گا تنخواہ آپ کی اس کے علاوہ رہی ہر چند شہزادہ نے سمجھایا مگر والد راضی نہوئے جب شہزادہ اپنے ملک میں پہنچ گیا تب بھی جرنیل صاحب کو چٹھی لکھی کہ **میر احمد علی** صاحب رسالدار سے ہمارا سلام کہدو اگر اب بھی وہ آنا چاہے تو روانہ کردو جرنیل صاحب نے بلاکر کہا کہ شہزادہ تم پر بہت مہربان ہے تم چلے کیوں نہیں جاتے ہم تو ذرا سا بھی سہارا پاتے تو فوراً چلے جاتے معلوم نہیں تم سے کیوں اس قدر خوش ہے کہ بار بار طلب کرتا ہے ہمارے نزدیک اگر مستقل طور پر نہیں جاتے تو بطور سیر ہی چلے جاؤ رخصت دلادینا ہمارا کام ہے مگر والد نے جانے کا ارادہ نہیں کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں **امیر الدین شاہ** صاحب چشتی نظامی صاحب کشف اور آزادنش آدمی تھے اُن سے بابری میں ملاقات ہوئی تھی نہایت مہربانی سے ملتے رہے ایک دن جذبہ میں آنکر بڑے زور شور کی توجہ ہمیں دی بعد توجہ بولے کہ بل بے تیرا حوصلہ اس وقت اگر ستون آہنی بھی ہوتا تو ریزہ ریزہ ہوجاتا مگر تم کو جنبش نہوئی تم کوئی بلا نوش ہو تمہارا پردہ پھٹا ہوا ہے اُس توجہ سے ہمارا قلب آئینہ ہوگیا تھا اور پانسو کوس تک کی چیز ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔

دکھلا رہی ہے دل کی صفائی جہاں تمہیں سیر	کیا آئینہ لگا ہوا اپنے مکان میں ہے

میاں صاحب نے ایک دوا بھی (از قسم کشتہ) ہم کو تین دن کھلائی تھی جس کا اثر اٹھارہ برس تک رہا جب عرب میں ہم نے ہیضہ کیا تو وہ اثر جاتا رہا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم اول بار پانی پت میں آئے تھے تو اس زمانہ میں شاہ کابل باغ والے زندہ تھے انکی خدمت میں جانے کا اکثر اتفاق ہوا پہلے روز جو ہم گئے تو وہ پتھر لیکر دوڑے ہم نے کہا کہ سنو میاں صاحب نہ کوئی دین کی غرض نہ دنیا کا مقصد ہم تو آپ کو مرد خدا سمجھ کے چلے آئے ہیں اگر مرضی نہیں تو ہم جاتے ہیں خیر انکی زبان ہو ہی گئی آخر سیدھے ہوگئے پاس بلایا حال پوچھا اور ہر روز آنے کی اجازت دی

جمعیت خاطر از الطاف شاہ کابل باغ والے
ملاقات امیر الدین شاہ صاحب

ایک دن کا ذکر ہے کہ قاری نجیب اللہ صاحب کے والد مرحوم مٹھائی لیکر پہونچے اور کہا
کہ میاں **مردان شاہ** نے یہ نذر بھیجی ہے اور عرض کیا ہے کہ اگر اجازت ہو تو کل
قدمبوسی حاصل کروں **جمعیت شاہ** بڑے خفا ہوئے شیرینی پھیردی اور کہا کہ اُن کو
کہدینا اپنی کو پھاند وہیں رکھو ورنہ پتھروں سے سر پھوڑ دوں گا شیرینی کھلانی ہو تو حاجی
صاحب کو کھلاؤ یہاں اسکا کچھ کام نہیں غرض کہ شاہ جی بڑے بے لاگ اور تارک آدمی تھے یہ بات بھی مشکل ہے
ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم پانی پت میں امام **بدر الدین** رحمۃ اللہ علیہ کی مزار پر
گئے تھے کرنال کی سڑک پر دیکھا کہ ایک انگریز بگی میں سوار چلا آتا ہے ہمنے سلام کیا
اُس نے بگی تھام دی اور ڈنڈا ہاتھ میں لے نیچے اُتر پڑا ہمنے کہا کہ خدا خیر کرے پاس
آنکر پوچھا کہ تمنے کیوں سلام کیا ہمنے کہا کہ صاحب آپ حاکم ہیں اور ہم محکوم اس لئے
رسم تعظیم ادا کی بولا نہیں صاحب ہم بھی سرکاری رعایا اور تم بھی سب برابر ہیں ہمنے
کہا کہ صاحب ہمارے نزدیک تو تمہاری قوم کا ہر آدمی سرکار ہے پھر اُس نے جیب میں
ہاتھ ڈالا تو کچھ نہ تھا خانساماں سے مانگا اس نے جواب دیا کہ دہلی کی ہنڈوی کے
سوا اور کچھ نہیں تب بولا کہ اسوقت روپیہ ہمارے پاس نہیں سلام کے بدلے ہم بھی
سلام کرتے ہیں سلام سلام اُس کے بعد سڑک کے کنارہ بیٹھ گیا اور ہمکو بھی بیٹھا
لیا پوچھا پانی کس کنوے کا اچھا ہے ہمنے اونچے کنوئیں کا پتا دیا وہاں سے پانی منگایا اور
کھانا کھانے لگا ہمارے واسطے خانساماں سے کھانا مانگا ہر چند انکار کیا مگر نہ مانا ناچار
ہم بھی کھانے لگے اور حال دریافت کیا تو کہا کہ میرا بڑا بھائی پشاور میں جرنیل ہے اور
میں ترمیم کی چھاؤنی میں کرنیل ہوں بھائی سخت بیمار تھا اُس کو دیکھنے گیا تھا خدا کے
فضل سے آرام ہوگیا اب میں اپنی چھاؤنی کو جاتا ہوں ہمنے پوچھا کہ صاحب آپکے بھائی
نے کچھ سلوک بھی کیا بولا اجی لاحول ولا قوۃ آپنے یہ کیا فرمایا ہم اس واسطے نہیں
گئے تھے تنخواہ تھوڑی سہی مگر ہم ارادہ دینے کا رکھتے ہیں نہ لینے کا اگر ہم ذرا بھی اسبات
کا اشارہ پاتے تو اُس کی صورت سے بیزار ہو جاتے۔

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہیں	ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں

پھر ہمت کہنے لگا کہ ول پادری صاحب ہمارے ساتھ چلو ہم بہت آرام سے آپ کو رکھیں گے اور پھر یہیں پہنچا دیں گے اور آپکے گھر کے لئے خرچ بھیجتے رہیں گے جب وہ زیادہ درپے ہوا تو ہمنے یہ کہکر پیچھا چھوڑایا کہ صاحب ہماری والدہ ضعیفہ ہیں اُنکی خدمت اور خبرگیری کیلئے کوئی نہیں ہمکو فقیر ہمارا

ایک روز ارشاد ہوا کہ سید اعظم علی شاہ صاحب قبلہ کے ہمراہ راجپور جانے کا اتفاق ہوا کلو کپتان کے مکان پر ٹھہرے اُن کو افیون کی دھت تھی ہر دم پینک میں رہتے اور رات کے بارہ بجے کھانا کھاتے پھر آم چوستے چوستے دو بجے سونا ملتا صبح کی نماز قضا ہوجاتی ہماری طبیعت گھبراتی ناچار ہمنے یہ تدبیر کی کہ جس وقت مؤذن عشا کی اذان دینے کھڑا ہوا تو ہم نے سکھا دیا کہ "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" بھی کہدے اُس نے ایسا ہی کیا کپتان صاحب پینک سے چونکے ارے میاں جلد کھانا لاؤ آج تو صبح ہی ہوگئی کھانا آگیا جب کھاپی چکے تو ٹن ٹن دس بجے کپتان صاحب بولے ہیں یہ کیا نو بجے صبح کی اذان کس نے کہدی مؤذن بلایا گیا اُس نے کہدیا کہ حضور مجھ سے تو مولوی **غوث علی** صاحب نے فرمایا تھا کہ تو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اسی وقت پڑھ دے میں نے اُن کے کہنے کے موافق کیا ہے کپتان صاحب ہماری طرف مخاطب ہوئے ہم نے کہا کہ صاحب بارہ بجے تک بھوک کے مارے آنتیں قل ہو اللہ پڑھتی ہیں پھر دو بجے سوتے ہیں تو صبح کو آنکھ نہیں کھلتی بجز اس بات کے کوئی چارہ نہ دیکھا کپتان صاحب نے اُسی وقت اپنے آدمیوں کو بُلاکر حکم دیا کہ اُنکو آٹھ بجے کھانا کھلادیا کرو

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم سونی پت میں میر اعظم علی شاہ صاحب قبلہ کے ہمراہ قلعہ کی مسجد میں رہتے تھے ایک دن فریزر صاحب رزیڈنٹ دہلی تشریف لائے اُس وقت میر صاحب مکان کے اندر تھے ہم سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے ہم نے کہا کہ ایک پیرزادہ کا صاحب نے کہا کہ پیرزادے تو ٹھگ ہوتے ہیں ہم نے کہا کہ ہاں صاحب ہوتے ہوں گے یہی گفتگو تھی کہ میر صاحب تشریف لائے صاحب نے پوچھا یہ کون ہیں ہم نے کہا صاحب یہ وہی ٹھگ ہیں جن کا مکان ہے بولے نہیں نہیں یہ تو پادری صاحب ہیں اور ہمکو اشارہ سے منع کیا کہ وہ بات اُن سے نہ کہو۔ پھر میر صاحب

کا مزاج پوچھا اور پانچ روپے نذر دیئے دوسرے دن بڑے تکلف سے دعوت کی اور
جب تک وہاں قیام رہا ہر روز میر صاحب کے سلام کو آتے رہے پھر دہلی کی جانب
کوچ کیا نہایت خلیق و خوش مزاج انسان تھا۔

حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص و عام	با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب اول مرتبہ ہم پیران کلیر گئے ہیں تو دو وقت کا فاقہ ہوا
ہم نے مخدوم صاحب کے مزار پر جا کر کہا کہ حضرت آپنے تو عمر بھر گولریوں پر گذران کی
کیا ہم کو بھوکا ہی ماریئے گا۔ غور سے جو دیکھا تو قبر کو ایک سیاہ سانپ لپٹا پڑا تھا خیر
ہم اپنا حال کہکر چلے آئے تھوڑی دیر میں ایک خادم کھانا لایا اور عذر معذرت کرنے
لگا کہ میں بھول گیا تھا آپ معاف کریں غرض وہاں سال بھر رہنے کا اتفاق ہوا
ایک بار تمام خادمان درگاہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے عرس میں چلے
گئے تھے وہاں سوائے ہمارے اور کافر شاہ مجذوب کے کوئی نہ تھا وہ عارضہ
اسہال میں مبتلا تھے ایک دن ہم سے کہا کہ اب میرا وقت قریب آگیا ہے میرا
بدن اور کپڑے سب ناپاک ہیں کپڑے تو تالاب پر دھولاؤ اور مجھکو نہلا دو ہم نے
کپڑے دھو دیئے اور اُن کو خوب نہلا دیا بعد نماز مغرب چادر تان کر لیٹ گئے اور
السلام علیکم کہکر جان بحق ہوئے اُس زمانہ میں مزار کے آس پاس بہت جنگل
تھا ہم اُن کی لاش کی نگہبانی کرتے رہے جب آدھی رات گذری تو خیال آیا کہ
لاش کو تنہا چھوڑتے ہیں تو خوف ہے کہ کوئی جانور نہ کھا جائے اور نہیں جاتے تو
نماز قضا ہوئی۔ ہم اسی فکر میں تھے کہ وہ مجذوب الا اللہ کہکر اُٹھ بیٹھے ہمنے لاحول پڑھی
اور اپنا ڈنڈا سنبھالا کہ شاید کوئی بھوت لاش کے اندر حلول کر گیا مارنے کا ارادہ
کیا تھا کہ وہ گھبرا کر بولے میاں غوث علی شاہ خبردار کوئی جن بھوت نہیں میں تو وہی
کافر شاہ ہوں تم جو متردد تھے اس لئے میں سرکار سے دو پہر کی رخصت لے کر آیا ہوں
اب تم جاؤ نماز پڑھو میں دو گھڑی دن چڑھے مروں گا خیر ہم نے لٹھ رکھ دیا اور ان سے
باتیں شروع کیں۔ اول تو ہم نے پوچھا کہ آپ ہیں کون۔ دوسرے یہ کہ آپ کو فیض

کہاں سے ہوا تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد کیا گذری۔ جواب دیا کہ میں شاہزادہ ہوں
تیموریہ خاندان سے اور فیض باطنی مجھکو حضرت مخدوم علی احمد صابر کی رُوح پر فتوح سے
ہوا ہے۔ اور وہاں کا حال مختلف ہے مجھ پر خیر گذری زیادہ حال گفتنی نہیں تم جب
آوٴگے خود معلوم کر لوگے۔ اب جاوٴ نماز پڑھو دیر ہوتی ہے مگر اشراق پڑھ کر جلد چلے
آنا ہم ٹھیک وقت پر آپہنچے تو بولے کہ لو اب ہم جاتے ہیں تم کفن و دفن کا کچھ فکر
نہ کرنا مولوی قلندر صاحب جلال آبادی آتے ہیں دو طالب علم بھی ان کے ہمراہ ہیں
وہ تمہارے شریک حال ہوجائیں گے دو چادر اُن کی اور ایک ہماری ان میں لپیٹ
کر دفن کر دینا اور میری قبر مخدوم صاحب کے پا انداز بنانا۔ پھر بولے کہ اب
انگوٹھوں میں سے جان نکل گئی اب ٹخنوں میں آئی اب گھٹنوں میں اب کمر میں
اب سینہ میں اب حلق میں السّلام علیکم اتنا کہکر رخصت ہوئے تھوڑی دیر
میں مولوی صاحب بھی تشریف لائے اور بموجب وصیت اُن کو دفن کر دیا پھر
ہم نے تمام حال مولوی صاحب سے بیان کیا بہت دیر تک متحیر رہے اور کہتے تھے
کہ حقیقت میں یہ فقیر اپنے فن کا پورا تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم اور کمبل پوش دلّی سے پیران کلیر کو چلے اُن دنوں
گنگا اشنان کرنے والے بھی ہردوار کو جا رہے تھے اثنائے سفر میں ایک دن
میں نے کمبل پوش سے کہا کہ یار بھوک لگی ہے کہیں کھانا کھاویں اُس نے
کہا کہ اگر تم میرے چیلے بن جاوٴ تو میں ابھی حلوا پوری کھلاتا ہوں میں نے کہا اچھا اس
نے ہم کو تو چیلا بنایا اور خود ایک غرقی لنگوٹی باندھ بھبوت مل سڑک کے کنارے
بیٹھ گیا جسیم آدمی ڈاڑھی صفاچٹ خاصہ پرم ہنس معلوم ہونے لگا اتفاقاً
ایک بیکانیر کا امیر اس طرف سے گذرا کمبل پوش ہاتھوں سے اشارہ
کر کے اِیں اِیں کرنے لگا ہم سے پوچھا کہ باباجی کیا چاہتے ہیں ہمنے کہدیا کہ کھانا
مانگتے ہیں مگر ان کو حلوا پوری مرغوب ہے لیکن اپنے ہاتھ سے نہیں کھاتے اُس نے
فوراً طیار کرایا۔ ایک کونڈے میں حلوا اور بہت سی پوریاں نذر کیں وہ پھر اِیں اِیں

کرنے لگا پوچھا کہ کیا کہتا ہے میں نے کہا کھلانے کو کہتا ہے اُس نے کہا کہ خدا جانے کتنی دیر میں کھائیگا ہماری منزل کھوٹی ہوتی ہے مہربانی کرکے تم اس کو کھلا دو اتنا کہکر خود تو چلدیا اور ہم دونوں نے کنوئے کے کنارے بیٹھ کر حلوا پوری کھایا اَلدُّنیَا زُوْرٌ لَا یَحْصُلُ اِلَّا بِالزُّوْرِ کمبل پوش نے کہا کہ بس چیلا ہو تو ایسا ہو کہ گرو کے اشارہ کو انتہا تک پہونچادے۔

ایکروز ارشاد ہوا کہ پیران کلیر میں ایک خادم کے گھر ہماری روٹی پکتی تھی اسکی عورت کے سر پر الہٰ بخش بھوت آ چڑھا وہ خادم روتا پیٹتا ہمارے پاس آیا اور ہم کو لے گیا ہم نے الٰہ بخش سے کہا کیوں صاحب جہاں ہماری روٹی پکتی ہے وہیں تم بھی آئے کوئی اور جگہ نہ تھی۔ بولا کہ خیر جب تک آپ رہیں گے میں اس عورت کے سر پر نہ آؤں گا پھر ہمنے پوچھا کہ بھلا ہمارے سر پر کیوں نہیں آتے جواب دیا کہ میں مغضوب الٰہی ہوں جس پر غضب ہوتا ہے اُسی کے سر پر آتا ہوں آپ مقبول ہیں بھلا مقبولوں کے پاس میرا کیا کام پھر ہم نے کہا کہ یہ عورت بیچاری تو بدصورت ہے کبھی انگریزنوں کے پاس نہیں جاتے جو نہایت خوبصورت ہوتی ہیں کہا ان کا اقبال درست ہے ہمنے کہا کہ خیر یہ باتیں تو ہولیں اب یہ بتلاؤ کہ حضرت بندگی شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے تم کو کیا تعلیم کیا تھا وہ ہمکو بھی تعلیم کردو اس بات کے سنتے ہی رونے لگا اور کہا کہ میاں صاحب اس کا ذکر نہ کیجئے کہ بن آئی مرنا پڑتا ہے جب ہم وہاں سے بابری میں چلے آئے تو وہ خادم دوڑا آیا کہ صاحب اللہ بخش پھر آنے لگا۔ میر صاحب قبلہ اُس کے لئے کچھ لکھنے لگے میں نے منع کیا کہ حضرت آپ کچھ نہ لکھیں ہمارا اقرار ہی تھا اور اُس کو بھی ہر قسم کے عمل آتے ہیں وہ زبردست ہے آپ کے عمل سے نہیں جائے گا البتہ عجز و انکسار سے چلا جائے تو کچھ عجب نہیں یہ بات سُن کر میر صاحب خاموش ہو رہے۔

ایکروز ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ پیران کلیر میں گئے تو وہاں ایک بزرگ میاں غلام فرید صاحب جو بابا فرید شکر گنج کی اولاد میں سے تھے مع چند مریدوں کے

تشریف لائے انکے ہر ایک مرید کو ایک ایک خدمت سپرد تھی اتفاق سے جس مرید کو
گھوڑے کی گھاس لانے کا کام تھا اس کو بخار اس شدت سے آیا کہ بیچارہ گھاس
نہ لاسکا اس پر پیر جی کا غضب نازل ہوا فرمایا کہ جا ہمنے تجھے مردود کیا اور چودہ خانوادوں
سے باہر نکال دیا یہ سن کر اُس بیچارہ کا دم نکل گیا بہت رویا پیٹا توبہ استغفار کی مگر پیر جی
نے ایک نہ مانی آخر وہ روتا ہوا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت آج بڑا غضب
ہوا میرا کہیں ٹھکانا نہیں رہا دونوں جہاں سے راندہ گیا ہمنے کہا کہ ابھی اس جہاں
میں تو موجود معلوم ہوتا ہے بات تو کہہ اس نے رو رو کر اپنا تمام قصہ بیان کیا ہمنے
کہا ارے بیوقوف روتا کیوں ہے تیرے پیر جی کو صرف چودہ خاندان یاد تھے ہم کو
چھتیس یاد ہیں آ تجھکو پندرھویں خانوادے میں بھرتی کرلیں تو گھبرا مت لیکن تو جا
اور اپنے پیر جی سے پہلے یہ بات دریافت کر کہ حضرت جب آپنے مجھکو چودہ خانوادوں
میں داخل کیا تھا تو میں کہاں کا بادشاہ یا وزیر یا ولی کامل ہوگیا تھا اب جو آپ نے
نکالدیا تو میرے پاس سے کیا چھن گیا میں تو جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہوں البتہ
آپ کے نکالنے سے ایک فائدہ ہوا کہ گھاس کے بوجھ سے سبکدوش ہوگیا
اگر تجھ سے پوچھیں کہ یہ بات تجھکو کہاں سے سوجھی تو کہنا کہ میں پندرھویں خانوادے
میں داخل ہوگیا ہوں یہ اس کی بسم اللہ ہے غرض اُس نے جا کر اسی طرح سے
بیان کیا یہ سُن کر اُن کے مُریدوں کے کان کھڑے ہوئے اور پیر جی سے کہنے لگے
کہ حضرت یہ خاندان تو بہت ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اول تو گھوڑے کی گھاس
سے چھوٹا دوسرے ہم سے ایک خاندان آگے بڑھ گیا اگر آپ کو آگے کے خاندان
میں دسترس ہوتی تو ہم بھی پندرھویں خاندان میں داخل ہوجاتے پھر تو پیر جی
کے چھکے چھٹے اور گھبرا کر بولے کہ یہ کہیں میاں **غوث علی شاہ** کے
پاس تو نہیں جا پہونچا یہ سارا فساد ان کا ہی معلوم ہوتا ہے ورنہ اور کسی کو یہ باتیں
کیا سوجھتیں الحاصل وہ ہمارے پاس دوڑے آئے اور گلہ کرنے لگے کہ واہ صاحب
تمنے ہمارے سارے مرید فرنٹ کردیئے۔ میں نے کہا کہ میاں صاحب ذرا غور کرو وہ

بیچارے گھربار جوروبچے چھوڑکر آپکے پاس خدا کا نام سیکھنے آئے ہیں یا گھوڑے کی
گھاس کھودنے اگر تم کو نام خدا آتا ہو تو بتلاکر رخصت کرو ورنہ جواب صاف دیدو وہ
بیچارے تو تمہاری خدمت گذاری کریں اور تم کسی طرح اُن پر شفقت نہ کرو یہ کیا
آدمیت ہے اور جس بات کے لئے وہ مرید ہوئے اُس کی تو آپ کو ہوا بھی نہیں لگی
بقول شخصے پیر خود در ماندہ شفاعت کرا کند ؎ پیرے کہ کامرانی و تن پروری کند ؛
او خویشتن گم است کرا رہبری کند ؛ آپ یہ تو فرمائیں کہ سوائے بزرگوں کی اولاد
میں ہونے کے کچھ آپ گرہ کا کمال بھی رکھتے ہیں۔ **مصرع** میراث پدر خواہی
علم پدر آموز ؛ ؎ دلا تا بزرگی نیاری بدست ؛ بجائے بزرگاں نباید نشست
اور تماشا یہ ہے کہ اس بے ہنری پر اسقدر ناز ذرا شرم کرو اور خدا سے ڈرو میری یہ
تقریر سُن کر پیرجی بہت گھبرائے اور منت کرنے لگے کہ خدا کے واسطے ایسی تدبیر کرو
کہ میرے مرید برگشتہ نہو جائیں ورنہ مجھکو بڑی تکلیف ہوگی خیر میں نے پیرجی کے
سب مریدوں کو جمع کرکے سمجھا دیا اور اُن کے حوالہ کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ پیرجی **غلام فرید** صاحب کو ایک علت یہ بھی تھی کہ
پیران کلیر میں جو نیا فقیر آتا جھٹ اُس کے مُرید ہوجاتے اور جو کوئی طالب آتا اُس
کے مُرید کرنے کا ڈھب لگاتے۔ اتفاق سے ایک پیرجی آئے ہوئے تھے اور
میاں **غلام فرید** صاحب حسب عادت اُن سے بیعت ہو رہے تھے اسی اثناء
میں پیرجی **غلام فرید** کا ایک مرید مرغ اور چاول اور شکر لیکر حاضر ہوا وہ نئے
پیرجی اُسکی طرف بغور دیکھنے لگے ہم نے کہا کہ صاحب اس مال پر نگاہ نہ ڈالئے
یہ پہلے خاوند کی اولاد ہے آیندہ جو فتوحات ہوگی اُس میں آپ کا بھی حق ہوگا اس
بات پر دونو صاحب ہنس پڑے اور بولے کہ میاں صاحب چپ ہو رہئے کہیں ہماری
پیری مریدی میں کھنڈت نہ پڑجائے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم پیران کلیر میں مقیم تھے تو ایک خانصاحب
تشریف لائے کمر باندھے تلوار لگائے نہ سلام نہ دعا اول یہی سوال کیا کہ

غوث علیشاہ کون ہے میں نے کہا فرمائیے بولے آپ کو کیمیا آتی ہے میں نے
جواب دیا کہ ہاں آتی ہے کہا کہ ہمکو بتا دو میں نے کہا نہیں بتاتے بولے کیوں
میں نے کہا کہ ہماری خوشی پھر مجھکو خیال آیا کہ یہ پٹھان ایک جاہل سپاہی اور ہتیار بند
ہے ایسا نہ ہو کہ جل کر چوٹ کر بیٹھے میں نے کہا کہ خانصاحب آپ کمر کھولیں آرام
فرمائیں بھلا ایسی چیز زبردستی یا راہ چلتے کوئی بتاتا ہے آپ ٹھہریں تو سہی دیکھا جائیگا
غرض خانصاحب نے کمر کھولدی اور ہمارے پاس قیام کیا اُن دنوں ہماری
غذا یہ تھی کہ روکھی سوکھی نان جوین یا پنوار کا ساگ جو اس جنگل میں خودرو
ہوتا تھا شام کو یہی کھانا ہمنے اُن کے سامنے رکھا خیر خانصاحب نے بمجبوری
کھانا شروع کیا مگر لقمہ حلق سے اُترنا دشوار تھا ہمنے پوچھا کیوں صاحب خیر ہے
اچھی طرح کھائیے بولے کہ صاحب یہ ناگوار غذا تو نگلی نہیں جاتی ہم نے کہا کہ واہ آپ
تو کیمیا کے طالب ہیں بس یہی تو کیمیا کے مزے ہیں اگر سیکھ لوگے تو ایسی ہی چکھوتیاں
تم کو بھی نصیب ہوں گی بہت ہوں گی بہت چپ ہوئے اور دل سرد ہو گیا ہمنے کہا
کہ خانصاحب ذرا خیال تو کرو اگر ہمکو یہ صنعت یاد ہوتی تو کیوں لنگر کی روٹی اور یہ
ترۂ بے نمک کھاتے کہا کہ مجھکو تو میاں **امیر الدین شاہ** صاحب نے بتادیا تھا
کہ آپ کو کیمیا آتی ہے ہم نے کہا کہ میاں اصل بات تو یہ ہے نہ اُن کو آتی ہے نہ
ہم کو اپنا پیچھا چھوڑانے کے لئے اُنہوں نے یہ حیلہ کیا اور تم کو ٹال دیا اور جس
طرح تم طلب کرتے ہو اس طریقہ سے تو کوئی جاننے والا بھی نہیں بتائے گا بڑی
خدمت و اطاعت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے تم ایسا کرو کہ ہری نگر کے پہاڑ
پر ایک ہندو باباجی رہتے ہیں اُن کے پاس چلے جاؤ اور کچھ مدت اُن کی خدمت
میں رہو شاید تمہارے حال پر رحم کھاکر کچھ بتادیں غرض خدا خدا کرکے اس پٹھان کو ہمنے
ٹالا اگلے روز میاں **امیر الدین شاہ** صاحب بھی تشریف لائے میں نے کہا کہ
حضرت یہ نئی بلا میرے پیچھے لگادی تھی بولے کہ میاں وہ تو ایسا ہمارے سر ہوا کہ کسی طور سے
مانتا ہی نہ تھا بمجبوری تمہارے پاس بھیجدیا تھا کہ تم کسی نہ کسی ڈھنگ سے اس کو سمجھا دوگے اور ہم تم دونو

اس بلائے ناگہانی سے چھوٹ جائیں گے ع پائے کج راموزہ می بایست کج۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم باہری سے ہردوار کو چلے کہ کنبھہ کا اشنان اور برھم
گاتری کا پاٹ کریں اس لئے کہ ہمارے رضاعی باپ پنڈت رام سینھی جی نے
وطن سے چلتے وقت برہم گاتری تعلیم فرماکر کہدیا تھا کہ ہردوار میں گنگا کے کنارے
اس کا جاپ کرلینا جب کنکھل میں پہونچے تو وہاں دو پرم ہنس یعنے مجذوب دیکھے
کسی بے رحم ظالم نے انکی رانوں پر دہکتے ہوئے انگارے رکھدیئے تھے ایک کی ران
تو جل گئی تھی اور دوسرے پر کچھ اثر نہ تھا ہم نے جھٹ پٹ انگارے الگ کئے اور ان کو
ڈولی میں سوار کراکے جوالا پور کے تھانہ میں لائے تھانہ دار سے ہماری ملاقات تھی
اُس نے جلے ہوئے کی مرہم پٹی کرائی یہاں حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے
اعلیٰ درجہ میں کون تھا حاضرین میں سے ایک نے جواب دیا کہ جسکی ران نہیں جلی تھی
آپنے فرمایا کہ نہیں جس کی ران نہیں جلی تھی وہ ابھی جسم کی حفاظت پر قادر تھا لیکن دوسریکا
استغراق اعلیٰ درجہ کا تھا کہ تن بدن کا بھی ہوش باقی نہ رہا تھا اگر اسکے استغراق کامل کو
بزرگان اسلام سے نسبت دیں تو لوگ بُرا مانیں کہ اَلحَقُّ مُرٌّ مگر انصاف یہ ہے کہ ایسا
استغراق کروڑوں میں سے کسی ایک کو ہوتا ہے ورنہ ہر ایک سزاوار اس مقام کا نہیں سہ
اسرار محبت راہر دل نبود قابل ؛ دُر نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے ؛ مگر واہ رے یکسوئی
نہ ہم خدمت کرنیوالوں سے خوش اور نہ انگارہ رکھنے والے سے ناراض جس حالت میں تھے اسی میں رہے
ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم جوالا پور سے چل کر ہردوار میں پہونچے تو سروَن ناتھ جی
سے ملاقات ہوئی نہایت خاطر و مدارات کی اپنے مکان پر ٹھہرایا دونوں وقت عمدہ
کھانا کھلایا جب پربھی کا وقت آیا تو ہم دھوتی باندھ قشقہ لگا کمنڈل ہاتھ میں لے ہرکی پیڑی
پر جا موجود ہوئے ایک ہندو نے پوچھا تم کون ہو ہم نے کہا برہمن پوچھا کون برہمن ہمنے
کہا کہ قنوجئے بولا تمہاری چوٹی کیوں نہیں ہم نے کہا جب سے سنیاس لیا ہے چوٹی کٹوادی
مگر باہری کے ایک برہمن نے عین اشنان کے وقت پہچان لیا اور دانتوں کے تلے
انگلی دیا چپ رہ گیا ہم نہا کر باہر نکلے تو وہ برہمن ہمکو علیحدہ لے گیا اور کہا کہ میاں صاحب

یہاں اور وہاں کچھ فرق ہے جو آپ اشنان کرنے آئے اگر کوئی اور پہچان لیتا تو بڑی
خرابی ہوتی خدا تو سب جگہ ایک ہے یہ بھی ایک تماشا ہے کہ ہر ایک فرقہ کا مذہب جدا ہے
ایک دوسرے کو جھٹلاتا ہے اور اپنے آپکو سچا بتاتا ہے اگر حقیقت کی راہ سے دیکھو
تو مراد دونوں کی ایک ہے۔ ؎

بتخانہ میں ہو یا طواف کعبہ کرتا ہو ❊ یہاں کیا ہے وہاں کیا ہے کہیں تیرا جو یا ہو

اور یہ مثال بیان کی کہ چار مسافر رفیق سفر تھے مگر زبانیں چاروں کی مختلف تھیں انگور
خریدنے کا ارادہ کیا ہر ایک نے اپنی اپنی زبان میں مطلب بیان کیا چونکہ ایک کی بات
دوسرا سمجھتا نہ تھا باہم لڑنے لگے اتفاق سے ایک مرد ہمہ دان بھی آنکلا اُس نے ایک
کا مطلب دوسرے کو سمجھادیا تب شرمندہ ہوئے کہ یہ کیسی بیہودہ جنگ ہے مقصد تو
انگور ہے۔ ؎ تا سلیمان ایں معنوی ❊ در نیاید بر نخیزد این دوئی ❊ جب وہ برہمن
سمجھا چکے تو ہمنے کہا کہ صاحب یہ اشنان ہمنے اپنے رضاعی باپ پنڈت رام سنیہی
جی کی طرف سے کیا ہے کیونکہ حج کا ثواب تو اُن کو پہونچ نہیں سکتا پھر ہم نے برم
گاتری کا پاٹ شروع کیا۔ برم گاتری یہ ہے۔ اُوم بھُوہ بھُوَہ سوَہ تت
سَوِی تُرْوَرِ نیَم بھَرگو دِوَستی دِھی مہی دِھیُو یو نہ پَرچُودیات
معنی لغوی اور شرح گاتری کی یہ ہے اُوم۔ اللہ یہ اسم افضل اسماء الٰہی میں سے
ہے یعنے اسم ذات " بھُوہ آسمان اول۔ یعنی اپنے تابعین کو سب درد و غم سے نجات
دیکر سرور دائمی میں رکھتا ہے بھُوَہ آسمان دوم جو تمام مخلوق میں جلوہ گر ہوکر
سب کو اپنی اپنی راہ پر رکھتا ہے سوَہ آسمان سوم یعنے ہے تت یعنی اُس
سَوِی تُر۔ پیدا کنندہ یعنے جو خالق اور عزت کا دینے والا ہے وَرِ نیم یعنی جو بہت
ماننے کے لائق ہے بھَرگو۔ روشنی۔ یعنی جو پاک شکل ہے دِوَستی۔ روشن یعنی
جو سب جانوں کا روشن کرنے والا اور آرام کا دینے والا ہے دِھی مہی یہ خیال
کرتے ہیں۔ یعنی ہم لوگ ہمیشہ اپنے خلوص عقیدت سے یقین کرکے مان لیں دِھیُو
یعنے حواس خمسہ اور دل و عقل یو یعنے جو۔ نہ یعنے ہماری پرچُودیات رجوع کرے

یعنی مہربانی سے سب بُرے کاموں سے الگ کرکے ہمیشہ اپنی طرف رکھے ۔
ترجمہ اللہ تعالیٰ جو کل مخلوقات میں جلوہ گر ہے اور پرستش کے قابل ہے اس پیدا کنندہ کا نور سب جانوں میں جلوہ گر ہے ہم فرمانبردار خلوص عقیدت سے یقین کرتے ہیں کہ جو ہمارے حواس خمسہ اور دل وعقل ہیں اُن کو اپنی طرف رجوع کرے
جس روز ہم پاٹ کر چکے تو آخر شب میں یہ خواب دیکھا کہ عین دریائے گنگ میں ایک طرف خاتم رسل ہادی سُبل جناب سرور کائنات خلاصۂ موجودات فخر خاندان آدم رحمت عالم باعث ایجاد ارض وسما سپہدار لشکر انبیا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم مع صحابۂ کرام تشریف لائے اور ایک مجلس آراستہ وپیراستہ ہوئی دوسری طرف مہاراج سری کرشن جی مع اپنے رفیقوں کے رونق افروز ہوئے ۔ اور ایک محفل سبھا جم گئی ۔ کرشن جی نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ ان کو سمجھائیے یہ کیا کرتے ہیں حضرت نے کہا کہ مہاراج تم ہی سمجھاؤ پھر مہاراج نے مجھکو بلایا اور کہا کہ سُنو برخوردار تمہارے ہاں کیا کچھ نہیں جو دوسری طرف ڈھونڈتے ہو کیا تم نے دوئی سمجھی ہے یہاں اور وہاں سب ایک بات ہے البتہ پنتھ جدا جدا ہیں ؎
کفر واسلام در رہش پویاں ۔ وحدہ لاشریک لہ گویاں ۔ انسان اپنی حد میں خوب رہتا ہے اور بڑھ کر چلتا ہے تو مطعون ہوتا ہے ؎

پار کہیں تو پار ہے اور وار کہیں تو وار	پکڑ کنارہ بیٹھ رہ نہیں وار نہیں پار

چند روز اور رہنے کا اتفاق ہوا ایک دن سرون ناتھ سے اُنکی سرگذشت پوچھی کہنے لگے کہ میں ایک جاٹ کا لڑکا ہوں خود بخود ایک روز یہ سوجھی کہ کسی گرو کا مرید ہوں اسی دھن میں گھر سے نکل ملک دکن کی راہ لی چلتے چلتے حیدرآباد پہونچا وہاں ایک بڑے بوڑھے مہاتما پائے دستوں کی بیماری میں مبتلا روپیہ بہت اسباب بیشمار مال بے انتہا چیلے بھی کثیر مگر کوئی گرو کے پاس تک نہ آتا اپنے اپنے عیش وآرام میں سب مصروف تھے جانشین بھی ان کی خبر نہیں لیتا تھا گروجی بیچارے اکیلے پڑے رہتے ہیں میں نے اپنے دلمیں کہا خیر جو ہو سو ہو انہیں کے چیلے بنجاؤ

مرگ انبوہ جشنے وارد یہ سوچکر اُن کے پاس گیا اور اپنا سال عرض کیا فرمایا کہ بھائی کیوں
مصیبت میں پڑتا ہے میرا وقت اخیر ہے جب کچھ کام نہ ہو تو نام گنانے سے کیا
فائدہ میں نے کہا کہ مہاراج میرا یہی کام ہے کہ اس وقت آپکی خدمت گذاری کروں
بارے قسمت اچھی تھی مجھ کو چیلہ کرلیا اور میں نے دل وجان سے اُن کی خدمت شروع
کردی جب وقت قریب آیا تو مجھکو پاس بُلاکر اسماء ستہ تعلیم فرمائے اور ارشاد
کیا کہ ہردوار میں جاکر گنگا کے کنارے اُن کا پاٹ کرلینا پھر تاثیر دیکھنا وہ اسماء ستہ جنکو
ذکر شش ضربی بھی کہتے ہیں یہ ہیں. کلیم ھَرِنیم شرِنیم اوم سوہم ستیم.
اور اسطرح بھی تلفظ کرتے ہیں کلینك ھرینك تسرینك او نك سونك
ست انك لیکن اول صحیح ہیں. یہ اسماء ستہ شاستر کے حروف مقطعات ہیں.
ان کے معانی کوئی نہیں جانتا بعد اس تلقین ووصیت کے گروجی بجان بحق ہوئے
چیلوں نے باہم مال تقسیم کیا میرا حصّہ مجھکو دیا میں وہیں پُن کرکے ہردوار کو چلتا ہوا
یہاں پہنچ کر پاٹ کیا اسدن سے ایک عالم مسخر ہوگیا کسی چیز کی پروا نہ رہی اُسکے
بعد سرون ناتھ نے کہا کہ فقیری تو مجھکو ملی نہیں ہاں امیری موجود ہے اگر آپ کو
خواہش ہو تو اُن اسماء کی اجازت ہے جب جی چاہئے پاٹ کرلینا یہ گدڑی جو آپ
دیکھتے ہیں اُنہیں گروجی کی دی ہوئی ہے وہ گدڑی ایک رات ہم کو بھی اوڑھنے
کو دی تھی فی الحقیقت اس میں عجیب تاثیر دیکھی الحاصل ہم وہاں سے رخصت
ہوئے اور آگے کو چل دئیے.

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہردوار سے آگے ہم ایک منزل گئے تھے کہ ایک مسلمان
فقیر سے جو نہایت عابد وزاہد تھے ملاقات ہوئی بہت تپاک سے پیش آئے اور اپنے
پاس ٹھہرایا اُنکے ہاں گائے بکریاں بہت تھیں ہمیشہ دودھ چاول کھایا کرتے تھے یہی غذا ہمکو بھی
دی ایک دو روز تو کھائی لیکن یہاں تو زبان کو نمک مرچ کی چاٹ لگی ہوئی تھی وہ خورش پسند
نہ آئی ایکدن ہم جنگل میں چلے گئے اور جنگلی مرغیوں کے انڈے لائے کچھ ثابت کچھ چھلے پکائے
آپ بھی کھائے اور فقیر صاحب کو بھی کھلائے پھر تو ان کو بھی مزہ پڑ گیا روز جاتے اور انڈے ڈھونڈ کر لاتے

سچ ہے اَلصُّحبَتُ مُؤثّرۃٌ دنیادار کی صحبت نے فقیر کو بھی چٹورپن سکھا دیا خیر تو یہ ہوئی کہ
ہمنے اُن کو مرغ پکڑ کر نہیں کھلایا ورنہ جنگلی مرغوں کا نام و نشان بھی نہ رہتا ایکدن میں نے
کہا کہ میاں صاحب آپ عابد زاہد متقی پرہیزگار آدمی ہیں آپکا قیام تو شہر میں زیبا تھا تا کہ
جمعہ و جماعت کا ثواب حاصل کرتے متعلقین آپسے فیض پاتے آپ اُن سے فائدہ اُٹھاتے
طرفین حور و قصور کے مستحق ہوتے اور یہ ہُو حق تمام تو عارفوں کا ہے سو آپ کو اُسکی ہوا بھی
نہیں لگی ہم تو کچھ اور ہی سمجھ کر آئے تھے پھر وہ فقیر صاحب ہم کو اپنے مرشد کے پاس
لے گئے جو پہاڑ پر رہتے تھے اُن سے ملاقات ہوئی البتہ وہ خوب آدمی تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم دہرہ دون کو گئے وہاں ایک ہندو فقیر کی خبر سن کر
پہاڑ پر پہونچے اُن کی ملاقات سے طبیعت بہت خوش ہوئی جیسا سُنا تھا ویسا ہی
پایا چار پانچ روز رہنے کا اتفاق ہوا ایک روز تنہائی میں ہم گئے اس وقت باباجی
رام گیتا لکھ رہے تھے ہم نے کہا نموٗ نارائن بولے اجی نمو نارائن پر لاحول بھیجو
السلام علیکم کہو یہ کلام سن کر ہم چونکے فرمانے لگے میں سید ہوں اور میرا نام محمد حسین
ہے پہلے تو شاہ عبدالعزیز صاحب سے تحصیل علم کی پھر وید اور شاستر کا شوق
دامنگیر ہوا بنارس جاکر یہ بھی پڑھا خاندان قادریہ میں مرید ہوں اب جوگ لیکر
یہاں آرہا ہوں چیلے کام کرتے ہیں میں یادِ خدا میں مشغول ہوں ہم نے دریافت کیا
کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی فقیری میں آپنے کیا فرق دیکھا کہا کہ فقیری کی بات تو
دونوں طرف یکساں ہے صرف الفاظ و اصطلاحات جدا ہیں ~~ ہندیانرا
اصطلاح ہند مدح ۔ سندیانرا اصطلاح سند مدح ۔ نہ من بر آن گل عارض
غزل سرایم و بس ۔ کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند ۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم دہرہ دون کے پہاڑ کی سیر کرتے ہوئے سری نگر میں
پہونچے ایک پہاڑ پر باباجی رہتے تھے اُن سے ملاقات ہوئی بڑے خلق و مدارات سے
پیش آئے دیکھتے ہی بولے کہ ایسی صورت تو بعد مدت دیکھنے میں آئی ہے ہمکو ایک جدا مکان دیا چارپائی
منگائی ہر چند ہمنے انکار کیا کہ آپ نہیں پر سوتے ہیں ہم بھی اسی طور سے آرام کرینگے ہر گز نہ مانا اور اصرار کیا

کہ نہیں تم کو چارپائی ضرور چاہیئے چند روز میں بے تکلفی ہوگئی ایک دن اُن کے کسی
چیلہ کو پدم ناگ نے جو ہاتھ بھر کا اور نہایت زہریلا ہوتا ہے کاٹ لیا دوسرے چیلے نے
سانپ کو پتھر کے کونڈے سے ڈھک دیا اور خود آکر گروجی کو خبر دی فرمایا کہ جلدی بھبوت
لا (یعنی اکسیر اعظم) اتنے میں ایسا زہر چڑھا کہ چیلہ کا مُنہ بند ہوگیا اور گردن کا منکا ڈھل
گیا کہا کہ جس طرح ہوسکے اس کے حلق سے بھبوت اُتار دو غرض بڑی مشکل سے ایک خشخاش
کی برابر راکھ سینک سے اسکو کھلادی حلق سے اُس کا اُترنا تھا کہ چیلہ جھرجھری لیکر سیدھا ہوگیا
اور چیلوں کو حکم دیا کہ اب اس کو بٹھاؤ تھوڑی دیر میں اُس نے بھوک کی فریاد کی تو دودھ
گھی اس کو پلوایا اور پھر ٹہلانا شروع کیا اور جب خواہش ہونی گھی پلایا کچھ دیر بعد اس کو
خون کا دست آیا پھر گھی پلاکر بٹھایا تو پیچ لہو کا دست آیا اس کے بعد غذا دی آیا اور چنگا
چنگا ہوگیا اب گروجی نے کہا کہ اُس سانپ کو لاؤ چیلے پکڑ لائے ایک سینک سے
اُس کے مُنہ میں بھی وہی بھبوت ڈالدی اُسی دم اینٹھ کر رہ گیا اور ذرا دیر میں پانی پانی
ہوکر بہ گیا اور وہ خاک پانی پر تیرنے لگی باباجی نے کہا کہ دیکھئے اس کا زہر تو اسکے لئے
اکسیر ہے مگر انسان کے لئے قاتل ہے اور انسان کی اکسیر اس کے حق میں زہر ہلاہل ہے ؎
کیمیائے زہر مار آن شئی ÷ حلاوت کیمیائے متقی ÷ اور یہ حوصلہ اللہ تعالیٰ نے انسان ہی
کو دیا ہے کہ اکسیر کو ہضم کرتا ہے ورنہ اور حیوانات کے حق میں تو اکسیر زہر کا حکم رکھتی
ہے ؎ آن یکے را مدح در حق تو زہر ÷ آن یکے را شہد در حق تو سم ÷ اس کے بعد
باباجی نے کہا کہ آؤ تم کو ایک اور تماشا دکھائیں ایک کڑھائی دودھ کی بھری ہوئی منگائی
اور اُسمیں سرکہ اور نمک ڈال کر دودھ کو پھاڑ دیا مجھ سے بولے کہ بھلا اب کوئی شئے
اس کو درست کرسکتی ہے میں نے کہا کہ نہیں پھر وہی خاک چاول بھر اسمیں ڈالکر لکڑی
سے ہلانا شروع کیا فوراً دودھ اصلی حالت پر آگیا پھر کتنا ہی سرکہ اور نمک اس پر ڈالا
کچھ اثر نہ ہوا جیسا تھا ویسا ہی رہا باباجی نے چیلوں کو حکم دیا کہ گڑھا کھود کر اس دودھ
کو دبا دو ہمنے کہا صاحب ان چیلوں کو آپ کیوں نہیں پلا دیتے فرمایا کہ یہ پئیں گے تو کافی ہوجائیں
گے پھر ہمسے براہ عنایت فرمایا کہ اگر تم کھاؤ تو ہم کھلادیں سات پشت تک اسکی تاثیر رہے گی ہمنے کہا

بہت اچھا مگر اسکا اُتار بھی بتادیجئے ورنہ پانچ سیر مرغن کھانا ہر روز کہاں سے لائیں گے
فرمانے لگے میاں خدا مالک ہے ہمنے کہا سبحان اللہ دوا کھلانے کے تو آپ مالک ہیں
اور کھانا کھلانے کے لئے خدا مالک ہیں ایسی دوا سے باز آیا اُن باباجی کی عمر چار سو برس
کی تھی ستر برس میں کایا پلٹ کرتے تھے اس طرح کہ چھ مہینے ایک کوٹھری میں بیٹھکر
جہاں ہوا کا گذر نہو ایک دوا کھاتے تھے پہلا جسم پھٹ کر اُسکے اندر سے بارہ برس کی
عمر کا ایک جسم نکل آتا تھا جن دنوں میں ہم گئے تھے وہ دوا طیار ہو رہی تھی یہ باباجی
اکسیر کے کھلانے میں بڑے اُستاد تھے چند روز کے بعد میر اعظم علی صاحب قبلہ
ہمیں تلاش کرتے کرتے وہاں جا پہونچے ان کو دیکھ کر باباجی نے پوچھا یہ صاحب کون ہیں میں نے
جواب دیا کہ ہمارے پتا ہیں سنکر بولے کہ صورت شباہت سے تو یہ بات ٹھیک نہیں
معلوم ہوتی تب میں نے کہا کہ ہمارے مرشد اور گرو ہیں کہا کہ ہاں اس کا مضائقہ نہیں
وقت رخصت باباجی نے میر صاحب قبلہ کو ست روپیہ اور ایک بیل اکسیر کے دئے وہاں
سے باری کو چلے راہ میں میر صاحب نے فرمایا کہ اکسیر کے بیل کو پھینک دو یہ ستے عرض کیا کہ بیٹا اب لئے
ہیں بال بچوں کے کام آئیگی فرمایا کہ نہیں اسکو دیکھ کر خراب ہو جائیں گے تب ہمنے وہ بیل پھینکدی

اکسیر پر ہوس اتنا نہ ناز کرنا	بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ باری میں ہمکو ایک برہمن نے یہ منتر بتایا تھا نہایت پر تاثیر ہے

دِھانَنگ دُھُوپِنگ مَنُوْ بُھوکَنگ پنجَاندریاں ھوں
دھیاں جو ہے دھوپ ہے دل راجہ حواس خمسہ

ناس مَنگ پچھمَۃ جاپ سَنتُوک پُوجَا پُوجو دِیُو
فنا ہوں تحمل پرستش ہی قناعت پوجا پوجو تیت ذات

نِرتجِنتَنگ اُرمان سَنْدَاپ نِرمَان دیونگ حیونت
بحث کو خاکساری سائیات عجز سے ندا کو پوتیت والا

جُرکی جَھان بَھشَم نَہ بَھونگ لَولین پُوتَا مَن نِیتیب
[illegible] دھیان [illegible] نہ ڈرت نہ ہوتا ساتھ [illegible] دل بھول

دھُونگ [illegible] ست ست بھاکھت دبُودَت اُو دھوتنگ
توشہ [illegible] [illegible] بیان کرتا ہے [illegible] [illegible]

۹۷ بہر مرد ازلی سے شیخ

ترجمہ یعنے خدا کے ساتھ ایسا دھیان لگاؤ کہ سلطان دل کی خواہش اور حواس خمسہ جو اسکے خادم ہیں دھوپ کی طرح جل جائیں خدا کی عبادت تحمل وقناعت سے عجز کا سائبان لگا کے عبادت کنندہ بغیر اُمید وخوف کے عبادت کرے بلکہ محو ہو جائے دل خوشبودار پھول کی طرح کھل جائیگا سچ سچ کہتاہت پوچھنے والا او دھو

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم بابری میں تھے تو مولانا روم کی مثنوی کا شوق پیدا ہوا سنا کہ مولوی **قلندر** صاحب جلال آبادی خوب جانتے ہیں ان کی خدمت میں جا کر کتاب شروع کی جب دوسرے دفتر میں یہ شعر آیا **شعر**

قال را بگذار ومرد حال شو ۞ پیش مرد کاملے پامال شو ۞ ہمنے عرض کیا کہ حضرت یہ تو قال ہی قال ہے کچھ حال کی حقیقت و ماہیت فرمائیے بولے کہ بھائی یہ تو ہم بھی نہیں جانتے بس اس روز سے ہم نے کتاب بالائے طاق رکھدی مولوی صاحب ایک تعویذ چند بار ہر روز لکھا کرتے تھے میں نے اس کی تاثیر پوچھی فرمایا کہ اسمیں حب وبغض ودست غیب وفتوحات وتسخیر خلائق ہے چنانچہ تعویذ لکھا اور فرمایا کہ یہ دست غیب کی نیت سے لکھتا ہوں مجھکو دیا اور کہا کہ اس کو جانماز کے تلے رکھدو پھر کچھ پڑھا اور فرمایا کہ اب جانماز اُٹھا کر دیکھو دیکھا تو پانچ روپیہ رکھے تھے غرض اُنہوں نے ہر قسم کی تاثیر کا تجربہ دکھایا فی الحقیقت نہایت مجرب تعویذ تھا فرمایا کہ تم کو بھی اس کی اجازت ہے اس ترکیب سے کرلینا بترتیب چار عناصر اسکے چار چلتے ہوتے ہیں وہ تعویذ یہ ہے مولوی قلندر صاحب سے ہم رخصت ہوکر پیران کلیر کے عرس میں پہونچے۔

۷۸۶

۳۳۴	۳۳۹	۳۳۶
۳۳۵	۳۳۳	۳۳۱
۳۳۰	۳۳۷	۳۳۲

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک زمانہ میں حضرت ابرصا سبرصا سارصا مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار متبرکہ کی زیارت کو ہم گئے پیران کلیر میں رہنے کا اتفاق ہوا جب عرس شروع ہوا تو اطراف وجوانب سے حضرات صوفیہ کا ورود

ہونے لگا خوش اعتقادوں کے ہجوم اور آہنگ سرود کی دھوم ارباب شوق کی مستی واصحاب ذوق کی بالادستی سے ہنگامۂ بزم گرم ہوا میں بھی عین وجد و حالت میں اس مجلس کے اندر پہنچا دیکھا کہ تین شخص رنگین لباس بادۂ شوق سے اصاغر و اکابر خوش طربان خوش آہنگ کسی سوختہ دل کا یہ شعر گاتے ہیں ؎

یہ شکایت ہے ہمیں اے ساقی گلفام سے	دور ساغر میں ہمیں محروم رکھا جام سے

انمیں سے ایک فریاد خوان کا ہاتھ میں نے پکڑ لیا اور پوچھا کہ آپ نے اس شعر سے کیا کیفیت اخذ کی اور تحقیق معانی سے کیا اثر آپکے دل پر مترتب ہوا۔ فرمایا کہ ہم جو گوہر اشک پروتے ہیں سو اللہ کو روتے ہیں میں نے کہا کہ حضرت کیا آپکے دل مردہ کی طرح حَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ بھی مر گیا جس کے ماتم میں آپ نوحہ گری کرتے ہیں اگر ایسا ہوا تو مقام تہنیت ہے نہ جائے تعزیت کیونکہ اس نے تمہارے بزرگوں کو مارا اور تمہاری فاکیں ہے ؎

بھلا ہوا اَنٹ کمھین ٹیایو بھن بھن سی تو چھوٹی جی ؎

بھلا ہوا اگر بیر سے سر سے ٹلی بلائے	جیسے تھے ویسے ہو گئے اب کیہ کہا تھا کہ

یہ بات سنکر چپ چاپ ایک گوشہ مجلس میں جا بیٹھے نہیں معلوم گردن جھکائی یا خدا سے جی لگا بیٹھے پھر میں نے دوسرے نالہ سے کیا تھا وہ بولے حضرت کیسی غزل اور کہاں کا شعر نہ ہم سمجھتے ہیں یہاں تو الاپ اور نے بھلی معلوم ہوتی ہے ڈھولک کی تھاپ پر سر دھنتے ہیں کہا کہ بہت درست ہے ؎ کسانیکہ ایزد پرستی کنند ٭ بر آواز دولاب مستی کنند ٭ پھر تیسرے صاحب ذوق سے بھی یہی سوال کیا اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والثنا شب معراج کو مدارج و مقامات طے کرتے ہوئے پردۂ وحدت تک پہونچے تو آواز آئی کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پس اس ساغر کو حضرت نے فرمایا ایک حصہ خود نوش کیا اور دوسرا حصہ بندگان صالح لوٹتا

کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ حسرت تو یہ ہے کہ بندگان صالح کو تو اُن کی صالحیت کافی تھی وہاں ہم جیسے تشنہ لبان بادیہ معصیت کو یاد کیوں نہیں فرمایا؏ کہ مستحق کرامت گناہگاران اند۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خیرالورا نے تو گناہگاروں کو صالحین سے بھی پہلے دور ساغر میں کمال شفقت کے ساتھ شریک فرمایا ہے چنانچہ علینا میں ضمیر جمع اس پر شاہد ہے صالحین کو بعد عطف جدا یاد کیا اور عاصیوں کو اپنے ساتھ رکھا بھلا اس سے زیادہ اور کیا عنایت ہوسکتی ہے یہ بات سن کر اُن کا جوش و خروش دھیما ہو گیا اور خاموش ہو کر ایک جانب بیٹھ گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بار قلندر صاحب کے میلہ میں ہم جا کر ٹھہرے جو بوڑیہ کے قریب ہے شاہ **امیرالدین** صاحب بھی وہاں تشریف لائے فرمانے لگے کہ میاں جنگل میں رہ کر تم کھاؤ گے کیا۔ ہم نے کہا کہ صاحب جو خدا کھلائے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اور چاول گھی مرغی وغیرہ لایا ہمنے اُس سے کہا کہ بھائی اگر تو قلندر صاحب کی نذر لایا ہے تو پانی پت یا کرنال کو لیجا اور اگر زندہ قلندر کے واسطے لایا ہے تو ہمارے سامنے رکھ اُس نے کہا صاحب میں تو آپکے واسطے لایا ہوں خیر اُس کا پلاؤ پکا یا گیا پھر تو ہمیشہ یہی کیفیت رہی چھ مہینے تک ہم وہاں ٹھہرے ہر روز کچھ نہ کچھ آتا رہا اور باجو کیمیاگر جو ہمارا دوست تھا وہ بھی اکثر وہاں آیا کرتا اور اُس کا دستور تھا کہ جب آتا تو مٹھائی وغیرہ ضرور لاتا ایک روز ہمنے باجو سے سوال کیا کہ یہ فن تم کو کس طرح حاصل ہوا اُس نے جواب دیا کہ میری آٹھ یا نو برس کی عمر تھی کہ والدین کا انتقال ہو گیا جو نقد و جنس تھا وہ ہمارے چچا نے منگوا لیا میں اُنکی گائے بھینس چرایا کرتا اور روٹی کھاتا چچی مجھکو بہت مارتی اور تنگ کرتی تا کہ میں نکل جاؤں اور میرا مال و اسباب بے کھٹکے اُن کے پاس رہے چنانچہ ایک دن مجھکو بڑی بیدردی سے مارا میں بھینس لیکر جنگل کو چلا اور راہ میں بیٹھ کر رونے لگا اتنے میں ایک گرو اور دو چیلے اُن کے میری طرف کو آئے مجھکو روتا دیکھکر ٹھٹکے اور حال پوچھا میں نے اپنا تمام قصہ بیان کیا فرمایا کہ ہمارے ساتھ

چل سب گائے بھینس چھوڑ اُن کے ہمراہ ہولیا چند روز کے بعد گرو جی کی الفت و محبت کے سبب سے وہ چیلے بھی میرے دشمن جانی ہو گئے ایک دن گرو جی تو باہر گئے تھے چیلوں نے اکیلا پاکر مجھ کو خوب پیٹا میں رو رہا تھا کہ گرو جی آن پہنچے پوچھا اب کیوں روتا ہے میں نے عرض کیا کہ صاحب وہاں تو جی دشمن تھی یہاں آپکے دونوں چیلے میری جان کے لاگو ہو گئے مجھکو رخصت فرمائیے کہیں اور ہی زندگی کے دن کاٹوں گا یہ بات سنکر بولے کہ خیر اب تو ارنڈ ہی کا درخت لگائیں گے سورۂ والضحیٰ سے مجھکو قرآن شریف پڑھانا شروع کیا جب یہ سورتیں حفظ ہوگئیں تو نماز کے ارکان و احکام سکھائے نماز بھی بخوبی یاد ہوگئی تو ایک رات کو فرمایا کہ آج دو رکعت نماز اس ترکیب سے پڑھکر سو رہنا میں نے ایسا ہی کیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور مجھکو تمام ترکیبیں چاندی بنانے کی تعلیم کیں علے الصباح یہ خواب گرو جی سے عرض کیا فرمایا کہ اچھا ان ترکیبوں کی آزمائش کر شام تک سب ترکیبوں کا امتحان کرتا رہا جو کی سو پوری اُتری میرے دل کو یقین ہوگیا دوسری شب پھر اُن کے فرمانے کے موافق وہی دوگانہ پڑھکر سویا تو حضرت خضر نے سونا بنانے کی ترکیبیں ارشاد فرمائیں دن میں اُنکی بھی آزمائش کی تو سب درست تیسری رات پھر وہی عمل کیا تو جواہرات کی صنعت تعلیم فرمائی چوتھے روز گرو جی نے مجھکو رخصت کردیا اور وہ چیلے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے میں چلا تو آیا لیکن تین دن تک یہ حال رہا کہ نہ کھانے کو جی چاہے نہ نیند آئے پھر گرو کے پاس گیا اور یہ کیفیت عرض کی فرمایا کہ بیا تو کھلائے گا تو کیا مگر خود کھایا کر اُس دن سے میں خوب کھانے پینے لگا۔ پھر ہمنے باجو سے پوچھا کہ بھلا تم نے بھی کسی کو یہ ترکیب سکھائی۔ کہا کہ ہاں ایک شخص کو تو میں نے زبردستی سکھائی اور ایک نے زبردستی مجھ سے سیکھ لی جس کو میں نے سکھائی تھی اس کا حال یوں ہے کہ ہم دو شخص کیمیاگر ہم سفر تھے ایک گاؤں میں پہونچے وہاں کا چودھری نہایت نیک بخت و مخیر آدمی تھا چوپال میں ہم دونو جا اُترے وہ آیا اور ایک چھوٹی سی لڑکی اُس کے ساتھ تھی جس کے کانوں میں سونے کے بالے تھے ہمارا حال پوچھا

اور کہا کہ جب تک جی چاہے آپ ٹھہریں کھانا ہمارے گھر سے آیا کریگا اتفاقاً اُس روز
گھر میں کچھ نہ تھا اس مرد کریم نے چھوٹی لڑکی کا بالا اُتار کر گروی رکھا اور ہمکو تین دن تک
طرح طرح کا کھانا کھلایا چوتھے روز ہم رخصت ہوئے اور ایک بیل اکسیر کی اُس کے حوالہ
کی اور اپنے روبرو اسکی تاثیر دکھلادی اُس نے بیل تو پھینک دی اور لاٹھی لیکر ہمارے
پیچھے دوڑا کہ میں نے تمہاری خدمت للہ کی تھی نہ اس طمع کے لئے غرض ہمنے بمشکل تمام
اُس سے پیچھا چھوڑایا جب وہ نکل گئے تو ہم دونوں کو یہ خیال آیا کہ دیکھو یہ شخص دنیادار ہوکر
اس طرح تواضع سے پیش آیا بڑے شرم کی بات ہے کہ ایسے آدمی کو کیمیا سکھلا کر نہ جائیں
ہم پھر واپس آئے اور اُسی چوپال میں قیام کیا چودھری نے کہا کیوں کیا پھر مار کھانے کا
ارادہ ہے ہمنے کہا کہ صاحب اب کوئی بات ایسی نہ ہوگی صرف تین روز ہم اور ٹھہرا
چاہتے ہیں بولا کہ بسر وچشم تمہاری خدمت کروں گا لیکن حرف طمع زبان پہ لاؤگے تو
جان سے مار ڈالوں گا میں نے کہا کہ بھائی طمع کی بات جانے دو ایک نماز تم کو بتائیں
تو پڑھوگے یا نہیں کہا کہ ہاں اس کا مضائقہ نہیں میں نے وہی دوگانہ خضری بتایا اور
کہا کہ اسکو تین روز تک پڑھنا یہ کہکر ہم تو چلدے سال بھر کے بعد جو ہم واپس آئے تو
لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ چودھری دیوانہ ہوگیا اور گاؤں در گاؤں بھیک مانگتا پھرتا ہے
بہت جستجو کے بعد ملا تو ہم کو دیکھتے ہی لٹھ لیکے دوڑا اور کہا کہ خدا تم کو غارت کرے تمنے
مجھ کو خراب کردیا گھر بار بال بچے سب چھٹ گئے روٹی ٹکڑے کا بھی ٹھکانا نہ رہا یہ کہکر رونے
لگا اور کہا کہ خدا دشمن کو بھی اس مصیبت میں نہ ڈالے نہ دنیا نہ دین رہا تمام جہان اپنی
جان کا دشمن معلوم ہوتا ہے ۔ دوسرا شخص جس نے زبردستی سیکھا اُس کی کیفیت
یہ ہے کہ ضلع تھارن پور کے ایک گاؤں میں ہم مقیم تھے وہاں ایک جولاہے نے ہماری
بڑی خدمت کی یہانتک کہ اپنا تمام مال واسباب بیچکر ہم کو کھلادیا جب وہ بالکل
قلاش ہوگیا تو اُس نے ایک روز کیا کام کیا کہ قد آدم گڑھا گھر کے اندر کھودا
اور اس پر ایک بوریہ اور بوریہ پر سفید چادر بچھادی اور اپنی بیوی کو سمجھا دیا کہ
خالی دیگچیوں میں چمچا ہلاتی رہنا تاکہ معلوم ہو کہ کھانا کئی قسم کا پکتا ہے

پھر ہمکو بُلا کر لے گیا کہ چلئے آپکی دعوت ہے ہمکو تو چاٹ لگی ہوئی تھی جھٹ چلے گئے پہلے تو ہم اور وہ ایک چارپائی پر بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں اور وہ اپنی بیوی کو تاکید کرتا رہا کہ جلدی پلاؤ زردہ پکا کر لا وہاں کیا خاک دھرا تھا یوں ہی جھوٹ موٹ دیگچی کھڑکا دیتی تھی اسی انتظار میں آدھی رات ہوگئی اسوقت کہا کہ آؤ کھانا تیار ہے ہم بخوشی اُٹھے اور سفید چادر پر قدم رکھا کہ اب تر نوالے کھائیں گے اس پر بیٹھنا تھا کہ دھم سے گڈھے کے اندر!!! میں تو گرا اور وہ دونوں میاں بیوی لٹھ لے میرے سر پر آچڑھے اور دھڑا دھڑ مارنے لگے اور بولے کہ آج اِسی گڈھے میں تم کو مار کر دبا دیں گے ناچار اُس کو ایک نسخہ چاندی کا بتانا پڑا اُس نے دو چار دفعہ اُسی دم آزمالیا تب بمشکل میری جان بچی اور اُس نے رہائی دی پھر پانوں میں گر پڑا اور قصور معاف کرایا اُس دن سے میں نے توبہ کی پھر کسیکی دعوت نہ کھاؤنگا بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند ؛ درآرد طمع مرغ و ماہی بہ بند ؛ ایک روز باجو نے ہم سے دریافت کیا کہ میاں صاحب سیکڑوں آدمی تیرے پیچھے پھرتے ہیں اور کیمیا کے طالب ہیں ہر ایک کا یہی سوال ہے کوئی نسخہ بتادو مگر باوجود بے تکلفی اور محبت ملاقات کے آپنے کبھی اس امر کی خواہش نکی اس کا کیا سبب ہے ہمنے کہا کہ یہ تو بتاؤ کہ جو لوگ تم سے پوچھتے ہیں کیا اُن کو تم نے بتا۔ کہا کہ نہیں ہمنے کہا پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ تم سے خواہش کریں اور اس ملاقات میں بھی خلل ڈالیں رہا فائدہ کیمیا کا سو ہم کو یونہی حاصل ہے کہ تم روزمرّہ ملائی اور مٹھائی وغیرہ لے آتے ہو اور ہم کھالیتے ہیں اِس سے زیادہ مزا کیمیا کا ہمکو درکار نہیں ایک روز باجو نے بیان کیا کہ میں پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے ایک پیرجی کیخدمت میں گیا کہ حضرت مجھے مرید کر لیجئے انہوں نے غریب و شکستہ حال دیکھ کر مجھکو دھتکار دیا اسوقت پیرجی ہوسی کی دھت میں مصروف تھے اور پھونک پھانک کر رہے تھے میں نے اُن کی ادویات لے کر اور کچھ اپنے پاس سے ملا کر جھٹ پٹ چاندی بنا کر دکھادی پھر تو پیرجی لٹو ہو گئے بڑی خاطر و مدارات کی اور کہا کہ تجھکو ہم دل و جان سے مرید کریں گے بشرطیکہ

کیمیا سکھا دے میں نے کہا کہ بہت اچھا تین من گوہ بندروں کا جمع کرائیے پیرجی نے مریدوں کو حکم دیا کہ چند روز میں گوہ جمع ہوگیا میں نے کہا کہ اسکو گھڑوں میں بند کرکے آگ دید یجئے تاکہ اس کا تیل نکل آئے ترکیب بتا کر میں تو چل دیا اور پیرجی نے گوہ کو آگ دی مارے بدبو کے تمام بستی کے لوگ چلا اٹھے اور پیرجی کے گھر پر ایک شور و غل مچا دیا کہ خدا کے لئے پیرجی کیوں تمام بستی کا دم ناک میں کیا یہ کیا بلا آپ نے جلائی ہے غرض پیرجی نہایت خفیف ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ جب ہم میرٹھ میں مقیم تھے تو کپڑے بالکل پھٹ گئے گرہ میں کوڑی نہ تھی مجبور لڑکے پڑھانے شروع کئے ؎ از توکل در سبب کاہل مشو ٭ رمز الکاسب حبیب اللہ شنو ٭ گر توکل میکنی در کار کن ٭ کسب کن پس تکیہ بر جبار کن ٭ جب کپڑوں کے لائق دام آگئے تو پڑھانا ترک کردیا اسی زمانہ میں مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب رح کی خدمت میں رہے فی الواقع حضرت کی اصلاحی توجہ نہایت عمدہ تھی ہماری طبیعت کو بہت درستی اور اصلاح حاصل ہوئی اور یہ تمام سلوک نقشبندیہ شاہ صاحب قبلہ سے طے کیا جب سیر لطائف و دوائر و انوار کی ہوچکی تو حضرت نے فرمایا کہ بوسید صاحب تعلیم ختم ہوئی میں نے عرض کیا کہ آپکی توجہ سے لطائف و دوائر کا خوب تماشا دیکھا مگر گستاخی معاف ہو خدا کا پتا تو نہ کسی دائرہ میں لگا نہ کسی لطیفہ میں یہ سب بھان متی کا سوانگ معلوم ہوتا ہے اس وقت تو یہ بات اُن کو بہت ناپسند ہوئی مگر رات کو خود غور و فکر جو کیا تو بات سمجھ میں آگئی چونکہ نہایت منصف اور دانا آدمی تھے صبح کو فرمانے لگے کہ سید تم سچ کہتے ہو ہم نے جو غور و انصاف کیا تو درحقیقت خدائے بیچون و بیچگون کسی دائرہ اور لطیفہ میں مقید نہیں آفرین صد آفرین تم نے یہ بات بتائی صد اطالب ہمارے پاس آئے مگر کسی نے اس سوجھ بوجھ کی گفتگو نہیں کی آؤ دہلی چل کر حضرت شاہ ابوسعید صاحب سے یہ بات عرض کریں چنانچہ شاہ صاحب مجھ کو دہلی لے گئے اول تو شاہ ابوسعید صاحب نے بڑے زور شور کی توجہ دی لوگوں کو خیال تھا کہ دیکھئے کیا

حالت ہوتی ہے مگر ہم تو جیسے تھے ویسے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے بعد اس کے مولانا حبیب اللہ
شاہ مدظلہ نے وہ تقریر عرض کی شاہ ابوسعید صاحب نے فرمایا کہ یہ سوال تمہارا تو نہیں
معلوم ہوتا میاں صاحب نے میری طرف اشارہ کیا اُس وقت جناب شاہ صاحب نے
نہایت ہی انصاف کی بات فرمائی اور بہت ہی معقول جواب دیا کہ سنو صاحبزادہ جو کچھ
ہمکو بزرگوں سے پہنچا تھا وہ تم کو پہنچا دیا اب اگر تمہارا حوصلہ فراخ اور طلب غالب ہے
تو ہر جگہ تلاش کرو ع متاع نیک ہر دکان کہ باشد ؛ پھر ہم دہلی سے چلدیئے
من فدائے آنکہ او در ہر رباط ؛ خویش را واصل نداند بر بساط ؛ ہر کہ صاحب ہمت آمد
مرشد ؛ ہم چو خورشید از بلندی فرد شد ؛
ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جناب مولوی حبیب اللہ شاہ کی ایما کے موافق مرزا
غفور بیگ صاحب کی زیارت کے لئے ہم میرٹھ سے خورجہ کو روانہ ہوئے اول ہی منزل کہ
موضع کھرکھودہ میں ایک لڑکا ملا۔ ہماری صورت دیکھکر بولا کہ آپکے پاس پانچ روپیہ اور ایک
آنہ ہے ہمنے کہا کیوں اگر تمکو درکار ہو نذر ہے بولا نہیں میں تو یوں ہی کہتا تھا رستہ میں
ہم نے اس سے پوچھا کہ سچ بتا تو کون ہے اور تجھکو کیا عمل آتا ہے اُس نے کہا کہ مجھکو یہ
تو خبر نہیں کہ میرا باپ کون تھا بچپن میں ٹھگ مجھکو لیگئے تھے اُن ہی لوگوں میں پرورش پائی
اور ایک منتر بھی اُن سے سیکھا جسکی بدولت میرے سب کام نکلتے ہیں میں آپکو بھی اس
منتر کی اجازت دیتا ہوں منتر یہ ہے۔ اَوْ اَدْ اَمْرَھَا اُمْرَھِیْ اَھلاً اَھلاً کَھلاً کَھلاً
کَلکھلاً کَلکھلاً کِی کَیْجَّا کِی کَیْجَّا کَرَسْا کَرَسْا سُوْھَا ھَنْسَا یَا بَلَبَ یَا
بَلَبَ یَا بَلَبَ اگر کوئی امیر ملگیا تو آپکو اس کا تماشا دکھاؤں گا غرض جب ہم دونوں
مرزا صاحب کیخدمت میں پہنچے اور چند روز رہے تو ایک دن اس لڑکے کے سامنے
ہمنے مرزا صاحب کی تعریف بیان کی کہنے لگا کہ آپ کہیں تو تماشا دکھاؤں ہم نے کہا
اچھا اُس نے تین کنکریوں پر یہ منتر پڑھا اور باری باری سے مرزا صاحب پر پھینکیں تیسری کنکری
کہا ... گھر میں چلے گئے اور سب نقد و زیور اس کے سامنے لا رکھا اور کہا کہ لیجا ہمنے
وہ ... مرزا اس لڑکے سے ... اور اُن کے گھر میں بجنسہ پہنچا دیا مائی صاحبہ نے فرمایا تمنے دیکھا کہ

مرزاصاحب نے یہ کیا خلاف عادت کام کیا اسوقت ہم نے یوں بات بنادی کہ حضرت
ایک شخص نے امتحان کیا تھا کہ جیسے پہلے زمانہ میں حضرت ابوبکرصدیق نے اپنا تمام مال
واسباب خدا کی راہ میں دیدیا تھا اب بھی کوئی ایسا ہے یا نہیں اسواسطے مرزاصاحب
نے یہ چیز لیجا کر اُن کو دیدی تھی خیر یہ بات تورفت گذشت ہوئی مگر تین روز تک مرزاصاحب
پر منتر کا اثر رہا چوتھے دن ہوش میں آئے تو فرمانے لگے کہ خدا جانے کیا اسرار تھا تین
دن سے ظلمات کا ابر دلپر چھا گیا تھا اور سب فیض وبرکات یک قلم بند تھے ہم کو نہایت
تعجب ہوا کہ ایسے بڑے مشائخ پر منتر نے یہ تاثیر کی وہاں ایک مجذوب بھی رہتا تھا
ہمنے اُس لڑکے سے کہا کہ بھلا آؤ اس پر تو آزماؤ اُس لڑکے نے جواب دیا کہ صاحب
یہاں دال نہیں گلتی اس کی رگ وپے میں ایک ایسی تاثیر سما رہی ہے کہ دوسرے
کی گنجائش نہیں مگر ہمارے اصرار سے وہ آمادہ ہوگیا ادھر اُس نے کنکر اٹھائے ادھر
مجذوب نے سر اُبھارا اور للکارا کہ بچہ کیا ہمکو بھی مرزا سمجھا ہے لڑکا بولا دیکھئے میں نہ
کہتا تھا کہ صاحب یہ ہوشیار ہے اس پر کچھ نہیں ہونے کا ہمنے پھر کہا کہ بھلے مانس آزما
تو سہی خیر اُس نے تینوں کنکریاں ماریں لیکن مجذوب پر کچھ اثر نہ ہوا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ میرٹھ کی سرائے میں ہم قریب ایک مہینے کے ٹھہرے ایک
اور فقیر بھی ہمارا رفیق تھا وہ بنیئے کی دوکان سے جنس قرض لاکر کھایا کرتا تھا ایک دن چپکے
سے چلدیا بنیا ہمارے پاس آیا کہ اپنے ساتھی کا قرضہ دلوا دیئے ہمنے کہا کہ بھائی ہم تجھسے
جنس نہیں لائے لانیوالے کی ضمانت نہیں کی پھر ہمسے کیوں دعوی کرتا ہے جس کو دیا
ہے اُس سے لے جب وہ مایوس ہوکر چلا تو ہمنے کہا کہ گو ہم سے کچھ واسطہ نہیں لیکن تیرا
روپیہ ادا کرکے جائیں گے بتا کیا چاہیئے اُس نے اٹھارہ روپلے بتائے ہم نے دوسرے
دن سورہ یٰسین کا عمل شروع کیا تیسرے دن لالہ بانکے رائے وکیل کا آدمی
چونتیس روپیہ لیکر ہمارے پاس آیا اور کہا کہ لالہ صاحب نے کہا ہے کہ آپ کس
جھگڑے میں پڑے ہیں غرض ہم نے اُسی وقت اٹھارہ روپیہ بنیئے کو دیدئے اتفاق
سے وہ فقیر ایک بار رڑکی میں مل گیا ہمنے کہا کہ تم کو ایسا زیبا نہ تھا وہ روپیہ

دینے لگا مگر ہمنے لیا نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ میرٹھ میں حافظ جلال الدین صاحب گیارھویں کیا کرتے تھے ایکبار ہم پانچ آدمیوں کی دعوت کی جب فاتحہ شروع کی تو گھنٹہ بھر تک بزرگوں کے نام پڑھتے رہے بروح پاک فلاں فلاں آخر ہمنے تھکگران سے عرض کیا کہ حضرت سب کے شمار تو ہو گئے ان پانچ صورتوں کے نام بھی پکار دیجئے جو اصل کھانے والے ہیں بزرگوں کو ثواب جب پہونچے گا جب ان پانچوں کا شکم سیر ہوگا اسبات پر بعض لوگ تو ہنس پڑے اور بعض ناراض ہوئے لیکن عبارت فاتحہ جلد ختم کی گئی۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک بزرگ نے ہمکو بتایا کہ گیارہ سو دفعہ یَا حَیُّ یا قَیُّوْمُ پڑھکر مراقب ہو بایا کرو لیکن کسی کے روبرو نکرنا ہمنے پڑھنا شروع کیا جب مراقب ہوئے تو دیکھا کہ ایک جسم مماثل ہمارے جسم سے جدا ہو کر سامنے آکھڑا ہوا یہ ماجرا دیکھکر ہم کو حیرت ہوئی اتفاقاً ایک روز حضرت **حبیب اللہ شاہ** نے دریافت فرمایا کہ تم کچھ پڑھتے ہو ہم نے سب حال بیان کر دیا اُس روز سے وہ بات جاتی رہی۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شہر میرٹھ میں میاں **روشن شاہ** کوٹلے کی مسجد میں رہتے تھے اُن کے پاس ایک بزرگ تشریف لائے جب رات کو سب نماز پڑھ کر چلے گئے اور مسجد میں کوئی نرہا دروازہ بند ہو گیا اسوقت **روشن شاہ** سے وہ بزرگ بولے کہ بتاؤ کیا کھاؤ گے جواب دیا کہ حضرت اب تو بازار بند ہو گیا دکاندار بھی اُٹھ گئے اب کھانا کہاں فرمایا تم اسبات کا فکر مت کرو۔ خیر شاہ صاحب نے ایک کھانے کا نام لیا اسی وقت غیب سے کھانا آگیا دونوں نے خوب کھایا پھر وہ بزرگ کمبل تان کر لیٹ رہے تھوڑی دیر بعد شاہ جی نے اُن کو ٹٹولا تو خالی کمبل پایا صبح کے قریب دیکھا تو کمبل میں موجود ہیں کئی دن یہی کیفیت دیکھی ایک دن میاں **روشن شاہ** کے ساتھ وہ بزرگ گذری کے بازار سے گذرے تو کوئی شخص گا رہا تھا آواز سنتے ہی دھم سے کنوئے کے اندر جا پڑے جو مسجد کے سامنے ہے تھوڑی دیر بعد جست کر کے باہر آگئے نہ بدن بھیگا

نہ کپڑے تر ہوئے جب راز افشا ہوگیا تو سر دھنہ کو چلدیئے اُن کے جاتے ہی میاں
روشن شاہ کے دلمیں ایک ولولہ پیدا ہوا کہ ایسے کامل بزرگ سے ہمنے کچھ فیض فائدہ
حاصل نکیا یہ بھی اُن کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے وہ بزرگ سردھنہ میں یہ بات کہکر چلدیئے
کہ ایک شخص اس نام کا میرٹھ سے ہمکو پوچھتا ہوا آئے گا اس سے کہدینا کہ بڈولی کو گئے
یہ خبر پاکر شاہ جی بڈولی پہونچے وہاں پتا لگا کہ کرنال کو گئے یہ بھی کرنال پہنچے وہاں پہنچکر ملاقات
ہوئی شاہ صاحب نے عرض کیا کہ ہم کو کچھ تعلیم وتلقین فرمایئے یہ بات سُن کر بولے اگر خدا کو منظور
ہوتا کہ تم کو کچھ فائدہ ہمسے پہنچے تو ہم پہلے ہی تعلیم کر دیتے اب تم شاہ آباد کی طرف فلاں
بزرگ کی خدمت میں چلے جاؤ وہ تمکو تعلیم کریں گے شاہ صاحب مایوس ہو کر چلے آئے

؎ این سعادت بزور بازو نیست ؛ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ؛

ایک روز ارشاد ہوا کہ موضع منڈاور میں ہم پہنچے تو سنا کہ یہاں ایک سید صاحب
شیعہ تھے مرتے دم اُنہوں نے یہ وصیت کی ہے کہ ہماری دونوں لڑکیوں کی شادی
نہ کیجائے جب حضرت امام مہدی آخر الزمان کا ظہور ہو تو یہ دونوں اُن کے نکاح میں
دیجائیں ہم نے سید صاحب کی بیوی سے کہا کہ امام مہدی علیہ السلام تو شریعت محمدی
کے تابع ہوں گے اور اُس شریعت میں دو بہنوں کو جمع کرنا جائز نہیں پس مناسب
ہے کہ انمیں سے ایک کی شادی کردو اور ایک امام صاحب کی نذر کے لئے رہنے دو
چنانچہ ایک کی شادی ہوگئی اسکے بعد ہمنے کہا کہ اب اس ایک غریب کو بھی کیوں بٹھا
رکھا ہے خدا جانے امام علیہ السلام کے ظہور تک اس کی عمر وفا کرے یا نہ کرے اس سے
تو یہی بہتر ہے کہ اسکی بھی شادی کردو اور اُس کی اولاد سے امام صاحب کے زمانہ
میں جو لڑکی موجود ہو وہ امام صاحب کی نذر کی جائے تاکہ وصیت بھی پوری ہوجائے
غرض اُس کی بھی شادی ہوگئی۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ موضع منڈاور میں ہم وہاں کے صاحب سجادہ کے پاس بیٹھے
ہوئے تھے چونکہ اکثر بزرگوں کی عادت میں داخل ہے کہ اپنے مریدوں سے ہر قسم کا کام
لیتے ہیں میاں صاحب نے بھی اپنے مریدوں کو ہلون میں جوت رکھا تھا ایک روز جب مرید

ہل جوت کر آئے تو آپ نے فرمایا کہ ارے رات کو کچھ اللہ اللہ بھی کر لیا کرو تو مرید کیا کہتے
ہیں کہ اب آئی ہم بدنصیبوں کی کمبختی دن کو تو ہل جوتیں اور رات کو اللہ اللہ کریں بس
اب ہم کیونکر جیویں گے کس شامت نفس میں گرفتار ہو گئے باز آئے ایسی پیری مریدی
سے یہ بات سن کر ہم تو ہنسنے لگے اور پیر جی چپ رہ گئے کچھ جواب نہ دیا فی الحقیقت
مریدوں سے کام لینا بہت بُرا ہے اور خصوص طالب خدا سے اگرچہ بعض اولیاء اللہ نے
بھی بعض طالبانِ خدا سے بہت سخت کام لئے ہیں لیکن اس میں کچھ مصلحت تھی اور
آخر اُن کو اپنے مطلوب سے ملا دیا خرابی تو یہ ہے کہ اکثر پیرزادے صاحب سوائے بزرگی
خاندان کے اپنے گرہ کا تو کچھ رکھتے نہیں اور مریدوں کی خوب خبر لیتے ہیں اگر کوئی
مرید راسخ الاعتقاد اپنی محبت سے پیر کا کچھ کام کرے تو اس کو اختیار ہے لیکن بدلہ دینا
اس کو بھی لازم ہے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحسان ۞

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم کرت پور میں گئے تو دیکھا کہ صبح دم آخر سجادہ نشین
صاحب نے حضرت **احمد شاہ** کے مزار کا طواف وسجدہ کیا ہمنے کہا کہ صاحب طواف
وسجدہ تو یہاں ادا ہوا اگر حضرت غوث الاعظم کے مزار پر آپ ہوں تو وہاں کیا کیجئے گا
اور حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے کیا باقی رکھا اور خدا
سے تو کچھ مطلب ہی نہیں جس کے لئے کچھ ادب وتعظیم درکار ہو وہ خفا ہو گئے اور
بولے کہ میاں طالب علم حجتی ہوتے ہیں اسی واسطے ان کو فیض نہیں ہوتا ہم نے کہا
کہ صاحب ایسے فیض کو ہمارا اسلام ہے کہ جس کے لئے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کے سامنے
سر جھکائیں اور توحید سے نکل کر شرک میں مبتلا ہوں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے ایک گانوں میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ فقیری کے علاوہ
ان میں دو کمال اور بھی تھے ایک تو کیمیاگری دوسرے عمل چنانچہ ایک زمیندار اُنکے پاس آیا
اور بیان کیا کہ میری گائے گم ہو گئی ہے اس بزرگ نے ایک تعویذ لکھا اور جسطرف گائے کا نشان
دیا تھا اسطرف کو تعویذ کا رخ کیا تھوڑی دیر میں دیکھا کہ گائے اُسطرف سے دوڑی چلی آتی ہے
میاں صاحب نے یہ کیفیت دیکھکر تعویذ کا رخ اپنی طرف کر لیا وہ گلسے اُلٹی پھر گئی فرمایا اگر

کہو تو اسی طرح دوڑا دوڑا کر اسکو ہلاک کر دون پھر تعویذ سامنے کیا گاے چلی آئی ایک دن
میان صاحب ہماری بڑی تعریف و توصیف فرمانے لگے ہم نے کہا کہ آج کیا بات ہے کہ چھ مہینے
بعد آپنے ہماری صفت وثنا بیان کی آخر ہماری آپ کی ملاقات تو پہلے سے ہے کبھی آپ نے
تعریف نہیں کی بولے کہ آج مدح وثنا کی وجہ یہ ہے کہ تم چھ مہینے سے یہان ہو اور خوب
جانتے ہو کہ مین کیمیا گر ہون لیکن تم نے کبھی اس کی خواہش ورغبت ظاہر نہیں کی ہم نے
کہا کہ صاحب اگر خواہش کی جاتی تو آپ بتا دیتے بولے کہ سچ تو یون ہے کہ مین نہ بتاتا
ہم نے کہا کہ ہماری استغنا کی وجہ یہ ہے کہ ہم تن تنہا دم نقد نہ جورو نہ بچے جہان جاتے ہین
خدا کریم اپنی عنایت سے دو روٹیان پہنچا دیتا ہے بھلا ہمکو کیا حاجت کیمیا کی ہے اور
جس چیز کی حاجت نہ ہو اس کی طلب لاحاصل اور جب ہم جانتے ہین کہ آپ نہ بتلائیں گے
تو پھر ایسی بات کا پوچھنا فضول اور محض نادانی ہے۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ مراد آباد مین ہم شیدی میان کی زیارت کے لئے گئے دیکھا
کہ تالاب مین غسل کر کے چلے آتے ہین اور پیٹھ ایسی چمکتی ہے جیسے سلہٹ کی کالی ڈھال
اسی وقت یہ مصرع ہمارے ذہن مین گذرا ع کہ آب چشمہ حیوان درون تاریکی است۔
سیدی میان نے حال ضمیر دریافت کر کے فوراً یہ شعر پڑھا ؎ کالے گورے پہ کچھ
نہین موقوف ٭ دل کے لگنے کے ڈھنگ اور ہی ہین ہم نے کہا سبحان اللہ ؎

کب لباس دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر	جامۂ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا
تو بجال خویشتن مباش شاد	تا بیابی در جہان جان مراد
آن زجاجی کو ندارد نور جان	بول قارورہ ست قندیلش مخوان
نور مصباح است داد ذوالجلال	صنعت خلق ست آن شیشہ سفال
چونکہ آبش ہست خود جو آن بود	آدمی آن ست کو را جان بود
آدمی دید است باقی پوست است	دید آنست آنکہ دید دوست است
چونکہ دید دوست نبود کور بہ	دوست کو باقی نہ باشد دور بہ
این مردان اند اینہا صورت اند	مردۂ نان اند و کشتہ شہوت اند

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بار شہر بریلی مین گذر ہوا وہاں **شاہ نیاز احمد** صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی نہایت اخلاق سے پیش آئے ہمہ صفت موصوف تھے ہم چند روز وہان ٹھیرے ایک دن میاں صاحب فرمانے لگے تم ہمہ اوست کیوں نہیں کہتے ہم نے عرض کیا کہ حضرت جو کہتے ہیں وہ قالی اور خالی ہین اور جو حالی ہیں وہ کہتے نہیں ؎

این مدعیان در طلبش بے خبر انند	کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

دوسرے یہ کہ ہم ٹھیرے طالب۔ اگر ہمہ اوست کہین تو طلب کس کی کرین مولانا صاحب تو چپ ہو رہے مگر ان کے خلیفہ صاحب بولے کہ ہمارے حجرے مین آؤ تم کو توجہ دین گے ہم نے کہا کہ بسم اللہ وہ حجرہ مین جاکر توجہ دینے بیٹھے ہم نے کہا کہ صاحب اس وقت تو آپ بالکل مولانا **نیاز احمد** صاحب معلوم ہوتے ہیں خلیفہ صاحب نے کہا اجی استغفر اللہ ذرّہ کو آفتاب سے کیا نسبت ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک + ہم نے کہا سبحان اللہ خدا بننے کو تو آپ تیار ہین مگر نیاز احمد نہین بن سکتے بس رکھئے اپنی توجہ ایسے شخص کی توجہ کس کام کی جو کبھی تو خدا بن بیٹھے اور کبھی بندہ کا بھی بندا غرض چند روز بعد ہم وہان سے چلدیے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم بریلی سے کاکوری کو چلے گئے تھے سنا تھا کہ وہاں کے جنگل مین ایک درویش رہتے ہین جن کو وحوش وطیور سے محبت اور انسانون سے نفرت ہے نہ اپنی کہتے ہین نہ دوسرے کی سنتے ہیں رات دن گریہ وزاری سے کام ہے بڑی تلاش کے بعد وہ ملے رفتہ رفتہ باہم محبت ہوگئی ہم نے حال دریافت کیا تو کہنے لگے کہ مین ہندوستان سے بارادہ حج چلا بمبئی سے جہاز پر سوار ہوا قضارا جہاز تباہی مین آن کر پاش پاش ہوگیا ایک تختہ کے سہارے مین تیسرے دن ایک پہاڑ کے قریب کنارہ سے جا لگا خدا خدا کر کے تختہ سے اتر پہاڑ پر چڑھ گیا بہت فاصلہ پر ایک دیوار نظر آئی قریب جاکر دیکھا تو اس میں کوئی دروازہ نہ تھا مگر ایک بلند درخت دیوار کے قریب تھا اس پر چڑھا اور دیوار پر سے اندر گیا وہاں کی کیفیت کیا بیان کرون ایک باغ دلکشا دیکھا جس کا مثل نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانون نے سنا روشین مصفا نہریں جاری رنگ برنگ کے طائر چہچہاتے ہر قسم قسم کے میوے درختوں پر

لگے ہوئے ہین لیکن انسان کا کہین پتا نہین ہین حیرت میں رہگیا کہ بارخدایہ کیا مقام ہے غرض
کچھ میوے کھاپی کر ایک بارہ دری مین سو رہا عصر کے وقت آنکھ کھلی باغ کی سیر کرنے لگا شام
کے وقت اس خیال سے کہ مبادا یہ باغ جنات کا ہو ایک گوشہ مین جا چھپا وہاں سے دیکھا
کہ آسمان سے ایک گروہ سوارون کا اترا اور چمن مین ایک تخت اور فرش مکلف بچھایا گیا
خدمتگار قرینہ بہ قرینہ کھڑے ہوگئے اور دو صاحب نہایت حسین اس تخت پر آن کر بیٹھے کھانا تقسیم
ہونا شروع ہوا مین دور سے یہ سب کیفیت دیکھ رہا تھا کہ ان دونوں سردارون مین سے ایک نے
فرمایا کہ فلان ابن فلان ہمارے ہان آج مہمان ہے اس کو بھی کھانا پہنچاؤ مین یہ بات سن کر متحیر
ہوا اور دل مین کہنے لگا کہ الٰہی یہ کون بزرگ ہیں تھوڑی دیر میں ایک شخص میرے پاس کھانا
لایا مین نے کہا تم کون ہو اور یہ بزرگ کون ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ ان کی قدمبوسی حاصل
کروں اس نے کہا مین بے اجازت کچھ جواب نہیں دے سکتا تم کھانا تو کھاؤ مین اجازت
طلب کرکے آتا ہوں مین ہنوز کھا ہی رہا تھا کہ وہ شخص مژدہ لایا کہ لو تمہاری درخواست منظور
ہوئی چلو قدمبوسی حاصل کرو ہم لوگ شہید ہیں اور یہ باغ ہمارے رہنے کا مقام ہے اور
یہ دونون شہزادہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ ہیں پھر تو میں خوشی کے مارے جامہ میں پھولا نہ سمایا
جھٹ پٹ جاکر قدمبوس ہوا اور اپنا سارا حال عرض کیا حکم ہوا کہ اچھا تم اس باغ مین رہو
جب حج کا وقت قریب آئیگا تم کو بیت اللہ پہنچا دین گے خاطر جمع رکھو بعد اس کے مجلس
برخاست ہوئی میں بارہ دری میں جاکر سو رہا اس دن سے مجھ کو دونوں وقت امامین ہمامینؓ
کی زیارت نصیب ہوتی اچھے سے اچھا کھانا ملتا دو مہینہ بعد حج کا زمانہ آگیا مین نے عرض
کیا کہ بعد حج حضور اسی جگہ مجھکو پھر بلا لین فرمایا کہ اچھا اور ایک شخص کی طرف اشارہ کیا
کہ اس کو پہنچا دو اس نے کہا کہ آنکھین بند کرو میں نے بند کرلیں پھر کہا کہ کھول دو مین نے
کھول دین دیکھا کہ بیت اللہ شریف میں کھڑا ہون میں نے حج کیا پھر مدینہ منورہ کی زیارت
کو گیا اور وہاں سے مکہ معظمہ میں واپس چلا آیا اب مجھ کو ہر وقت یہ خیال رہنے لگا کہ حضرات
نے وعدہ فرما لیا تھا اب تک بلایا نہین آخر ایک دن اسی غم و الم مین آنکھ لگ گئی آنکھ
کھلی تو دیکھا کہ میں اسی باغ [illegible] بہت خوش ہوا [illegible] اب وہی زیارت اور وہی

کھانا نصیب ہوا اسی طرح عیش و خوشی کے ساتھ چار مہینے گذر گئے ایک دن میری جو شامت آئی تو عرض کیا کہ حضرت گھر جانے کو جی چاہتا ہے مگر اس وقت یہ کہنا بھول گیا کہ مجھ کو پھر بلا لیجئے گا۔ ایک شخص کو اشارہ ہوا کہ اچھا اسکو پہنچا دو۔ اس نے آنکھ بند کرا کے مجھ کو گھر پہونچا دیا دو چار دن تو کچھ خیال نہ آیا مگر پھر جو وہاں کی یاد نے زور مارا تو مجھ کو جنون ہوگیا۔ اب تک اُسی فراق میں مبتلا ہوں جب ہم نے یہ دو ہاتھ کی لمبی داستان سنی تو کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ میاں ہم تو سمجھتے تھے کہ تو یاد خدا میں روتا ہے تیرا رونا جھیکنا تو کچھ اور ہی نکلا اور وہ بھی نصیب نہوا جا اپنی قسمت کو رو یا کر ہم وہاں سے لکھنؤ چلے گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب موحد سے ملاقات ہوئی ان کی عادت تھی کہ جب کوئی آتا تو فرماتے آؤ معبود اور جاتا تو کہتے جاؤ معبود ہم سے بھی حسب عادت ہی کلام کیا ہم نے کہا کہ حضرت معبود معبود تو ہماری سمجھ میں آگیا لیکن آؤ جاؤ کے معنی کچھ کھلے مولوی صاحب نے کچھ جواب نہ دیا لیکن سر اٹھا کر بہت دیر تک ہماری طرف کو دیکھتے رہے خیر ہم تھوڑی دیر بعد چلے آئے پھر نہ گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم بنارس پہنچے تو ایک بزرگ کے پاس ٹھہرے جو ہمارے ہم نام تھے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ خاندان نقشبندیہ میں مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب کے مرید ہیں ہم نے کہا کہ صاحب آپ صرف ہم نام ہی نہیں بلکہ ہمارے پیر بھائی بھی ہیں پھر تو بہت محبت ہوگئی ایک دن کہنے لگے کہ یہاں ایک مندر ہے جس میں ہر صبح کو گانا ہوتا ہے کل وہاں چلو چنانچہ بعد نماز صبح ہم دونوں گئے دیکھا کہ ایک پنڈت جوان عمر تخت پر بیٹھا ہوا بڑے زور سے توحید بیان کر رہا ہے جب وہ بیان کر چکا تو صبح کی راگنی میں آرتی شروع کی ہمارے پیر بھائی سید غوث علی شاہ حسینی تو اس کو سنکر گر ہی پڑے مگر ہم نے ضبط کیا اور ایک ستون پکڑ لیا تاہم بدن پر ایک لرزہ سا طاری تھا۔ آرتی ختم ہوئی تو ہمارے پیر بھائی ہوش میں آئے اور مکان کو چلے آٹھ روز تک ہماری وہی حالت رہی نویں دن فرو ہوئی اس کے بعد پھر کبھی ہم راگ سننے کو نہیں گئے ایک دن سید غوث علی شاہ نے فرمایا کہ آج گنگا پر چلو وہاں ایک چیلہ کو سنیاس ملیگا ہم دونوں پہنچے دیکھا کہ ایک پنڈت چیلہ کو تعلیم دیا چاہتا ہے ہمارے پیر بھائی جھٹ سر کھول کر پنڈت کے سامنے جا بیٹھے

اور کہا کہ پنڈت جی پہلے ہم کو مونڈئے یہ سُنکر پنڈت رونے لگا اور نہایت انصاف کی
بات اس نے کہی کہ میان صاحب جو بات تم چاہتے ہو اس کی ہم کو ہوا بھی نہین لگی خیال کرو اگر
ہم اس قابل ہوتے تو ٹکے ٹکے پر کیوں مارے مارے پھرتے یہ مرتبہ اگلے لوگون مین تھا کہ اِدھر
اُسترا سر پر رکھا اُدھر حال وارد ہوا ہم لوگ تو صرف اُن کی لکیر پیٹتے ہیں ؎ خیال زلف بتان
مین نصیر پیٹا کر ۔ گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر ۔ جناب قبلہ نے یہ فرمایا کہ البتہ ہر دوار کے
مقام پر ہم نے یہی معاملہ دیکھا جو اس پنڈت نے کہا تھا یعنی ایک سنیاسی اپنے چیلے کو سنیاس
دینا چاہتا تھا کہ ایک مسلمان فقیر سر کھول کر آگے آبیٹھا سنیاسی نے جوش مین آکر حجام کو اشارہ
کیا کہ اچھا پہلے اسی کو مونڈ چنانچہ حجام نے اپنا کام شروع کیا اور گرو نے یون تعلیم شروع کی
نہ پانی نہ پنی نہ سرگی نہ نرگی نہ برہمی نہ بشنی الخ اس تعلیم کے بعد اس شخص پر ایسی زور شور کی حالت طاری
ہوئی کہ وہ پرم ہنس ہو گیا یعنی مجذوب پھر چیلے کی باری آئی اس پر بھی حالت تو ہوئی مگر وہ بات نہ ہوئی
جو اس جوش و خروش میں فقیر کو حاصل ہو گئی تھی ع ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا ۔
ایک وزار ارشاد ہوا کہ ہم بنارس سے علاقہ نیپال کو چلے گئے اتفاق سے وہاں
ایک انگریزی رسالہ خیمہ زن تھا بعض آدمی ہماری جان پہچان نکلے ان کے پاس ٹھیر گئے ایک
دن عصر کے وقت ہم اور چند سوار جنگل کی سیر کو گئے دیکھا کہ کھیا کدو کے کھیت پر ایک لڑکی
حفاظت کے لئے بیٹھی ہے ۔ ایک سپاہی نے کدو توڑ لیا اور کہا پیسہ صبح کو پہنچا دوں گا ۔ تو
چلے آے تھوڑی دیر بعد اس لڑکی کا باپ آیا تو اس نے کہا کہ سپاہی زبر دستی کدو توڑ کے لیگئے
یہان سپاہیون نے ڈیرہ پر آن کے کدو پکایا اور چار آدمیوں نے کھایا ہم سے بھی بہت
اصرار کیا لیکن ہم نے نہ چکھا صبح بیچارون سپاہی روتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور
کہا کہ ہمارے خصیتین غائب ہو گئے آپ ہی خوب ہے جو کدو نہ کھایا تھا اب کیا علاج کریں ہم نے
کہا کہ بھائی چلو اسی کھیت پر قضیہ زمین برسر زمین وہان پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڈھا خرانٹ بڑی مونچھون
والا بیٹھا ہے ہم نے اس سے تمام حال بیان کیا اور پیسہ دیا وہ بولا کہ صاحب اس لڑکی نے تو یوں
بیان کیا تھا کہ زبر دستی توڑ لے گئے یہ قصور اس جا نہار کا ہے یہ کہکر اس کو خوب پیٹا پھر اس سپاہی
سے جس نے کدو توڑا تھا کہا کہ خیر تم بھی کیا یاد کرو گے جاؤ ایک بڑا اور ایک چھوٹا ہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا

باقی سپاہی سب اچھے ہوگئے اس کے بعد بڈھے سے ہماری دوستی ہوگئی روزمرہ اس کے پاس جاتے طرح طرح کی چیزیں کھلاتا اور نہایت خاطرداری سے پیش آتا ایک روز کہنے لگا کہ ایک منتر نہایت مجرب پُرتاثیر میرے عمل میں ہے آپ کو اس کی اجازت دیتا ہوں جو ارادہ کروگے خدا پورا کریگا وہ منتر یہ ہے کڑکڑ کڑکڑ گڑگڑ گڑگڑ یا دَرۡ آئِی مِیری بُھکتْ مِیری گُروکی سَکتْ پُھر منتر ایشری باچا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نیپال سے آتے تھے اثناء راہ میں ایک انگریز کا خیمہ دیکھا بہت آدمی اور تین ہاتھی اس کے ساتھ تھے چونکہ ظہر کا وقت ہوگیا تھا ہم نے وضو کے لئے صاحب کے خانساماں سے پانی مانگا اس نے اول حال پوچھا پھر مصر ہوا کہ آج یہیں ٹھہرو میں گیارھویں کروں گا خیر ہم ٹھہر گئے دوسرے دن بھی اس نے نہ آنے دیا خانساماں سے معلوم ہوا کہ یہ صاحب شیر کا شکار کھیلنے آیا ہے ہم نے کہا کہ بھلا ہم کو بھی سیر دکھا سکتے ہو اس نے جاکر صاحب سے اجازت چاہی کہ ہمارے ایک بزرگ آگئے ہیں اور وہ شیر کا شکار دیکھنا چاہتے ہیں اس نے اجازت دی کہ اچھا ایک ہاتھی پر ان کو سوار کرکے لے چلنا تیسرے دن خبرداروں نے خبر دی کہ فلاں جگہ شیر نے گارا کیا ہے فوراً انگریز سوار ہوا اور اس کے پیچھے ایک ہاتھی پر ہم چلے جس وقت جنگل میں پہونچے انار چھوڑے گئے شیر غرا کر اٹھا اور سیدھا ہاتھی پر لپکا اور جست کرکے ایسا طمانچہ مارا کہ ہاتھی بیٹھ گیا اور ہودہ بھی گر پڑا معاً انگریز سنبھلا اور بندوق جوڑ کر ایسی گولی لگائی کہ شیر وہیں ٹھنڈا ہوگیا شکار کے بعد خیموں میں آئے صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جب بے تکلفی ہوگئی تو ایک روز کہنے لگے کہ ہم نے فلاں درود میں ہم نے بڑی تاثیر دیکھی جس کام کے لئے پڑھا وہی ہوا ہم نے اسکا چلہ بھی کیا ہے اور ورد رکھتے ہیں ہم نے کہا کہ صاحب پھر آپ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے جواب دیا کہ خالق برحق نے سب اشیا میں تاثیر رکھی ہے یہ بھی ایک اثر ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ آپ کے محمد صاحب بہت بڑے عقلمند آدمی تھے اور ان کے اصحاب بھی بڑے دانشمند اور شجاع تھے پھر ہم نے پوچھا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتے ہیں بولا کہ سنو صاحب اگر ہمارے پاس دو کبوتر ہوں تو ہم بھی عیسیٰ ہیں اور ہم ہی موسیٰ ہیں اس کے اس کلام سے ہم نے پھر ور بحث [illegible] جلد ادا ہے ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ نیپال کی طرف سے واپس ہو کر ہم علی گڈھ مین پہونچے وہان ایک درویش **محمد شاہ** رہتے تھے اُن کے مکان پر گئے تو مریدون نے بیان کیا کہ صاحب آج کل ان پر ایک حالت طاری ہے منہ کالا کئے ہوئے گدھے پر سوار ہین جوتیوں کا ہار گلے مین پڑا ہے پیچھے پیچھے لڑکون کا غول یہ شور مچاتا جاتا ہے بھڑوا ہے بے بھڑوا ہے!! ہم نے جب یہ حال سنا تو کپڑے وہین رکھے اور دل مین یہ خیال کر کے ان کی تلاش کو نکلے کہ اگر کامل ہین تو بچھو کی طرح ڈنک مار کر تڑپا دین گے ؂

نین چھپائے نا چھپین پٹ گھونگھٹ کی اوٹ	چتر نار اور سورما کرین لاکھ مین چوٹ

اور اگر یہ بات مسخری کی ہے تو ہم ان کو سیدھا بنا لائین گے آخر بازار مین مل گئے ہم نے ان کے گدھے کا کان پکڑ لیا اور لڑکون سے کہا ذرا چپ رہو میان صاحب سے دو باتین کر لینے دو لڑکے خاموش ہو گئے ہم نے کہا کہ آپ کس کے بھڑوے ہین اگر خدا کے ہو آئیے ملا وا اگر رسول کے ہو تو رسول سے اور اگر رنڈی کے بھڑوے ہو تو اس کے پاس لے چلو اس وقت پانچ روپیہ بھی ہماری جیب مین ہین اور اگر ان تینوں مین سے کسی کے بھڑوے نہین تو کیوں یہ بیہودہ سانگ بھرا ہے گدھے سے اترو اور اپنے گھر چلو آخر ان کو کچھ بن نہ آئی گدھے سے اتر کر کہنے لگے کہ اچھا گھر چلو ہم تم کو توجہ دین گے ہم نے کہا بس صاحب دیکھ لی آپ کی توجہ کھل تو ہم بھی مدتوں کھیل چکے ہین خیر پھر مکان پر گئے ہاتھ منہ دھویا کھانا کھایا توجہ بھی دی اثناء گفتگو مین ہم نے پھر کہدیا کہ حضرت یہ بات آپ کو زیبا نہ تھی بھڑوا تو بھڑوانے والے کو کہتے ہین خدا کا بھڑوا بنا مردان خدا کا کام ہے ہر ایک کا یہ حوصلہ نہین چند روز وہان ٹھیر کر ہم آگرہ کو چلے گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے آگرہ مین پہنچکر **شاہ ابو البرکات صاحب** کی زیارت کی بہت مہربانی سے پیش آئے اپنے پاس ٹھیرایا اور اکثر توجہ بھی دی لیکن سوائے قلب کی گرمی کے ہم کو تو کچھ محسوس ہوا نہین ایک روز اتفاقاً ایک بیل خوب موٹا تازہ سامنے سے گذرا ایک پکھال اس پر لدی ہوئی تھی شاہ صاحب سے کہا کہ بھلا اس کی طرف تو توجہ فرمائیے انہوں نے ایک نظر دیکھا تھا کہ اس بیل کا قلب پھٹ گیا اور رہ رہ بن موے خون نکلنے لگا تھوڑی دیر مین مر گیا اور چمار اٹھا لے گئے اس کا گوشت ایسا خوشبودار نکلا کہ چمارون نے دور دور تحفہ مین بھیجا ایکدن ہم شاہ صاحب

ہمراہ شہر کے باہر سیر کو گئے دور سے ایک گروہ فقیرون کا نظر پڑا شاہ صاحب نے بڑی حقارت سے دیکھا اور فرمایا لاحول ولا قوۃ یہ بھی کوئی فقیری ہے یہ لوگ فقیر تو کیا مگر ننگ فقرا ضرور ہین اتنے مین ایک فقیر اُس گروہ مین سے آگے بڑھ کر ہماری طرف کو متوجہ ہوا اُس کا قریب آنا تھا کہ شاہ صاحب کی نسبتین سلب ہوگئین پھر اُس نے قریب آکر شاہ صاحب سے کہا کہ صاحبزادہ آپ نے یہ بھی پڑھا ہے ؎

خاکساران جہان را بحقارت منگر		توچہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

یہ بیل نہ باشد پھر میری طرف اشارہ کرکے اُن سے کہا کہ آپنے اس کو توجہ نہ دی جو آپ کو بھی کھا جاتا اب بیل ہی مارنا جانتے ہو اور فرمایا کہ صاحبزادہ کیا کرین ہم مسافر ہین ورنہ چند روز آپ کی خدمت مین رہکر آدمی بن جاتے یہ باتین کہکر وہ تو چلدیئے اور مین نے شاہ صاحب سے کہا کہ آپ نے فقیر کا رنگ دیکھا آپ پر طعن کر گیا ہے کہ چند روز ہماری صحبت مین رہو تو آدمی بن جاؤ مناسب ہے کہ ان کی خدمت مین چلین چنانچہ بعد عصر ہم دونوں گئے اور شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مین آپکی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تو جواب دیا کہ :-
ع آن قدح بشکست وآن ساقی نماند ٭ صاحبزادہ آپ میری بکواس پر کچھ خیال نہ فرمائیے آپ کامل ہین اور ایسے ہین غرض بہت سی تعریفین کرکے رخصت کر دیا اس فقیر کی عمر کوئی چوبیس پچیس برس کی ہوگی نماز بھی پڑھتا تھا اور اپنے گروہ سے الگ ایک طرف بستر اجمائے آنکھین بند کئے چپ بیٹھا رہتا تھا غرض بہت کامل آدمی تھا۔
ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ آگرہ سے ہم گوالیار مین پہنچے اور لنگڑے حضرت کی زیارت کو گئے (یہ بزرگ بھولوی حبیب اللہ شاہ رامپوری کے شیخ تھے) اور شاہ ابوالبرکات کے مرید ہیں بہت خاطر و مدارات سے پیش آئے حال دریافت کیا ہم نے اپنی سرگزشت سنادی پھر اُن کو کچھ جوش جو آیا تو ہماری طرف متوجہ ہوکر الا اللہ کی ضربین لگانے لگے خیر تو کیا ہوتا تھا مگر کسی قدر گرمی ہمارے مزاج آ گئی ہم نے کہا کہ حضرت قصور معاف ہو تو کچھ عرض کرین کہا کہ فرمایئے میں نے کہا کہ نُربھتا جی ایک صاحب کمال گروہ تھے انہوں نے پیرانہ سالی مین ایک نوجوان لڑکی سے شادی کی لوگوں نے منع بھی کیا مگر وہ کب مانتے تھے ع مرد چون پیر شود حرص جوان میگردد

جب شغل معہود کا وقت آیا تو پربھتا جی بیچارے شیخ فانی سے کیا ہو سکتا تھا۔ ع ترا کہ دست
بلرزد گہر چہ دانی سفت ۔ ناچار ہاتھ سے تھپ تھپ کرنے لگے وہ بھولی بھالی سدھوٹ
الکھڑ البیلی سمجھی کہ مرد عورت میں یہی معاملہ ہوتا ہوگا چند روز کے بعد پربھتا جی نے گنگا
کے اشنان کا ارادہ کیا اور اپنا خاص چیلہ لچھمنا جو نوجوان تھا گھر کی حفاظت کیلئے چھوڑا
وہ گھر کے اندر آنے جانے لگا دونوں طرف جذبات شوق نے زور کیا اور جو ہونا تھا سو ہوگیا
یہ نئی ترکیب اور مردانہ طریقہ دیکھکر وہ عورت بولی کہ تمہارے گرو کو تو یہ ڈھب یاد نہ تھا اس
نے جواب دیا کہ وہ بھڑوا کیا جانے یہ مردوں کا کام ہے جب گرو جی اشنان کرکے واپس آئے
اور رات کو وہی تھپ تھپ شروع کی تو بولی کہ مہاراج اب تھپ تھپی سے کام نہیں چلتا
کچھ زور رکھتے ہو تو مردی دکھلاؤ گرو جی فوراً تاڑ گئے کہ یہ لچھمنا حرامزادہ کی شرارت
ہے اس نے ہمارا کام خراب کر دیا اور اس بھولی انجان کو غضب کی چاٹ لگا دی
فوراً یہ شعر حسب حال کہا۔ ؎

پربھتا جی گنگ سدھارے لچھمنا گھر راتی — پکڑ بیٹھے برم ڈنڈی اب بتاوے تھپ تھپی

سو حضرت سلامت کوئی کام مردوں کا اگر یاد ہو تو مضائقہ نہیں ورنہ ان تھپ تھپیوں سے تو
یہاں کام چلتا نہیں۔ اور یہ کچھ پہلوانی اور بہادری کی بات نہیں ہے کہ کوئی شخص بے خبر
چلا جاتا ہے پیچھے جا کر دھکا دیدیا ہم تو آپ کو فقیر سمجھ کر زیارت کو آئے تھے آپ زور آزمائی
کرنے لگے یہ بات سن کر لنگڑے صاحب بہت خفا ہوئے اور بولے کہ میاں اگر ہم کچھ نہیں
تو ہمارے بڑے تو تھے میں نے کہا کہ سبحان اللہ وہ آپ ہی کے بڑے تھے کیا آپ نے
اوروں کو ڈوم ڈھاری یا دھنیا جلاہا فرض کیا ہے اس گفتگو کے بعد ہم بستر اباندھ
چلدیئے اور دوسری جگہ جا ٹھہرے پھر وہ منانے بھی آئے عذر و معذرت بھی کی لیکن
ہم نہیں گئے۔ ع گر درت قبلہ شود سجدہ بآں نو نکنم۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب اکبر آباد سے پھرتے پھراتے ہم گوالیار پہنچے تو وہاں ایک
لوہارے بھی صاحب سلامت ہوگئی ایک دن وہ کہنے لگا کہ مجھکو ایک عزیمت یاد ہے نہایت
عجیب غریب اس میں ہزارہا طرح کی تاثیریں ہیں جس مقصد کے لئے پڑھو فوراً پورا ہو جاتا ہے گویا

اسم اعظم کا خواص کہتی ہے جس مردہ سے چاہو ملاقات ہوسکتی ہے آنکھ سے دیکھ لو باتیں
کر لو ہیں بخوشی تمام اسکی اجازت آپ کو دیتا ہوں ہمنے تجربہ کیا تو فی الواقع ایسا ہی پایا
" عزیمت یہ ہے۔ اَقْسَمْتُ عَلَیْکُمْ یَا رُوقَائِیلُ یَا اَحْمَرُ یَا مِیکَائِیلُ یَا مُوْهَبْ الحَارِثُ
یَا عِزْرَائِیلُ وَ مَذْهَبْ وَ یَا اِسْرَافِیلُ وَ بَرْقَانُ الیَهُوْدُ وَ یَا رُوْیَائِیلُ وَ یَا تَمْهُوْرِشُ
وَ یَا عَنْیَائِیلُ وَ الاَبْیَضُ وَ یَا دَرْدَائِیلُ یَا مَیْمُوْنُ وَ یَا اَیُّهَا الاَرْوَاحُ العُلْوِیَّةُ
وَالسُّفْلِیَّةُ اُحْضُرُوْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ اَلْعَجَلُ اَلْعَجَلُ اَلْعَجَلُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا مَالِکُ
یَا نُوْرُ یَا بَاسِطُ یَا جَوَادُ یَا عَزِیْزُ یَا جَبَّارُ یَا مُتَکَبِّرُ یَا قَهَّارُ یَا سَمِیْعُ یَا قَرِیْبُ یَا مُقَلِّبَ القُلُوْبِ
یَا وَدُوْدُ یَا رَءُوْفُ یَا عَلَّامَ الغُیُوْبِ یَا عَلَّامَ الخَفِیَّاتِ یَا بَاسِطُ یَا جَوَادُ یَا قَاهِرُ
یَا قَادِرُ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ یَا مَعْشَرَ الجِنِّ وَالاِنْسِ وَالاَرْوَاحِ وَ یَا صَاحِبَ السِّحْرِ
الوَسْوَاسِ الخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنْ جُنُوْدِ اِبْلِیْسَ یَا
کَمُوْتَرَا المَلِکِ یَا مِیْدَہ یَا مِیْثَرُ یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ بِحَقِّ مَیْمُوْنٍ حَبْشِیْ وَ مَیْمُوْنٍ اَعْمٰی
وَجَمِیْعِ الکُتُبِ المُنَزَّلَاتِ عَلٰی جَمِیْعِ الاَنْبِیَاءِ وَالمُرْسَلِیْنَ وَ بِحَقِّ سَلَامٌ
قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا المُجْرِمُوْنَ وَ بِحَقِّ طٰهٰ
وَ یٰسٓ وَ بِحَقِّ کٓهٰیٰعٓصٓ وَ بِحَقِّ حٰمٓ عٓسٓقٓ وَ بِحَقِّ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ
نَفَرٌ مِّنَ الجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ
وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَا اَحَدًا۔ وَ بِحَقِّ یَا اَیُّهَا المُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا
وَ بِحَقِّ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ وَ بِحَقِّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔ وَ بِحَقِّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ العٰلَمِیْنَ ۔ وَ بِحَقِّ یَا اَیُّهَا الاَرْوَاحُ العُلْوِیَّةُ یَهُوْدِیًّا اَوْ مُسْلِمًا یَا نُوْرُ
بِحَقِّ مَیْمُوْنٍ ابْنِ المَیْمُوْنِ الَّذِیْ اَقْوٰی وَ بِحَقِّ مَیْمُوْنٍ تُرْکِیْ وَ مَیْمُوْنٍ نُوْبِیْ صَاحِبِ
الاَعْوَانِ الهِنْدِیْ اخْرُجْ مِنَ الحَقِّ الشَّجَرِ وَالاَنْهَارِ اُخْرُجُوْا مِنَ الکُنْ وَ الا
کُنَانٍ وَ مِنَ الزُّلْنِ وَالاَرْکَانِ اُخْرُجُوْا مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَ بِحَقِّ خَاتَمِ سُلَیْمَانَ
ابْنِ دَاوُدَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ وَ بِحَقِّ اٰصَفَ بْنِ بَرْخِیَا سَالَارِ بَرْیَانِ
وَ بِحَقِّ تَیْقَطُوْسَ سِبْطِ الجِنِّ وَالشَّیَاطِیْنِ وَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا تَوْقَلْ قَوْقَلاَنِ یَا هَرْقَلْ هَرْقَلاَنِ یَا بَحُوْرَ اُمَّ الصِّبْیَانِ خُذْ هٰذَا بِاسْتِ الْاَرْضِ وَبِحَقِّ تَوْرَیتِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلاَمُ وَاِنْجِیْلِ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلاَمُ وَزَبُوْرِ دَاؤُدَ عَلَیْهِ السَّلاَمُ وَفُرْقَانِ مُحَمَّدٍ مُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبِحَقِّ وَالسَّلِیْسَةِ اَحْضِرُوْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ وَاَمِدُّوْنِیْ فِیْ وَقْتِیْ هٰذَا بِحَقِّ سُلْطَانِ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدٍ وَسَیِّدِ الْمَشَایِخِ وَشَیْخِ الْکُلِّ شَیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ جِیْلَانِیْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اَلْعَجَلُ اَلْعَجَلُ اَلْعَجَلُ اَلسَّاعَةُ اَلسَّاعَةُ اَلسَّاعَةُ اَلْوَحَا اَلْوَحَا اَلْوَحَا وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم گوالیار سے روانہ ہوکر چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہونچے وہاں تیلی کے سوا کوئی گھر مسلمان کا نہ تھا بمشکل اس نے ٹھہرایا لیکن اس کے گھر میں بیلوں کے بندھنے کے سبب بدبو آتی تھی ہماری طبیعت گھبرائی اس کے گھر کے سامنے املی کا درخت گرد اس کے چبوترہ تھا ہم بازار جا کر لیٹے اس نے کہا کہ صاحب یہاں چوکیدار دق کریگا ہم نے کہا کہ تو کہدینا کہ ہمارے رشتہ دار ہیں لیکن اس بات کے ہمارے دل پر ایک رنج پیدا ہوا اتنے میں آنکھ لگ گئی کہ والدہ صاحبہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتی ہیں بیٹا کیوں گھبراتا ہے ہمکو مصیبت پر صبر کرنا چاہیئے ادھر تو میری آنکھ کھلی اور ادھر چوکیدار نے آواز دی کہ تمہارے گھر مسافر کون ہے تیلی نے وہی جواب دیا جو ہم نے کہا تھا چوکیدار نے ہمارے پاس آکر بات چیت کی تو تیلیوں کو دھمکایا کہ تمہارا منہ اور یہ رشتہ دار انھیں تو دلی کی بو باس ہے ہم نے کہدیا کہ میاں ہمارے کہنے کے موافق تیلی نے یہ جواب دیا ہے وہ چوکیدار ہمکو اپنے گھر لے گیا اسیوقت بچھونا بچھا کر کھانا پکایا سب سامان آرام مہیا کر دیا صبح کو معلوم ہوا کہ وہ دراصل دلی کا باشندہ تھا تین دن تک ہمکو ٹھہرایا اور نماز تہجد کی ترکیب پوچھی ہم نے تین طرح سے بتائی چوتھے دن وہاں سے راھگڈھ کو روانہ ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اس گانو سے چل کر ہم راہگڈھ کو روانہ ہوئے جنگل میں راہ بھول گئے اور ایک ندی کے کنارہ بھٹکتے ہوئے پھر گئے وہاں یہ تماشا دیکھا کہ ایک سو فتازی کالے

کی تھوتھنی نگرمچھ نے پکڑ رکھی ہے اور دونوں میں کشتی ہو رہی ہے اتنے میں شیر جنگل سے نکل کر پانی پینے کو آیا جھٹ گائے کا پچھا پکڑ لیا اُس بیچاری کا تو کام تمام ہو گیا اب اُن دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی آخر دونو تھک گئے اور گائے کو کسی نے نہ چھوڑا پھر شیر نے ذرا دم لے کر ایک جست لگائی اور نگر کی کمر پر سوار جا ہوا اور پنجہ جما کر اُس کو مع گائے کے اُٹھا کر ایسا پھینکا کہ دونوں کنارہ سے دس گز دور جا پڑے پھر نگر کو مارے طمانچوں کے ہلاک کر دیا اور جدھر سے آیا تھا غراتا ہوا اسی طرف کو چلا گیا۔ ؎ مرغکے اندر شکار کرم بود ٭ گربہ آمد ناگہاں اورا ربود ٭ ہم نے دور بیٹھ کر یہ تماشا دیکھا جب شیر چلا گیا تو وضو کر کے ظہر کی نماز پڑھی اور جنگل راجگڈھ پہونچے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجگڈھ میں پہونچکر میاں پیارے شاہ کے مکان پر ہم گئے دیکھا کہ ایک شخص داڑھی منڈے بیٹھے ہیں شراب کی بوتلیں آگے رکھی ہیں چار پانچ لُقے غنڈے مخمور نشہ میں چور اُنکے گرد بیٹھے ہیں ہمنے پیارے شاہ کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ یہ گل مچھوں والے وہی ہیں تھر درویش برجان درویش اُن کے پاس ٹھہرے ایک دن وہ لگے باہم گفتگو کرنے لگے کہ حضرت سلمان پیغمبر تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مرید تھے ہمنے کہا سُبحان اللہ تاریخ دانی آپ لوگوں پر ختم ہے حضرت سلمان فارسی کو سلیمان پیغمبر بنا دیا وہ بولے کہ میاں تم کیا جانو جو ہم کہتے ہیں یہ ہی ٹھیک ہے اسمیں گفتگو بڑھ گئی ہم خفا ہو کر وہاں سے چلے آئے یہ بات راجہ رام سنگھ نے جو بعد میں نواب **عبدالواسع خاں** مشہور ہوئے سنی ہکو اپنے پاس بلایا اسوقت تک راجہ نے اسلام ظاہر نہیں کیا تھا تین چار دن تک ہم اُن کے پاس ٹھہرے پیارے شاہ فقیری کے کوچہ سے تو محض نابلد تھا لیکن ایک عمل ایسا جانتا تھا کہ راجہ کو جنات بصورت حسین دکھلاتا اور کہتا کہ یہ فرشتے ہیں اسی عمل نے ان کو کامل بنا دیا تھا وہاں سے ہم بھنرایچ کو روانہ ہوئے دوسرے دوسرے دن کوئی گھڑی دن چڑھے ایک گاؤں میں پہونچے اور ایک تکیہ میں جو بستی کے قریب تھا قیام کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم راجگڈھ سے چل کر ایک گاؤں کے تکیہ میں ٹھہرے
تو دیکھا کہ ایک لڑکا سات برس کا سرخ آنکھیں بالکل گم صم مخمور ونکی طرح عالم سکوت میں
بیٹھا ہے ہمکو دیکھکر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پیچھے سے جھونپڑے میں جا کر دو مٹھی بھونے چنے کی
لایا اور ہمارے سامنے رکھدئے اتنے میں اس کا باپ آگیا ہمارے واسطے کھانا لانے کا
اشارہ کیا وہ جلدی سے کھانا لایا اس کے باپ سے حال دریافت کیا تو کہا کہ صاحب میں سقہ ہوں
ہمارے چار گھروں میں یہ ایک لڑکا ہے اس کا عجیب حال ہے دو دو مہینہ میں کھانا کھاتا
ہے مگر طاقت کم نہیں ہوتی ہر وقت سکتہ کے عالم میں رہتا ہے اشاروں سے کام لیتا ہے
کبھی ایسی ہی ضرورت آپڑتی ہے تو بات چیت کرتا ہے سوتا قسم ہے راتدن جاگتا ہی
رہتا ہے یہ تکیہ اس کا مقام ہے آدمی طرح طرح کے گمان کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آسیب
زدہ ہے کوئی کہتا ہے سڑی ہوگیا ہے غرض کچھ بھید اس کا نہیں کھلتا دوسرے دن ہم
چھاؤنی ہو کی طرف روانہ ہوئے وہاں ہمارے والد بزرگوار کا رسالہ تھا چھ مہینہ تک
انکی خدمت میں رہے وہاں سے واپس ہوئے تو پھر اسی گانو میں ٹھہرنے کا اتفاق
ہوا دیکھا کہ تکیہ اجاڑ پڑا ہے اس لڑکے کا پتا نہیں گاؤں میں جاکر اس کے باپ سے ملے
اس نے بیان کیا کہ اس لڑکے نے رمضان شریف سے ایک مہینے پہلے کھانا پینا بالکل چھوڑ
دیا تھا اور دو مہینہ کا ایک روزہ رکھا عید کی صبح کو میں نے کہا کہ میاں آج تو نہا دھو کر
کپڑے بدل لو اور عیدگاہ میں چلکر نماز پڑھو کہا کہ بہت اچھا ہم سب کنبے کے آدمی جمع ہو کر
عیدگاہ کو چلے وہ لڑکا آگے آگے ہو لیا تھوڑی دور چلکر اس نے رخ بدلا اور جنگل کا رستہ لیا
اس وقت کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اس سے کہے کہ ادھر نہیں ادھر چلو آخر سب آدمی تنگ ہو کر
عیدگاہ کو چلے گئے میں تنہا اس کے پیچھے رہ گیا دل نے گوارا نہ کیا کہ اس کو چھوڑ کر چلا آؤں
چلتے چلتے ایک ایسے بیابان لق و دق میں گذرا جو پہلے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا تھا اور عجیب تماشا
یہ نظر آیا کہ ہر قسم کے صحرائی جانور سامنے آتے اور اس کو سلام کر کے چلے جاتے پہر بھر کے بعد
ایک بہت بڑا درخت بڑ کا ملا اس کے نیچے میرا لڑکا بیٹھ گیا میں بھی ایکطرف بیٹھ گیا کچھ عرصہ کے بعد
ایک پیر مرد سفید ریش بزرگ صورت کچھ کباب اور مٹھائی اور ایک پیالہ دودھ میرے واسطے لائے میں

کھا چکا تو رخصت ہوگئے جب پندرہ دن اسی وتیرہ سے گذرے تو میں نے اس بزرگ سے کہا کہ حضرت اس لڑکے کو آپ کیوں نہیں کھلاتے فرمایا کہ ان کو ظاہری کھانیکا حکم نہیں طعام خاص سرکار سے ملتا ہے پندرہ دن تک میں نے یہی کیفیت دیکھی کہ وہ لڑکا بحر سکوت میں غوطہ لگائے بیٹھا ہے چرند درندے ہمارے گرد جمع ہیں مگر کوئی کسی سے بولتا نہیں آخر ناچار ہوکر میں نے کہا کہ بیٹا اب میں کیا کروں یہ بات سنکر وہ رویا اور بولا کہ بابا میں بھی مجبور ہوں مجھکو خدا تعالیٰ نے صرف اپنے کام کے لئے پیدا کیا ہے نہ کسی اور کام کے لئے تم بھی مجھکو خدا کے سپرد کرو اور اپنے گھر کو چلے جاؤ۔

برنگ آسیا سنگ ست حال جسم زار من
بدست دیگرے افتادہ ام ناچار میگردم

عنان اختیار خویشتن دارم بدست او
برفتاری کہ خواہد برہماں رفتار میگردم

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
میبرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میں نے کہا کہ پھر گھر کیونکر پہونچوں راہ تو مجھے یاد نہیں کہا کہ اس پیر مرد سے تم پوچھ لینا جسکو وہ آئے تو راہ دریافت کی فرمایا کہ تم سیدھے اسطرف کو چلے جاؤ گھر پہونچ جاؤگے اگر کوئی درندہ ملے تو اس سے کہدینا کہ میں بھیکو کا باپ ہوں اسکے بعد میں چل پڑا جو جانور راہ میں ملتا میں بیٹے کی ہدایت کے موافق کہدیتا کہ میں بھیکو کا باپ ہوں سلام کرکے جانور چلا جاتا شب کو جہاں ٹھہرتا جانور میرے گرد پہرہ دیتے اور ہر روز وہی پیر مرد مجھکو کھانا پہنچانے آتے اسی طور سے چلتے چلتے چار مہینہ بعد گھر آنا ہوا اب مجھکو رونے کے سوا کچھ کام نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مقام کوٹ پوتلی پہنچکر سنا کہ یہاں ایک بہت بڑے بزرگ مجذوب ہیں میاں کلن شاہ ہمنے بھی انکے پاس بستر جا لگایا ان دنوں ایک راجہ صاحب نے انکے واسطے ایک بنگلہ بھونرے کا نہایت عمدہ طیار کرایا تھا انمیں جاکر بیٹھے تو خادموں سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت آپکا ہے ایک مشعل بناکر اسمیں آگ لگادی جل کر خاکستر ہوگیا راجہ نے دوبارہ طیار کرادیا پھر وہی سوال کیا اور پہلے سے آگ لگادی پھر آئی صبح فقیر کی یا تھوڑا عرصہ نگ [illegible] تیسری دفعہ طیار ہوا تو ہمنے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ تم یہ الفاظ مت کہو بلکہ یوں کہو کہ سرکاری مکان ہے اسیطرح خادموں نے اسنے کہا تو بیٹھ گئے اور اسکے اندر رہنے لگے چند روز کے بعد کنور صاحب

یعنی راجہ کا لڑکا اُنکی زیارت کو آیا کچھ اشرفیاں کچھ قیمتی تھان اور مٹھائی وغیرہ لایا اُسکی صورت دیکھتے ہی شاہ صاحب بھاگے ہم سب اُنکے پیچھے ہوئے کہ پکڑ لائیں ایک خادم چلکر بولا کہ ارے تجھے خدا کی مار نہ آپ کھائے نہ ہمیں کھانے دے یہ بات سنکر دوسرا بولا کہ خدا کی مار اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ بدن میں لنگوٹی نہیں سر پر ٹوپی نہیں دوپہر دھوپ میں گرم ریتا اور کیا خدا لاٹھی لیکر مارنے آیا کرتا ہے بڑی مشکل سے اُنکو پکڑا ایک خادم کو ہمنے آگے دوڑا دیا کہ کنور صاحب کو کہیں چھپا دو ورنہ صورت دیکھ کر پھر بھاگیں گے ہمنے شاہ صاحب سے کہا کہ پہلے حقہ تو پی لیجئے بولے ہاں خوب یاد دلایا چلو غرض بہلا پھسلا کر بنگلے کے اندر لائے چار آدمیوں نے مل کر خوب مضبوط پکڑ لیا پھر کنور صاحب کو بلایا دیکھتے ہی گھبرائے ہمنے پکڑ لیا پھر اُنھوں نے بہت زور کیا کہ بھاگ جائیں لیکن ہمنے نہ چھوڑا اور زبردستی میاں صاحب کا ہاتھ پکڑ اُنکے سر پر رکھدیا اور خادم بولے کہ مرادیں پوری پوری کنور صاحب خوش ہوکر چلے گئے اور وہ نذر خادموں نے لے لیا اُس کے بعد میاں صاحب کو چھوڑ دیا کہ اب جہاں آپکا جی چاہے تشریف لیجائیے پھر نہ بھاگے چپکے بیٹھے رہے حجامت کیوقت بھی انکی عجب کیفیت ہوتی دو انگشت حجامت جو ہمنے بنائی ہے اور اُٹھ کر بھاگ گئے غرض آٹھ دن میں دو دو چار چار انگشت کرکے پوری ہوتی تھی ایکدن ہمنے اُنسے دریافت کیا کہ حضرت آپکا نام کیا ہے فرمایا اُنکو کمہار ہمنے پوچھا تو ہم کہاں کے پھر عمر پوچھی تو کہا پونے دو برس بلکہ کچھ کم ایک بات تو ہم اسیوقت سمجھ گئے تھے کہ گور سے مراد مسجد ہے دوسری بات پونے دو برس بعد کھلی یعنی جب انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہمنے عمر گذشتہ پوچھی تھی انھوں نے باقیماندہ بتلائی مگر تیسری بات آجتک نہیں کھلی کہ اُنکو کمہار سے کیا مراد تھی ایک دن ہم نے حضرت سے دریافت کیا کہ ہمارے لئے کیا کہتے ہو جواب دیا کہ بروسہ لگایا کرو ہم نے پوچھا کہ لگیں گے بھی یا نہیں فرمایا ہاں خوب لگیں گے سو اب معلوم ہوا کہ اُس سے مراد یہی پیری مُریدی تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم کرت پوتلی سے چلے تو راستہ میں ایک مندر ملا وہاں ایک سادھو نہایت دلاویز الحان سے بھجن گا رہا تھا ہم بھی اُس کے پاس جا بیٹھے بھجن سنتے رہے پھر اُن سے باتیں ہونے لگیں یہاں تک کہ نماز کا وقت آیا ہمنے

مصلے بچھاکر نماز پڑھ لی بعد نماز وہ سادھو جی مخاطب ہوئے کہ میانصاحب آپ کی طبیعت میں تو بڑی آزادی معلوم ہوتی ہے پھر یہ علت کیوں لگا رکھی ہے ہمنے کہا کہ باباجی علت سے تو نہ تم خالی نہ ہم خالی تمکو اس پتھر کے پوجنے کی علت لگی ہوئی ہے ہمکو نماز کی تم گھنٹا بجاتے ہو ہم تسبیح ہلاتے ہیں۔

رسائی نیست تا سر منزل او کفر و ایمان را — کہ دیر و کعبہ سنگ رہ بود گبر و مسلمان را

دلا مائل نہ ہو دیر و حرم کا — یہاں دونوں جگہ پتھر پڑے ہیں

بس بے قید ہے تو خدا کی ذات ورنہ سب اپنی اپنی قید میں مبتلا ہیں۔ شعر

مے خوارہ بے خوش ست و خون خوارہ بخون — کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۵

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ اثنا سفر میں ایک جگہ ایک شخص سے ملاقات ہوئی اُس کا حال دریافت کیا تو کہنے لگا کہ میں حضرت موسی علیہ السلام کے مزار کا جاروب کش ہوں چھ مہینے میں ایک ہفتہ کی رخصت ملتی ہے ہفتہ بھر گھر میں گذار کر آٹھویں دن حضرت کے آستانہ پر پہونچ جاتا ہوں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عرصہ بیس برس کا ہوا کہ اپنے گھر سے باراده زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً روانہ ہوا جا بجا کی زیارت کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار متبرکہ پر پہونچا دل مانوس ہوگیا وہاں کے جنگل کی فضا خوش معلوم ہوئی جاروب کشی اختیار کی سات آٹھ برس کے بعد ایک فقیر میرے وطن کا وہاں آنکلا اور پیام دیا کہ تمہاری بیوی نے کہدیا تھا کہ اگر کہیں ملجائے تو کہدینا کہ تمہارے بچوں کی شادی کا وقت آگیا اور خرچ کو کوڑی نہیں جسطرح ہوسکے آجاؤ اُسوقت سے مجھ کو فکر لاحق ہوا کہ میرے پاس زادِ راہ نہیں اور سفر دور دراز جاؤں توکسطرح جاؤں اسی خیال میں سوگیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ فلان مقام پر پتھر تلے پانسو ریال رکھے ہیں ان کو لو اور گھر چلے جاؤ لیکن بچوں کی شادی کرکے جلد واپس چلے آنا ہم تمہارے منتظر رہیں گے جب بیدار ہوا تو اس خواب کو صرف خیال سمجھا دوسرے دن پھر یہی معاملہ دیکھا اور ارشاد ہوا کہ اس مقام پر جا اور دیکھ تو سہی جھوٹ ہے یا سچ ہے جاکر دیکھا تو فی الحقیقت پانسو ریال پائے تیسری شب ارشاد ہوا کہ کل ضرور چلے جاؤ اور جلد واپس آؤ میں وہاں سے چلکر مدینہ منورہ میں آیا

وہاں کچھ مدّت قیام کا ارادہ کیا خواب میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ یہاں سے جلد چلے جاؤ کیونکہ حضرت موسیٰ تمہارے منتظر ہیں وہاں سے روانہ ہوا گھر پہنچا شادی اطفال سے فراغت پائی پھر واپس آنے کو جی نہیں چاہتا تھا ایک رات دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کیا تو نہیں آتا میں نے عرض کیا کہ پیدل چلنا تو دشوار و ناگوار معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اچھا۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ حضرت کے آستانہ پر موجود ہوں اُس روز سے میرا یہ حال ہے کہ چھ مہینے کے بعد عرض کر کے سو رہتا ہوں اور صبح کو اپنے گھر بیدار ہوتا ہوں آٹھویں روز جس طرح سے کہ آیا تھا پھر پہونچ جاتا ہوں میرے حال پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نہایت مہربانی ہے جب چاہتا ہوں گفتگو کر لیتا ہوں ایک روز میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مجھکو کچھ تعلیم فرمائیے ارشاد ہوا کہ تو متحمل نہوگا مگر بعد انتقال کے تمکو کچھ دیں گے اب میں اپنے گھر آیا ہوں چار دن تو گذر چکے تین اور باقی ہیں پھر اُسی آستانہ پر جاؤں گا نہایت خوشی میں زندگی بسر ہوتی ہے اگر کچھ خرچ درکار ہوتا ہے تو حضرت سے عرض کر دیتا ہوں دوسرے دن ملجاتا ہے غرض جا بجا سیر کرتے ہوئے ہم بابری میں پہونچے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب میر اعظم علیشاہ صاحب کا انتقال ہو گیا تو نہایت رنج و غم ہوا ولیکن وحشت پیدا ہوئی بابری سے چل نکلے اور سیر و سیاحت اختیار کی اول قادر گنج میں میان رمتا شاہ صاحب کے پاس پہنچے گنگا کے کنارے جھونپڑی میں رہتے تھے خادموں سے معلوم ہوا کہ میانصاحب اُپلے چننے گئے ہیں ہمنے بھی بوجھ کا رستہ لیا اور دور سے دیکھا کہ اُپلے چن رہے ہیں ہم بھی ایک جھولی بنا کر اُپلے چنتے اُن کے پاس جا پہنچے اور سلام کیا ؎

اس ہوا طلب دنیا کا ہوں نے دیر ہے		یار جس سے خوش رہے مجھکو وہ آئین چاہیئے

شاہ صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ خوب ہوا تم آگئے ہم بھی منتظر تھے کیونکہ اب ہماری رحلت قریب ہے پھر ہم دونو اپنا اپنا بوجھ لیکر جھونپڑی میں گئے چند روز اُنکے پاس رہے ایک روز شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں دلی والے سید ایک گھڑا لیجاؤ اور عین گنگا کی دھار میں سے بھر لاؤ

ہمنے فکر کیا کہ آدھی رات ادھر آدھی رات اُدھر جنگل کا مقام برسات کا موسم دریا چڑھا ہوا ہے ایسے نازک وقت میں یہ کیا ارشاد ہوا خیر چار و ناچار ہم گھڑا لیکر چلے کنارے پر پہنچے دیکھا کہ دریا چڑھاؤ پر ہے اور نہایت زور و شور سے موجیں مار رہا ہے پہلے تو اندیشہ ہوا پھر ہمنے خدا کا نام لیکر قدم بڑھایا ع دل افگندیم بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا ؁ اسوقت عجب تماشا دیکھا کہ یا تو وہ طغیانی اور جوش و خروش تھا یا اتنا بھی پانی نہ تھا کہ گھڑا ڈبو کر بھر لیں یہانتک کہ بانجھد پار کو ڈھونڈھتے ہوئے ہم دوسرے کنارہ پر جا نکلے طرفہ یہ ہے کہ وہاں خود میاں رتنا شاہ بھی کھڑے تھے بولے کہ میاں دلی والے سید ابھی گھڑا بھرا نہیں ہم نے عرض کیا کہ حضرت آپنے تو بیچ دھار کا حکم دیا تھا سو دھار کا کہیں پتا نہیں بلکہ گھڑا ابھی نہیں ڈوبتا فرمایا کہ خیر ہاتھوں سے بھر لو یہ کہکر خود بھی بھرنے لگے جب گھڑا بھر گیا تو ہمنے اُٹھا کندھے پر رکھا دونوں باتیں کرتے ہوئے ساتھ ساتھ چلے مکان قریب آیا تو شاہ صاحب نے کہا کہ ہم پیشاب کرلیں تم آگے چلو ہم جھونپڑیوں کے پاس پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خود بدولت اندر بیٹھے ہوئے بالکوں سے کہتے ہیں کہ دلی والے سید نے بڑی دیر لگائی جاؤ دیکھو تو کہاں ہیں کہیں راہ بھول کر اور طرف نہ چلے گئے ہوں ہم یا ہی پہنچے تھے کہ بالکے نے کہا صاحب وہ آئے ہمکو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا تماشا ہے خیر گھڑا رکھدیا اور بالکے سے پوچھا کہ بھلا شاہ جی اس وقت باہر بھی گئے تھے اُس نے کہا کہ جس وقت سے آپ گھڑا لیکر گئے ہیں یہیں اندر بیٹھے ہوئے ہیں آپکی صفت و ثنا بیان کر رہے ہیں باہر تو نکلے بھی نہیں خیر ہم چپ ہو رہے جب بالکے اُٹھ گئے تو خود ہی فرمانے لگے کہ ایسے شعبدے تو ہم تمکو بہت دکھلا دینگے لیکن یاد رہے کہ فقیری اس کو نہیں کہتے یہ تو ایک بھان متی کا سانگ ہے الحاصل ہمکو نہایت خوشی کے ساتھ رخصت کیا اور کہا کہ اب ہماری عمر میں صرف دس دن باقی ہیں تم جاؤ اور بھی دو شخص تمہاری منتظر ہیں ایک تو چراغ علیشاہ سنبھل[1] میں دوسرے واجد علیشاہ زبید[2] میں اب کمر باندھو میاں چراغ علی سے جاکر ملو پھر حج کو جاؤ اچھا رخصت خدا کے سپرد اسوقت تک ہمارا ارادہ حج کا نہ تھا کیونکہ فرض تو تھا نہیں مگر اُن کے فرمانے سے عزم مصمم ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم قادر گنج سے چل کر سنبھل میں پہنچے میاں چراغ علی شاہ

[1] ایک قصبہ ہے ضلع بریلی میں ۱۲

[2] ایک مقام ہے ملک عرب علاقہ یمن میں یہاں حضرت خواجہ اویس قرنی کا مزار ہے ۱۲

صاحب سے ملاقات ہوئی بہت خاطر و تواضع سے پیش آئے اپنے پاس ہی ٹھہرایا فرمایا کہ
بھائی ہمکو تمہارا بڑا انتظار تھا اچھا ہوا کہ آگئے ایک دن کا ذکر ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت گرمی کے
مارے تین چار ان کے تکیہ میں سایہ اور پانی دیکھکر آگئے شاہ صاحب نے تین دفعہ ان سے پوچھا
بھائی تم آگئے وہ بولے حضور ہم آگئے تھوڑی دیر بعد جب کہ چار ستالے اور چلنے لگے تو آپ نے فرمایا
کہ اب کہاں جاتے ہو یہاں سے جانے نپاؤگے یہ قدغن ہے کہ اس کوچہ میں کوئی آنے
نپائے پر اگر بیخبر آجائے تو پھر جانے نپائے۔ یہ فرما کر انکی طرف ایک نگاہ کی وہ غائب ہوگئے
پھر ان کا پتا نہ ملا تین مہینے کے بعد ہم وہاں سے میرٹھ پہونچے لالہ بانکے رائے کے مکان پر
اترے چندے قیام کرکے ارادہ حج کا مصمم ہوا جب چلنے لگے تو لالہ بانکے رائے صاحب نے
دس بارہ جوڑے کپڑوں کے اور پچاس روپیہ نقد نذر کیے ہم نے اس نقد اور جنس میں سے
صرف پانچ روپیہ اٹھالئے اور ان میں سے بھی شہر سے باہر نکلتے نکلتے ہمارے پاس فقط
پانچ ٹکے رہ گئے مولوی نیاز علی صاحب اور بہت لوگ شہر سے باہر دور تک پہنچانے کو آئے
غرض ان سے رخصت ہوکر دوسرے روز دہلی میں آگئے میاں فدا حسین شاہ صاحب کی خدمت
میں رہے اور ارادہ سفر حج کا ظاہر کیا آپنے فرمایا کہ اللہ تعالے مبارک کرے جب مدینہ منورہ
میں پہنچو تو اس خاکسار کیطرف سے حضرت رسول اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بعد آداب
و نیاز کے یہ رباعی عرض کردینا میں نے عرض کیا کہ حضرت یاد رہی تو عرض کردونگا
فرمایا کہ اچھا جب ہم مدینہ منورہ میں پہونچے تو یہ بات بالکل یاد نہ تھی خواب میں دیکھا
کہ شاہ **فدا حسین** صاحب فرماتے ہیں کہ اب وہ رباعی عرض کردو آنکھ کھلی تو ہم
اسی دم روضۂ مبارک پر گئے اور پیام پہنچا دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم ریواڑی کو جاتے تھے اثناء راہ میں ایک پنڈت جی ملگئے
وہ بھی کسی گانو کو جاتے تھے جو وہاں سے کوس دو ایک تھا دونوں ہمراہ ہوکر چلے پنڈت جی نے کہا
کہ لاؤ تمہارا ہاتھ دیکھوں پہلے تو ہمنے اپنا ہاتھ ان کو دکھایا پھر ہم نے ان کا ہاتھ دیکھا اور ہم نے
کہا کہ تم کسی پر عاشق ہو اتنی بات سنکر وہ تو ہمارے سر ہوگئے کہ میاں صاحب جب پتا پایا تو اسکا
علاج بھی ضرور چاہیئے ہمنے کہا کہ خیر ایک شاخ درخت لاؤ وہ لایا کچھ پڑھکر اس پر دم کیا اور کہدیا

کہ اب تم تنہا توڑ بھاگے چلے جاؤ اور معشوق کے صحن خانہ میں اس لکڑی کو ڈالدو پھر دیکھنا کہ کیسی تمہاری حلقہ بگوش ہو جاتی ہے مگر یہ شرط ہے کہ اثناء راہ میں اگر گوز آئے تو اس شاخ کو الگ رکھدینا ورنہ اثر جاتا رہیگا اس بیچارہ نے ہمارے کہنے کے موافق عمل کیا مگر قسمت سے مجبور تھا جب گانو کے پاس پہنچا ٹھوکر کھا کر ایسا منہ کے بل گرا کہ بے اختیار گوز نکل گیا وہ پھر دوڑا ہوا ہمارے پاس آیا اور نہایت منت وزاری کی ہمنے پھر وہ شاخ پڑھ کر دیدی غرض تین چار دفعہ یہی معاملہ پیش آیا کہ گانو کے پاس پہونچا اور بادشکم کو بھوکا آیا ؎ قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند ۔ دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا۔ آخر ہم تو چلتے چلتے آگے نکل گئے نہیں معلوم اُس پر کیا گذری۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب ہم بارادہ حج چلے تو الور کے رستہ میں ایک ہندو فقیر چار چیلوں سمیت ہمارے ہم طریق ہو گئے کہنے لگے کہ رات کو ہمارے ساتھ ٹھہرنا چنانچہ ہم سب ایک دھرم شالہ میں جا اُترے اُنہوں نے چیلوں سے پوچھا کیا کھاؤ گے سب نے اپنی اپنی رغبت کے موافق کہدیا وہی کھانا موجود ہو گیا پھر ہمسے پوچھا ہمنے کہا صاحب جو آپ کھائیں کہا کہ میں تو مونگ کی دال اور چپاتی کھایا کرتا ہوں غرض جب اُنکا کھانا طیار ہوا تو ہمنے بھی وہی کھایا بات چیت شروع ہوئی تو ایک اُنس پیدا ہو گیا کچھ توجہ کا ذکر آیا ہم نے استدعا کی کہنے لگے کہ تین روز ہمارے پاس رہو چوتھے روز توجہ دیں گے خیر ہم ٹھہر گئے اُنھوں نے تین روز تک ہمکو برت رکھوایا پھر توجہ دی واقع میں بڑے زبردست آدمی تھے ہم بہت لوگوں سے ملے اور توجہ لی مگر یہ تاثیر کسی کی توجہ میں نہ دیکھی اُن کی توجہ سے ہمارا قلب گلاب کے پھول کی طرح کھل گیا اور قائم ہو گیا تھا ایکدن انتقال روح کے باب میں گفتگو آئی کہا کہ ہاں ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو سکتی ہے کیا تم یہ تماشا دیکھو گے ہم نے کہا ضرور کہا اچھا ایک جانور مردہ لاؤ اگلے دن ہم ایک مردہ طوطا لائے رات کے وقت وہ دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور طوطے کو سامنے رکھ لیا چراغ گل کر دیا اُسکی لیکر دم کھینچا کھٹ سے ایک آواز آئی اور بجلی سی چمکی طوطے میں جان آگئی ہمنے اُسکو پکڑ لیا اور باتیں کرنی شروع کیں وہ بول تو نہ سکتا تھا مگر اشاروں سے باتیں کرتا تھا پھر ہمنے کہا کہ اچھا اب اپنے جسم میں آجائیے تماشا

دیکھ لیا غرض وہ بدستور سابق اُسی چمک دمک سے اپنے جسم میں آگئے ہمنے کہا کہ یہ بات
ہمکو بھی سکھا دیجئے کہا کہ اچھا پندرہ دنمیں سکھلا دیں گے مگر روٹی کی ممانعت کر دی
اور دودھ چاول کھانے کی اجازت دی اور کپالی چڑھانی بتائی یہ دو قسم کی ہوتی ہے
ایک تو چتین تاڑی جسمیں حبس دم کرتے ہیں مگر ہوش وحواس قائم رہتے ہیں
دوسرے جڑ تاڑی جسمیں حبس دم کے بعد ہوش وحواس بھی نہیں۔ پتے اس سے
پہلے ناتی دھوتی اور نجل کریا کرائی غرض پندرہ دن میں اپنا قول پورا کردیا ہم نے
چند روز کرکے یہ عمل چھوڑ دیا کیونکہ ایک بکھیڑا تھا چونکہ کپالی چڑھانا ہم کو لڑکپن
سے یاد تھا اسواسطے پندرہ دن میں یہ عمل پورا ہوگیا

ایک وزارشاد ہوا کہ جب ہم جودھ پور کے علاقہ میں پہنچے تو ایک ہندو فقیر دیکھا
جو بارہ برس تک راتدن کھڑا رہا تھا اُسکے پاؤں بھی ورم کر گئے تھے بارہ برس کے
بعد بیٹھنا چاہا تو بیٹھا نہ گیا چھ مہینے تک ٹانگوں کی مالش کرائی تب رگ پٹھے کھلے ایک
مدت کے بعد وہ فقیر پھر ملا بھیک مانگتا ہوا جھولی گلے میں ہمکو دیکھ کر رونے لگا ہمنے پوچھا کہ تم
روتے کیوں۔ بولا کیا کہوں ایک عورت کرلی ہے جب وہ حال تھا اب یہ صورت ہوگئی پھر
اپنے گھر لے گیا دیکھا تو ایک کھترانی موجود ہے وہ بھی رونے لگی ہمنے کہا کہ تم دونوں کیوں
غم ورنج کرتے ہو جہاں سے وہ حالت تھی وہیں سے یہ حالت ہے اس نے کیا بنا اور اسکے
کیا بگڑا **سے** وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ ؛ ان نینن کا یہی پریکھ ؛ نہ من سر حکمت بدرے
برم ؛ کہ حکمت چنین میرود برسرم ؛ ابتدا میں اس شخص کا یہ حال تھا کہ تمام امیر و غریب
اس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور راجہ تو غلام تھا جسوقت یہ شخص بارہ برس کے
بعد بیٹھا تھا تو راجہ نے ہزار ہا فقرا کو جمع کرکے اس خوشی میں بہت کچھ دان کیا تھا اور
چند روز تک برابر جشن قائم رکھا تھا بعد میں ایک عورت کے ساتھ شادی کرنے سے
راجہ کا سب اعتقاد جاتا رہا شہر بدر کرادیا دنیادار کا اعتقاد ایسا ہی ہوتا ہے۔

ایک وزارشاد ہوا کہ حج اول کے سفر میں بھوپال جانے کا اتفاق ہوا وہاں سنا کہ سید عالم
صاحب بڑے کامل فقیر ہیں اُنسے بھی ملے اُنہوں نے تعلیم کا دعویٰ کیا مگر کچھ اسکا ظہور نہ دیکھا گیا ہم سے

اور سید وزیر علی صاحب سے پہلے پہل ان کے مکان پر ملاقات ہوئی تھی چند روز تال بھوپال کے کنارے ایک پہاڑی پر رہے ایکدن سکندر بیگم والیۂ بھوپال یہ سنکر کہ کوئی فقیر نواح شہر میں وارد ہے ملاقات کو آئیں چند خواص و اراکین بھی ہمرکاب تھے خود گھوڑے پر سوار ہمارے قریب آکر یہ شعر پڑھا ؎ کیوں شہر چھوڑ عابد غار جبل میں بیٹھا ٭ جسکو تو ڈھونڈھتا ہے تیری بغل میں بیٹھا ٭ اور فرمایا کہ شاید آپکا ارادہ بیت اللہ کا ہے ہمنے کہا کہ ہاں ہے تو بھی اتنے میں دفعۃً بیگم صاحبہ جو انکی وزیر تھیں یوں گویا ہوئیں ؎ عابد و معبود دونوں پاس ہیں غافل تیرے کیوں کرے پھر تو ارادہ طوف بیت اللہ کا ٭ ہم نے دیکھا کہ یہ تو سر پر چڑھی جاتی ہیں اب سکوت مصلحت نہیں ناچار تیغ زبان کو خاموشی کے نیام سے کھینچکر ایک ضرب اس شعر کی لگائی ؎ بدم گفتی وخرسندم عفاک اللہ نکو گفتی ٭ جواب تلخ میزیبد لب لعل شکر خارا ٭ یہ سنکر بیگم صاحبہ بولیں کہ یہ تو شہری معلوم ہوتے ہیں مگر چھوٹ گئے ہیں ہمنے کہا کہ آپسے ۔ بیگم صاحبہ لوٹ گئیں اور گھوڑے سے اتر پڑیں اور کہا کہ ہمارا قصور معاف ہو معلوم ہوا کہ آپ سب طرح درست اور پورے ہیں ہمنے کہا کہ آپ آزمائش و پیمائش کرلیں اگر کمی و بیشی ہو تو قصور از من است پھر تو پھڑک گئیں اور کہنے لگیں کہ میانصاحب کیا یہاں بولنا بھی خطا ہے ہم نے کہا اس میں شک کیا ہے آپنے نہیں سنا مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَا ؎ دو چیز تیرۂ عقل است دم فروبستن ٭ بوقت گفتن وگفتن بوقت خاموشی ٭ یہاں سب طرح کا سامان موجود ہے دیکھ لو دیکھا لو پرکھ لو پرکھا لو سود النقد ہے اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو بیگم صاحبہ بولیں بیشک میانصاحب ہمارا زبان کھولنا غضب ہوا اب ہماری تمہاری صلح ہے ہم نے کہا بہت اچھا ؎ اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ ٭ وگر جنگ جوئی ندارم درنگ ٭ غرض عذر تقصیر کے بعد نذر پیش کی اور کہا کہ آپ شہر میں تشریف لے چلیں تو ہم کو ہر وقت آپکی زیارت نصیب ہو اور آپکو ہر طرح کا آرام ملے ہمنے کہا کہ بیگم صاحبہ ہکو تو یہی بڑا آرام ہے کہ آپ اپنا رام نہ بنائیں اور یہیں آرام کرنے دیں مسکرا کر چپ ہوگئیں اور رخصت ہوئیں اس کے بعد وزیر علیصاحب نے اکسیر سے خرچ تیار کیا دو ہندو فقیر جو وہاں رہتے تھے یہ بات دیکھکر ساتھ ہوگئے ہمنے سید وزیر علی سے کہا کہ تم نے یہ کیا کام کیا کہیں گرفتار تو نہیں کراؤگے اس سارے بکھیڑے کو ہمنے تالاب میں ڈلوا دیا

ہندو سر پیٹنے لگے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہمارے ایک دوست تھے عبدالصمد خاں بھوپال میں اُنسے بھی ملاقات ہوئی اُنہوں نے دو حکایتیں عجیب و غریب بیان کیں **حکایت اوّل** یہ کہ میں ایک مولوی صاحب سے پڑھا کرتا تھا قضارا اُنکا انتقال ہوگیا سخت رنج و الم ہوا کہ ایسے اُستاد شفیق اب کہاں ملینگے جب انکو غسل دیا کفن پہنایا تو میں خوشبو لینے اُنکے حجرہ میں آیا دیکھتا کیا ہوں کہ مولوی صاحب اندر موجود ہیں میں نے متعجب ہوکر پوچھا کہ حضرت جنازہ تو باہر رکھا ہے اور آپ یہاں فرمایا کہ میاں تمہارا غم و اندوہ گوارا نہوا اب خاطر جمع رکھو انشاءاللہ ہر روز ملاقات ہوا کریگی مگر افشاے راز نکرنا چلو اب جنازہ کی نماز پڑھو مگر ہم اور لوگوں کی نظر سے غائب ہیں گے چنانچہ جبتک دفن کیا وہ ہمارے ساتھ رہے قبرستان سے پھرے تب بھی ہمراہ تھے میں نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب آپ تو یہاں ہیں بھلا قبر میں منکر نکیر کو جواب کون دیگا فرمایا کہ میاں یہ بات نہ پوچھو کچھ اور گفتگو کرو دو گھڑی بعد سلام علیک کرکے تشریف لیگئے من بعد ہر روز صبح کے وقت قدم رنجہ فرماتے رہے چند روز اسی طرح گذرے ایک رات مینے حجرہ کی موری میں پیشاب کردیا صبح کو مولوی صاحب ناک چڑھائے آئے اور کہا کہ آج تمہارے حجرہ میں بدبو ہے شاید تم نے یہیں پیشاب کیا ہے مینے عرض کیا کہ فی الواقع یہ قصور مجھسے ہوا ہے اسوقت فرمایا کہ میاں تم اور عالم میں ہم اور عالم میں بھلا ہماری تمہاری ملاقات کیا بھائی اب ہم نہیں آئیں گے ہرچند میں نے عذر و معذرت کی لیکن پھر کبھی نہیں آئے۔ **حکایت دوم** یہ بیان کی کہ ایک دفعہ میں اور میرا بھائی دونوں ملک دکن کے اندر ایک راجہ کے سواروں میں بھرتی ہو گئے چند روز کے بعد وہ راجہ تو مرگیا اُس کے دو بیٹوں نے ریاست و سپاہ باہم تقسیم کرلی اتفاق سے دونوں رئیسوں میں مجادلہ و مقاتلہ واقع ہوا ہم دونوں بھائی بھی لڑائی میں سخت زخمی ہوئے رات کو میدان جنگ میں پڑے تھے اور کوئی ہمارے حال کا پُرسان نہ تھا آدھی رات کے وقت پیاس کا از حد غلبہ ہوا دیکھتا کیا ہوں کہ ایک برہمن قشقہ لگائے کمنڈل ہاتھ میں اور دس پندرہ آدمی ساتھ کورے گھڑے سر پر دھرے زخمیوں کو پانی پلاتے چلے آتے ہیں مجھکو ہندوؤں کے کھانے پینے سے ہمیشہ پرہیز رہا اسلئے انکار کردیا مصرحی چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر آئے کہ خاں صاحب کیوں

پیاسے مرتے ہوئی بھی لو میں نے کہا پہلے کبھی ہندو کے ہاتھ سے پانی نہیں پیا تو اب مرتے
وقت کیا پئیں بولے کہ خانصاحب تم بڑے ضدی ہو کیا اسی کا نام مسلمانی ہے لو پانی پیو میں تمہارے
بھائی کو بھی پلا آیا ہوں ابھی تمہاری عمر بہت ہے یہ سُن کر میرے کان کھڑے ہوئے کہ یہ میرے بھائی
سے کیا واقف اور عمر کی اس کو کیا خبر میںنے کہا کہ صاحب خیر پانی تو پی لونگا لیکن یہ تو بتائیے کہ
آپ ہیں کون فرمایا کہ میں خضر ہوں اور یہ لوگ جنکے سر پر پانی کے گھڑے ہیں ابدال ہیں
ہمکو حکم ہوا ہے کہ ابھی ان زخمیوں کی عمر زیادہ ہے انہیں پانی پلاؤ میں نے کہا کہ حضرت آپنے
یہ بھیس کیوں بدلا ہے بولے میاں چپ رہو مہاراج کہو مہاراج بہت سے ہندو اس میدان
میں پڑے ہیں جن کو مسلمانوں کے پانی سے انکار ہے میں نے کہا کہ اگر آپ دوسری ملاقات
کا وعدہ کریں تو پانی پیتا ہوں فرمایا اچھا لیکن تم پہچانوگے نہیں خیر میںنے پانی پیا کچھ قوت
آئی وہاں سے اُٹھکر مکان پر آیا پھر نوکری چھوڑ چھاڑ کے اپنے وطن کی راہ لی یہاں آنکر
مسجد کی امامت اختیار کی اور لڑکے پڑھانے لگا کوئی پندرہ برس کے بعد ایک روز ایک
سپاہی شکستہ حال جسکی تلوار کا میان بھی ٹوٹا پھوٹا سا تھا مسجد میں آیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ میں نے
جوابدیا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ آپ کیسے تشریف لائے کہا بہت دنوں سے تمہاری ملاقات کو جی چاہتا
تھا آج سرکاری کام ادھر کا نکل آیا ہمنے کہا کہ چلو خانصاحب سے بھی ملتے چلیں میں نے سوچا کہ ہماری
انکی ملاقات تو ہے نہیں شاید روٹی کے لئے یہ باتیں بناتا ہے ہم نے روٹی منگا کر انکو کھلادی
جب کھاپی کر چلنے لگے تو فرمایا کہ لو خانصاحب ہم جاتے ہیں پندرہ سولہ برس ہوئے کہ تم سے
ملاقات ہوئی تھی اور ہمنے اقرار کیا تھا کہ ایک دفعہ پھر ملیں گے لو ہمنے اپنا اقرار پورا کیا کل کو یہ نہ کہنا کہ ہمنے
وعدہ خلافی کی ہم روٹی کھانے نہیں آئے تھے فقط تمہاری ملاقات مقصود تھی میں اس
فکر میں تھا کہ یہ کیا کہتے ہیں اتنے میں وہ سلام علیک کر مسجد کے دروازہ سے باہر نکل گئے
اُسوقت مجھے یاد آیا کہ اوہو یہ تو خضر تھے میں دوڑا اور ہر گلی کوچہ میں دریافت کیا کہ کسی
نے اس شکل و صورت کا آدمی دیکھا ہے مگر کچھ پتا نہ لگا ناچار کف افسوس مل کر رہ گیا۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ بمقام بھوپال ایک ہندو فقیر تھے باباسیتل داس ہمنے سنا کہ وہ توجہ دیا
کرتے ہیں ہم بھی اُنکے پاس گئے اور درخواست کی کہا کہ تین دن تک فاقہ کرو نہ اَن کھاؤ نہ پانی پیو ہمنے

ایسا ہی کیا تیسرے دن باباجی نے توجہ کی تو تمام جسم مثل آئینہ ہوگیا اندرونی و بیرونی رگ و ریشہ
سب عیان تھی اور ایک شعلۂ نورانی زمین سے آسمان تک منور معلوم ہوتا تھا ہم نے عرض کیا
کہ باباجی ہم کو مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے معنی سمجھاؤ و اس توجہ سے تو یہ بات حاصل
ہوتی نہین ہم تو دیا جان چاہتے ہین نہ دید جسم و جہان غیر کو دیکھا تو کیا دیکھا اصل دیکھنا تو اپنا
ہی دیکھنا ہے ؎ دید تو معرفت باقی پوست ست ٭ دید آن باشد کہ دید دوست است ٭
کہا کہ یہ تو مشکل ہے ہمنے کہا کہ اگر یہ مشکل ہے تو ہمارا بھی سلام ہے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ مقام بھوپال مین قاری عبید اللہ عرف قاری لالا صاحب
سے ملاقات ہوئی ہمنے ان کو قرآن شریف سنانا شروع کیا فرمایا کہ آپ کے لئے تو سیدھا سادھا
پڑھ لینا کافی ہے قرأت کے جھگڑے مین مت پڑو اُنکے ارشاد سے ہمارا خیال بھی پلٹ گیا
ایک دن قاری صاحب سے ہمنے پوچھا کہ آپ کو کبھی کوئی قاری بھی ملا فرمانے لگے کہ ہان ایک
دفعہ مین دکھن کو جاتا تھا راہ مین ایک گانو کے اندر ٹھہرا اور حسب عادت پوچھا کہ یہاں کوئی
قاری بھی ہے لوگوں نے کہا کہ قاری تو ہم جانتے نہین مگر ایک اندھے حافظ یہان رہتے
ہین لڑکے پڑھایا کرتے ہیں جب ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ لڑکے باہر بیٹھے ہیں اور
حافظ جی حجرہ مین اندر ایک ایک لڑکا جاتا ہے اور سبق پڑھ کر چلا آتا ہے جو لڑکا اندر
جانے کو تھا مین نے اس کی معرفت اپنی اطلاع کرائی تو حافظ جی نے اندر بلا لیا مزاج پوچھا مین نے
کلام مجید کے سننے کا اشتیاق ظاہر کیا فرمایا کہ پہلے آپ پڑھین خیر مین نے ایک رکوع پڑھا
اور اندھے نے کان کھڑے کئے اور کہا کیا تم قاری لالا ہو مین نے کہا آپ نے کیونکر پہچانا انہنے
کہا کہ آج سارے ہندوستان مین اس شد و مد سے پڑھنے والا سوائے قاری لالا کے اور کوئی نہین ہے
اس کے بعد حافظ جی نے پڑھنا شروع کیا ہنوز آعوذ پڑھی تھی کہ ایک تن جو اُنکے پاس رکھا تھا اسکا لوٹ
ہلا اور رکوع شروع کرتے ہی وہ سرپوش گز بھر اونچا اِدھر جا ٹھیرا جب حافظ جی پڑھ چکے تو وہ بھی
اپنی جگہ پر آگیا مجھ کو بڑی حیرت ہوئی انہوں نے خاموشی کا سبب پوچھا تو مین نے یہ ماجرا بیان کیا
فرمایا کہ تمھیں قال مین ید طولی ہے مجھکو حال مین اور میں تمام کلام مجید کا عامل ہوں آج شام کو اور بھی
تماشا دکھاؤنگا غرض ظہر کے وقت مجھکو جنگل مین لیگئے وہان ایک کنوان تھا کہا کہ آؤ وضو کرکے نماز پڑھلین مین نے

کہا بہت اچھا میں رہٹ کھینچتا ہوں آپ وضو کریں کہا اسکی کچھ ضرورت نہیں تم سورۂ یٰس کنوے کے کنارے پر کھڑے ہوکر پڑھو میں نے پڑھنا شروع کیا اور پانی نے جوش مارا آخر بڑھتے بڑھتے کنارہ پر آگیا ہم نے وضو کرکے نماز پڑھی پھر سیر کرتے ہوئے دوسرے کنوے پر پہنچے حافظ جی بولے پیاس لگی ہے تم سورۂ الرحمٰن پڑھ کر انگلی پر دم کر دا اور تین بار رہٹ کی طرف اشارہ کرکے چکر دیدو میں نے ایسا ہی کیا رہٹ خود بخود چلنے لگا جب پانی پی کر چلدئے تو کھیت والا ہمارے پیچھے دوڑا آیا کہ حضرت یہ کیا کر چلے رہٹ تھمتا نہیں میرا کھیت ڈوبا جاتا ہے۔ حافظ جی نے کہا جاؤ اسی طرح سے پڑھ کر انگلی دم کرکے الٹے تین چکر دیدو اول تو میں نے زور کیا اور یوں ہی روکنا چاہا بھلا میری تو کیا ہستی تھی وہ ایسے زور سے چلتا تھا کہ ہاتھی سے بھی نہ رکتا آخر وہی عمل کیا فوراً بند ہوگیا حافظ جی نے وَالضُّحٰی سے والناس تک مجھ کو بھی اجازت دی تھی اور جو انھوں نے فرمایا تھا وقت امتحان وہی اثر پایا قاری صاحب نے ہم کو بھی ان تاثیرات کا مشاہدہ کرایا ارادہ تھا کہ بعد حج نابینا حافظ کے پاس جاکر رہیں مگر جب بیت اللہ شریف سے واپس آئے تو انکا انتقال ہوگیا تھا کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہمنے بھوپال سے آگے کا عزم کیا تو میاں وزیر علی نے پوچھا کہو کچھ خرچ بھی ہے بولے گیارہ ٹکے موجود ہیں ہم نے کہا خرچ تو بہت ہے اب کیا دیر ہے چلو آدھی رات کے وقت ہم دونوں چل نکلے جب اندور میں پہنچے تو کچھ پاس نہ تھا مجبوری سے ایک مسجد میں قیام کیا وہاں کا ملا نہایت نیکبخت آدمی تھا اس نے دس بارہ روز ٹھیرایا بوقت روانگی پانچ روپیہ پیش کئے ہم نے سید وزیر علی صاحب کی طرف اشارہ کیا اس نے انکار کیا ہم نے سمجھایا کہ میاں صاحب دعوت خدا کو کیوں رد کرتے ہو آپ بھیک نہیں مانگتے مزدوری اور تجارت نہیں کرتے اس فقیری جامہ میں تو اسی طور سے ملے گا بارے مان گئے اور روپیہ لے لئے وہاں سے روانہ ہوکر چاندور پہنچے اکیس دن رہنے کا اتفاق ہوا سید وزیر علی صاحب نے کمر ہمت باندھی اور کتابت وطبابت کے ذریعہ سے تو روپیہ جمع کئے تب وہاں سے آگے کو چلے ایک منزل میں سخت بارش ہوئی ہم دو کمبل تانکر بیٹھ گئے تاہم کپڑے بہت بھیگ گئے سردی نے غلبہ کیا سامنے ایک مردہ ہندو کا جل رہا تھا وہاں خوب آگ تاپی اور کپڑے سکھائے

لیکن کپڑون مین اس کی بدبو بس گئی دماغ پریشان ہونے لگا جب ذرا ابر کھلا تو ہمنے غسل کیا اور کپڑے دھوئے تب ذرا طبیعت صاف ہوئی غرض چلتے چلتے بمبئی مین پہنچے اور مولوی عبدالحلیم صاحب کی مسجد مین قیام کیا ملا مسجد سے تکرار ہوگئی تھی دوسری مسجد مین جا ٹھیرے لیکن مولوی صاحب موصوف نے یہ بات سن کر طلب کیا اور نہایت اخلاق سے پیش آئے اپنے پاس ٹھیرایا یہانتک کہ چند روز کے بعد اپنے گھر سے جا کر ہم کو کھانا کھلانے لگے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمبئی مین ہم اور وزیر علیصاحب حکیم عبداللہ شاہ کی ملاقات کو گئے وہان بہت سے فقیر ہر قسم کے جمع تھے ہم تو سفید پوش تھے کسی نے کچھ نہ کہا لیکن سید صاحب کا رنگین لباس تھا اُن سے گفتگو ہونے لگی ایک شخص نے پوچھا آپ کے پیر کون ہین۔ جواب دیا رونی کھا طریقہ جواب دیا غرض جو سوال کیا یہی جواب دیا۔ ایک شخص بولا بابا بزرگون نے روٹی ترک بھی تو کر دی ہے جیسے حضرت شیخ **فریدالدین** شکر گنج نے کیا تھا ہمنے چپکے سے کہدیا کہ بیل کی تو کوے کے باپ کا کیا۔ پدرم سلطان بود ترا چہ۔ یہ بات سُنکر وہ لوگ کہنے لگے ارے میان یہ تو کوئی وہابی سے معلوم ہوتے ہین۔ ایک بولا صاحب اپنا شجرہ تو سناؤ سید وزیر علی نے ایک خط جیب سے نکال ان کے سامنے رکھ دیا کہ یارون کے پاس تو یہ شجرہ ہے پڑھ لو آپس مین وہ لوگ کہنے لگے ارے میان کس سے گفتگو کرتے ہو یہ تو مسخرے معلوم ہوتے ہیں ہم نے جانا تھا فقیر ہون گے پھر حکیم عبداللہ شاہ سے ملاقات ہوئی وہ بڑے خلیق اور حاذق طبیب تھے پیری مریدی بھی کرتے تھے بیت اللہ شریف سے واپس آن کر بھی ان کے مکان پر ہم نے قیام کیا تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے تو اس کے معلم سے پوچھا کہ میان تمکو کبھی کوئی مرد خدا بھی ملا ہے اس نے کہا کہ ہان دو مرد ملے ہین ایک تو اس زمانہ مین تشریف لائے تھے جب مین خورد سال تھا اور میرا باپ معلم تھا اور دوسرے اب ملے ہین ہم نے کہا کہ بھائی انکو تم نے کیونکر پہچانا تھا کہا کہ جس وقت ہمارا جہاز حاجیوں کو لے کر چلا تو ایک فقیر توسہ سے نکلکر میرے والد کے پاس آن بیٹھا اور کہنے لگا کہ اسمین تو بڑی تکلیف ہوتی ہے بھلا منزل مقصود پر کب پہنچین گے انہوں نے

جواب دیا کہ سوا مہینہ مین اُسنے کہا یہ تو بڑی مشکل ہوئی ہمارا جی متلاتا ہے پہلے سے یہ حال
معلوم ہوتا کبھی سوار نہ ہوتے والدنے کہا صاحب مین مجبور ہون اگر آپ کچھ ہمت رکھتے
ہوں تو زور لگائیے تاکہ جہاز ساحل جدہ پر جا لگے فقیر نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ پہلے کونسا بندر آتا
ہے کہا عدن پوچھا پھر جواب دیا مخہ کہا اور جواب دیا حدیدہ بولا اور کہا جدیدہ فقیر نے فرمایا بس لنگر
ڈالدوا اور خود اٹھکر ڈبوسہ کے اندر چلے گئے میرے والدنے دریا کی طرف نگہ کی تو کنارہ پر
چراغ روشن نظر آئے اور جدہ کے آثار معلوم ہوئے نہایت حیرت ہوئی الٰہی یہ کیا معاملہ ہے
پندرہ دن تک تو بمبئی سے چل کر کنارے کا پتہ بھی نہین لگتا ایک خلاصی کو حکم دیا کہ جلد بوٹے
پر سوار ہوکر جا اور کنارے کی خبر لا وہ دیکھ کر واپس آیا اور کہا کہ صاحب بندر جدہ آگیا والدنے
جہاز کو لنگر کیا اور فقیر کو ڈھونڈھا تو کہین پتا نہین لگا اللہ اکبر بڑا زبردست بزرگ تھا مگر افسوس
ہے پھر اُسکی زیارت نہوئی ہم نے کہا دوسرا کہان ہے بولا کہ میرے پاس بیٹھا ہے ہم نے
کہا کہ تم نے کیونکر جانا کہا کہ مجھ کو ہزارہا آدمیون سے ملنے کا اتفاق ہوا اور بہت سے فقرا کی زیارت
کی مگر کسی نے یہ سوال نہ کیا اور مرد خدا کا حال نہ پوچھا آپکے سوال سے مین جان گیا کیونکہ مرد کو مرد پوچھتا ہے
؎ اولیا را می شناسد اولیا ✽ وذوراہم درد اذبیر یا ✽ غیر جنسیت نمیداند کسے ✽ می شناسد جنس خود را ہمچنے ✽

اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ

ایک روز ارشاد ہوا کہ بیت اللہ شریف مین ہم پہنچے تو **حسن علی** زمزمی کے
حجرہ میں ٹھیرے بعد چندے مولوی **محمد یعقوب صاحب** اور مولانا شاہ **اسحٰق صاحب**
سے ملاقات ہوئی اور اتنا ربط بڑھا کہ روزمرہ کی آمد و رفت ہوگئی ایک دن ہم نے مولوی
محمد یعقوب صاحب سے دریافت کیا کہ ذات باری کا ظہور کیا عرب و ہندوستان مین کچھ
جدا جدا ہے کہا نہین پھر ہمنے پوچھا کہ ہردوار اور بیت اللہ شریف میں کیا فرق ہے فرمایا کچھ نہیں
اس کے بعد ہم نے کہا کہ پھر آپ ہندوستان سے کیون بھاگے فرمایا کہ بھائی ہم محمدی بھی تو ہین
یہ گفتگو ہماری مولانا شاہ **اسحٰق** صاحب بھی پردے کی آڑ میں بیٹھے سُن رہے تھے اور ہم کو
کچھ خبر نہ تھی بعدازان مولوی **محمد یعقوب صاحب** سے ہم نے درخواست کی کہ حصن حصین کی ہم کو
اجازت دیدیجئے انہون نے فرمایا بڑے بھائی صاحب سے لو دوسرے دن شاہ صاحب سے عرض کیا گیا بڑے خفا ہوئے

کہ تم کو اجازت نہین دین گے کل تم دونون کیا بک رہے تھے خیر ہم نے توبہ استغفار کی اور عفو قصور کرایا پھر شاہ صاحب نے ہم کو حصن حصین پڑھائی اور اجازت دی جب اجازت ملگئی تو ہمنے عرض کیا کہ حضرت سچ سچ فرمائیے کہ ہم دونون جو گفتگو کر رہے تھے کیا وہ خلاف واقع تھی تامل کیا اور فرمایا کہ ہان سچ تو وہی ہے جو تم کہتے تھے مگر بھائی ہم محمدیون کو ایسی بات زبان سے نکالنا زیبا نہیں کیونکہ ان باتون سے حضرت رسول خدا خفا ہوتے ہین ہم نے کہا اور خدا؟ فرمایا کہ بس رہنے دو آگے گفتگو نہ کرو آدمی خراب ہوجاتا ہے اس وقت ہم نے کہا الحمد للہ آپ بھی ہمارے شریک نکلے بس ہمکو اتنا ہی معلوم کرنا باقی تھا اس بات پر ہنسے اور فرمانے لگے کہ بھائی ہم کو شرع شریف کا پاس و لحاظ رکھنا ضروری ہے پھر ہم نے مولوی **محمد یعقوب** صاحب سے پوچھا کہ یہان آپنے کوئی فقیر بھی دیکھا کہا کہ ہاں ایک نووارد شہر کے باہر ٹھیرے ہوئے ہین وہ بڑے کامل ہیں کل ان کے پاس چلینگے دوسرے دن گئے تو بہت آدمیت سے پیش آئے مولوی صاحب نے اُنسے توجہ کی درخواست کی بولے کہ ابھی تم اس قابل نہیں اگر چھ مہینہ تک آتے رہو تو شائد توجہ کے قابل ہوجاؤ ہم نے عرض کیا کہ صاحب آپکی توجہ مین ایسی کیا بات ہے کہا کہ مولوی صاحب کی تو کیا ہستی ہے پتھر بھی پاش پاش ہوجاتا ہے ہم نے کہا کہ توجہ تو بہت قسمونکی دیکھی لیکن پتھر توڑ کبھی نہین دیکھی ہم تین چار آدمی پہاڑ پر گئے اور ایک بھاری پتھر لڑھکا کر لائے اور اُن بزرگ کے سامنے رکھدیا ایک نگاہ ڈالی تو فوراً پتھر ریزہ ریزہ ہوگیا ہم متحیر ہوگئے کہ اللہ اکبر بڑے زور کی نگاہ ہے انکا طریقہ پوچھا تو کہا شیطانیہ ہم سمجھے کہ مقرر یہ ملامتیہ ہین اسدن سے ہم روزمرہ جانے لگے رفتہ رفتہ بے تکلفی ہوگئی ایک دن انکا نام پوچھا تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ محمد ہم نے کہا کہ سبحان اللہ آپ کا نام تو ابلیس ہونا چاہئے تھا او رعہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ لوگ مجھ کو بہت تنگ کرتے ہین اس لئے یہ بہروپ بھرا ہے آمین بہت امن ہے میرا نام محمد ہے اور خاندان قادریہ ہے اس وقت جو صاحب بغداد میں سجادہ نشین ہین سید محمود صاحب رزاقی انھین سے مجھ کو بیعت ہے میرا وطن بھی بغداد ہے اور پیشہ تجارت ملک ملک کی سیر کی ہندوستان کے بڑے بڑے شہر بھی دیکھ آیا ہوں ابکی بار حج کے لئے یہان چلا آیا ہمنے کہا کہ صاحب یہ سب کچھ سہی لیکن یہ تو فرمائیے کہ آپ کو تَطْہِیرُ اَلْقَلْبِ عَنْ مَا سِوَی اللّٰہِ بھی حاصل ہوئی یا نہین آدمی سچے تھے کہنے لگے کہ میاں اسکی تو ہوا بھی نہیں لگی ہے

کہا بس صاحب توجہ تیھر توڑ ہوئی تو کیا اور نہ ہوئی تو کیا ؎ قوی شدیم چہ شد ناتوان شدیم چہ شد
چنین شدیم چہ شد یا چنان شدیم چہ شد ✦ بہیچ گونہ درین گلستان قرارے نیست ✦ تو گر بہار شدی ما خزان شدیم چہ شد ✦ من بعد مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو گئے وہاں ایک خواجہ سرائے سے مل ملا کر شبکو مسجد نبوی مین رہنے کی اجازت لی سید وزیر علی صاحب تو واپس ہندوستان کو روانہ ہوئے اور ہم چھ مہینے کے بعد پھر مکہ معظمہ میں واپس آئے کچھ عرصہ کے بعد ہمارے پاس خرچ ہو چکا ہم حطیم میں میزاب رحمت کے تلے ہم اس فکر مین بیٹھے تھے کہ ایک ترک نہایت حسین امیرانہ لباس پہنے ہوئے ہمارے پاس آیا پانچ ریال دئیے اور کہا کہ خاطر جمع رکھو کہ آئندہ تمکو کبھی خرچ کی تنگی نہ ہوگی اور اگر کبھی تمہارا جی گھبرائے یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو فلان جگہ ترک سوار دیکھے رسالہ میں ہمارے پاس چلے آنا جب ہم ہندوستان مین اپنے مکان پر آئے اور والدہ صاحبہ کی زیارت ہوئی تو اُن سے معلوم ہوا کہ وہ بھائی انوار الحسن تھے جو ایام طفلی میں ابدال ہوکر غائب ہوگئے تھے انھون نے یہ بات والدہ سے جا کر کہی تھی ہان یہ بات خوب یاد ہے کہ اس دن کے بعد پھر کبھی تنگی خرچ کی نہیں ہوئی ایکدن بام کعبہ کی مرمت ہو رہی تھی ہم بھی مزدورون مین شامل ہوگئے اور چونہ کی ٹوکری سر پہ رکھ اوپر پہنچے اور دوگانہ ادا کیا دوسرے دن یہ حال مولوی **محمد یعقوب** صاحب سے بیان کیا وہ بولے اے میان کعبہ کی چھت پر تو شیطان نماز پڑھا کرتا ہے ہم نے کہا الحمد للہ یہ منزل بھی طے ہوئی اور ایک عقدہ حل ہوا کہ شیطان بھی نماز پڑھتا ہے۔

ایکروز ارشاد ہوا کہ بیت اللہ شریف میں ہمارے والد ماجد کا ایک مرید شب برات کے دن تھوڑا سا حلوا پکا کر لایا اور کہا کہ بزرگون کی فاتحہ دیدیجئے ہم نے کہا کہ بھلے مانس دیکھ تو کیسی مصیبت اٹھا کر ہم تم یہان پہنچے ہیں بھلا اِس ذرا سے حلوے کے لئے کیون بزرگوں کو تکلیف دیتا ہے اتنی دور دراز مسافت بیچ مین سمندر حائل اور بالفرض وہ ابھی آ گئے تو اتنے سے حلوے مین کیا بھلا ہوگا کیا تم اُنکو آپس میں لڑانا چاہتے ہو ہنسکر کہنے لگا میاں صاحب آپ کو تو ہمیشہ ہنسی کی بات سوجھتی ہے اپنے بزرگون سے بھی نہیں چوکتے خیر ہم نے فاتحہ پڑھ کر حلوا تقسیم کر دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہم بیت اللہ شریف سے روانہ ہو کر عدن میں پہونچے شیخ عیدروس صاحب کی زیارت کی پھر یہاں سے چار دن کی مسافت طے کر کے زبید میں آئے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف دیکھا وہاں ایک جبہ شریف حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موجود ہے اور یہ وہ جبہ ہے جو حضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہما نے بموجب وصیت حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اویس قرنی کو لاکر پہنایا تھا ایک روز جبہ شریف کی زیارت بھی ہم کو نصیب ہوئی ہر چند لوگ منع بھی کرتے رہے لیکن دل نہ رہ سکا ارے شوق کے جبہ مبارک کو ہم نے اپنے سر پر رکھ لیا جبہ کا سایہ تو درکنار اُس وقت ہمارا سایہ بھی ندارد ہو گیا تھا سبحان اللہ اب تک یہ معجزہ موجود ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہم زبید میں پہنچے تو **واجد علیشاہ** صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ بہت مہربانی سے پیش آئے اپنے پاس ٹھہرایا اُن کی صحبت کی تاثیر سے ہمارا یہ حال ہو جاتا تھا جیسے کوئی بیداری میں خواب دیکھتا ہو اور تمام کائنات ہیچ معلوم ہوتی تھی اُنپر نسبت استغراق نہایت غالب تھی ایک دن میاں صاحب نے ہم کو بھی توجہ دی تھی اس توجہ کی بدولت اُس دن نماز ظہر قضا ہو گئی تھی ہم نے بہت بزرگوں سے توجہ لی مگر ایسا حال کسی کی توجہ میں نہیں ہوا یہ بزرگ بھی اپنی حالت میں بڑے کامل اور زبردست تھے ایک روز میاں صاحب نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا اصل مقصد اور دلی مطلب کیا ہے ہم نے عرض کیا کہ حضرت توحید تنزیہی فرمایا اس میں تو بجز حیرانی و سرگردانی کے اور کچھ نہیں ہم نے عرض کیا کہ خیر ہر چہ باداباد ہم تو اسی کے طالب ہیں ؎ گرم رکھتے ہیں علامات بد و نیک سے ہم ؛ تیرے ملنے کے لئے ملتے ہیں ہر ایک سے ہم ؛ ایک روز ہم جنگل کی طرف گئے ایک بدوی نے دریافت کیا بَرْ مَجْنُوْن فَائِن یعنی مجنون کا جنگل کدھر ہے جواب دیا یا شیخ اَنَا مَجْنُوْنٌ اَوْ اَنْتَ مَجْنُوْنٌ مَا هُوَ مَجْنُوْنٌ یعنی میں دیوانہ یا تو کون مجنون تب خیال آیا کہ یہ سمجھا نہیں ہم نے بجائے مجنون کے قیس کہا اس نے جواب دیا تَحَمْ تَحْتَ لِ هِنَا یعنے آؤ میں بتا دوں ہم کو لے گیا اور وہ جگہ دکھائی اس وقت ہم کو یہ شعر یاد آیا ؎

دونون یاد آئے مجھے کوہ وبیابان دیکھکر	قیس کا ماتم کرون مین یا کرون فرہاد کا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم زبید سے ملک خوارج کی طرف چلے ایک شیعی میر جعفر علی بھی ہمارے ساتھ ہو لئے ہم نے کہا کہ یہان سنی وشیعہ کا دھرم نہین آؤ تقیہ کرلین آخر وہ بھی تو چھ راگ چھتیس راگنیون سے باہر نہون گے جسطرح وضو نماز انکی ہوگی اسیطرح ہم بھی کریں گے چلتے چلتے ایک قریہ مین پہنچے مسجد مین جا اترے اتفاق سے وہان کا امام ایک ہندوستانی تھا اس نے بڑی خاطر ومدارات کی تین دن اپنے پاس مہمان رکھا اور بہت خوش ہوا کہ ایک مدت کے بعد اپنے ملک والون کی صورت نظر آئی ہے ہم سے پوچھا کہ کچھ پڑھے لکھے بھی ہو ہم نے کہا کہ صاحب بچپن مین پاؤ سیپارہ پڑھا تھا سو وہ بھی بھول گئے ایتو دو چار سورتین یاد ہین وہی نماز مین پڑھ لیتے ہین پھر خود بخود اپنی داستان چھیڑی کہ مین مولوی محبوب علی کا شاگرد ہون تحصیل علم کرکے لکھنؤ گیا شیعہ مذہب پسند آیا اس کو اختیار کرلیا یہان آنکر خارجی مذہب کے اصول ٹھیک معلوم ہوئے اس کو اختیار کیا ہمنے کہا اگر لندن جاؤ تو کیا کرو چپ ہو رہا تیسرے دن ہم کو رخصت کرکے گاؤن سے باہر آیا اور کہنے لگا سنو صاحب مسقط تک یہی بہروپ بھرے رہنا آگے کچھ کھٹکا نہین ہمنے کہا بہروپ کیسا بولا کیا مین جانتا نہین تم سنی ہو اور یہ شیعہ اور دونون صاحب علم بھی ہو کہہ کر وہ تو واپس پھر گیا ہم آگے بڑھے اور راہ مین ایک ندی آئی اس کے دونون کنارے پر آم کے درخت کھڑے تھے اس وقت ہم کو ہندوستان یاد آگیا ندی مین خوب نہائے چھوٹی چھوٹی مچھلیون نے بدن کھجلایا خارش ہو رہی تھی بہت بھلا معلوم ہوا خدا کی قدرت دوسرے دن خارش جاتی رہی الغرض بد طے منازل ہم مسقط مین پہنچے یہان وکوؤلہ (یعنے حاکم شہر) نے بلا کر پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے ہم نے کہا اہل سنت وجماعت کہا کہ سنیون کی مسجد مین جاؤ میر صاحب نے شیعہ بتلایا ان کو کہا کہ امام باڑے مین ٹھیرو پھر ہم دونون سے کہا کہ تین روز تک سرکار سے کہانا ملے گا چوتھے روز اپنی فکر کر لینا ہم نے کہا کہ صاحب ہم فکر نہین کیا کرتے ہمارا رزاق خود ہماری فکر کرتا ہے اس نے ایک ایک آدمی بھی ساتھ کر دیا تا لہ جگہ پر پہنچا دے مسقط سے چل کر بغداد شریف مین آئے

چندے قیام کیا پھر کربلا ہوتے ہوئے نجف اشرف مین پہونچے مزار پر انوار حضرت علی کرم
اللہ وجہ کی زیارت کی پھر کوفہ مین آئے بڑھیا کا تنور بھی دیکھا جہاں سے طوفان نوح شروع
ہوا تھا اس تنور مین ایسا تعفن تھا کہ دماغ پھٹا جاتا تھا اس کی گہرائی بھی بہت ہی تھی ہمنے
ایک ڈوری میں پتھر باندھ کر لٹکایا چار ڈوریان باندھین مگر تہہ کا پتا نہ ملا اتنے میں ایک
بدو آگیا خفا ہو کر بولا کہ ہندی تم کیا کرتے ہو ایسی لاکھون رسیان باندھتے چلے جاؤگے
تب بھی اُس کی تھاہ نہ پاؤگے پھر وہان سے چل کر واپس کربلائے معلی میں پہونچے سب
بزرگون کے مزارات متبرکہ کی زیارت کی حضرت امام حسین علیہ السلام کا مزار شریف
دوہرا ہے ایک تہ خانہ مین دوسرا اس کے اوپر ہے اور وہی زیارت گاہ خاص وعام ہے تہ خانہ
مین جانے کی عام اجازت نہیں ہم کو ایک ترک اپنے ساتھ لے گیا شمع کافوری روشن
تھی خوشبو سے دماغ معطر ہوا جاتا تھا ہم نے وہان کے سوا کسی مزار پر شمع کافوری روشن
نہیں دیکھی اس وقت تک ایک خیمہ بھی اس مقام پر نصب ہے جہان حضرت امام حسین
علیہ السلام نے اہل بیت کے لئے خیمہ قائم کیا تھا اس جگہ نہایت حسرت و بیکسی
برستی ہے کیسا ہی سنگ دل کیون نہ ہو وہاں دل موم ہو جاتا ہے اور خود بخود جی
بھر آتا ہے طبیعت میں بیقراری پیدا ہوتی ہے۔ اور وہان ایک عجب بات یہ دیکھی
کہ مسجد ایک اور امام کئی یعنی ایک مسجد مین کئی امام اور ہر ایک امام کے سامنے ایک
لڑکا مقابل بیٹھا ہوا اللہ اکبر تکبیر کے وقت کہتا رہتا ہے ہم نے ان شیعون سے
دریافت کیا تو کہنے لگے کہ کسی کو کسی امام پر اعتقاد ہے کسی کو کسی پر ایک امام کے
پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ جس کو جس پر اعتقاد ہے وہ اُس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اس لئے
بہت امام ہو جاتے ہین اور امام کی یہ شرط ہے کہ معصوم ہو اور سوا بچون کے معصوم کا
ہونا غیر ممکن ہے۔ مگر بچوں پر نماز فرض نہین اس لئے امام کے سامنے بیٹھکر تکبیر کہتا
ہے وہاں سے رخصت ہو کر پھر بغداد شریف مین آئے اور چار مہینے تک رہے ایک دن اس
مقام کی بھی زیارت کی جہان منصور حلاج کو سولی دے کر جلایا تھا اس وقت ہم نے یہ دو شعر پڑھے
بعد از فنا بھی لے نہ گئی کوئے یار میں: کیا بار تھا صبا میری مشت غبار مین: آوارگان عشق کا

پوچھا جو میں نشان ٭ وحشت غبار لیکے صبا نے اڑا دیا ٭ ایک دن حضرت معروف کرخیؒ
کی زیارت کو گئے گورغریبان مین آسودہ ہین مزار خاص مگر مرجع انام ہے سنی شیعہ سب
ان کی زیارت کو آتے تھے بقول سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ؎ شنیدم کہ در کرخ
تربت ہے ست ٭ بجز گور معروف معروف نیست ٭ چندروز کے بعد ہمارے وہی ہمنام جن سے
بنارس مین ملاقات ہوئی تھی مل گئے ایک روز ہم نے سنا کہ ہندوستان کے تین چار جولاہے
سجادہ نشین صاحب کو ایک ایک ریال دے کر حسنی بن گئے اور نسب نامہ بھی حاصل کرلیا
حسب اتفاق ایک روز ہم اور ہمارے ہمنام اور میان سید علی شاہ صاحب سجادہ نشین
ایک دسترخوان پر کھانا کھارہے تھے اس وقت میان غوث علی شاہ کو جو کہ سید حسینی تھے
ہم نے چھیڑا کہ میر صاحب آپ بھی ایک ریال حضرت کو نذر کرکے اولاد مین شامل ہوجائیے
پھر خوب بن آئے گی اس بات پر وہ بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم مین کچھ کسر ہے یا
تم سے کچھ کم ہین اگر تمہارے ہاں ایک امام ہے تو ہمارے خاندان میں گیارہ امام
ہیں باقی رہا فقر کا معاملہ وہ قبضۂ قدرت میں ہے ملے یا نہ ملے اس کی تلاش مین تشنہ لب پھرنا ہمارا کام ہے

کام ما گر ترشد از آب مقصد عیب نیست ٭ زانکہ اولاد حسینم تشنگی میراث ماست

یہ بات سنکر سجادہ نشین صاحب نے فرمایا کہ تم کو کیون رشک آیا ہم نے کہا صاحب رشک
تو نہین مگر شک ضرور پیدا ہوگیا کہ کہین ہمارے بزرگ بھی دھنے جولاہے ہی نہ ہون یہان
نام لکھوا کر سید بن گئے ہون ہم کو تو آج سے اپنی سادات مین کلام ہوگیا میان صاحب نے
فرمایا کہ یہان شاہ عبدالرزاق صاحب اور عبدالوہاب صاحب کی اولاد کا کچھ ذکر نہین یہ
دونو صاحبزادے تو حضرت کی زندگی ہی میں تشریف لے گئے تھے ہمارے اصلی اور
نقلی دفتر مین ان بزرگون کا نام ہی نہیں پھر ان کی اولاد کا کیا ذکر یہان تو صرف غریب
شاہ عبدالعزیز صاحب کی اولاد ہے اور اسی خاندان میں ہم سب کو شامل کرلیتے
ہین کیونکہ مرید بھی بمنزلِ اولاد کے ہوتا ہے اور اس قسم کے لوگوں کا دفتر جدا بنا ہوا ہے۔
راقم سید علی صاحب سجادہ نشین سے پہلے حضرت سید محمود صاحب رزاقی یعنی شاہ عبدالرزاق
صاحب کی اولاد مین سے صاحب سجادہ تھے اور قدیم سے اسی خاندان مین سجادگی رہی جب

وبائے ہیضہ مین سید محمود صاحب کی اولاد اور خود بھی انتقال فرما گئے فقط ایک دختر
سعیدہ پس ماندہ چھوڑی اور اس بات کی خبر سلطان روم کو پہنچی تو حکم دیا کہ جس کی شادی
اس دختر سے ہوگی وہ مستحق سجادگی ہوگا۔ سید علی صاحب نے جو شاہ عبدالعزیز صاحب کی
اولاد مین سے تھے اگرچہ اُن کی پہلی بیوی بھی صاحب اولاد تھی اور نیز رزاقیون مین سے بھی
بغداد مین کوئی باقی نہ رہا تھا اس دختر نیک اختر سے شادی کر لی اور صاحب سجادہ ہوگئے
ورنہ محال تھا۔ سید محمود صاحب کامل فقیر تھے چنانچہ ان کے حالات بغداد شریف مین اظہر من الشمس
ہین وہ ملامتیہ فقیر محمد نامی جو حضرت کو مکہ معظمہ مین ملا تھا سید محمود صاحب کا مرید تھا۔
اس لڑکی سے ایک فرزند یعنے سید عبدالرحمن صاحب پیدا ہوئے سید علی صاحب نے
تیس سال سجادگی کی تھی ان کے بعد سید سلمان صاحب جو سید علی صاحب کی
پہلی بیوی سے تھے اور سید عبدالرحمن صاحب سے بڑے اس منے سید سلمان صاحب
مستحق سجادگی سمجھے گئے ان کے بعد سید عبدالرحمن صاحب مستحق ہین راقم جس وقت
بغداد شریف پہنچا ہے تو سید سلمان صاحب سجادہ نشین تھے انتہی کلامہ۔ بعد چند روز
ہم بصرہ کو روانہ ہوئے سجادہ نشین صاحب نے ہم کو ایک ناخدا کے نام خط دیا اور کہا کہ وہ تمکو جہاز
پر سوار کرا کے بمبئی پہنچا دیگا ہم نے بصرہ مین پہنچکر اس ناخدا کو خط دیا اول اس نے سر پر رکھکر بوسہ
کیا اور کہا کہ زہے قسمت پھر ہم کو بہت عمدہ مکان مین ٹھیرایا اور کہا کہ ابھی جہاز کی روانگی
مین پندرہ دن کا عرصہ ہے آپ گھبرائیے نہین شہر کی خوب سیر کیجیے ہم نے کہا کہ اتنا خرچ
نہین کہ قیام کرین کہا کہ خرچ کا فکر نہ کیجیے جو درکار ہو یہان موجود ہے پھر ہم نے شہر کی خوب
سیر کی نہایت ویران اور کنگال شہر ہے حضرت حسن بصری و حضرت زبیر و حضرت طلحہ
رضی اللہ عنہم کے مزارات متبرکہ کی زیارت کی جو پرانے بصرہ مین ہین اور وہ دوکان بھی
دیکھی جہان حضرت حبیب عجمی کپڑے رنگا کرتے تھے اور حضرت حسن بصری آن کر چھپے تھے لیکن
رابعہ بصری کے مزار کا پتا نہ لگا پندرہ روز کے بعد جہاز تغلہ پر سوار ہو کر تبریز آئے
پہنچے چند روز ٹھیرے میان **کلن شاہ** کے پیر کا مزار دیکھا شہر سے جانب جنوب و مشرق جنگل مین
نہایت پر تاثیر مزار ہے روزمرہ زیارت کرتے رہے وہان سے سوار ہو کر بمبئی پہنچا اور حکیم **عبداللہ شاہ**

صاحب کے مکان پر ٹہیرے ان کے یہاں ایک فقیر **بہار شاہ** رہتے تھے جو صاحب نسبت آدمی تھے ان سے ہماری بے تکلفی ہوگئی انہون نے بتایا کہ پرانے قلعہ مین ایک مجذوب ہین ان سے ملو ہم کچھ شیرینی لے کر ان کی خدمت مین گئے دیکھتے ہی پتھرون کی بوچھار کی اور گالیون کا تار باندھ دیا پہلے تو ہم چپ ہو رہے پھر جو غصہ آیا ہم نے ان کی گردن پکڑی کہ تو نے سمجھا کیا تھا بچہ اب تو بول کچھ کیسیکا بھلا برا کرسکتا ہے مار سکتا ہے جلا سکتا ہے بولے کہ نہین نہین مین تو کچھ بھی نہین کرسکتا ہمنے کہا پھر کس برتے پر تتا پانی خیر چاہتے ہو تو شیرینی کھالو اس نے پیکے سے کھالی اور دم نہ مارا جب ہم مکان پر آئے تو میاں **بہار شاہ** نے کہا سید آپ کو یہ زیبا نہ تھا آم جتنا میٹھا ہو اچھا اور نیم جتنا کڑوا ہو بہتر ہم نے کہا میان صاحب کیا کرین غصہ آگیا بھلا سنو تو سہی جو بھلا برا کچھ نہین کرسکتا وہ اتنا ناز کیوں کرے شاہ صاحب نے کہا نہین سید آپ کو نرمی زیبا ہے اور اُن کو سختی دوسرے دن ہم پھر گئے اور قصور معاف کرایا بولے کہ ہان بہار نے کچھ کہا ہوگا ہم نے کہا کہ بہار و خزان سے تو ہم کو کچھ غرض نہین لیکن اب قصور معاف کردو خیر انھوں نے قصور معاف کردیا ہے کہا کہ اب تم جو چاہو سو کرو برنید و برانید چند روز کے بعد وہان سے روانہ ہوئے اور منزل بمنزل سیر کرتے ہوئے دلی مین آپہنچے اور چھ مہینے تک زینت المساجدین رہے۔

ایک روز ہم مرزا نوشہ کے مکان پر گئے نہایت حسن اخلاق سے ملے لب فرش تک آکر لیگئے اور ہمارا حال دریافت کیا ہم نے کہا مرزا صاحب ہمکو آپ کی ایک غزل بہت ہی پسند ہے علی الخصوص شعر

تیرے کوچہ کی شہادت ہی سہی	تو نہ قاتل ہو کوئی اور ہی ہو

کہا صاحب یہ شعر تو میرا نہین کسی استاد کا ہے فی الحقیقت نہایت ہی اچھا ہے۔

غزل مرزا نوشہ

میری وحشت تیری شہرت ہی سہی	عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی	قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے
اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی	میرے ہونے مین ہے کیا رسوائی

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے
غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام
دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی

ہم کوئے ترک وفا کرتے ہین
نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلک نا انصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تیری عادت ہی سہی

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد
گر نہین وصل تو حسرت ہی سہی

اس دن سے مرزا صاحب نے یہ دستور کر لیا کہ تیسرے دن زینت المساجد میں ہم سے مل نے کو آتے اور ایک خوان کھانے کا ساتھ لاتے ہر چند ہم نے عذر کیا کہ یہ تکلیف نہ کیجیے مگر وہ کب مانتے تھے ہمنے ساتھ کھانے کے لئے کہا تو کہنے لگے کہ مین اس قابل نہین مجھ ن سیخار رو سیہ گنہگار مجھ کو آپ کے ساتھ کھاتے ہوئے شرم آتی ہے البتہ اولش کا مضایقہ نہین ہم نے بہت اصرار کیا تو الگ طشتری مین لے کر کھایا ان کے مزاج میں کمال کسر نفسی اور فروتنی تھی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ مرزا رجب علی بیگ سرور مصنف فسانہ عجائب لکھنوے آئے مرزا نوشہ سے ملے اثنا گفتگو مین پوچھا کہ مرزا صاحب اردو زبان کس کتاب کی عمدہ ہے کہا چار درویش کی میان رجب علی بولے اور فسانے عجائب کی کیسی ہے مرزا بے ساختہ کہ اٹھے اجی لاحول ولاقوۃ اس مین لطف زبان کہان۔ ایک تک بندی اور بھٹیار خانہ جمع ہے اس وقت تک مرزا نوشہ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہی میان سرور ہیں۔ جب چلے گئے تو حال معلوم ہوا بہت افسوس کیا اور کہا کہ ظالمو پہلے سے کیون نہ کہا دوسرے دن مرزا نوشہ ہمارے پاس آے یہ قصہ سنایا اور کہا کہ حضرت یہ امر مجھ سے نادانستگی میں ہو گیا ہے آئیے آج اُن کے مکان پر چلین اور کل کے مکافات کرائین ہم اُن کے ہمراہ ہو لئے اور میان سرور کی فرودگاہ پر پہنچے مزاج پرسی کے بعد مرزا صاحب نے عبارت آرائی کا ذکر چھیڑا اور ہماری طرف مخاطب ہو کر بولے کہ جناب مولوی صاحب نے رات مین نے

فسانہ عجائب کو جو بغور دیکھا تو اس کی خوبی عبارت اور رنگینی کا کیا بیان کرون نہایت ہی فصیح و بلیغ عبارت ہے میرے قیاس مین تو ایسی عمدہ نثر نہ پہلے ہوئی نہ آگے ہو گی اور کیونکر ہو اس کا مصنف اپنا جواب نہین رکھتا غرض اس قسم کی بہت سی باتین بنائیں اپنی خاکساری اور ان کی تعریف کر کے میان سرور کو نہایت مسرور کیا دوسرے دن ان کی دعوت کی اور ہمکو بھی بلایا اس وقت بھی میان سرور کی بہت تعریف کی مرزا صاحب کا مذہب یہ تھا کہ دل آزاری بڑا گناہ ہے اور درحقیقت یہ خیال بہت درست ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ یَدِہٖ وَ لِسَانِہٖ ؎

مباش در پئے آزار ہرچہ خواہی کن — کہ در طریقت با غیر ازین گناہے نیست

ایک دن ہم نے مرزا غالب سے پوچھا کہ تم کو کسی سے محبت بھی ہے کہا کہ ہان حضرت علی مرتضیٰ سے پھر ہم سے پوچھا کہ آپ کو ہم نے کہا کہ واہ صاحب آپ تو مغل بچہ ہو کر علی مرتضیٰ کی محبت کا دم بھرین اور ہم انکی اولاد کہلائین اور محبت نہ رکھین کیا یہ بات آپکے قیاس مین آسکتی ہے۔

ایک وزارشاد ہوا کہ جب ہم دہلی کی زینت المساجد مین تھے تو وہان ایک شخص میان **غلام فرید** نام نہایت بھولے آدمی رہتے تھے مگر پیری مریدی کا ان کو بڑا شوق تھا ایک دن کمل پوش سے کہنے لگے کہ او کمبل پوش تو کسی کا مرید بھی ہے وہ بولا کہ اے پیر بھلا مجھ کو کون مرید کرتا ہے میان **غلام فرید** نے کہا کہ آ مین تجھ کو مرید کرون مین نے کہا کہ میان صاحب آپ کیا کرتے ہین اس کے دم مین نہ آجانا یہ سارے جہان کا چھٹا ہوا غنڈا ہے ملک ملک پھرا ہے مفت زبان جانتا ہے ہم تم جیسون کو تو بازار مین کھڑا ہو کر بیچڈالے بھلا تم کس کے فریب مین آگئے اُس کے جواب مین میان **غلام فرید** کیا کہتے ہین کہ نہین جی اس کو اعتقاد آگیا ہے کمبل پوش بولا ہان پیر مجھے تو بہت ہی اعتقاد ہے میری ایسی کہان قسمت کہ تم مرید کرلو میان **غلام فرید** نے جھٹ ایک روپیہ کی شیرینی اپنے پاس سے منگائی شیرینی کو دیکھ کر کمبل پوش بولا کہ پیر جی مین بہت بھوکا ہوں میان صاحب نے کہا کہ اچھا اس مین سے خوب کھا جب وہ شیرینی چٹ کر چکا تو میان **غلام فرید** نے کہا کہ آاب تجھکو تعلیم کرون اس وقت کمبل پوش کو جوش آیا اور رگ ہاشمی نے حرکت کی چہرہ

سرخ ہو گیا اور کہا کہ سن بے تیری ایسی تیسی کرون تو تیلی اور تیرا پیر بڑھئی ہماری شان مین
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ابے مسخرے تو ہمکو کیا تعلیم کرے گا ذکر شغل مراقبہ
قادریہ چشتیہ نقشبندیہ یہ ہم سے پوچھ تو کیا جانے مشائخی کو مین نے میان غلام فرید سے کہا
کہ کیون صاحب ہم نہ کہتے تھے بولے کہ یہ مردود ہو گیا ہے دوسرے روز کمبل پوش پھر
آئے اور ان سے قصور معاف کروایا اور کہا کہ پیر تم تو ہمارے پیر ہو ہی گئے ایک روز میان
غلام فرید فجر کے وقت اللہ اللہ کرتے کرتے شجرہ پڑھنے لگے تو کمبل پوش بولا لا حول ولا
قوۃ مرد آدمی اللہ کا نام لیتے لیتے یہ کیا بکنے لگا کہ لارنس صاحب دیکھنے والے الگزنڈر
کے الگزینڈر دیکھنے والے مشکلف کے اور وہ دیکھنے والے لونی اکٹر کے استغفر اللہ
پھر میان غلام فرید آخر دعا مین کہنے لگے بابھیکہ بھیکہ بھیکہ تو کمبل پوش نے کہا ابے
احمق مانگے بھی نہ ملے گی خدا کو چھوڑ کر بھیکہ کا نام لیتا ہے مگر وہ بھی ایسا پختہ آدمی
تھا کہ ایک نہ سنی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دہلی کی زینت المساجد مین ٹھہرے ہوئے تھے ہمارے
دوست کمبل پوش نے جو باقی باللہ صاحب مین رہتے تھے ہماری دعوت کی مغرب کے بعد
ہم کو لے کر چلے چاندنی چوک مین پہنچکر ایک طوائف کے کوٹھے پر ہمکو بٹھا دیا اور آپ چنپت
ہو گئے پہلے تو ہم نے خیال کیا کہ شاید کہ کھانا اسی جگہ پکوایا ہو گا مگر پھر معلوم ہوا کہ یونہی
بٹھا کر چل دیا ہے ہم بہت گھبرائے کہ بھلا ایسی جگہ کمبخت کیوں لایا دو گھڑی کے بعد ہنستا ہوا
آیا اور کہنے لگا کہ میان صاحب مین آپ کی بھڑک مٹانے کو یہان بٹھا گیا تھا بعدہ اپنے تیاگاہ
پر لے گیا اور کھانا کھلایا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم کو زینت المساجد مین چھ مہینے گذر گئے تو ایک دن حسب
اتفاق شہزادہ مرزا منگو آئے اور کہنے لگے کہ حضرت حج کو چلئے گا ہمنے کہا کہ میان ایک بار
تو دھرم دھکے کھا آئے اب اگر کوئی اسی مقام سے سوار کر کے لے چلے اور یہیں لا کر اتارے
تو خیر مضائقہ نہین دوسرے دن انھوں نے سچ مچ گاڑی لا کر کھڑی کر دی اور کہا کہ سوار
ہو جائیے پہلے تو ہم حیران رہ گئے کہ کل کی بات ہم تو ہنسی سمجھتے تھے خیر اسی دم سوار ہوئے

اور منزل بمنزل لدھیانہ پہنچے وہان سنا کہ **محکم الدین** شاہ بڑے کامل فقیر ہیں ان کے مکان پر گئے بہت اخلاق سے پیش آئے ہم نے پوچھا حضرت کا اسم شریف۔ بولے خدا ہم نے کہا سبحان اللہ ہم تو آپ کو آسمان پر تلاش کرتے تھے آپ زمین ہی پر نکلے پھر ہمارا نام پوچھا ہمنے کہا صاحب آپ خدا کیسے ہین کہ مخلوق کا نام بھی نہیں جانتے ذرا تامل کیا اور سوچ کر بولے کہ تم **غوث علی** ہو اور تمہارے والد کا نام **احمد حسن** اور دادا کا نام **ظہور الحسن** ہم نے کہا کہ بس معلوم ہوگیا آپ رمّالی خدا ہین جب تک زائچہ نہیں کھینچتے کچھ معلوم نہین ہوتا اتنے مین ایک شخص مرید ہونے کو آیا بعد بیعت اس سے کہا کہ پڑھ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحکمُ الدِّین رَسُولُ اللّٰہِ ہم نے کہا بس صاحب رسول تو مدینے والے ہی کو رہنے دو وہان آپ کی دال نہیں گلنے کی خدا ہی بنے رہئے آپ سے پہلے بھی اور بہت سے خدا بن چکے ہین فرعون نمرود شداد وغیرہ غرض تین دن وہان ٹھیرے اور لاہور و ملتان ہوتے ہوئے کراچی بندر پہنچے وہان سے جہاز پر چڑھے اور بغداد شریف میں جا اترے پھر کربلائے معلےٰ اور نجف اشرف کی زیارت کرکے مکۂ معظمہ مین پہنچے اور بعد حج روضۂ منورہ کی زیارت کو گئے پھر مکہ میں واپس آئے مولوی **محمد یعقوب** صاحب سے ملاقات ہوئی فرمانے لگے میان تم تو ابھی گئے تھے پھر چلے آئے ہم نے کہا کہ صاحب گناہ عظیم ہوا معاف فرمائیے انشاء اللہ پھر ایسا قصور سرزد نہوگا ہنس پڑے کہ میاں تم تو ہر بات میں قائل کردیتے ہو اچھا ہندوستان کا حال بیان کرو جو کچھ ہمکو معلوم تھا کہہ سنایا غرض مکہ سے روانہ ہوکر بمبئی اور بمبئی سے چلکر دلی آپہنچے اور جس جگہ سے سوار ہوئے تھے وہین پھر اترے ہمارے حج بھی ایسے تھے جیسے بچوں کی نماز یعنے نہ اُن پر نماز فرض نہ ہم پر حج فرض۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ بارادہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و تعظیما جہاز پر سوار ہوئے تو ایک عجیب تماشا دیکھا کہ تین شکستہ حال آدمی فی سبیل اللہ جہاز پر سوار تھے ملازمان جہاز اُن کے ساتھ کج خلقی سے پیش آتے جب نصف مسافت طے ہوچکی تو ناخدانے ان باخدا لوگون پر چوری کی تہمت لگائی اور بڑی لعنت و ملامت کی اس بردہ

تینون دریاچون کو دیڑھ سو دیں دریا سے بے پایاں ودریں بحر روان فرسا یہ دل
انگندیم بسم اللہ مجریہا و مرساہا - ایک تو پانی میں غرق اور دو شخص آب پر اس طرح چلتے تھے
جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہو جہاں تک نگاہ نے کام کیا اہل جہاز ان کو دیکھتے رہے پھر نظر سے
غائب ہو گئے جب ہم بیت اللہ میں پہونچے تو ان تینون سے ملاقات ہوئی ہم نے پہونچنے
کی کیفیت پوچھی تو جواب دیا کہ تیرا کشتی آور ہمارا خدا ہے مدینہ منورہ تک ہمارا ان کا
ساتھ رہا جب ہم مدینہ منورہ سے بمنزل دہلی جا پہنچے تو بعد چند روز کے پھر سیر و سیاحت کا
شوق ہوا جا بجا کی سیر کرتے ہوئے چولی مہیسر پہونچے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم چولی مہیسر میں پہونچے تو شام ہو گئی موضع شاہجہانپور
وہاں سے دو کوس رہ گیا تھا۔ ایک آدمی رستہ میں ہمارے ساتھ ہو لیا تھا اس نے کہا
کہ یہاں نربدا ندی کے کنارے ایک باباجی کا مکان ہے چلو وہیں رات بسر کریں [illegible]
باباجی سے اجازت چاہی تو انہون نے کہا کہ ہم تو کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتے ہم نے کہا
نہیں ہم باہر آئے اور پیپل کے پیڑ تلے بستر لگا دیا درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے
اوست ساتھی سے ہم نے کہا کہ اول آدھی رات کا پہرہ تو تو دے پچھلی آدھی رات
میں ہم جاگتے رہیں گے کیونکہ یہ دریا کا کنارہ شاید کوئی موذی درندہ چوٹ کرے یہ کہکر
نماز عشا پڑھ کر سو گئے اور وہ ساتھی جاگتا تھا کہ باباجی نے اپنے مکان کا پھاٹک کھولا
اور ہمکو دیکھ کر آواز دی کون ہے؟ ہماری آنکھ کھل گئی جواب دیا کہ وہی مسافر جن کو
تم نے ٹھیرنے نہیں دیا بولے کہ چلے آؤ ہم اندر گئے تو دیکھا کہ نہایت وسیع مکان بنا
ہے چاروں طرف پختہ حجرے بنے ہوئے نماز کے لئے چبوترہ نہانے کو غسل خانہ
حمام جائے ضرور سب موقع بموقع موجود ہیں۔ ایک حجرہ میں ہم کو ٹھیرایا کھانا
لائے تو ہم نے کہا کہ ہم دونوں آدمی مسلمان ہیں ساتھ کھانا کھانا نہیں [illegible]
بات کو منظور نہیں کیا کہ نہیں صاحب تم الگ کھاؤ تو ان کو [illegible] برتن
الگ کھلائیں گے طرح طرح کے کھانے ہمارے روبرو چن دئے کئی قسم کے
پلاؤ اور کئی طرح کی دالیں اور چند وضع کی ترکاریاں اور روٹی وغیرہ اور پانی بھی

ہماری عقل دنگ ہوگئی کہ اتنے عرصہ مین اس اکیلے آدمی نے کس طرح تیار کی ہون گی بعد کھانا کھلانے کے بولے کہ ہمارے انکار سے تم نے برا مانا ہوگا لیکن بات یہ تھی کہ ہم اس وقت تم کو لا لیتے تو خاطر و مدارات کرتے یا کھانا پکاتے ہم کو معلوم تھا کہ تم آج ہمارے مہمان ہوگے اس لئے سب سامان مہیا کر لیا تو تم کو اندر بلایا پھر ہم کو حجرے بھی جدا رہنے کو دیئے ایک جگہہ نہ سونے دیا کہ فقیر تنہا بہتر ہے صبح کو اٹھ کر ہم نے چلنے کے لئے کمر باندھی تو باباجی بولے واہ صاحب واہ دل لیتے ہی جو عاشق بیتاب کا چلے تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے میان صاحب ابھی کہان جاتے ہو کوئی روز ٹھیرو غرض بیس دن تک ٹھیرایا اور دونوں وقت اسی انداز سے کھانا کھلاتے رہے ہم کو اس بات کی بڑی حیرت تھی کہ نہ تو وہان کسی کو پانی بھرتے دیکھا نہ روٹی پکاتے نہ دھوان اٹھتا دیکھا نہ کبھی کسی کو جھاڑو دیتے دیکھا اور نہ پاخانہ صاف کرتے پایا لیکن سب مکان نہایت پاک و صاف رہتے تھے صورت بھی باباجی کی ایسی پاکیزہ اور خوشنما منظر تھی کہ ہم نے اپنی عمر مین ایسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا رخسارون کی چمک دمک ایسی تھی کہ ڈاڑھی کی سیاہی کا عکس ان میں اس طرح پڑتا تھا جیسے آئینہ مین یاد بود بھی باباجی کی نہایت عمدہ تھی اور ہردم مشغول رہتے تھے عشا کے وقت سے بیٹھے تو فجر کردیتے تھے اور جیسے لطون مین کامل تھے ایسے ہی حکمت و صنعت مین بھی لاجواب تھے چنانچہ ایک دن وجدانی آنت ایک ہندو تھا ایک مسلمان صورت دیکھتے ہی اہل ہنود سے کہا کہ تمہارے گرو نے کچھ جاپ بتایا تھا تم جاپ مین استری سے بوگ کیا اس واسطے خون چاٹ کھا گیا ہے اس نے اس قصور کا اقرار کیا کہا کہ اپنے گرو پاس چلے جاؤ وہی اس کی تدبیر کرین گے مسلمان سے کہا ٹھیرو تمکو دوا دین گے دوسرے دن دریائے نربدا کے اندر گلے گلے پانی مین اس کو کھڑا کیا اور ایک چاول بھر دوا کھلا دی تھوڑی دیر بعد وہ چلایا کہ پیاس کے مارے مرا جاتا ہون کہا خبردار پانی پیے گا تو فوراً مر جائیگا پہر پہر کے فاصلے سے اس کو دوا ... لاتے رہتے باہر نکلا تو اس کا بدن کندن کی طرح دمکنے لگا تب پھر اس کو رخصت

کردیا ہم بیس روز تک ان کے پاس رہے لیکن کچھ بھید نہ کھلا کہ وہ شخص فرشتہ تھا یا خضر یا جن صورت سے تو نہ ہندو ثابت ہوتا تھا نہ مسلمان ایک روز ہم سے کہنے لگا میاں صاحب تم کہاں جاؤ گے ہمارے ہی پاس رہ جاؤ مگر شرط یہ ہے کہ ہم مر جائیں تو تم ہماری ٹانگ میں رسی باندھ کر جنگل میں لے جاکر ڈال دینا اور اگر تم مر گئے تو ہم شاہ جہان آباد سے آدمی بلا کر تمہاری تجہیز و تکفین کرا دیں گے ہم نے کہا سنو بابا جی ہم رہتے تو اپنے گھر رہتے وہاں نہیں تو مکہ میں ٹھیرتے مدینہ میں قیام کرتے یا بغداد میں رہتے جب کسی جگہ نہ ٹھیرے تو یہاں پابند ہو کر کب رہ سکتے ہیں غرض ہم نے چلنے کا قصد کر ہی دیا تب بابا جی نے مایوس ہو کر فرمایا کہ خیر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ خدا حافظ ہم دونوں ان سے سرونج کو روانہ ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ دہلی سے جب ہم چلے اور امصار و دیار کی سیر کرتے ہوئے مقام سرونج علاقہ ٹونک میں پہنچے تو وہاں **میر وزیر علی** صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی مقام سرونج میں دو نوجوان آدمیوں نے ہم سے درخواست کی کہ خدا کا نام بتا دو ہم نے بتا تو دیا لیکن یہ ہمکو بھی معلوم نہ تھا کہ نتیجہ اور اثر کیا ہو گا ایک تو چھ مہینے کے بعد تپ دق میں مر گیا اس بیچارے کی نئی شادی ہوئی تھی اور دوسرا زندہ رہا مگر کچھ دیوانہ سا ہو گیا وہاں سے **میر وزیر علی** کو ہمراہ لے کر کالپی میں پہنچے جہاں میر صاحب کا گھر ہے ان کی نسبت ماموں کے گھر ہو چکی تھی مگر شادی نہیں کرتے تھے ہم نے زبردستی ان کی شادی کرائی پھر وہاں سے بجانب لکھنؤ روانہ ہوئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ شمس آباد کے قریب جنگل میں ایک فقیر احمد اللہ شاہ صاحب رہتے تھے ان کی شہرت سنکر ہم بھی گئے دیکھا کہ ایک نہایت کہنہ اور بہت بڑی مسجد بادشاہی وقتوں کی ہے اسی میں وہ رہتے ہیں ہم کو دیکھ کر نہایت ترشروئی سے پیش آئے اور بولے کہ صاحب یہاں ٹھیرو آدھی رات کے بعد یہاں شیر لگتا ہے ایسا نہ ہو کہ تم کو پھاڑ ڈالے ہم نے کہا کہ خیر جو ہو سو ہو آج تو یہیں قیام کریں گے **ع** ہم کو خدا پہ چھوڑ دو ہم ناخدا جو ہو سو ہو ... وہ تو اپنے حجرے کا دروازہ بند کر کے سو رہے ہم نے نماز عشا پڑھ کر پھر وہ روٹیاں جو ہمارے پاس تھیں کھا کر پانی پیا اب

سونے کا ارادہ ہوا ہمنے خیال کیا کہ یہ جنگل کا مقام ہے شاید شیر لگتا ہو مناسب یہ ہے کہ مسجد کی چھت پر سوئین اوپر چڑہت تو دیکھا کہ ایک کالا سانپ نہایت لمبا اور موٹا پڑا ہوا ہے ہم نے سوچا کہ یہان تو شیر موجود ہے اور نیچے صرف احتمال پھر نیچے اترے خبر نیند تو نہ آئی مگر ہم وضو کرکے تمام رات چبوترہ پر بیٹھے رہے صبح کی نماز پڑھی میان صاحب بھی نکلے اور پوچھا کہ شیر آیا تھا یا نہین ہمنے کہا کہ صاحب یا تو آپ شیر ہین یا ہم شیر ہین اور تو کوئی نظر آیا نہین تھوڑی دیر بعد بستی سے ایک شخص اپنے بچے کو لے کر آیا دم کرایا اور تعویذ لکھا کر لے گیا جب کھانے کا وقت ہوا تو وہی شخص کچھ روٹیان اور چھاچھ لے کر آیا ہمنے میان صاحب کی تواضع کی انہون نے انکار کیا اور کہا کہ آپ کھائین ہمنے کہا کہ پہلے آپ نوش فرمائین تب ہم بھی کھائین گے غرض نہ کبھی ہم نے ساتھ کھلایا اُن کے پاس بہت لوگ تعویذ گنڈے لے لیا کرتے تھے اور اس ذریعہ سے بہت سا روپیہ جمع کر لیا تھا اسی واسطے کسی مسافر کو اپنے پاس ٹھیرنے نہین دیتے تھے ہم سے کہنے لگے کہ میرا ارادہ اس مسجد کی تعمیر کا ہے ہمنے کہا کہ میان صاحب جنگل مین مرنا چاکس نے دیکھا تم اپنی مسجد کو درست کرو مگر اُن کے خیال مین یہ بات نہ آئی ہم تو وہان سے چلدئے پھر سنا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور کئی مٹکے روپیہ اشرفیون کے نکلے کچھ روپیہ تو سرکار نے اُن کے مزار پر لگا دیا اور باقی اپنے خزانے مین داخل کر لیا

ایک روز ارشاد ہوا جب ہم قنوج مین پہنچے تو شہر کے باہر ایک تکیہ مین جا اترے وہان کوئی فقیر نظر نہ آیا خیال کیا کہ شاید کہین گیا ہوگا تھوڑی دیر بعد ایک بڑھیا آکر جھاڑو دینے لگی ہم نے پوچھا کہ یہان کا فقیر کہان ہے وہ بولی کہ کچھ نہ پوچھو ایک عجیب معاملہ ہے ہمنے کہا کہ کچھ تو بیان کر بولی کہ دس برس سے میرا بیٹا گم تھا بہت ڈھونڈھا تعویذ گنڈے عمل نقشے سب کئے کچھ نہ ہوا ناچار ہو کر اس تکیہ کے فقیر پاس آئی اور حصول مراد کے لیے یہان کی جاروب کشی اختیار کی ایک عرصہ تک اس نے منہ نہ لگایا آخر ایک دن میرا مطلب پوچھا تو مین نے اپنی داستان سنائی فرمایا کہ مین تو اس لائق نہین لیکن ایک مرد کامل چند روز دن کے طائفہ مین

ڈھولک بجایا کرتا ہے فلاں محلہ میں جا اور اُس سے یہ سب حال کہہ اور پیدا نکالا کرے
ایک نہ مانیو اور اُس کے دروازہ پر دھنی دیکر بیٹھ جائیو لیکن خبردار میرا نام زنہار نہ لینا
مین گئی اور جو کچھ سکھا دیا تھا وہی کیا کہنے لگے تجھ کو کسی نے بہکا دیا ہے باج راگ کی کوئی
بات ہو تو مجھ سے پوچھ لے مین تو ہیجڑہ ہوں مگر مین نے ایک نہ سنی اور دھنی دیکر
بیٹھ گئی آخرکار وعدہ کیا کہ اچھا تیرا کام ہو جائے گا مگر یہ بتا کہ تجھ کو میرا پتہ کس نے
دیا عرض باولی ہوتی ہے ناچار اُس فقیر کا نام لینا پڑا فرمایا کہ خدا اُس کو غارت کرے جس نے ہم کو
بھی خراب کیا اور آپ بھی برباد ہوا ہم تو سمجھتے تھے کہ کسی نے نہ دیکھا اب اُس کو
بھی ہیجڑوں میں شامل کرین گے مگر ادھوری کہ [illegible] رہے عورت [illegible] سر پر
ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اطراف عالم میں نظر کر دیکھ تیرا لڑکا کہاں ہے دیکھتے
دیکھتے معلوم ہوا کہ میرا لڑکا ایک خانقاہ مین گھوڑے کی باگ پکڑے چلا جاتا ہے مین
خوشی کے مارے چلا اٹھی کہ یہ رہا میرا لڑکا فرمایا کہ اُس کا ہاتھ خوب مضبوط پکڑ لے
مین نے ہاتھ پکڑا اور انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا دیکھتی کیا ہوں کہ لڑکا مع گھوڑے
کے میرے پاس موجود ہے مگر فقیر صاحب غائب ہیں لڑکے کو ساتھ لے بہت خوشی
اپنے گھر آئی پھر جی مین آیا تکیہ والے فقیر کی شکرگزاری کر دوں یہاں آن کر دیکھا تو اُس کو
بھی نہ پایا ابھی چار دن اس معاملہ کو ہوئے ہین دونوں صاحبوں کا پتہ نہیں خدا جانے
کہاں گئے اب مین اس فقیر کی یاد مین ہر روز اس تکیہ کی جاروب کشی کرتی ہوں اور
پانی بھر کے رکھتی ہوں تاکہ مسافر آرام پائیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ قنوج کے جنگل میں ایک مزار حضرت سید **شریف**
ترمذی کے نام سے مشہور ہے نہایت پر فضا اور لطیف مکان ہے رہنے کے قابل ہے مگر خوف
کے مارے رات کے وقت وہاں کوئی نہیں رہتا وہاں ہم گئے تو مجاور نے کہا کہ صاحب
یہاں حضرت کسی کو رہنے نہیں دیتے ہم نے کہا کہ اچھا ہم حضرت سے دریافت کریں گے
دوسرے دن مجاور آیا ہم نے فرمایا کہ حکم ہوا ہے کہ ہم کو حضرت نے اپنے پاس
رہنے کی اجازت دیدی اور دل میں ہم نے سوچا کہ ایسے جب تک [illegible] دو روز ہوں

کی گنجانی کی وجہ سے رہتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے اور مشہور یہ کردیا کہ حضرت کا حکم نہین مجاورنے جاکر لوگون مین شہرت کردی کہ ایک فقیر آئے ہین اور رات کو بھی مزار پر رہتے ہین حضرت نے اجازت رہنے کی دی ہے پھر تو تمام زن و مرد قنوج کے امنڈ پڑے رہنا دشوار کردیا آخر ہم تین چار روز بعد وہان سے چل دیے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ مین سید **وزیر علی** صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے وہان مولوی **سلامت اللہ** صاحب سے ملاقات ہوئی اگرچہ مولوی صاحب اس زمانہ مین بہت کمسن تھے لیکن حسن صورت مین ایسے ہی بے نظیر تھے جیسے حسن سیرت مین ایک دن میان **وزیر علی** الگ بیٹھے کہہ رہے تھے کہ تمام عمر مین بوڑھے معشوق ہمنے یہی دیکھے ہین مولوی صاحب کے کان مین اس بات کی بھنک پہنچ گئی فرمایا کون صاحب ہین ذرا ہم بھی تو اپنے عاشق کی صورت دیکھین اتنا کہتے ہی میان وزیر علی بھاگ گئے مگر مولوی صاحب پہچان گئے اور کہا شاید میان وزیر علی ہون گے پھر ہماری طرف خطاب کیا کہ صاحب تمہارے مزاج مین تو بڑی صلاحیت معلوم ہوتی ہے شریعت اور طریقت کے سب اعمال کرتے ہو لیکن سید وزیر علی سے آپ کا میل جول کیونکر یہ تو بڑے رند مشرب معلوم ہوتے ہین ان کی باتین کچھ اور ہی قسم کی ہین پھر مولوی صاحب کچھ سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو تمہاری ہی صحبت کا اثر ہے شاید ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہین اور کھانے کے اور

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولوی سلامت اللہ صاحب شجاعت و جوانمردی مین بھی یگانہ زمانہ تھے چنانچہ نقل ہے کہ نواب لکھنؤ سے ایک روز سر دربار یہ بات کہی کہ سنی لوگ بڑے بہادر ہوتے ہین ہم نشین بولے کہ قبلۂ عالم یہ سب کہنے کی باتین ہین اگر مقابلہ ہو تو حال کھلجائے نواب نے کہا اچھا دیکھا جائے گا اتفاق سے عید رمضان آئی نواب نے مولوی سلامت اللہ صاحب کو پیام بھیجا کہ صبح کو آپ تشریف لا کر نماز پڑھا دیجئے مولوی صاحب کو اندیشہ ہوا کہ خدا خیر کرے دیکھئے کیا معاملہ پیش آئے اپنا تمام اسباب اور کتابین طالب علمون کو تقسیم کردین اور کہا بھائی اگر صحیح و سلامت آئے تو واپس

کریں گے ورنہ یہ تمہارا مال ہے عید کی صبح کو کپڑے بدل خوشبو لگا تیر کمان ڈھال تلوار
پستول قرابین پانچو ہتھیار سجکر گھوڑے پر سوار ہوئے اور نماز کے وقت نواب صاحب
کے امام باڑے میں جا اترے نواب نے نماز پڑھانے کا اشارہ کیا بے تکلف کھڑے ہو گئے
نماز پڑھائی اور بعد نماز دلیرانہ و مردانہ خطبہ کی قرارت شروع کر دی جب خطبہ ثانیہ
کی نوبت آئی تو صحابۂ کرام کے نام نہایت شد و مد کے ساتھ مکرر پڑھے اور بڑی دھوم دھام
سے خطبہ تمام کیا نواب صاحب نے ایک ہزار روپیہ نقد اور خلعت و دستار نذر کی
مولوی صاحب نے وہ سب سامان نقد و جنس مجتہد صاحب کے سامنے رکھ دیا اور
کہا کہ یہ سب آپ کا حق ہے میں نے نواب صاحب کے حکم کے موجب نماز پڑھا دی
لیکن میں غاصب نہیں ہوں جو کسی کا حق لے لوں ہر چند نواب صاحب نے اصرار
کیا مگر مولوی صاحب نے نہ مانا اور خالی ہاتھ رخصت ہوئے، نواب صاحب نے اپنی
پینس سواری کو دی اور دس سوار ساتھ کر دیے کہ با عزاز و اکرام پہنچا دو جب
مولوی صاحب چلے آئے تو نواب صاحب نے مصاحبین و امرا کو چھیڑا کہ دیکھو سنی
کیسے بہادر ہوتے ہیں ایک پیر مرد جریدہ کس کر و فر سے تمہارے دشمنوں کا نام
بر سر ممبر کھڑا ہو کر پڑھ گیا وہ تنہا اور تم ہزاروں کسی سے کچھ بھی نہ ہو سکا دیکھو بہادر
ایسے ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ شجاعت کی کہ جو کچھ ہم نے دیا اس کی مطلق طمع نہ کی
سب نقد و جنس قبلہ و کعبہ کے سامنے پھینک کر چلا گیا پھر تو مصاحب و حواشی کہنے لگے
لگے کہ پیر و مرشد یہ حضور کا پاس و لحاظ تھا ورنہ ہم ایسا کرتے یوں کرتے نواب
صاحب نے فرمایا کہ بس رہنے دو اگر تم مرد ہوتے تو کچھ کر گزرتے تو بھلا میں تمہارا کیا
کر سکتا تھا۔ غرض سب شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ قبلہ گاہی صاحب کا رسالہ ماہ محرم میں لکھنؤ پہونچا اور پڑاؤ
میں خیمہ زن ہوا ہمارے چار سپاہی شہر کی سیر کو گئے حضرت عباس رض کی حاضری
کا دن تھا وہ سپاہی ایک امام باڑے میں جا پہنچے ہر قسم کا کھانا رکھا ہوا تھا اول
تو مرثیہ ہوا بعد میں صحابہ کرام کی شان میں کچھ بکنے لگے چاروں یاروں نے

گئیں ان مکانوں تمام شیعہ بھاگ گئے امام باڑہ خالی ہوگیا وہ سپاہی سب
کھانا اٹھا کے چلدیے اب مارے خوف کے کوئی شخص اُن کے نزدیک
نہیں آتا دور دور سے پتھر مارتے ہیں جب یہ حملہ کرتے تو سب بھاگ جاتے آخرکار
لڑتے جھگڑتے چلے آتے تھے کہ رسالہ میں خبر پہنچی چند سوار دوڑے سب کو
مار کر بھگا دیا اور دس آدمی گرفتار کرکے لائے انگریز کو خبر ہوئی بہت خوش ہوا
اور کہا کہ رسالدار صاحب یہ کھانا ہمارے سامنے تقسیم کردو اور ہم کو بھی تبرک دو ہمارے
سپاہیوں نے خوب بہادری کی ہم بہت خوش ہوئے یہ قابل انعام ہیں اتنے
میں نواب صاحب کے چوبدار پہنچے اور رقعہ دیا کہ ہمارے مجرم تمہارے رسالہ میں
ہیں بھیجدو صاحب نے انھیں کے دس آدمی مقید ہو اسلئے کہ یہ مجرم ہیں بیجا و
غرض کسی سے کچھ بھی نہ ہوسکا۔

ایک بار ارشاد ہوا۔ ہم لکھنؤ کی ایک مسجد میں ٹھیرے ہوئے تھے اتفاقاً
ایک امیر سیر کو جا رہا تھا دیکھا تو سامنے سے سلیمن صاحب انگریز آ رہے ہیں اس خیال سے کہ
انگریز کو سلام کرنا پڑے گا وہ امیر جھٹ مسجد میں چلا آیا جہاں ہم ٹھیرے ہوئے تھے سلیمن صاحب
اس بات کو تاڑ گیا وہ بھی پیچھے پیچھے مسجد میں آپہنچا اور جھک کر اس امیر کو سلام کیا اور کہا
کہ دیکھو سلام کرنے سے کیا میری توقیر گھٹ گئی یا آپ کا دین کچھ بڑھ گیا آپنے کیوں منہ
چھپایا کیا ہم خدا کے بندے نہیں ہیں وہ امیر بہت شرمندہ ہوا اس کے بعد سلیمن صاحب
ہماری طرف آیا تو ہم نے اُٹھ کر سلام کیا اس نے پھر امیر سے کہا کہ یہ سادھو سلام کرنے
سے کافر ہوگیا پھر میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں میں نے کہا کہ صاحب
یہ تو مجھ کو بھی خبر نہیں کہ میں کون ہوں یہ کچھ نہیں کھلتا مجھے کون ہوں [illegible] سے حیرت
ہوں یا شکل حیوان۔ پھر پوچھا کہ آپ کی قوم کیا ہے میں نے کہا کہ صاحب جو آدم
کی قوم ہے کہا آدم کی کیا قوم ہے میں نے کہا کہ مجھکو نہیں معلوم یہ آدم سے پوچھئے پھر
کہا آپ کہاں سے آئے میں نے کہا کہ جہاں سے سب آئے وہ بہت حیران ہوا اور بولا کہ
صاحب جو بات ہم پوچھتے ہیں اسکا الٹا ہی جواب دیتے ہو پھر تو ان کہا الفت [illegible] نکلے پاس

آنے لگے ایک روز بڑے تکلف سے دعوت کی غرض فقیر کو چاہئے کہ ہر رنگ کا تماشا
دیکھے اور کسی کو برا نہ جانے کیونکہ ذات باری ہر جگہ یکساں ہے ؎

خدا ہر شے کے اندر یوں نہاں ہے	کہ جوں بو گل کی گل کے درمیاں ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں ایک امیرزادہ شیعہ ہمارے پاس آیا کرتا تھا اتفاق
سے اس کی تاریخ نکاح قرار پائی برات کے وقت خود آیا اور باصرار تمام ایک ہاتھی پر سوار
کرکے ہم کو بھی لے گیا اور حسب وعدہ ہمکو علیحدہ مکان میں اتارا کوئی آدھی رات گزری
ہو گی کہ نوشہ کا باپ بزم عقد میں شریک ہونے کے لئے ہم کو لے گیا صیغہ شروع ہونے
کو تھا کہ ایک دایہ سر محفل آن کر کہنے لگی کہ اس نیکبخت پارسا لڑکی کو پانچ مہینہ کا
حمل بھی ہے مگر حرام کا نہیں بلکہ متاعہ شرعی کا ہے یہ بات سن کر دولہا چونکا اور
بے باکانہ کہہ اٹھا کہ میں نکاح نہیں کرتا ہر چند لوگوں نے سمجھایا ایک نہ مانی اس کے
باپ نے ہم سے کہا کہ صاحب یہ آپ کا معتقد بہت ہے کچھ آپ ہی اس کو سمجھائیے
ہمارا تو کہنا مانتا نہیں ناچار ہم نے پاس جا کر کہا کہ صاحبزادہ وجہ انکار کیا ہے بولا کہ
حضرت نے بچپن کی چاٹ لگی ہوئی آئندہ کب چھوٹے گی ہم نے کہا کہ میاں جب تمہارے مذہب میں
یہہ امر جائز و درست ہے تو برا کیوں سمجھتے ہو کہا کہ صاحب ایسے مذہب کو بھی میرا سلام
ہے اس کے باپ نے کہا ہیں کیا سنی ہو گیا۔ بولا کہ ہاں پہلے تو نہ تھا مگر اب بے شک
ہو گیا یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا محفل درہم برہم ہو گئی ہم بھی اپنے مکان کو چلے آئے صبح کو
وہ امیرزادہ آیا کہ حضرت مجھ کو مرید کیجئے ہم نے کہا کہ بھائی ہم ہیں قادری اور تم کو
ان سے عداوت ہے پھر بات کیوں کرنے لگی ع اس کی رسوائی سے ناموس ہے تیرے پیرے
جواب دیا کہ حضرت گذشتہ سے توبہ اور آئندہ کو ان کا غلام ہوں جب اس نے [illegible]
مجھ کو ہم نے بیعت کر لیا [illegible]

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ سے ہم اپنے وطن کو روانہ ہوئے جب تنبیال کے [illegible] لوپور میں
پہنچے تو مسجد میں جا اترے عصر کے وقت ہمارے [illegible] مسجد کے سامنے
سے گذرے ایک شخص نے مسجد میں سے پکار کر کہا کہ ہمارے میر صاحب بڑے بھاگوان ہیں جب سے تشریف لائے

توبھرے بھتوے آتے ہیں آپ ہنستے ہوئے چلے گئے پھر نماز کیواسطے مسجد میں تشریف لائے میانجی نے کہدیا کہ میرِ صاحب آج ایک مسافر بھی آگیا ہے بعد نماز مغرب ہم کو اپنے گھر لے جاکر بیٹھایا اور خود کسی کام کے لئے باہر گئے گھر مین صرف نانی صاحبہ بخار کی شدت میں پڑی کراہتی تھین وقت فرصت کو غنیمت سمجھ کر ہم ان کے پاون دبانے لگے فرمایا کون۔ عرض کیا مسافر ہون اور سید آپ کا نواسا خفا ہوکر بولین کہ تو میرا نواسا کیون ہوتا خدا جانے کون ہے کون نہین میرے پانو کو ہاتھ مت لگا اتنے مین ماموں صاحب آگئے پوچھا کیا ہے نانی صاحبہ نے فرمایا کہ یہ نامحرم مسافر کہتا ہے کہ مین تمہارا نواسا ہون اور پاؤن دبانیکو آبیٹھا ماموں صاحب نے کہا خیر نواسا نہ سہی نواسون کی برابر تو ضرور ہے اگر پاؤن دباتا ہے تو کیا مضائقہ ہے لیکن انھون نے نہ مانا کھانا کھا کر ہم مسجد میں آئے سویرے اٹھ کر گھر کو روانہ ہوئے۔

ایک وزارشاد ہوا جب ننہیال کے گاؤں سے چلکر وطن مین پہونچے تو محلہ کی مسجد میں جا ٹھیرے مسجد کے ملّا نے ہمارے گھر خبر کی کہ آج ایک مسافر نووارد مسجد میں آگیا ہے شام کے وقت ہمارا چھوٹا بھائی حیدر حسن جس کی عمر یا دہ برس کی تھی ہمارے لئے کھانا لایا ہم نے اُس کا اور باپ دادا کا نام اور قوم پوچھی سب باتون کا جواب ٹھیک دیا برتن واپس لے کر گھر گیا اور والدہ صاحبہ سے ساری باتین بیان کین وہ سن کر چپ ہو رہین ایک روز ہم نے حجام کو بلایا اور حجامت بنوائی ہمارے سر مین ایک نشان تھا بہ شکل چلیپا وہ دیکھ کر بولا کہ حضرت اگر قصور معاف ہو تو کچھ عرض کرون ہم نے کہا کہ اچھا کہو بولا کہ یہ نشان جو آپ کے سر پر ہے میرے ہاتھ کا ہے اب یہ نہین معلوم کہ آپ وہی ہیں یا کوئی اور ہم نے حال پوچھا تو اُس نے ہمارا قصہ ہو بہو سنایا کہ سید **احمد علی** صاحب کا ایک لڑکا تھا **غوث** نام اس کے سر مین مین نے ایسا ہی شگاف دیا تھا مدت ہوئی کہ وہ گم ہوگیا آج تک پتا نہیں ہم نے اس کو بطالعت الحیل سے ٹال دیا بھائی حیدر حسن ہمارے واسطے روز کھانا لاتا اور ہم اس [illegible] کہا کہ آؤ بھائی ہمارے ساتھ کھالو اس نے بُرا مانا اور والدہ سے جا کر کہا کہ میاں فرنجہ کو روز چھیڑتے ہے اور دیکھتا رہتا

آج سے روٹی دینے نہین جاؤن گا اتفاق سے اس دن مُلّا کی کہیں دعوت تھی مغرب کی
اذان ہم کو دینی پڑی والدہ صاحبہ نے آواز پہچان لی شام کو جب حیدر حسن کھانا
لایا تو یہ پیام دیا کہ کل صبح کو آپ کی دعوت ہے مکان پر چلیے گا ہم نے دل مین کہا
خدا خیر کرے کہین بڑی بی نے تو پہچان تو نہین لیا صبح کو ہم بلائے گئے پردہ ہوا صحن مین بیٹھے
والدہ صاحبہ نے پہلے تو پس پردہ ہم کو خوب دیکھا بھالا پھر یکایک نکل ہمارے دونو
ہاتھ پکڑ لیے اور فرمایا کہ ہارون تھپیڑ ہم نے کہ مین ہین!! مائی صاحبہ ایک گن دے گھر مین
بلا کر غریب مسافر کو مارتی ہو فرمایا خوب ابھی بکاری کے جاتا ہے ہم نے تجھ کو کھلایا پلایا پرورش
کیا ہماری گود میں ہوش سنبھالا چھوٹے سے بڑے ہو ہم تجھ کو نہ پہچانین گے چوبیس برس
بعد آیا تو چورون کی طرح مسافر بن کر مسجد مین جب اس وقت ہم سے کیا بھول ہوئی کہ بے ساختہ
زبان سے نکل گیا کہ مین غوث نہین ہون یہ بات منہ سے نکلی تھی کہ انھون نے ہنس کر فرمایا
کہ ہان تو غوث نہین تو اس کا نام کیسے معلوم ہوا اس کے بعد ہم نے قدم بوسی کی انھون
نے ہم کو چھاتی سے لگا لیا اور زار زار رونے لگین اتنے مین دوسری والدہ صاحبہ بھی خفا
ہوتی آئین کہ ارے بے مروت ہوا تو ہم سب کو بھول گیا چوبیس برس مین ایک دفعہ
بھی اپنی خبر نہ بھیجی بڑی والدہ نے فرمایا کہ کیا اس نے کہین شادی کر لی تھی یا کہین کا
بادشاہ بن گیا تھا جو بھول گیا بیچارہ قسمت کا مارا نصیبون کی گردش سے دربدر
پھرتا رہا یہی غنیمت سمجھو کہ آ نکلا اور ہم کو اپنی صورت دکھا دی اگر نہ آتا تو ہم اس کا کیا
کر لیتے المختصر ہم نے منت و سماجت کر کے سب کو راضی کیا اور چوبیس روپیے جو ہمارے
پاس تھے سب کے سامنے رکھ دیے حیدر حسن سے ہم نے کہا کہ لو اب تو ہم تمہارے
بھائی بن آ کر مل لو وہ رونے لگا ہم نے پیار کیا اس کا عجب حال تھا جہان ہم کو دیکھتا
رو دیتا ہم نے بہت پوچھا کہا مین نہین جانتا کیا بات ہے آپ کو دیکھ کر بے اختیار
میرا جی بھر آتا ہے ہمارے آنے کی خبر سن کر نانی صاحبہ بھی تشریف لائین مین نے کہا
اس وقت آپ نے بالو نہین دلوائے اب مین بھی آپ سے نہین ملتا فرمایا کہ تو بڑا
دغاباز اور شریر ہے کیون نہیں کہا تھا کہ مین غوث ہون پھر مین نے قدم بوسی

کی انہون نے بہت پیار کیا چند روز کے بعد ایک دن والدہ صاحبہ فرمانے لگین کہ بھائی
غوث حسن کیا بیت اللہ شریف مین تم کو خرچ کی تکلیف ہوئی تھی اور کسی ترک نے تم کو پانچ
ریال دے کر کہا تھا کہ خاطر جمع رکھو آئندہ کبھی تکلیف نہ ہوگی مین نے اقرار کیا تو فرمایا کہ
وہ تیرا بھائی انوار الحسن تھا اس نے جس وقت تم کو پانچ ریال دیئے تھے اسی وقت
آن کر مجھ سے یہ حال کہا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ تو غوث حسن سے ملا کیون نہیں اس
نے کہا کہ اگر ملتا تو وہ میرا پیچھا نہ چھوڑتا محبت جوش کرتی طرفین کے لئے خرابی پڑتی
چند روز کے بعد سب گھر والے ہمارے سر ہوے کہ تمہاری منسوبہ اب تک بیٹھی ہوئی ہے
اور کسی سے نکاح نہیں کرتی بہتر ہے کہ اب تم شادی کر لو۔ یہ مضمون سن کر ہم بہت گھبرائے
آخر بڑی مشکل سے اس نیکبخت کی شادی بھائی سید الحسن کے ساتھ کرا دی کیونکہ
ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا پھر ایک دن والدہ صاحبہ نے کہا کہ تیرے حصہ
کی جائداد موجود ہے مناسب ہے کہ سید الحسن اپنے حقیقی بھائی کے نام لکھدے
میں نے عرض کیا کہ ان سے کیا خصوصیت ہے مجھ کو تو سب بھائی برابر ہیں چنانچہ سب
کو برابر تقسیم کر دی

ایک روز راقم نے عرض کیا کہ حضرت کبھی آپ کو عشق بھی ہوا ہے۔ **ارشاد ہوا**
کہ جب ہم گھر سے چل کر بنارس میں پہنچے تو وہان ہمارے بھائی فیض الحسن تھانہ دار
تھے ان سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی بھائی نے ہرچند اصرار کیا کہ مکان پر ٹھہرو
مگر ہم کو سوائے مسجد کے آرام کہان تھا گنگا کے کنارے ایک مسجد تھی اس میں قیام کیا
ایک طرف گھاٹ دوسری جانب شارع عام بھائی صاحب بھی روزمرہ وہان تشریف
لاتے کھانا بھی وہی بھیجتے تھے ایک دن بعد نماز عصر دیوار مسجد پر بیٹھے ہم سیر دیکھتے تھے
کہ یکایک نازنین مہ جبین غارت گر دنیا و دین چودہ پندرہ برس کا سن و سال قیامت
کی چال ڈھال قوم سے برہمن کشمیری ہمجولیون کے گروہ مین آفتاب عالمتاب کی طرح
نظر و خیرہ کرتی ہوئی دکھلائی دی اس وقت یہ سراپا کسی شاعر کا یاد آگیا ؎

چار چتر یک چار رنگ گٹ چار پھول پھل چار	کیشو پورن پر تاب تن ملے نہ لیسی نار

کنول سی جرن کر آنگری کسنبہ رنگ چنپا کی برن تن جو ھی کن دین ھین

گل نیلوفر پاؤں ہاتھ انگشت کسنبہ چنبیلی نام گل خوشبودار

ایڑی نارنگی سرو ج سیری پھل بنبہ سی ادھر دنت ڈارم بجبن ھین

سر ناریل کدوری لب دانت انار کے مانند

کیرکی ناک سو کپوڈکی سی کنٹہ کھنجن کیسی چلچلا او رکوکلا کی بین ھین

طوطا ناک کبوتر گردن ممولا چلبلاہٹ نام طائر خوش الحان آواز

کت گجراج کی سو کٹ مرک راج کی سواھو کی سو گھو نگھٹ اور مرگ ھو کی نین ھین

رفتار ہاتھی کمر چیتا گھوڑا تازی ہرن چشم

کاشمیر کی پیدایش ہندوستان کی زیبایش کاشمیر کی نرگس شہلا ہندوستان کا نازو ادا

امی ھلاھل مد بھری سیت شام رتنار

آبحیات زہر مخمور سفیدی چشم سیاہی چشم سرخی چشم

جیت مرت جھک جھک پرت جی چتوت اکبار

جی گیا مرگیا مست ہوگیا جو صورت ایکدفعہ

کو یہ تج او بہ چلی اجون امی ھار

سوراخ مار چھوڑ کر اوپر ناگن ابحیات واسطے

مرو ادی بیسر نکھو جو دبکی مانج پہاڑ

مور ننھ خیال کیا بیٹھے درمیان دو پہاڑ

راقم۔ اُس وقت حضرت کا حال بالکل ایسا ہوگیا تھا جیسا کہ ایک فقیہ کا قصہ کسی نے نظم کیا ہے

بود فقیہے بہ بنارس مقیم
مرد ہنر پرور و فرزانہ کار
صحبت مردان خرد پیشہ داشت
راست بکیش و بکنش ہم درست
نقد ورع آنچہ کہ در بار داشت

بادل آسودہ ز امید و بیم
در ہمہ فن رزانگی آموزگار
پاک دل و پاک کے اندیشہ داشت
ہم بدم و ہم بقدم گرم و چست
بستہ لشاغولہ و ستار داشت

غمزه بجانش پے بازی نخاست ۔ طره پے دست درازی نخاست

دل بصنم خانه نیازے نبرد ۔ در خم ابروے نمازے نبرد

بت بسوے سجده اشارت نکرد ۔ مغ بچه تعلیم طهارت نکرد

مختصر آن مایهٔ فرهنگ و فر ۔ بود ز عشق و فن او بے خبر

داشت درین منزل و بیم امید ۔ خاطر فارغ ز سیاه و سفید

رسته ز تیرنگی لیل و نهار ۔ شاد همی برد بسر روزگار

یک سحر از در صنمے بے حجاب ۔ چون ز گریبان سحر آفتاب

دل برے بندۂ مسلمان فریب ۔ برده بزلف از دل ایمان شکیب

ناز دران نرگس جادو سرشت ۔ خفته چو روح القدس اندر بهشت

نیم نگاهے که بدرویش کرد ۔ سینه خراشید و جگر ریش کرد

غمزه بر آن ریش خراشے فزود ۔ لب نمک آورد بر آن ریش سود

ناوکِ مژگان سرپیکان کشاد ۔ خونِ تمنا ز رگِ جان کشاد

نظر کے دو چار ہوتے ہی ہوش حواس جاتے رہے ؎

نین چھپائے نا چھپین پٹ گھونگھٹ کی اوٹ

چتر نار اور سود ما کرین لاکھ مین جوٹ

مگر ابھی اتنی عقل باقی تھی کہ ہم نے مسجد کے مُلا سے کہدیا کہ ہمارے بھائی آئین یا کھانا بھجوائین تو تم کہدینا کہ وہ چلہ میں بیٹھے ہین اور سب سامان مجھ کو دے دیا ہے جس وقت ضرورت ہوگی میں کھانا تیار کر کے کھلاؤں گا اب کچھ ضرورت وہاں سے کھانا بھیجنے کی نہیں ہے مُلا کو یہ بات سمجھا کر ہم نے حجرہ کا دروازہ بند کیا اور اس پریرو کا تصور باندھا اس عرصہ میں نماز روزہ و کھانا پینا سب بالاے طاق تھا آٹھویں دن وہ تصویر مجسم ہو کر سامنے آ کھڑی ہوئی اسی دن وہ دل ربا اپنے شوہر کے ساتھ تھالی ہین شیرینی رکھے مسجد کے اندر آموجود ہوئی ؎

شب که بود هم با هزاران کوه درد ۔ سر بزانوئے غمش بنشسته فرد

خوبصورت نینھیں گھونگھٹ کے اوٹ میں پوشیدہ نہیں رہتیں خوبصورت عورت اور بہادر مرد لاکھوں میں پہچانے جاتے ہیں ۱۲ منہ

جان بلب از حسرت گفتار او — دل پر از نومیدی دیدار او

آن قیامت قامت پیمان شکن — آفتِ دوران بلای مرد و زن

فتنۂ دوران و آشوب جہان — خانہ سوزی چون من بے خانمان

از درم ناگہ در آمد بے حجاب — لب گزان از رخ بر افگندہ نقاب

کاکلِ مشکین بدوش انداختہ — وز نگاہے کار عالم ساختہ

گفت اے شیدا دل محزون من — وے بلاکش عاشق مفتونِ من

کَیفَ حَالُ القَلبِ فِی نَارِ الفِرَاق — گفتمش وَاللہِ حَالِیْ لَایُطَاق

اس نے حجرہ کی زنجیر کھٹکائی اور ہر دل نے گواہی دی کہ تو مطلوب آپہنچا ہم نے کنڈی
کھول دی وہ دونو اندر آئے دیکھا تو اس کا شوہر بھی حسن و جمال میں بے مثال تھا
ہم نے پوچھا تم دونو کس لئے آئے ہو کہا کہ ہم کو اولاد کی تمنا ہے خیر ہم سمجھ گئے
کہ یہ سب فساد حضرت عشق کا ہے ورنہ ابھی تو ان کے دن خود سیر و تماشے کے ہین
کیسی اولاد اور کسکی تمنا اس عورت نے ہماری طرف ٹکٹکی باندھ دی اس کے شوہر سے
ہم نے کہا ذرا تم باہر جاکر زنجیر لگا لو ہم کو اس سے ایک پردہ کی بات پوچھنی ہے
وہ غریب دروازہ بند کرکے باہر ہو گیا اس زمانہ مین ہماری عمر پینتالیس سال کی
تھی ہم نے دل سے کہا کہ بولو حضرت اب کیا ارادہ ہے اگر اس کو جورو بنانا چاہتے ہو تو
میان بیوی دونون راضی ہیں مگر اب وہ عمر جوانی کہان اور اگر بہن بنانا چاہتے ہو تو
اپنی مان بہن کو کیوں چھوڑا جس کے لئے آٹھ دن سے یہ بیتابی و بیقراری تھی وہ
موجود ہے کہ کیا کہتا ہے دل نے جواب دیا کہ یہ بھی ایک کھیل کھیلنا تھا سو کھیل چکے بس
اب کوئی خواہش باقی نہیں اس کے بعد ہم نے اس سے دو ایک باتین پوچھ کر اس کے خاوند
کو بلا لیا اور ایک تعویذ لکھ کر ان کے حوالے کیا اور کہا کہ جاؤ خدا حافظ ان کے جانے
کے بعد خیال آیا کہ یہ حضرت عشق ضرور کچھ نہ کچھ رنگ لائے گا اور طرف ثانی کو بھی
ستاتا ہے ؟ پہلے ہی چلدینا بہتر ہے یہ سوچکر ہم آدھی رات کو چلدئے اور وہان
سے بیس کوس پر جاکر دم لیا دوسرے دن وہ نیکبخت بھی شوہر کو ہمراہ

ے ایکہ مین بیٹھ عصر کے وقت اسی مقام پر آن پہنچے بال پریشان طبیعت اوداس
چہرہ پژمردہ دل افسردہ پاس آن کر لگی زار و قطار رونے اس وقت ہم کو یہ شعر دیا یاسہ

لٹ لٹکی لپٹا ٹپٹ آٹ پٹ بولت بین
کچھو پیا سی کھٹ پٹ بھی جو پٹ پٹ ٹپکت نین

اور بار بار کہنا شروع کیا کہ آپ بنارس تشریف لے چلیں جب دونوں نے بہت اصرار
کیا تو کہنا پڑا کہ ہم یہان ایک کام کے لئے آئے ہین وہ ہو جائے گا تو دو چار دن مین ہم خود
چلے آئین گے غرض تسلی و تشفی دے کران کو اودھر روانہ کیا اور ہم نے ایکہ کرایہ کر لکھنو کی راہ
لی نہین معلوم اس پر کیا گذری اثنا راہ مین شاہ کرڑا کا مزار آیا اس کی زیارت کو گئے چونکہ
پنجشنبہ کا دن تھا اُس وقت ایک طوائف مجرا کرتی اور یہ غزل گاتی تھی ؎

خود سوئے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت	یارا بغمزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت

ناگہان ایک فقیر لنگوٹی بند لاٹھی ہاتھ مین لئے محفل مین کودا اور یہ شعر پڑھ کر ناچنے لگا ؎

خود درمیان درآمد و یارا بہانہ ساخت	انکس کہ خاک ما را گل کرد و خانہ ساخت

اس وقت اہل محفل پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی کسی کو کسی کی خبر نہ رہی دو چار چکر مار کر چل دیا
معلوم نہ ہوا کہ کہان سے آیا اور کدھر گیا کوئی اس کو پہچانتا بھی نہ تھا وہان سے چل کر ہم لکھنو
پہنچے اور چندے قیام کر کے سنبھل کا ارادہ کیا جہان ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا
حبیب اللہ شاہ صاحب نقشبندیہ کا مزار ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم کو یہ خبر نہ تھی کہ حضرت مولانا **حبیب اللہ شاہ صاحب**
نے بوقت انتقال اصحاب و احباب سے فرما دیا تھا کہ غوث علی نام ایک ہمارا بڑا رفیق و
دوست ہے اگرچہ آوارہ گرد آدمی ہے لیکن کبھی ادہر آ نکلے تو بہت خاطر و مدارات کرنا
چنانکہ منزل بمنزل سیر کرتے ہوئے ہم سنبھل میں پہنچے تو کسی نے پہچانا نہیں مگر ایک دن
غلام حسین نام ایک شخص نے ہمارا نام دریافت کیا ہم نے بتا دیا بولا کہ آپ حضرت
حبیب اللہ شاہ صاحب کے مرید ہین کہا کہ ہان جب یہ بات اس کو معلوم ہو گئی تو سارے
شہر میں کہہ پھرا کہ حضرت کے بڑے خلیفہ آ گئے ہین جن کی نسبت حضرت نے وصیت فرمائی

تھی پھر تو بہت لوگ شہر کے آنے جانے لگے اور خاطر تواضع شروع ہوئی چند روز
بعد وہاں کے اکثر کہنہ و مہر ادنے اعلےٰ مجتمع ہو کر آئے اور کہا کہ حضرت [illegible]
لیجئے ہم نے ان سب سے کہا کہ میاں صاحب قبلہ نے ہماری نسبت کیا الفاظ فرمائے
تھے آیا مرید یا رفیق - بولے کہ ہاں رفیق کے الفاظ سے یاد فرمایا تھا لیکن آپ کو تو مریدی
کا اقرار ہے - ہم نے کہا تم لوگ کیا خبر شاید ہم نے روٹیوں کے لئے یہ بات بنائی ہو اور سنو
صاحبو آپ لوگ دنیا دار ہیں یا فقیر سب نے جواب دیا کہ دنیا دار پھر ہم نے پوچھا کہ ہماری
نسبت کیا خیال کرتے ہو دنیا دار یا فقیر بولے کہ ہم تو آپ کو فقیر سمجھتے ہیں - ہم نے کہا کہ
تعجب کی بات ہے کہ ہم فقیر ہو کر دنیا داروں کے ہاتھ سے پگڑی باندھیں البتہ اگر میاں
صاحب قبلہ اپنے دست مبارک سے ہمارے سر پر جوتیاں بھی رکھ دیتے تو ہم کو تاج
سلطنت تھا پس آپ صاحب مجھ کو معاف فرمائیں اور اس قسم کا تذکرہ درمیان نہ لائیں
غرض وہ لوگ اپنی پگڑی بغل میں داب کر چلے گئے اور پھر کبھی ایسا ارادہ نہ کیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ سنبھل میں چھ مہینہ رہنے کا اتفاق ہوا وہاں کے اکثر
آدمیوں سے ملاقات ہو گئی ایک دن ہمارے پیر بھائی غلام محی الدین کی والدہ نے ہم کو
بلا کر یہ بات کہی کہ تمہارے بھائی کی شادی کو نو برس ہوئے مگر اولاد نہیں ہوئی کچھ
اس کی تدبیر کرنی چاہیئے ہم نے کہا کہ بہت اچھا انشاء اللہ کچھ فکر کیا جائے گا [illegible]
ہم وہاں سے چلے آئے اور موضع نگری میں پہنچے جو گڈھ مکتیسر کے مقابل گنگا کے کنارے
واقع ہے یہاں غلام محی الدین گھاٹ پر نوکر تھے ان کے پاس ہم بھی ٹھیر گئے
اس زمانہ میں برسات کا موسم اور دریا میں طغیانی تھی اس لئے [illegible]
ایک کھیو دلگتا تھا حسن اتفاق سے ایک جوان عورت دسویں کشتی روانہ ہو چکی تھی اس کو
اس کو ٹھیرنا پڑا چونکہ نہایت حسین و طرحدار و نوجوان تھی لوگ اس کو دیکھنے لگے ہمارے
پیر بھائی نے بھی دیکھا تو وہ بولی کیوں صاحب آپ کس پر ریجھے ہیں [illegible]
شادی ہو گئی [illegible]
کیا [illegible]

کہ ضرور کچھ نہ کچھ دال مین کالا ہے ہم نے جوگن سے کہا کہ مائی صاحب آج ہمارے پاس
ٹھیر جاؤ کہا کہ بہت اچھا ایک جھونپڑی اس کے واسطے خالی کرا دی پھر ہم نے بھائی صاحب
سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے کہا یہ جوگن سچ کہتی ہے مین نامرد ہون جب شادی کی طیاری
ہوتی تھی تو مین نے صاف صاف کہدیا تھا مگر والدہ اور خالہ نے جن کے گھر میری شادی
ہوئی نہ مانا اور عقد کردیا شب زفاف کو مین اپنی بیوی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوگیا
اور کہا کہ مین کسی قابل نہین تیری اور میری مان نے یہ ظلم کیا اب شرم تیرے ہاتھ ہے
اس نیکبخت نے جواب دیا کہ خیر جو تقدیر کا لکھا تھا پیش آیا اب کیون عزت خراب کی صبح
اٹھ کر دونون نہا لیا کریں گے ؎

جنکؔ سُتا جنت بھو راہ چند ربرلین
سُوہا رچا باشنت کا کرم رنکہ رکھہ دین
لکھہ سیان پٹ کو زبدہ کردینکھو سب کوئی
ان ہونی ہونی نہین ہونی ہو سو ہوئی

مگر دیکھنا کوئی اس راز سے آگاہ نہونے پائے ورنہ تمام زمانہ مین رسوائی ہوگی واہ بھی
عورت اللہ تعالیٰ نے کیا سمجھ اور حوصلہ دیا تھا کہ نو برس تک پردہ فاش نہ ہونے دیا

نہ ہر زن زنست و نہ ہر مرد مرد — خدا پنج انگشت یکسان نہ کرد

یہ ماجرا سن کر ہم جوگن کے پاس گئے اور کہا کہ مائی صاحبہ کچھ اس مرض کا علاج بھی ہے
جس کو تم نے ایک نظر مین تشخیص کر لیا اس نے چٹکی بجا کر کہا کہ اتنی دیر مین علاج
ہوسکتا ہے لیکن سامان مہیا کرنے کو ایک مہینہ چاہئے ہم نے کہا کہ مہربانی کرکے آپ
بھی ایک مہینہ تک تشریف رکھین کہا کہ خیر کیا مضایقہ ہے آپ کی خاطر عزیز ہے پہلے
یہ میان صاحب ایک مہینہ کی رخصت لین پھر ایک سیر گھی ایک سیر روغن کنجد ایک
کڑھائی اور ایک چارپائی اونچے پایون کی جس مین بجائے بان کے ڈنڈے لگے ہون لیا
کرائیے اور قدرت الٰہی کا تماشا دیکھیے جب اس کے کہنے کے موافق سب سامان مہیا ہوگیا تو ہم نے
کڑھائی چولہ پر رکھ گھی اور تیل ایک دفعہ ہی ڈالدیا اور اس کے اوپر چارپائی بچھادی پھر غلام محی الدین کو

ایک ذراسی دوا کھلائی جس سے بیہوشی طاری ہوگئی اُس وقت ان کو چارپائی پر لٹا دیا اور
کڑھائی کے نیچے دھیمی آنچ شروع کی جب کہ اس کی بھاپ ریڑھ کی ہڈی کو لگی تو فوراً چھینکیں
آنے لگیں اور عنث کے عنث ناک سے نکلنے لگے اور قوت شہوانی کو ہیجان ہوا تھوڑی دیر
مین آنکھین کھولدین جوگن نے فرمایا کہ دیکھو اب ان کی آنکھوں میں اور ہی رس ہے
فی الواقع اس وقت مخمور و متوالون کی طرح سرخ آنکھین تھیں پھر وہ بیقرار ہو کر پکارے
کہ اب طاقت ضبط نہین رہی آخر کار جوگن نے ایک ترکیب بتائی اور کہا کہ ایک مہینے
تک اسی ترکیب کو کرتے رہنا مہینہ بھر کے بعد گھر کے آدمیون کو بلا لیا ورخوشی وخرمی سے
رہنے لگے۔ ایک روز جوگن نے ہم سے کہا کہ آپ بھی یہ دوا کھا لیں ہم نے کہا بہت اچھا
بشرطیکہ تم بھی ہمارے ساتھ رہو کیوں کہ اس کے اتار چڑھاؤ سے تم خوب واقف ہو سکر
چپ ہوگئی۔ یہ عورت بڑی خوش مذاق اور با اخلاق تھی جو شغل اس کو کسی کامل گرو سے
پہونچا تھا ہر دم اس میں مشغول رہتی دن بھر سب سے بات چیت کرتی جب رات کا وقت آتا تو
اپنی جھونپڑی کا دروازہ بند کر کے صبح تک تنہا بیٹھکر گذار دیتی تھی ایک روز اس نے بیان
کیا کہ میری شادی بھی ہوگئی تھی قضاے الٰہی سے میرا شوہر ہیضہ کر کے مر گیا نہایت
حسین وخلیق آدمی تھا اگر آپ دیکھتے تو بہت خوش ہوتے میں اسی کے ہیزک میں جوگن کا
بھیس بھر کر دیس بدیس پھرتی ہون چندے جنون کا زور رہا مگر اب کمی ہوگئی ہے
دیوانہ وار در کمر کوہ گشتہ ایم * بے اختیار سر بہ بیابان نہادہ ایم * ہم نے کہا کہ تم بڑی
اور مستقل مزاج عورت ہو کہ لطف دنیا سے واقف ہو کر اس کو ترک کیا اور ہم جو مجرد و تنہائی
پھرتے ہین تو بات یہ ہے کہ کبھی اس کوچہ کی سیر ہی نہیں کی بولی کہ آؤ ہمارے ساتھ رہو
اور بانس پرست ہو جاؤ ہم نے کہا صاحب بس معاف رکھئے جب ایک مہینہ ہو گیا
وہ جوگن رخصت ہوئی ہم نے پچاس روپیہ نذر کئے اس نے نہ لئے اور کہا کہ جو کچھ
ہم نے کھا لیا یہی بس ہے اس کے سوا مجھ کو کچھ درکار نہیں۔ ایک دن ہم میان غلام محی الدین
کے گھر گئے اور ان کی بیوی سے کہا کہ مائی صاحب کیا کرین پہلے دو جگہ مرید
چکے ہیں ورنہ اس شان ستار العیوبی میں ہم تمہارے مرید ہو جاتے آخر

کہ نو برس تک صبر کیا اور کسی پر راز فاش نہ ہونے دیا ہے

صد ہزاران کیمیا حق آفرید — کیمیائے ہم چو صبر آدم ندید

اس نے کہا کہ سنو میاں صاحب ایک رشتہ تو پہلے سے تھا نکاح کے بعد دوسرے حقوق ہو گئے۔
اور جب ان کی عزت میں فرق آتا تو میں کب بچتی صبر کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت
بھی رکھی اور میری بھی لیکن یہ ایسا عذاب تھا کہ دوزخ کا عذاب بھی اس کے سامنے ہیچ ہے۔
الحمد للہ آپ کے قدموں کی برکت سے وہ دن بھی گذر گئے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسرا۔ ہے

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور — کلبۂ احزان شود روزے گلستان غم مخور
دور گردون گر دو روزے برمراد ما نگشت — دائما یکسان نہ باشد کار دوران غم مخور
گرچہ منزل بس خطرناک ست و مقصد نا پدید — ہیچ راہے نیست کانرا نیست پایان غم مخور
گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن — چتر گل بر سر کشی اے مرغ خوشخوان غم مخور
در بیابان گر زشوق کعبہ خواہی زد قدم — سرزنش با گر کند خار مغیلان غم مخور
ہان مشو نومید چون واقف نہ اسرار غیب — باشد اندر پردہ بازیہائے پنہان غم مخور
ہر کہ سرگردان بہ عالم گشت و غمخوارے نیافت — آخر الامر او بغمخوارے رسد ہان غم مخور

وہاں سے رخصت ہو کر ہم رامپور پہونچے

ایک ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ رامپور میں گئے تو سرائے میں ٹھیرے اتفاقاً
مولوی فضل حق صاحب سے ملاقات ہوئی نہایت محبت و عنایت سے پیش آئے اور
سپنے نوکر سے کہا کہ جاؤ آپ کا اسباب اٹھا لاؤ میں نے کہا کہ حضرت برائے خدا مجھے وہیں رہنے
دیجئے کہ بہت آرام سے ہوں کہا اچھا جہاں آپ خوش رہیں لیکن بھٹیاری کو کہلا بھیجا
کہ ان کے خرچ کا حساب ہمارے ذمہ ہے اگر پانچ روپے روز بھی اٹھیں تو کچھ مضائقہ
نہیں نہ دیں گے لیکن یہ شرط ہے کہ میاں صاحب بلا اجازت ہمارے کہیں چلے
نہ جائیں ایک روز پچھلی باتوں کا ذکر آ گیا اپنے والد بزرگوار کو یاد کر کے روتے رہے
ہم نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کو وہ دن بھی یاد ہے کہ مولوی صاحب نے تھپڑ مارا تھا اور آپ کا
دست افضیلت سے دور رہا پھر تو بھی ہنسنے لگے اور فرمایا کہ ... سے وہ کچھ بات نہ تھا اور وہ قصہ اسطرح

تھا کہ مولوی فضل امام صاحب نے ایک طالب علم کو فرمایا کہ جا و فضل حق سے سبق پڑھ لو
وہ آیا غریب آدمی بصورت عمر زیادہ علم کم ذہن کند یہ نازک طبع ناز پروردہ جمال صورت
ومعنی سے آراستہ چودہ برس کا سن وسال نئی فضیلت ذہن میں جودت بھلا میل ملے تو کیسے
ملے اور صحبت راس آئے تو کیونکر آئے تو تھوڑا سبق پڑھایا تھا کہ بگڑ گئے جھٹ اس کی
کتاب پھینک دی اور برا بھلا کہکر نکالدیا وہ روتا ہوا مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا
سارا حال بیان کیا فرمایا کہ بلاؤ اس خبیث کو مولوی فضل حق صاحب آئے اور دست بستہ
کھڑے ہو گئے مولانا صاحب نے ایک تھپڑ دیا ایسے زور سے کہ کچی دستار فضیلت دور جا پڑی
اور فرمانے لگے کہ تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد مین رہا ناز و نعمت مین پرورش پائی
جس کے سامنے کتاب رکھی اس نے خاطرداری سے پڑھایا طالبعلموں کی قدر و منزلت تو
کیا جانے اگر مسافرت کرتا بھیک مانگتا اور طالب علم بنتا تو حقیقت معلوم ہوتی ارے طالب علم
کی قدر ہم سے پوچھ ست درازی شب از مژگان من پرس * کہ یکدم خواب در چشمم نگشت ست *
خبردار تم جانوگے اگر آیندہ ہمارے طالبعلموں کو کچھ کہا چپ کھڑے روتے رہے کچھ دم
نہ مارا خیر قصہ رفع دفع ہوا لیکن پھر کبھی کسی طالب علم کو کچھ نہین کہا ایک روز کا ذکر ہے کہ
مولوی فضل حق صاحب نے ایک قصیدہ عربی زبان میں امراء القیس کے قصیدہ پر
کہا اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت مین لائے شاہ صاحب نے ایک
مقام پر اعتراض کیا اس کے جواب میں اُنھوں نے بیس شعر متقدمین کے پڑھ دیئے
مولوی فضل امام صاحب نے فرمایا کہ بے ادب انہوں نے جواب دیا کہ حضرت
یہ کوئی علم تفسیر و حدیث تو ہے نہین فن شاعری ہے اس میں بے ادبی کی کیا بات ہے
شاہ صاحب نے فرمایا کہ برخوردار تو سچ کہتا ہے مجھکو سہو ہوا تھا غرض ہم رامپور رہیں
صحبت بھر تک مولوی صاحب کے ہمراہ رہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ رامپور میں بارہا شاہ [illegible] صاحب سے ملاقات ہوگئی انہوں نے
نہایت خاطر مدارات سے اپنے مکان پر ٹھیرایا میں نے ان کو نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا مگر ہر وقت تسبیح ہاتھ
میں اور باوضو رہ کر درود شریف پڑھا کرتے تھے ان کی نسبت ایسی تھی کہ جب کوئی مشائخ ان کے کوچہ میں

جانکلتا تو اس کی کیفیت سرد ہو جاتی چنانچہ شائخون کا قول تھا کہ اس بدعتی فقیر کے کوچہ مین
جانے سے قلب پر تاریکی چھاتی ہے ایک ن کا ذکر ہے کہ ایک نابینا ان کی خدمت مین آیا اور ارادت
ظاہر کی شاہ صاحب نے کہا بھلا حافظ جی تم کب سے نابینا ہوئے ہو کہا کہ نو برس کی عمر مین چیچک
نکلی تھی جب سے آنکھین جاتی رہی ہین پھر پوچھا بھلا آنکھین کس نے کھوئین حافظ جی نے کہا اللہ نے
شاہ صاحب نے کہا ارے عقل کے دشمن جس نے تیری آنکھین کھوئین تیرے ماں باپ کو مارا
اور تیری فکر مین ہے ایسے دشمن کو کیوں تلاش کرتا ہے خبردار اس خبط مین مت پڑ یہ باتین
سن کر وہ گالیان دیتا چلا گیا ایک دن شاہ صاحب سے کسی نے پوچھا حضرت آپ نماز پڑھتے نہین
مگر تسبیح رکھتے ہین اس کی کیا ضرورت ہے جواب دیا کہ میان عبرت کے لئے کیونکہ امام کے اندر
دو دھاگے ہین اور مقتدی کے ایک پس مین جانتا ہون کہ امامت و اقتدا دونون سے بچون وہ شخص لاحول
پڑھ کر چلا گیا ایک دن مفتی صدرالدین صاحب صدرالصدور بحال شاہ صاحب کے پاس تشریف لائے مفتی صاحب کی
عادت تھی کہ ہر وقت تسبیح پر نفی اثبات کا دور رکھتے تھے حسب عادت یہان بھی تسبیح پڑھتے رہے شاہ صاحب نے
کہا مفتی صاحب کیا اب تک آپ کا شک رفع نہین ہوا مفتی صاحب نے سکوت کیا کئی بار پوچھا کچھ جواب نہ دیا جب
مفتی صاحب تشریف لیگئے تو ہم نے کہا کہ میانصاحب آپنے کیا لچر سوال کیا تھا وہ عالم متبحر تھے اگر چاہتے تو ہزار
طرح سے جواب دیتے مگر وہ اپنی کسر شان سمجھے ورنہ میدان سخن تنگ نہ تھا ان کی خنگی تو دیکھو آپ نے بہت ہی
سر مارا لیکن انہون نے اپنی عادت کو ترک نہ کیا اب مین ان کی طرف سے جواب دیتا ہون یہ تو فرمائیے
کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز مین اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کیون پڑھتے تھے اور
ہر نماز کے بعد تین بار استغفار کس واسطے کہا کرتے تھے کیا حضرت کو کچھ شک تھا شاہ صاحب نے
جواب دیا کہ حضرت کو کچھ شک نہ تھا بلکہ مراتب اعلیٰ کی ترقی کے لئے طلب ہدایت تھی اور مراتب
حاصل شدہ کی نسبت استغفار ہم نے کہا کہ بس یہی مقصد ہمارا بھی ہے اگر ہم نے رسول خدا کی متابعت
کی تو کیا قباحت لازم آئی نہ خدا کی کوئی حد نہ اس کی طلب کی کچھ انتہا ۔ ع مرا کمال محبت
ترا کمال جمال ٭ مبادا این کہ پذیرد زوال این دو کمال ۔ یہ بات سن کر شاہ صاحب چپ
ہو گئے کچھ جواب نہ دیا ۔ ایک روز ہمارے پیر بھائی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور وہین بستر بچھایا میانصاحب نے کہا کہ یہاں کا دستور یہ ہے کہ صرف صبح کو روٹی ملتی

ہے رات کو نہین ملتی کہ نیند غلبہ کرے اور یاد خدا مین خلل نہ پڑے ؎

اندرون از طعام خالی دار　　تا درو نور معرفت بینی

ہمارے پیر بھائی نے جواب دیا کہ صاحب ایسے خدا کو سلام ہے جو رات کی روٹی سے بھاگ جائے ہم تو دونون وقت کھائین گے خواہ آپ اپنے مکان پڑھنے دین خواہ نہ رہنے دین شاہ صاحب ہنسے اور بھنڈاری سے کہا کہ بھائی یہ فقیر نہیں مانین گے ان کو دونون وقت روٹی دو ہمارے پیر بھائی باوجود خوب کھانے کے محنتی بھی ایسے تھے کہ شام سے بیٹھتے تو صبح کر دیتے تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا - رامپور مین لین دروازہ کے باہر باغ میں میاں حبیب اللہ شاہ صاحب ابو العلائی رہتے تھے ہم بھی ایک دن ان کی ملاقات کو گئے دیکھتے ہی پتھر اٹھایا اور ہماری طرف دوڑے ہم نے کہا کہ تم اپنا پتھر رہنے دو ہم تمہارے پیر اور دادا پیر سے بھی مل آئے ہین اگر تم نہیں ملتے نہ ملو کوئی مطلب دین دنیا کا ہے کہ ہم تمہارے پاس نہیں آئے بولے کہ خیر آجاؤ پھر آو آہ ور فت ہو گئی چونکہ مولوی حبیب اللہ شاہ بڑے صاحب ذوق وشوق تھے ان کے پاس طبیعت گرم ہو جاتی تھی اور سبحان شاہ کے پاس سرد - ایک دن ایک مسافر طالب خدا میاں حبیب اللہ شاہ کی خدمت میں آیا اور بزرگان دین کی شکایت شروع کی کہ بغداد گیا۔ مدینہ مو آیا اجمیر کی خاک چھانی زندہ مردہ سب دیکھے نہ کچھ ان میں تھا نہ ان میں

مکے گئے مدینہ گئے کربلا گئے　　جیسے گئے تھے ویسے ہی چل پھر کے آگئے

یہ سن کر ان کو جذبہ آیا ہم نے سوچا کہ اب ان دونون میں سے ایک کی خیر نہین یا تو یہ شرمندہ ہونگے یا وہ مر جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا میاں صاحب نے کہا کہ ہمارے سامنے بیٹھ وہ سوختہ جگر چٹ آن کر بیٹھ گیا نظر ڈالی تو اس غریب کا قلب شق ہو گیا ہر بن مو سے خون ٹپکنے لگا اور تیسرے دن مر گیا ہم نے ان سے کہا کہ آپ نے غضب کیا پھر کبھی ایسا نہ کرنا کیونکہ ہر قسم کے سوختہ جگر آتے ہین اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہین اگر تعلیم کرنا ہو تو قاعدے اور طریقے کے موافق کرو ورنہ بکنے دو خود تھک کر چلے جائیں گے۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ہم دو برس تک رامپور مین رہے وہاں سے پلٹ کر پھر جو یہیں آئے دیکھا کہ میاں غلام محی الدین کے دو لڑکے موجود ہیں ایک کھیلتا تھا دوسرا گود میں تھا ہم نے تسخر کا کیا

وہان سے چل کر میرٹھ آئے اور چند روز ٹھیرے یہان ایک مجذوب شترخانہ کے قریب رہتے
تھے ہم بھی ان کے پاس جایا کرتے تھے ایک دن گورون کا رسالہ ادھر سے گذرا ایک افسران میں سے
جدا ہوکر میان صاحب کے پاس آیا اور گلے لگ کر رونے لگا پھر دو چار باتین کر کے چلدیا ہم نے
پوچھا کہ میان صاحب یہ کیون روتا تھا اور آپ سے کیا کہتا تھا فرمایا کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک بھید
ہے ہم نے کہا یہ تو ہم خود بھی جانتے ہین کہ بھید ہے لیکن آپ تبلائیے کہ وہ بھید کیا ہے کہنے
لگے کہ یہ افسر کہتا تھا کہ اس رسالہ کے قتل کا حکم ہوا ہے ہم میں سے بہت لوگ مارے
جائیں گے اور بہت کشت و خون ہوگا آپ دعا کرین میں نے کہا قطعی حکم ہو چکا ہے اب دم
مارنے کی جگہ نہین راضی برضا رہو اس وقت تک بالکل امن و امان تھا چند روز بعد ہم وہان
سے بابری چلے گئے اس سے ایک مہینے بعد یکا یک غدر شروع ہوگیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب کسی قدر غدر رفع ہوا تو مجرمون کو انگریزون نے پھانسی دینی
شروع کی ہم کو بھی ایک انگریز نے جو تحقیقات کرتا تھا بمقام شاملی طلب کیا اور پوچھا کہ جب
یہان لڑائی ہوئی اور تحصیل و تھانہ پر لوگون نے یورش کی تو تم کہان تھے ہم نے کہا کہ صاحب
ہم تو بابری مین تھے اور ان دنون مین ہم کو بخار آتا تھا بولا کہ تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو ہم نے کہا کہ صاحب
گھبرانے کی بات یہ ہے کہ آپ حاکم ہین آپ نے بلایا ہم فوراً دوڑے چلے آئے ابتک کھانا بھی نہین کھایا
دوسرے یہ اندیشہ ہے کہ دیکھئے آپ کیا حکم دیتے ہین بولا کہ سنو صاحب ہم ظلم نہین کرتا اور خواہ نخواہ کسی کو نہین
ستاتا جس کی نسبت تمہارے بھائی بند قسم کھا کر گواہی دیتے ہیں کہ یہ مجرم ہے اسی کو ہم سزا دیتا ہے
اس میں ہمارا کچھ قصور نہین اگر جھوٹ بولا تو یہ عذاب اُن کے سر پر ہوگا پھر اپنے خانساماں کو بلا کر
کہا کہ ان کو کھانا کھلاؤ وہ ہمکو اپنے پاس لے گیا اتفاق سے اس دن صاحب کا بچہ نہایت بےچین
ہو رہا تھا برابر روتا تھا زبان تالو سے نہین لگتی تھی کسی شخص نے صاحب سے کہدیا کہ جس کو آپ نے
بابری سے بلایا ہے وہ بہت بزرگ آدمی ہے اس بچہ پر دعا پڑھ دیگا تو یقین ہے کہ اس کو جلد آرام
ہو جائے گا اس نے آ کے ہاتھ بچے کو اٹھاتے پاس بھیجا ہم نے کچھ پڑھ کر دم کر دیا خدا کی قدرت بچہ اسی دم
چپ ہوگیا صاحب اور میم دونون اس کو دیکھ بہت خوش ہوئے پھر ہم کو بلا کر کہا کہ آپ کو اختیار ہے جہاں
چاہو چلے جاؤ کوئی ترا عرض نہین ہم وہان سے رخصت ہو کر بابری آئے اور چند روز بعد سے بوڑھانہ چلے گئے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سیر امصار و دیار کے بعد ہم نے سونی پت آکر میر اعظم علیشاہ
صاحب قبلہ کے مزار پر چھ مہینے تک قیام کیا وہاں مولوی محب اللہ صاحب پانی پتی
سے ملاقات ہوئی ہمنے کہا کہ مولوی صاحب کسی فقیر کامل کی خبر دو انھوں نے کہا کا شمیر
میں سید احمد شاہ صاحب نہایت کامل و آزاد منش درویش ہیں میرا بھی جانیکا ارادہ
ہے اگر آپ کا عزم ہو تو باتفاق چلے چلیں ہم نے کہا کہ پہلے اپنے حال کا ایک عریضہ لکھکر تم اُنکو
دیتے ہیں جو کچھ اس کا جواب آئیگا اسپر عمل کیا جائیگا چنانچہ مولوی صاحب عریضہ لے لئے جس کا
جواب شاہ صاحب نے یوں تحریر فرمایا کہ میں تو اس قابل نہیں ہوں ہاں اگر آپ تشریف لائیں
تو شاید آپ کی ذات سے مجھ کو کچھ فائدہ ہو جائے اس کے بعد ہم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ پچیس روپیہ
جمع ہو جائیں تو چلدیں مگر یہ کیونکر ہوتا شعر قرار در کف آزادگان نگیرد مال ٭ نہ صبر در دل
عاشق نہ آب در غربال۔ ایک مدت کے بعد کچھ روپیہ جمع ہوا تو قصد کشمیر کیا سونی پت سے
چلکر بستم شعبان سنہ ۱۲[illegible] ہجری کو پانی پت پہنچے نو دس دن ماہ صیام میں باقی تھے دل میں
آیا کہ یہ ایام یہیں بسر کریں رمضان شریف کی پانچویں تاریخ تھی کہ مولوی محب اللہ صاحب
و منشی فضل رسول صاحب کا خط آیا کہ سید احمد شاہ صاحب اس جہان فانی سے
رخصت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ خبر پاکر ہم نے ارادہ ملتوی کیا اور قلندر صاحب
کے حجرہ میں رہنے لگے مشیت ایزدی یہی تھی کہ پانی پت میں قیام ہو۔

باب چہارم در بیان توحید مشتمل بر چہار فصل

تمہید

تمہید توحید ایسا مسئلہ ہے جو کبھی نسخ پذیر نہیں ہر ایک دین و ملت میں اس کی شہادت موجود ہے
کوئی قوم پردہ زمین پر ایسی نہیں جس میں خدا کی یگانگی کے تسلیم کرنیوالے نہوں جملہ انبیاء و اولیاء اور
ہادیان راہ خدا خواہ کسی سرزمین اور کسی زمانہ میں بھیجے ہوں ان کی تعلیم و تلقین کی بنیاد اسی لازوال
مسئلہ پر ہے یہی مسئلہ اسلام کا رکن اور ایمان کی کلید ہے یہی معلومات ظاہر کا فیصلہ اور یہی
مکشوفات باطن کا کعبہ ہے یہی شریعت اور طریقت کی جان ہے یہی حقیقت۔۔۔ د

معرفت کی نردبان ہے یہی جملہ طاعات کا راس اور یہی حکمت کی اساس ہے۔ طبیعی ریاضی الٰہی سب کے سلسلے اسی پاک مسئلہ سے شروع اور اسی پر ختم ہوتے ہیں۔ اس کی تصدیق دعوت عام ہے اور اسی کی تحقیق ضیافت خاص ہے۔ یہی مسئلہ ایسا سہل اور ایسا آسان ہے کہ عوام الناس کا ورد زبان ہے اور یہی ایسا دقیق ہے کہ جس کی تحقیق مین خواص کی عقل بھی حیران و سرگردان ہے۔ چونکہ اکثر کلام حضرت مولانا و مرشدنا کا درس توحید پر مشتمل تھا جیسا کہ ارشادات سے جو باب آئندہ مین مذکور ہین ظاہر ہوگا لہذا راقم حروف کو مناسب معلوم ہوا کہ اول کچھ بیان توحید باری عزاسمہ کا تحریر کیا جائے تاکہ سالکان طریق و طالبان تحقیق کو ان نکات و اشارات سے جو باب ارشادات مین ان کی نظر سے گذرینگے حظ وافی حاصل ہو۔

فصل اول تعریف و تقسیم توحید۔ توحید کے معنی ہیں شے کے واحد ہونے پر حکم کرنا اور شئے کے واحد ہونے کا علم بھی توحید ہے اکابر صوفیہ نے طرح طرح سے اس کی توزیع و تقسیم کی ہے جیسا جس کو علم و انکشاف ہوا اس کے موافق بیان فرمایا۔

(۱) ایک قول یہ ہے کہ توحید کی چار قسمین ہیں۔ **اول توحید شریعت** یعنی اثبات کا یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے قدیم ہے اپنی حیات سے حی اپنی سمع سے سمیع اپنی بصر سے بصیر اپنے کلام سے کلیم یہ توحید ظاہری ہے خواہ تقلیداً ہو خواہ بدلائل عقلی و نقلی **دوم توحید طریقت** یعنی حق تعالیٰ کے وحدانیت شواہد کو ان ذی مکان مین نور ایمان کے ملاحظہ کرکے واجب الوجود کا اثبات کرنا۔ اضافت جمیع موجودات کو معدوم سمجھنا ہستی جمیع موجودات کو ذات واحد مین دیکھنا۔ اس مین تقلید و استدلال کی کچھ حاجت نہین۔ سعدی ہمہ کہ جنبید مرسب راعیان بہ نیئے نہد دل بہ سببہا سے جہان۔ اس توحید کے تین مراتب ہین۔ **اول توحید افعالی**۔ یعنے جملہ وجودات کو افعال خدا سمجھنا۔ **دوم توحید صفاتی** یعنے صفات جملہ موجودات کو صفات خدا سمجھنا۔ **سوم توحید ذاتی** یعنی وجود جملہ موجودات کو وجود باری تعالیٰ یقین کرنا۔ او ... یعنی کہ وجود ذات حق سے جدا دوسرے کو نہ جاننا **چہارم توحید حقیقت** ... اپنی غیر ... اپنے وجود کو اور کسی کو بھی نفی ہوجائے

اور تعینات موجودات بھی فنا ہستی حق کے سوا کچھ باقی نہ رہی یعنے اور نیز جملہ موجودات کے وجود مین حق کو مشاہدہ کرے اس توحید میں ۹ مراتب ہیں **اوّل مرتبہ انفسی** یعنے اللہ تعالیٰ بکمال اقربیت مطابق آیت وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ذات عارف مین تجلی فرماتا ہے اور نفس وعقل نور الٰہی مین فنا ہو جاتے ہین اس حالت مین سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ اور اَنَا الْحَقّ بے اختیار سرزد ہوتا ہے **دوم مرتبہ آفاقی** یعنی حق سبحانہ تعالیٰ موافق آیۃ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عارف کی نظر میں متجلی ہوتا ہے اور وجود جملہ موجودات واحد نظر آتا ہے اس وقت ہمہ اوست کا نعرہ دل عارف سے نکلتا ہے **سوم مرتبہ اسمائی** یعنے عارف بکثرت ذکر الٰہی مراسم کے رنگ مین اُسی ذات پاک کو متجلی دیکھتا ہے اور ذکر سلطان الاذکار جو د عارف مین ظاہر ہوتا ہے اور غیریت بالکل نابود ہو جاتی ہے شعر

بنام آنکہ او نامے ندارد ۔ بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

چہارم مرتبہ صفاتی یعنے اللہ تعالیٰ سالک کے اعضائے حسی سمع و بصر وغیرہ پر تجلی فرماتا ہے اور بی یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ کی کیفیت طاری ہوتی ہے [illegible] تو برون رفتم درون شد جاے تو **پنجم مرتبہ مثلی** یعنے سالک وہ [illegible] موجودات بیداگم عین حق نظر آتا ہے اور اس مقام مین سجدہ بت عین سجدہ حق ہے ع [illegible] در کعبہ و دیر **ششم مرتبہ شیونائی** یعنے اللہ تعالیٰ عارف پر تجلی افعال متجلی [illegible] ہوتا ہے اور افعال موجودات عین افعال حق نظر آتے ہیں یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ اس مقام میں [illegible] دونون برابر ہین [illegible] باقی رہتا ہے **ہفتم مرتبہ شہودی** یعنے اللہ تعالیٰ عارف پر اس طرح تجلی فرماتا ہے کہ حجاب ظلمانی رفع اور کیفیت نورانی منکشف ہو جاتی ہے [illegible] مین مستغرق رہتا ہے اس مقام مین وجود [illegible] کچھ باقی نہیں رہتا **ہشتم مرتبہ وجودی** یعنی تجلی وجود الٰہی مین ہستی سالک اس طرح فنا ہو جاتی ہے جیسے نور چراغ ضیاء آفتاب مین اس مقام مین سالک شغل [illegible] بے خبر ہو جاتا ہے اور [illegible]

جملہ کائنات کی ہستی پر نوانوار الٰہی مین ایسی فنا ہو جاتی ہے کہ نظر سالک میں اصلا نہیں آتی جب اس دریائے ناپید اکنار کا شنا ور صفات موجودات کی تجلیات سے فنار کلی حاصل کرتا ہے اور حدوث و امکان کی آلائش سے مجرد ہو جاتا ہے تو یک موج قعر دریائے ذات سے سرخفی پروار دہوتی ہے جو عارف کو ورطہ عدم مین ڈالدیتی ہے محو در محو اور فنا در فنا ہو جاتا ہے اس مقام مین نہ وجود نہ شہود نہ اسم نہ مسمی نہ قدم نہ عدم نہ فرش نہ عرش نہ اثر نہ خبر نہ علم خود نہ علم حق غرض کچھ باقی نہیں رہتا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَایَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ دریائے جمع الجمع مین مستغرق ہو جاتا ہے اس وقت مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے ؎ ہست ازپس پردہ این صدائے من وتو چون پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من (۴) چہارم توحید معرفت اس کو توحید ازلی ذاتی قدیمی اور الٰہی بھی کہتے ہیں جس وقت عارف کامل مقامات و مراتب سیر الی اللہ وفی اللہ و مع اللہ سے عروج کر کے مقام عین الجمع و جمع الجمع مین پہنچتا ہے جو کہ انتہائے مراتب توحید سے ہے اس وقت اپنے آپ کو عدم محض پاتا اور خودی سے بیخود ہو جاتا ہے جیسا پیش از ترکیب اجزائے جسمی بصور اعیان ثابتہ علم قدیم مین موجود تھا اسی حالت کا بیان ہے اس آیت شریف مین هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا آیا انسان پر وقتون مین سے کوئی وقت گذرا ہے کہ وہ ایسی چیز نہ تھا جس کا ذکر کیا جائے یعنی ایک وقت انسان کے لئے ایسا تھا وجود خارجی تو کیا وجود ذہنی ولفظی بھی نہ رکھتا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ اس آیت کو قاری سے سنتے تو فرماتے یَا لَیْتَهَا تَمَّتْ یعنی کاش یہ حالت پوری ہو جاتی یعنے جہان سے ہم نے سفر کیا ہے وہیں جا پہنچیں اور کثرت وحدت مین گم ہو جائے۔

(۲) ایک قول یہ ہے کہ توحید کے لئے ظاہر باطن اور حقیقت ہے ظاہر توحید تو اسلام ہے اور باطن توحید ایمان اور حقیقت توحید تقویٰ و عمل صالح پس اسلام کی صحت ایمان سے ہے اور ایمان کی صحت تقویٰ و عمل صالح سے (۳) ایک قول یہ ہے کہ توحید کے تین مراتب ہین اول توحید افعال یعنی افعال و مفعولات کل کو باوجود کثرت و اختلاف ہی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ

فرمایا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ دوم توحید صفات یہ علم قلب ہے عبارت میں نہیں آسکتا اور جو شخص گمان کرے کہ یہ علم کتابوں سے پورا ہوسکتا ہے وہ ناقص المعرفت ہے علم صفات عارفین کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا البتہ جس نے توحید افعال سے توحید صفات کی طرف ترقی کی ہے اُس کی نسبت یہ توقع ہوسکتی ہے کہ اگر خدا کو منظور ہو تو توحید ذات کا علم اس کو ہوجائے اور جو کوئی بغیر اس طریقہ کے مرتبۂ ذات میں تکلف کرے گا وہ تشبیہ واتحاد میں جا پڑیگا اس واسطے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تَفَكَّرُوْا فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ۔ اس مقام کے علم کا طریق تفکر فی الافعال اور نظر واستدلال ہے کیونکہ افعال صفات سے صادر ہوتے ہین اور وہ صفات کی رہنمائی کرتے ہین جو قائم بالذات ہے۔

(۴) امام محمد غزالی فرماتے ہیں کہ توحید اصل ایمان ہے اور اس میں کلام طویل ہے کیونکہ یہ علم مکاشفہ ہے ہم تھوڑا سا بیان کرتے ہیں۔ ورنہ توحید ایک دریائے ناپیدا کنار ہے نہ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ توحید کے چار مراتب ہیں۔ ایک مغز دوسرا مغز کا مغز تیسرا پوست چوتھا پوست کے اوپر کا پوست اور کم فہمون کے سمجھانے کو ہم ایک مثال فرض کرتے ہین کہ توحید کو ایک اخروٹ سمجھو جس کے دو چھلکے ہوتے ہین اور اندر ایک مغز اور مغز میں روغن پس توحید کا مرتبہ اول یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے مگر دل اس سے غافل ہو یا منکر مثل منافقین کے مرتبہ دوم یہ ہے کہ اس کلمہ کے معنی کو دل سے سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ مرتبۂ سوم یہ ہے کہ بذریعہ نور حق یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ ہوجائیں یہ مقام مقربین کا ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ اشیا کو کثیر تو جانتا ہے مگر باوجود کثرت اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ مرتبہ چہارم یہ ہے کہ جملہ موجودات کے وجود مین بجز ذات واحد یکتا کے اور کسی کو نہ دیکھے ؎ چو سلطان عزت علم برکشد ٭ جہان سر بجیب عدم در کشد۔ اور یہ مرتبہ صدیقین کا ہے۔ اسی کو صوفیہ کرام فنا در توحید کہتے ہیں۔

(۵) ایک قول یہ ہے کہ توحید کے چار مراتب ہیں۔ **اوّل توحید ایمانی** وہ یہ ہے کہ بمقتضاء اشارۂ آیات و اخبار دل سے سچ جانے اور زبان سے اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے

اوصاف میں فرد اور استحقاق عبودیت میں واحد ہے۔

دوم توحید علمی۔ وہ علم الیقین سے حاصل ہوتی ہے از راہ یقین یہ جان لے کہ موجود حقیقی اور موثر مطلق خداوند عالم کے سوا کوئی نہیں ہے جملہ ذات وصفات وافعال اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال میں محو ہیں جہاں کہیں علم وقدرت وارادہ وسمع وبصر پائے جاتے ہیں یہ صفات مطلق کے پرتو ہیں

سوم توحید حالی۔ وہ ہے کہ جمال واحد کے مشاہدہ میں اپنی ہستی پر نظر نہ رہے یہانتک کہ توحید کو واحد کی صفت دیکھے بلکہ دید کو بھی اسی کی صفت سمجھے اور اسی طریقہ سے غرق بحر جمع ہو جائے۔

چہارم توحید الٰہی وہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ازل الازال میں بوصف وحدانیت وفردانیت موصوف تھا اپنے آپ نہ کسی دوسرے کی توحید سے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ وَالْاٰنَ کَمَا کَانَ اور ابد الاباد تک اسی وصف پر رہے گا۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ یعنی ہستی اشیا ان کی ہستی میں آپ ہی نیست ونابود ہے۔ یہ ایسی توحید ہے کہ نقصان سے بری ہے اور یہی توحید حق ہے۔

(۶) توحید کی قسمیں۔ وجودی۔ شہودی۔ اور عینی۔ ظلی بھی مشہور ہیں۔ ہرچند کہ یہ مسائل کشف باطن اور وجدان سے تعلق رکھتے ہیں مگر ظاہر عبارت میں اس کی تقریر اس طرح لکھی گئی ہے کہ وجود یعنے ہستی حقیقی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور ایک باطن۔ باطن وجود ایک نور ہے جو جملہ عالم کے لئے بمنزلہ جان کے ہے اسی نور باطن کا پرتو ظاہر وجود ہے جو ممکنات کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ہر اسم وصفت وفعل کہ عالم ظاہر میں ہے ان سب کی اصل وہی وصف باطن ہے اور حقیقت اس کثرت کی وہی وحدت صرف ہے جیسی امواج کی حقیقت عین ذات دریا ہے حاصل یہ ہے کہ جملہ افراد کائنات تجلیات حق ہیں سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُھَا۔ اور اس کثرت اعتباری کا وجود اسی وحدت حقیقی سے ہے۔ اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَالْحَقُّ مَعْقُوْلٌ یہ خلاصہ وحدت الوجود کی تقریر کا ہے اور وحدت شہود کا بیان یہ ہے کہ وجود کائنات اور ظہور آثار وصفات مختلفہ واحد مطلق کی ذات وصفات کا ظل وعکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل عین صاحب ظل نہیں ہے بلکہ محض ایک مثال ہے۔

فصل دوم آیات واحادیث توحید

آیات۔ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۔ و تمہارا ۔ اکیلا رب ہے

کسی کو پوجنا نہیں اس کے سوا بڑا مہربان ہے رحم والا (۲) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۵
اللہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں جیتا ہے سب کا تھامنے والا۔ (۳) شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ
اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۵ اللہ نے گواہی
دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم والوں نے وہی حاکم ہے انصاف
کا کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا زبردست ہے حکمت والا۔ (۴) وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّآ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ اور
بندگی کسی کو نہیں مگر ایک معبود کو۔ (۵) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ
تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو تو تمہارا صاحب ایک صاحب ہے۔
(۶) اِنَّمَآ اِلٰھُکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَسِعَ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ تمہارا صاحب وہی اللہ
ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی۔ سما گئی ہے سب چیز اس کے علم میں۔ (۷) لَوْ کَانَ
فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۵ اگر ہوتے
ان دونوں میں اور حاکم سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہوتے سو پاک ہے اللہ
تخت کا صاحب ان باتوں سے جو بتاتے ہیں۔ (۸) قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ
اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۵ تو کہہ مجھ کو تو حکم یہی آیا ہے کہ صاحب تمہارا ایک صاحب ہے۔ (۹) وَمَنْ
یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَا بُرْھَانَ لَہٗ بِہٖ اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم
جس کی سند نہیں اس کے پاس (۱۰) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَتَکُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ۵
سو تو مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم پھر پڑے تو عذاب میں (۱۱) وَلَا تَدْعُ مَعَ
اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ لَہُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ
اور مت پکار اللہ کے سوا اور حاکم کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ہر چیز فنا ہے مگر اس کا
منہ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے (۱۲) ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا
ھُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ج ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۵ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا
ھُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ
عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۵ وہ اللہ ہے جس کے سوائے بندگی نہیں کسی کی جانتا ہے چھپا اور
کھلا وہ ہے بڑا مہربان رحم والا۔ وہ اللہ ہے جس کے سوائے بندگی کسی کی نہیں وہ بادشاہ ہے

پاک ذات چنگا امان دیتا پناہ میں بیٹا زبردست وبا وُوالاعماح پ بڑائی کا پاک ہے اللہ اس سے جو شریک بتاتے ہیں۔ (۱۴) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ تو کہہ وہ اللہ ایک ہے اللہ نرادھار ہے نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی (۱) **احادیث مشتمل بر توحید** عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَذَّبَنِيْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لَنْ يُعِيْدَنِيْ كَمَا بَدَاَنِيْ وَلَيْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِّيْ كُفُوًا اَحَدٌ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لِيْ وَلَدٌ وَسُبْحَانِيْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا رواہ البخاری **ترجمہ** روایت ہے ابوہریرہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جھٹلاتا ہے مجھ کو بیٹا آدم کا اور نہیں لائق اس کو یہ اور برا کہتا ہے مجھکو اور نہیں لائق اس کو یہ پس جھٹلانا اس کا مجھ کو پس کہنا اس کا کہ ہرگز زندہ نہ کرے گا مجھ کو بعد مرنے کے جیسا پیدا کیا ہے پہلی بار اور نہیں پیدا کرنا مجھ پر سہل تر پھر زندہ کرنے س کے سے اور لیکن برا کہنا اس کا مجھ کو پس کہنا اس کا ٹھیرایا اللہ نے بیٹا اور حال یہ ہے کہ میں ایک ہوں بے پروا وہ ذات کہ نہ جنا میں نے اور نہ جنا گیا اور نہیں واسطے میرے ہم قوم کوئی ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ بُرا کہنا اس کا مجھ کو پس کہنا اس کا واسطے میرے فرزند ہے اور پاک ہوں میں اس بات سے کہ ٹھیراؤں میں کسی کو جورو یا فرزند رواہ البخاری (۲) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ اَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ وَمَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ روایت ہے ابی ذر سے کہا آیا میں

پاس نبی صلعم کے اور حضرت پر کپڑا تھا سفید اور وہ سوتے تھے پھر گیا مین پھر آیا مین اس وقت
مین کہ جاگے تھے پس فرمایا کہ نہین کوئی بندہ کہ کہے نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے پھر مرے
اسی پر مگر کہ داخل ہوگا جنت مین۔ کہا مین نے اگرچہ زنا کرے اور چوری فرمایا اگرچہ
زنا کرے اور چوری کہا مین نے اگرچہ زنا کرے اور چوری فرمایا اگرچہ زنا کرے اور چوری
کہا مین نے اگرچہ زنا کرے اور چوری فرمایا اگرچہ زنا کرے اور چوری اوپر خاک آلودہ ہوئے
ناک ابی ذر کے۔ روایت کی بخاری اور مسلم نے (۳) وَعَنْ عثمان قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ مَاتَ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ
رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ اور روایت ہے عثمانؓ سے کہا فرمایا ہے رسول خدا صلعم نے جو کوئی
مرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ تحقیق سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی معبود نہین داخل ہوگا بہشت
مین روایت کی یہ مسلم نے (۴) مسلم نے ایک لمبی حدیث بیان کی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ
فرماتے ہین کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مجمع مین سے اٹھکر باغ بنی
نجار مین تشریف لے گئے مین بھی ڈھونڈھتا ہوا پہنچا ہرچند دروازہ باغ تلاش کیا
نہ ملا نالی کی راہ باغ میں داخل ہوا آپ نے فرمایا اے ابوہریرہ ہماری دو پاپوشین لیجا۔ وَ
مَنْ لَقِیَكَ مِنْ وَّرَاءِ ھٰذَا الْحَائِطِ یَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُسْتَیْقِنًا بِھَا قَلْبُہٗ فَبَشِّرْہُ
بِالْجَنَّۃِ وَکَانَ اَوَّلُ مَنْ لَقِیْتُ عُمَرَ الخ پس جو ملے پیچھے اس باغ کے گواہی دیتا ہو اس کی
کہ نہین کوئی معبود سوائے اللہ کے یقین رکھتا ہو ساتھ اس کے دل اُس کا پس بشارت دے
اُس کو بہشت کی پس سب سے پہلے مجھ سے حضرت عمرؓ ملے الخ (۵) کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ
شَیْءٌ رَوَاہُ الْبُخَارِیْ۔ تھا اللہ اور نہ تھی ساتھ اس کے کوئی شے وَالْاٰنَ کَمَا کَانَ اور اب
بھی وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔ (۶) وَعَنْ مَعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَفَاتِیْحُ الْجَنَّۃِ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ
روایت ہے معاذ ابن جبل سے کہا فرمایا میرے واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
کنجیان بہشت کی گواہی دینا اس کا ہے کہ نہین کوئی معبود سوائے خدا کے روایت
کی احمد نے (۷) وَعَنْ وَھَبِ بْنِ مُنَبِّہٍ قِیْلَ لَہٗ اَلَیْسَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا وَلَهٗ اَسْنَانٌ فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَاِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ۔ رواہ البخاری اور روایت ہے وہب بیٹے منبہ کے سے کہ کہا گیا واسطے وہب کے کیا نہین ہے لا الہ الا اللہ کنجی بہشت کی کہا ہان ضرور ہے لیکن نہین ہوتی کنجی مگر واسطے اس کے ہوتے ہین دندانے پس اگر لائے تو کنجی کو کہ اس کے دندانے ہین کھولا جائے واسطے تیرے اور اگر نہ لایا اس طرح کی کنجی نہ کھولا جائے گا واسطے تیرے رواہ البخاری۔ دندانون سے مراد یہان اقرار زبان اور تصدیق قلب ہے۔

فصل سوم مقالات اہل توحید

(۱) حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے علم توحید اس کے وجود سے جدا ہے اور اس کا وجود علم سے الگ توحید کیا ہے خدا کا جاننا اور اس کے قدم کو حدوث سے پہچاننا۔ توحید کی غایت توحید کا انکار ہے (۲) حضرت ابوبکر واسطی کا قول ہے۔ راہ حق مین خلق نہین اور راہ خلق مین حق نہین ایک تو شرح توحید ہے اور ایک حق توحید۔ شرح توحید کا گذر نبوت کے دریا مین ہے اور حق توحید بحر محیط ہے شرع کی راہ آلات پر ہے یعنی سمع بصر قال شناخت حال اور یہ سب اثبات چاہے ہین۔ اور تیرا اثبات شرک کی نسبت رکھتا ہے اور وحدانیت شرک سے منزہ ہے ایمان جو چلتا ہے تو شرک کی بھیڑ بھاڑ مین چلتا ہے اور ایمان بڑی چیز ہے مگر بے شرک کے بنتی نہین۔ شرع توحید مانند چراغ ہے اور حق توحید مثل آفتاب پس جہان آفتاب چمکا نور چراغ عالم عدم کو جائے گا۔ وہ ایک موجود ہے مگر عدم مین اور نور چراغ کو نور آفتاب پر کچھ حکومت نہین شرع توحید نسخ پذیر ہے لیکن حق توحید نسخ پذیر نہین۔ زبان نسخ پذیر ہے دل سے منسوخ ہو جاتی ہے اور جب کہ مرد مقام دل مین پہنچتا ہے تو زبان گنگ ہو جاتی ہے اور جان سے دل منسوخ ہو جاتا ہے اور اس وقت جو بولتا ہے مِنْهُ اِلَيْهِ۔ اسی سے اسی کی طرف ہوتا ہے اور یہ گفتگو عین مین نہین ہے بلکہ صفت میں ہے صفت بدل جاتی ہے اور عین نہیں بدلتا۔ جب پانی پر دھوپ پڑی وہ گرم ہو گیا صفت بدل گئی ہین آب

مین کچھ فرق نہین پڑا کسی کا وجود توحید کی شناخت کو قبول نہین کرتا اور کسی کی مجال ہے کہ
صحرائے وجود مین قدم رکھے چنانچہ بزرگون نے کہا ہے۔ اِثْبَاتُ التَّوْحِیْدِ فَسَادٌ فِی التَّوْحِیْدِ
یعنی توحید کا ثابت کرنا ہی توحید مین خرابی ہے جو شخص اپنے ہوتے اس کی ہستی کا خطبہ پڑھتا
ہے وہ اپنے شرک پر گواہی دیتا ہے اور جو شخص اس کے ہونے اپنی ہستی کا خطبہ پڑھتا ہے
وہ اپنے کفر پر مہر کرتا ہے اور جو اس کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی دیکھتا ہے کافر ہے۔ اور
جو اس کے ہوتے اپنی ہستی ڈھونڈھتا ہے اسے پہچان نہین جس نے آپ کو دیکھا اس کو نہین
دیکھا اور جس نے اس کو دیکھا اپنے آپ کو نہ دیکھا اور اپنی یاد نہ رہی عبارت شنود اور ذات
محرم راہ توحید نہین خیال اور وہم اور گمان گرد حدوث مین اٹے ہوے ہین اور توحید اپنے
عالم قدس مین کشف و شنید سے پاک ہے۔ عبارت و اشارت و دید و صورت و خیال و
حس و حیات یہ سب لوث بشریت رکھتے ہین۔ اور شناخت توحید لوث بشریت سے
پاک ہے۔ اسرار مشائخ روضۂ توحید ہین نہ عین توحید یہ خلقت قدرت مین نمودار
ہے اور توحید مین مباینت۔ اپنا انکار بھی ناممکن ہے کیونکہ قدرت کا انکار ہے اور اپنے
تئین ثابت نہین کر سکتے کہ اس مین توحید کا بگاڑ ہے۔ نہ صورت اثبات ہے نہ صورت نفی مثبت
بھی ہے اور منفی بھی۔ قدرت تجھ کو دکھاتی ہے اور وحدانیت مٹاتی ہے راہ حق مین نیست
ہو جانا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ تجرید اور توحید پر نظر ہو اور وہان منزل ہو یا توقف ہو
یا اس کو اپنا مشرب بنالے حضرت ابوبکر شبلی نے سوال اصحاب کے جواب مین فرمایا
جو کوئی عبارت مین توحید کی خبر دے۔ وہ ملحد ہے۔ اور جو کوئی اس کی طرف اشارہ
کرے وہ ثنوی ہے۔ اور جو ایما کرے وہ بت پرست اور جو اس کی بات چیت کرے وہ
غافل اور اس سے چپ رہے۔ وہ جاہل اور جس کو گمان ہو کہ وہ اس تک پہنچا اور کچھ
حاصل ہوا وہ بے حاصل ہے اور جو نزدیکی کیطرف اشارہ کرتا ہے وہ دور ہوتا ہے اور
جو آپ سے پاتا ہے وہ گم گشتہ ہے اور جو کچھ وہم سے ٹٹولتے یا عقل سے تولتے ہو سب
گھڑت ہے جیسے تم خود ہو توحید موحد کے لئے جمال احدیت کا حجاب ہے۔ توحید اسلئے
ٹھیک نہین ہوتی کہ تم اس کو آپ سے طلب کرتے ہو حضرت شیخ الحدید ... ...

لکھا ہے اگر تو بالتنزیہہ کہتا ہے تو قید لگاتا ہے اور جو بالتشبیہ کہتا ہے تو محدود کرتا ہے
ہان جو دونون مین کہتا ہے تو یہ پکی بات ہے جو دو کہتا ہے وہ مشرک ہے اور جو فرد کہتا ہے
وہ موحد پس تشبیہ سے بچ اگر تو دوسرا بھی مانتا ہے اور تنزیہہ سے بچ اگر الگ جانتا ہے پس تو
وہ نہین ہے تو عین وہی ہے اور تو اس کو عین امور مین مشروح و مقید دیکھتا ہے بعض نے فرمایا
کہ توحید کے واسطے زبان نہین کیونکہ کوئی مخاطب نہین (۲) جس نے اس کے ذریعہ سے توحید
کی تو اُس کی توحید نہیں کہ اور جس نے اپنے ذریعہ سے کی تو اپنے نفس کی توحید کی (۳) توحید میں
ہون اور متکلم حق (۴) توحید یہ ہے کہ تو اس مین غائب ہو جائے یا وہ تجھ مین (۵) توحید
کیا ہے احکام کا ثابت کرنا اور ذات سے معانی کا نفی کرنا (۶) توحید حیرت ہے (۷)
توحید عین ہے نہ کہ علم جس نے اسے دیکھا توحید کو پہچانا اور جس نے اس کو جانا اسے توحید نہین
(۸) توحید کو کوئی نہین پہچانتا مگر جو واحد ہو (۹) توحید کیا ہے توحید کا بھول جانا جلال احد
کے مشاہدہ مین یہانتک کہ تیرا قیام واحد کے ساتھ ہو نہ توحید کے ساتھ (۱۰) توحید
کیا ہے توحید کو چھوڑ دینا توحید ہی مین (۱۱) توحید کیا ہے نسبتوں کو دور کر دینا۔

فصل چہارم آثار و اطوار اہل توحید

حَضْرَتْ بَایَزِیدْ بُسْطَامِیْ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے حالات مین لکھا ہے کہ ایکبار جلوت
مین سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ کہا مریدون نے عرض کیا حضرت آپ کی زبان سے یہ کیا
کلمہ نکلا فرمایا کہ اگر اب کے بار ایسا سنو تو بے تامل چھری مارنا اگلے دن پھر وہی کیفیت ہوئی
مریدون نے چھریان مارین مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا اصحاب نے یہ واقعہ بیان کیا فرمایا کہ بایزید
یہ ہے جسے تم دیکھتے ہو وہ بایزید نہ تھا۔ اور فرمایا ہے کہ مین چالیس سال دل کی تاک
جہانک مین رہا آخر یہ دیکھا کہ بندگی اور خداوندی دونون حق کی طرف سے ہیں۔
حَضْرَتْ ابو الْقَاسِمْ جنید بغدادی نے فرمایا ہے۔ لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ اِلَّا اللّٰہُ یعنی
میرے جبہ مین لیکن خدا یہی ان کا قول ہے اَلْفَقِیْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلٰی نَفْسِہٖ وَلَا اِلٰی رَبِّہٖ
فقیر وہ ہے کہ نہ اپنے نفس کا محتاج ہو نہ رب کا یعنی وہ فنی ہو تو نہ کام رتفع ہو جائے

حضرت ابوبکر واسطی کا قول ہے مین اُس خدا سے بیزار ہون جو میری اطاعت کے سبب مجھ سے خوش ہو اور میرے گناہ کے باعث مجھ سے ناراض بھلا وہ خدا کاہے کو ہوا جو ایسا میرے بس مین ہو کہ اس کو جیسا چاہون بنالون حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز بر سر منبر اسرار توحید بیان کرنے شروع کئے حضرت جنید نے عتاب فرمایا اس وقت آپ نے جواب دیا اَنَا اَقُوْلُ وَاَنَا اَسْمَعُ وَھَلْ فِی الدَّارَیْنِ غَیْرِی مین کہتا ہوں اور مین ہی سنتا ہون بھلا میرے سوا دونون جہان میں ہے کون جب آپ کا وقت آخر قریب آیا تو لوگ جمع ہوئے اور بولے کہ حضرت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھو آپ نے فرمایا کہ جب غیر ہی نہین تو نفی کس کی کردن لوگون نے کہا خیر کلمہ پڑھنا تو ضروری بات ہے جواب دیا کہ سلطان محبت فرماتا ہے یہان رشوت قبول نہیں ہوتی آخر ایک شخص نے باواز بلند شہادت تلقین کی فرمایا کہ واہ مردہ زندہ کو تلقین کرنے آیا ہے بعض اولیا نے فرمایا ہے لَا یَذْکُرُ اللہَ اِلَّا اللہُ وَلَا یَرَی اللہَ اِلَّا اللہُ یعنی خدا کو خدا ہی یاد کرتا ہے اور خدا کو خدا ہی دیکھتا ہے حضرت حسین ابن منصور حلاج کا قول مشہور ہے اَنَا الْحَقُّ کَفَرْتُ بِدِیْنِ اللہِ وَالْکُفْرُ وَاجِبٌ لَدَیَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ قَبِیْحٌ مین حق ہون مین نے دین خدا سے کفر کیا یہ کفر میرے نزدیک تو واجب ہے اور مسلمانون کے نزدیک برا

گفتگوے چہارم تشبیہ

جملہ علمار ہنود کیا نی فرماتے ہین کہ پہلے کچھ نہ تھا فقط ایک الک تھا یعنی ذات لاتعین بے نام و بے نشان تعینات حسی سے منزہ و مبرا اسی ذات سے یہ تمام اجسام ارضی و اجرام فلکی یعنی پرپاپت اور رہن گرہ اور ارواح و نفوس قرآن و انجیل و بید و شاستر پیر و مرشد شاہ و گدا امیر و فقیر وغیرہ ظہور مین آئے اور جب کہ یہ سب موجودات اور کل کائنات فنا ہو جائیگی تو بھی وہ ذات جیسی تھی ویسی ہی قائم و برقرار رہیگی تو اب تم غور کرو اور زردست الصافی بتاؤ کہ یہ جو کچھ آیا تو کہان سے آیا اور گیا تو کہان گیا نہ کہین سے آیا نہ کہین گیا نہ تو یہ وغیرہ پہلے تھا [illegible]

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ۔ ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

لیکن باعتبار سنگلپ روپ ہے اور باعتبار نرسنگلپ اروپ اور بصورت جسم فانی ہے اور بہیئت روح باقی نہ مرے نہ زندہ ہو جب تک جسم کو آگیان یعنی جہل ہے جیو آتما ہے اور جب گیان ہوا اسی کا نام پرم آتما یعنی ذات خدا ہے اور جب جسم فنا ہوا تو علم جہل اور متعلقات محسوسات بھی سب جاتے رہے اور الفاظ جسم و جان وغیرہ اور اضافات و اعتبارات مرتفع ہو گئے تو باقی وہی ایک ذات ہے جو پہلے تھی اور وہ ذات متحرک ہے کہ ہر منزل و مقام مین پہنچی ہے نہین وہ بے حرکت ہے نہ کہین سے آئی نہ جدا ہوئی اور صاحب مکان ہے کیونکہ ہر مکان میں موجود ہے اور لامکان ہے کیونکہ کسی مکان مین اس کی گنجائش نہین وہ بڑا گیانی یعنی صاحب علم ہے کہ ہر شئے کے جزو و کل سے واقف ہے مگر کچھ علم نہیں رکھتا کیونکہ وہ عین علم ہے سوائے اس کے کچھ نہین پس یہ جو نام و نشان جہان مین ہین یعنی خدا رسول اولیا فرشتے جن و انسان بھوت چڑیل شیطان ایشر اوتار رشی منی ملیکش سرگ نرک بہشت و دوزخ یہ سب حضرت انسان کا وہم و خیال اور عقل و جزوی کی گھڑت ہے ؎ مالا لکڑ ٹھاکر پتھر تیرتھ ہین سب پانی ٭ راما کرشنا سب مر گئے دیکھے چارون وید کہانی ٭ نہ کوئی ساجد نہ مسجود نہ عابد نہ معبود نہ آدم نہ ابلیس صرف ایک ذات قدیم وصفات رنگا رنگ مین جلوہ گر ہے نہ اس کی ابتدا نہ انتہا نہ اس کو کسی نے دیکھا نہ سمجھا نہ فہم و قیاس مین آسے نہ وہم و گمان میں سمائے جیسا تھا ویسا ہی ہے اور جیسا ہے ویسا ہی رہے نہ گھٹے گا نہ بڑھے نہ اترے نہ چڑھے لَمْ یَزَلْ وَلَا یَزَالْ واحد بے مثال یگانہ و یکتا وہ ایک ہے لیکن ایک بھی نہیں کیونکہ اس کو موجودات سے اور موجودات کو اس سے پرتھک سمجھنا محض اودیا اور نادانی ہے کون طالب کس کی طلب اور کیسا مطلوب دنیا میں طرح طرح کے کاروبار اور رنگا رنگ اشغال مروج ہیں ایسے ہی خدا جوئی اور خدا شناسی بھی ایک دھندا ہے جس کا سر ہے نہ پانو ع نام عنقا فاش و ذاتش ناپدید ٭ وہ ذات پاک کہ اروپ وامر بیچون و بے نمونہ ہے اس کا حصول و وصول خیال محال ہے ع غایت وہم است و اثبات خدا ؎ عنقا شکار کس نشود دام باز چین ٭ کین جا ہمیشہ باد بدست است دام را ٭ لیکن انسان جس صنعت جس ہنر جس فن جس کرتب کا

ابھیاس کرتا ہے اس مین کچھ نہ کچھ مشق ومہارت حاصل کرلیتا ہے اور ہزارہا نئی باتین ایجاد کرکے
عقل کو حیرت مین ڈالتا ہے ایسے ہی جو لوگ طاعت وعبادت تپشیا تیاگ محنت ومجاہدہ
کرتے ہین آخر کار اس کا ثمرہ اور پھل پاتے ہیں گوناگون اوصاف وکمال ان کی ذات مین پیدا
ہوجاتے ہیں۔ اور یہ اپنی ہی تو تون کا کھیل ہے کیونکہ انسان ایک جوہر لطیف ہے جو
چاہتا ہے بنا لیتا ہے۔ مثلاً کوئی سنیاسی اپنے انتش کرن گیان اندری اور کرم اندری
کو بموجب بیدانت شاستر کے کرم کانڈ مین تیاگی ہو کر کشٹ کرے اور بالفرض وہ صاحب
کشف وکرامات بھی ہوجائے تو ذات نراکار مین کیا نفع ونقصان اور سود وزیان ہووے گا۔
اور پہلے کیا نہ تھا اور اب اس کو کیا مل گیا جیسا تھا۔ ویسا ہی رہا جو ذات اس مین ہے وہی سب مین
یکسان بلافرق وامتیاز موجود ہے البتہ ایک کرتب اس نے سیکھ لیا اور جو ریاضت وعبادت
کی تھی اس کا پھل پایا پہلے کھلی آنکھ سے دیکھتا تھا اب آنکھین بند کرکے دیکھ سکتا ہے اور
بغیر کانون کے سن سکتا ہے جہان چاہے اڑکے چلا جائے مرے اور جی اٹھے دریا
پر چلے اور قدم تر نہ ہو یہ سب کرتب ہیں جو سیکھے اور اس کے سیکھنے کی قابلیت رکھتا ہو ان
باتون مین کمال حاصل کرسکتا ہے چنانچہ حکمار اشراقین کیسے کیسے کمال رکھتے تھے ہم کو
حیرت ہے کہ ان اوصاف کے حصول کی خدا کا حصول اور ان کرتبون کے جاننے کا نام خدا شناسی
کیون رکھ لیا ؎ ایک کھیل ہے اورنگ سلیمان میرے نزدیک ۔ ایک بات ہے اعجاز
مسیحا میرے آگے ۔ جو پہچانا وہ خدا نہین اور جو خدا ہے وہ پہچان مین نہین اسکتا پھر
پھر یہ اوصاف ہوئے تو کیا اور نہ ہوئے تو کیا جس مین جس کام کی قابلیت رکھی گئی وہ اس کو
ایسا ہی کرسکتا ہے جیسا کہ دوسرون نے کیا ؎
فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد
وہ سرب بیاپک نفی کرنے سے نفی نہین ہوتا نہ اثبات سے ثابت نہ طاعت سے خوش نہ گناہ
سے ناراض نہ شاغل سے مہربان نہ غافل سے بیزار نہ عارف سے قریب نہ جاہل سے بعید نہ مومن کا دوست
نہ کافر کا دشمن نہ اس کو ہند سے تعلق نہ عرب سے واسطہ نہ ہردوار سے نفور نہ مکہ سے دور کسی نے اللہ اللہ
کہہ کر دل خوش کیا کوئی اوم جیکر مگن ہوا کسی نے دل مین اس کا دھیان جمایا کسی نے اینٹ پتھر کو سر جھکایا

یہ سب اسی کے نام اور اُسی کے کام ہیں نرگن کھویا سرگن ذات کھویا صفات ہادی کھویا مضل
وہی ایک ذات ہے دوسرا کہاں سے آیا چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

بحر وحدانی ست جفت و زوج نیست | گوہر و ماہیش غیر موج نیست
اے محال و اے محال اشراک او | دور از ان دریا و موج پاک او
نیست اندر بحر شرک ہیچ ہیچ + | لیک با احول چگویم ہیچ ہیچ

مگر توحید کے اس اجاڑ سنسان میدان میں ٹھیرنے والا تو لاکھوں میں ایک ہوتا ہے اس لئے عوام الناس کی استعداد و لیاقت کے موافق ملت و مذہب شرع و شاستر سے آداب و اخلاق طاعت و عبادت اور بھلے بُرے کی تمیز قائم ہوئی کوئی قوم ٹھاکر دیوتا۔ دیبی وغیرہ کی مورتیں گھڑ کر اور استھان بنا کر ان کی پوجا اور استھاپنا کرتی ہے کوئی قوم ایک خیالی خدا اپنے دل میں بنا کر اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر رکوع و سجود بجا لاتی ہے۔ اُن کا جامد بت اس کے سامنے رکھا ہے اُن کا خیالی بت ان کے دل میں موجود ہے غرض یہ سب عقل جزوی کے پاکھنڈ ہیں سہ رہ عقل جز پیچ و پر پیچ نیست ۞ بر عارفان جز خدا خدا ہیچ نیست ۞ جتنے اوتار پیمبر ہادی و رہنما گذرے اور صاحب ملت و مذہب ہوئے ان کی تعلیم ظاہری عام کی عقل و خیال کے موافق تھی اور تعلیم باطنی خاص آدمیوں کے واسطے تھی جس کو جیسا پایا ویسا ہی اس کو سمجھایا۔ باششٹ جی نے راجہ رامچندر کو اشٹابکر نے راجہ جنک کو اور راجہ جنک نے بیدبیاس کے پتر سکھ دیو جی کو سری کرشن جی نے راجہ ارجن کو رسول عربی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی اور دیگر اصحاب کو خاص تعلیم کی کیونکہ وہ لوگ جہانش تھے جیسے ان کے سمرتھی تھے ویسا علم اُن کو دیا گیا عوام اُس کے متحمل نہیں ہوسکتے جو جہان بر ش گیانی ہوگیا اس کے نزدیک ہر کام ہر فعل عبادت ہے، نہ کسی میں بھلائی نہ کسی میں برائی مصرع راز عارف می بود در ہر شئے + اسی واسطے جو کرم دھرم طاعت و عبادت کے قاعدے عوام کے لئے مقرر ہوے خواص بھی اس میں شامل رہے اس لئے کسی بات میں ان کا حرج و نقصان نہیں سہ گیان دھیان سب اٹھ گیا سمجھا جبھی سب سن پد اونچ نیچ انتر نہیں نہیں باپ بنیں پن ۞ نہ ان کو امید ثواب نہ خوف عذاب نہ طمع بہشت نہ ہیبت

دوزخ جو ہو رہا ہے سب درست و بجا ہے نہ اُسکی ابتدا نہ انتہا. لوگ کہتے ہیں کہ نراکار پرم آتما نے روز ازل مین نزول کیا جس سے یہ سنسار پرایت ہوا پہلے علم الٰہی میں تھا اب ظہور پکڑا ابد مین پھر عروج کرے گا اُس وقت تمام کائنات فنا ہو جائیگی. یہ بات عام کی سمجھ کے موافق کہی گئی ہے ذرا اس پر غور کرو پرم آتما کا نزول کیا اور عروج کیا وہ بیحد و بے نہایت کدھر سے اترے اور کدھر چڑھے یہ صرف ایک اعتباری بات ہے بیان کرنے کے لئے ورنہ خدا کے لئے اتار چڑھاؤ ممکن نہین پھر ایک خدا مانا اور ایک اسکا علم کار علم مین سنسار لیکن جب خدا کہا تو اس مین اس کا علم بھی موجود ہے علم غیر خدا نہین اور علم مین سب کائنات ہے تو جملہ کائنات غیر علم نہین پس خدا اور خدا کا علم اور جو علم کے اندر ہے سب خدا ہی خدا ہے نہ نزول ہے نہ کمال نہ عروج ہے نہ زوال پھر کائنات نے ظہور کیا تو کہان کیا آیا علم الٰہی سے نکل کر باہر ہو گئے. اب بھی تو اسی طرح یہ تمام موجودات و کائنات علم الٰہی مین موجود و برقرار ہے جیسے کہ تھے یہ ہی خفا ہے اور یہ ہی ظہور. لیکن ترفہ تر ماجرا یہ ہے کہ خدا کی ذات میں علم اور علم مین سب کائنات اور انسان کی ذات میں انسان کا علم اور اس علم میں خدا مع اپنے جاہ و حشم کے موجود وہ اس پر محیط یہ اس پر حاوی وہ اس کے علم میں یہ اس کے علم میں اب کس کو محاط کہیں کس کو محیط کس کو خدا سمجھین کس کو بندہ اس وصیان گیان میں تو دوئی سے چھٹکارا نہیں ایک بندہ ایک خدا. خدا کے معنی بندہ اور بندہ کے معنی خدا اس الٹ پھیر کا کیا ٹھکانا ہے

علم را بگذار تا دانی یکے ست ہست نادانی دریں رہ علم نیست

جس کو سامرتھ ہے اتنا ہی کافی ہے کہ. اگر در خانہ کس است حرفے بس ست اور جو اسمرتھ اور مورکھ ہے اس کے سنمکھ تمام بیدانت شاستر اور علم تصوف طوطا کہانی ہے میرے کلام کے ارتھون کا شٹ اتم گیانی پرش سمجھین گے اور من میں پرسن ہوں گے مورکھ اگیانی کیا جانے نہ مجھ کو اس سے کچھ پرایت نہ دوش پس سب کو نمسکار کرتا ہون. یہ گفتگو ہے شناسائی مہاپرس کی اور اسی قسم کا کلام موحدان بے قید اور مجردان آزاد کا ہوتا ہے لیکن جناب قبلہ نے بارہا ارشاد فرمایا کہ ایسی باتین طالبوں کے لیئے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہین.

پس جملہ طالبان حق اور سالکان طریق کو لازم ہے کہ اس قسم کے کلام مواحدانہ سے بچیں اور استقلال و استحکام کے ساتھ قدم ثبات طلب و تلاش میں رکھیں اور حصول مقصود میں سرگرم اور ذوق و شوق الٰہی میں شب و روز مشغول و مصروف اور یاد و بود معشوق حقیقی میں مست و مستغرق رہیں اس موقع پر شنیاس متا کی باتیں مشتے نمونہ از خروارے لکھی گئی ہین یہ کلام شمشیر بے نیام ہے اور زہر ہلاہل کا جام سن سنا کر اکثر گمراہ اور ملحد و بے باک ہو جاتے ہین نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا راہ راست اور صراط مستقیم صرف وہی ہے جو کلام الٰہی اور حدیث نبوی سے ثابت ہے پس ہر کلام کو معیار کتاب و سنت پر جانچ لینا چاہئے اور وہی کہنا اور یقین کرنا چاہئے جو بزرگان دین نے کہا ہے تاکہ عوام کے دل میں انکار و اصرار پیدا نہ ہو چنانچہ حضرت مولانا روم دفتر ششم مین فرماتے ہین ؎

چونکہ جفت احولانیم اے شمن	لازم آمد مشرکانہ دم زدن
آن یکے زانسوے وصف است او خیال	جز دوئی ناید بمیدان مقال
یا چو احوال این دوئی را نوش کن	یا دہان بردوز ولب خاموش کن
یا بہ نوبت گہہ سکوت و گہہ کلام	احولانہ طبل میزن والسلام
یہ پنڈت کون ہے اور وید کیا ہے	یہ مولانا کے اندر بھید کیا ہے۔
نہ پنڈت ہے نہ مولانا ہے کوئی	نہ اپنا ہے نہ بیگانہ ہے کوئی
یہ سب ہین نام بے نام و نشان کے	کہان کے مولوی پنڈت کہان کے

باب پنجم ارشادات حضرت مشتمل بر سہ صد و سیزدہ ارشاد

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ خاندان نقشبندیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت میر کلال صاحب رح کی خدمت مین مشرف بہ بیعت ہوئے تو حضرت میر کلال نے ظروف پر اسم ذات لکھنے کی خدمت اُن کو سپرد کی اتفاقاً ایک روز ایک برتن پر اسم ذات کا لکھنا بھول گئے کسی دشمن نے تمام برتن اٹھا کر میر صاحب رح کے روبرو پیش کئے کہ حضور دیکھئے

آپ کے حکم کی تعمیل نہین کی آپ نے خواجہ بہاؤالدین کو بلا کر فرمایا کہ تم نے برتنوں پر اسم ذات کیوں نہین کندہ کیا خواجہ صاحب نے جو برتنون پر نظر ڈالی تو سب پر اسم ذات کندہ ہوگیا اور عرض کی کہ حضرت میں نے تو اسم ذات لکھدیا ہے حضرت میر کلال نے جو دیکھا تو اسم ذات کندہ ہے اس وقت میر صاحب نے فرمایا کہ تم نقشبند ہو انھین خواجہ بہاؤالدین سے خاندان نقشبندیہ منسوب ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ دارمدار خاندان نقشبندیہ کا لطائف ستہ پر ہے اور وہ یہ ہین بطریق قدیم از بزرگانِ سلف۔

دماغ

نفس

روح — خفی — اخفی سبز — سرّ — قلب

زیر پستان راست۔ درمیان روح و خفی۔ درمیان سینہ۔ درمیان قلب و اخفی۔ زیر پستان چپ

بطریق جدید از مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

دماغ

اخفی — سبز رنگ

مقام پیشانی — خفی — سیاہ رنگ

روح — سرّ — قلب

زیر پستان راست — درمیان سینہ — زیر پستان چپ

سفید رنگ مہتابی — نفس — مقام زیر ناف

حقیقت طور لطائف خمسہ کو کسی بزرگ نے اس طرح بیان کیا ہے وہو ہذا

در بیان حقیقت طور قلب

پاس حق را و سوائے حق گذار
بر زیاد دوست مغز و پوست کن
در تصور لفظ اللہ بود
غرق بحر اللہ اے مرد خدا
جسم خود در اسم اللہ کن نہان
ہم چو گربہ بر سر سوراخ موش

ہان قل اللہ ثم ذرہم یاد دار
چونکہ ذاکر گشتی اے جویائے کام
تا کہ جاری دل ز اسم اللہ شود
گفت خوش سلطان باہو این سخن
چون الف در بائے بسم اے نور جان
غرق این دریا چو گردی لا تخف

بادل پر درد یاد دوست کن
در توجہ سوئے دل باشی مدام
خویش را یابی تو از سر تا بپائے
محو ہو شد رست چون از خویشتن
شو مراقب زان پس اے تیز ہوش
نور سرخی آوری اندر کف

در بیان طور حقیقت روح

بعد طور قلب آمد طور روح
از توجہ سوئے اسما و صفات
حرف و صوت و لفظ اینجا کے سزاست
این سخن بشنو تو از عطار نیز
بندۂ حرفی نیاید از تو کار
معنی ہو اول و آخر بود

قلب کشتی دان و روح او را چو نوح
سالکان را غفلت اینجا کم بود
زانکہ صرف معنی اے صاحب صفاست
تا بہا و ہو اشارت میکنی
جہد کن تا از رہت خیزد غبار
ہا بیفگن واو را آزاد کن

صاحب این طور رست از ممکنات
دل پر آتش چشم شان پر نم بود
یاد کن بے حرف و صوتش ای عزیز
یا بحرف ہا عبارت میکنی
ہا ز باطن واو از ظاہر بود
بندہ شو بے ہا و واوش یاد کن

بشنو اکنون چون شنیدی این کلام — نور زرد[2] ی نور روح آمد تمام۔

در بیان طور حقیقت سر

طور سر آمد ز بعد طور روح
باخبر باشند اندر آگہی
سر چہ باشد گر سوالت کرد کس

ہست سالک را در اینجا صد فتوح
چونکہ آگاہی پدید آمد ترا
گو مسمی می شود مشہود بس

اکثر از اعضائے سالک اے رہی
میشود مشہود در بصیرت خدا
خوش بگفتا مولوی آن محو ہو

[1] بعض زرد لکھتے ہیں
[2] بعض نور سرخ لکھتے ہیں

قدس الله تعالی سره | رو که بی سمع و بی بصر توئی | سر توئی چه جای صنا سر توئی

رنگ او آمد سفیدای یار من   فکر کن در سرا گر داری سخن

دربیان حقیقت طور خفیه

طور خفیه آنکه از سر تا بپای
لیک پیدا شد شعورت از وجود
راست گفتا آن شیرین بیان
بر مثال مردم چشم ای سعید

میشود مستغرق بحر خدای
زین سبب گفتا جناب مولوی
چشم گردد موبموی عارفان
در سیاهی هست چون آبحیات

موی موی دیده گردد در شهود
در کتاب خویش یعنی مثنوی
پس شود نور سیه بر تو پدید
زان سیه مشهود گردد نور ذات

دربیان حقیقت طور اخفا

بعد طور خفیه اخفا دان و بس
آن چنان کز تو نمی ماند نشان
سبز آمد نور اخفی پس جلی
ثانی شاه ولایت مرتضی
طے اطوار آمده چون در قلم

غیر کامل واقف آن نیست کس
زان تجلی چون شدی فانی تمام
این چنین کرده بیان سید علی
بعد سبزی نور بیرنگی عیان
چار سیر سالکان سازم رقم
درج در سیر الی الله بالتمام

حق تجلی میکند بر تو عیان
طور اخفا نام آن شد والسلام
شاه همدان آن امام اولیا
میشود مشهود تو پس بے نشان
هست این اطوار اے جویا کام

دربیان چار سیر سالک

بعد از انت سیر فی الله میشود
جز مکمل واقف آن نیست کس
اندرین سیر بقا بعد از فنا ست
هم تجلی چار گردد جلوه گر

وانگهان سیر مع اللهت بود
سالک چون رسید اینجا گاه
چون فنا گشتی بقا اندر بقا ست
هست افعال و آثار صفات

عاقبت سیر من الله ست بس
مرشد کامل شد از فضل اله
در میان چار سیرت اے پسر
بعد از ان باشد تجلیات ذات

اور یہ لطائف ستہ شناس متا میں بھی ہیں * کھٹ کنول یا کھٹ چکر بطریق

یوگ شاستر یہ ہین یعنی نابھ کنول۔ من کنول۔ ہردی کنول۔ بھرکٹی۔ ترکٹی بھنور گپھا۔ اور بعض نے یون بیان کیا ہی۔ آدھار کنول۔ لنگ کنول۔ نابھ کنول۔ ہردے کنول کنٹھ کنول برّ و کنول

راقم اس اجمال کی تفصیل میں کسی گیانی کا مقولہ ہے۔

ادھار۔ لنگ۔ نابھو۔ پرکٹت۔ ہردئ۔ تال۔ مؤل۔ للاٹ۔ دوی۔ پتری۔

نشتگاہ۔ اندام نہانی۔ ناف۔ گل شگفتہ۔ دل۔ تالو۔ بیخ۔ پیشانی دو کلی کا کنول۔

شوڑ۔ شاری۔ دوی رش۔ دش دلی۔ دوار شار دہنی۔ چتشکی۔

سولہ کلی کا کنول بارہ کلی کا کنول دس کلی کا کنول۔ چھ کلی کا کنول۔ چار کلی کا کنول۔

وآسانتی۔ بال مدھی۔ ڈپھہ۔ کٹھہ۔ سہتی۔ کنٹھہ۔ دیشی۔ سورا سپہ

واو سے س تک ب سے ل تک۔ ڈال سے پہے تک۔ ک سے ٹھی تک۔ ا۔ کنٹھ۔ مقام۔ سولہ سر

ھم اکھشم۔ تواریتھہ۔ یکتم۔ سکل دل کتم برن دوپم نمامی۔

بندو کرکے اوپر تمام پتون میں برن روپ والسلام

یعنی شگفتہ کنول آدھار کنول لنگ کنول۔ نابھ کنول۔ ہردے کنول۔ کنٹھ کنول برّ و کنول۔ دو کلی برو کنول کے ہین۔ اور سولہ کنٹھ کنول کی اور بارہ ہردے کنول کے ہین۔ اور دس نابھ کنول کی اور چھ لنگ کنول کی چار کلی۔ آدھار کنول کی پھر حروف شاستر کے ان پتوں میں اس ترکیب سے لکھو کہ وا و سے س تک آدھار کنول مین۔ اور ب سے ل تک لنگ کنول مین اور ڈ سے پھی تک نابھ کنول مین اور ک سے ٹھی تک ہردے کنول مین۔ اور کنٹھ کنول مین سولہ سُر۔ اور برّ و کنول میں۔ ہم اکھشم۔ لیکن ہر حرف پر نقطہ بھی ضرور لگا دیا جاوے۔

والسلام

صورت ان کی یہ ہے۔
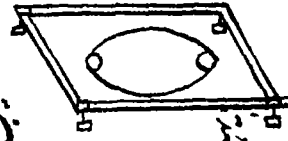
مخزن فیضان غیب
ادھار کنول چار برگہ
لنگ کنول چھ برگہ
نابھ کنول دہ برگہ
ہردے کنول بارہ برگہ
کنٹھ کنول ۱۶ برگہ
بھرو کنول دو برگہ
یہاں طالب کو تصور کرنا چاہیے کہ گویا پیر تخت پر بیٹھا ہوا مخزن فیضان غیب سے ایک دریا نور کا میرے قلب مین بھر رہا ہے۔
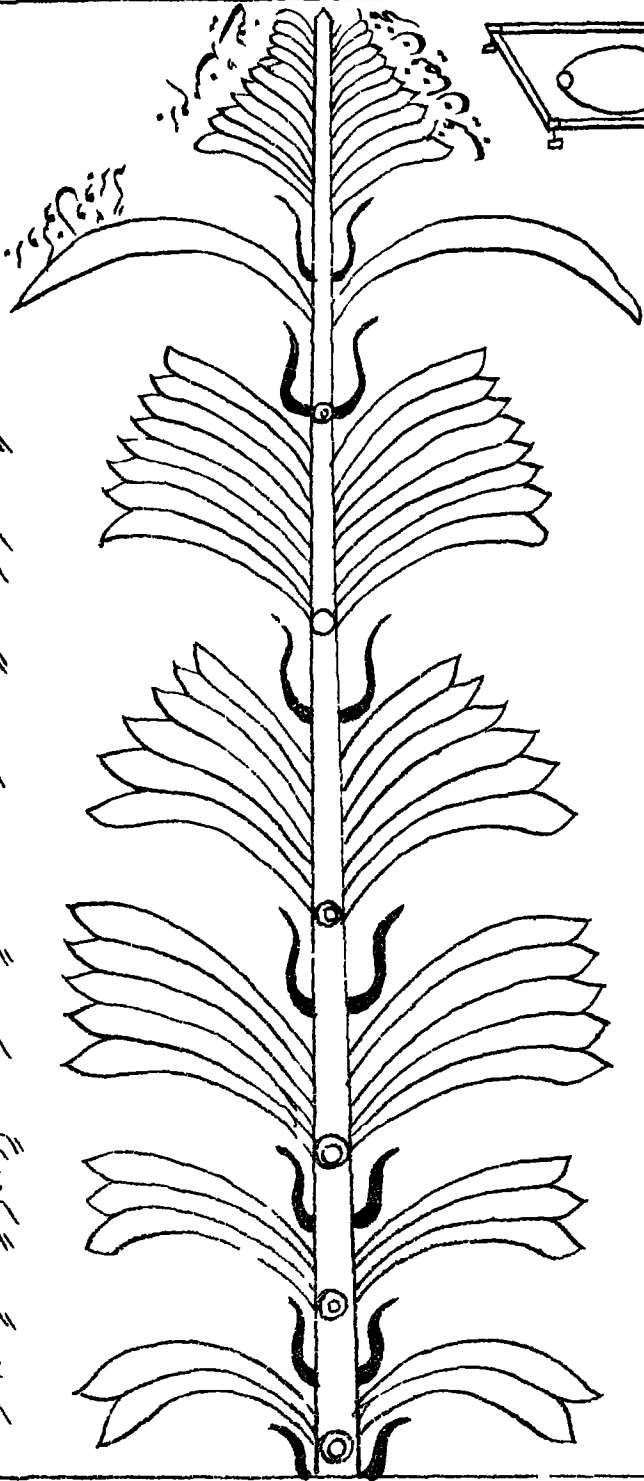
طریق شغل اسطرح پر ہے کہ ہر حرف کو کلی مین سے تصور اس نلی کے اندر لاوے اور نلی کو ایک دریائے عظیم خیال کرکے بزعم منڈ تک نیچے سے اوپر لے جاوے اور جب تمام حروف اوپر جمع ہو جاویں تو پھر بترتیب ہر ایک کو اتارے چند روز میں لطائف جاری و تمام جسم منور ہو جاوے گا ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ طریقہ نقشبندیہ مین بعد بیعت تعلیم کا یہ طرز ہے کہ مرید کو شیخ اپنے سامنے بٹھا کر اول لطیفۂ قلب کی طرف متوجہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قلب مین اسم ذات کا تصور کرو اور اپنے قلب سے مرید کے قلب مین گرمی پہونچاتا ہے لیکن یہہ توجہہ پائدار نہین جب تک شیخ کے سامنے ہے اور ذکر و شغل میں مشغول ہے اثر رہتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں اس کی مثال فوارہ کی سی ہے کہ پانی حوض سے آیا تو چلا ورنہ خشک۔

۔ توجہ کے معنی ہین کسی کی طرف رخ کرنا مگر اصطلاح صوفیہ مین یہ مراد ہے کہ فیض و گرمی مرید کے دل مین پہونچانا از روئے باطن مرید کی طرف متوجہ ہونا اور ذکر الٰہی کا پرتو اس کے دل مین ڈالنا خواہ اسم ذات کا خواہ نفی و اثبات کا جب لطیفۂ قلب کہ زیر پستان چپ ہے مرآنگاہ ہوجاتا ہے تب لطیفۂ روح پر توجہ کرتے ہین جو زیر پستان راست ہے جب وہ بھی جاری ہو جاتا ہے تو لطیفہ سر کی طرف متوجہ ہوتے ہین جو قلب و روح مین حائل ہے اس کے بعد لطیفۂ نفس پر جو زیر ناف ہے پھر لطیفۂ خفی پر جو پیشانی مین ہے پھر لطیفۂ اخفا جس کا مقام دماغ مین ہے غرض جب یہ لطائف ستہ جاری ہو جاتے ہین تو سلطان الاذکار تلقین فرماتے ہین اس وقت اسم ذات ہر بن مو اور گوشت و پوست سے نکلنے لگتا ہے اور اکثر طرح طرح کے انوار و تجلیات کا غلبہ طالب کے دل پر بلکہ تمام وجود پر ہوتا ہے۔ اگر طالب کا ظرف عالی اور حوصلہ فراخ ہے تو ان سب کو نوشس کرکے نفی کے تحت مین لاتا ہے۔ اور قدم آگے بڑھاتا ہے اگر کوتاہ نظر و بے استعداد ہے تو جو کڑی بھول کر کیفیت اذکار کی دولت کھو بیٹھتا ہے۔ البتہ اگر مرید سلطان الاذکار سے اچھے طور پر نکلا اور اس کی کیفیت حاصل کر چکا تو لطائف ستہ کے اثنائے اجرا مین وجد و جذب ہوتا ہے۔

وجد کی حقیقت یہہ ہے کہ جب تصفیہ تزکیہ باطن حاصل ہوتا ہے تو پیر و مرشد مرید کی روح کو اپنی روح کے ہمراہ لے کر عرش و کرسی کی جانب پرواز کرتا ہے وہاں گوناگون انوار

وعجائب اسرار کے دل پر غلبہ کرتے ہیں اور اس کو مدہوش بنا دیتے ہیں جب انہیں سوائے انوار کے کچھ نظر نہیں آتا تو مرید حیران و سرگردان ہو کر واپسی کا ارادہ کرتا ہے لیکن راہ نہیں پاتا ناچار بلائے ہو جاتا ہے و رنالہ وزاری کرتا ہے۔ تب پیر و مرشد توجہ آفاقیہ دیتا ہے اسوقت اُوسالک رست ہو جاتے ہیں

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ حضرت مشائخ میں لطائف ستہ کی بیداری کے واسطے طرح طرح کے اذکار مروج ہیں۔ مثلاً۔ حدادی۔ ندائی۔ دوضربی سہ ضربی شش ضربی۔ پاس انفاس۔ حبس دم۔ اسم ذات۔ نفی اثبات۔ نظر بر قدم۔ ہوش در دم۔ وغیر ذالک۔ بعد ازان مراقبات ومکاشفات جو معمول خاندان ہوں تعلیم کرتے ہیں۔ و ران کے لئے کچھ حد و حصر نہیں ایک مراقبہ یہ ہے کہ مرید کو فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کو ہر حال و قال میں بصیر و خبیر سمجھ تاکہ ظاہر باطن میں کوئی حرکت نازیبا سرزد نہ ہو۔ ایک مراقبہ یہ ہے کہ خدا کو قریب و نزدیک سمجھو تاکہ نحن اقرب الیہ کے معنی ظاہر ہو جاویں ایک مراقبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو بحر میں تصور کرو یعنی سب جگہ راست چپ زیر و زبر۔ دریا ہی دریا ہے اور ہم اس میں غرق ہوں اس کو مراقبہ بحری کہتے ہیں ایک مراقبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو لق و دق بیابان میں خیال کرو اس کو مراقبہ بری کہتے ہیں ایک مراقبہ یہ ہے کہ اپنے تئیں حضرت رسول خدا صلعم کے نزدیک تصور کرو تاکہ فنا و نسبت آنحضرت کے ساتھ حاصل ہو۔ غرض اسی قسم کے مراقبے اور مکاشفے طالبین سے کراتے ہیں۔ مراقبہ کے معنے یہ ہیں کہ خطرات و خیالات فاسد دست خاطر کی نگہداشت کرے اور مکاشفے کے معنی یہ ہیں کہ ظلمات کے پردے سامنے سے اٹھا دے اس کی تفصیل کتب مشائخ میں بہت کچھ ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ ہمارے زمانہ کے شائخین کی سیر سلوک یہ ہے کہ اذات مشائخ سے نسبت و فنائیت حاصل ہو جاوے جب ان کو کوئی بات معلوم کرنی منظور ہوتی ہے تو اپنے شیخ کی برزخ یعنی صورت کی طرف متوجہ ہو کر استعانت و استمداد اپنے کاموں میں کرتے ہیں اور اسی کو کمال فقر جانتے ہیں مگر ذات باری تعالیٰ کی تشبیہات و تنزیہات میں نہ ان کو کچھ دخل نہ اس سے سروکار ہی معرفت و حقیقت کی چاشنی سو اس کی لذت و کیفیت کا حال معلوم۔ نہ جانتے ہیں کہ ہم کون ہیں؟ کیا ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ ہماری اصل کیا ہے اور انتہا اور ابتدا کیا چیز ہے؟ اگر کوئی عاقل

ہوا تو اسکو برزخ رسول الثقلین حاصل ہو جاتی ہے ورنہ خیر۔

خود شناسی کار باشد اے فلاں	کار دیگر ہیچ و پوچ و ہیچ دان
تا نیفتد بر تو مردے را نظر	از وجودِ خود کجا یابی خبر

ایک روز ارشاد ہوا کہ گروہ کاملین تین قسموں پر منقسم ہے۔ کامل۔ اکمل۔ مکمل۔ کامل اس کو کہتے ہیں جو خود تو صاحب کمال ہو مگر کسی کو فیض و فائدہ نہ پہونچا سکے اس کو لازمی بھی کہتے ہیں۔ اکمل وہ ہے کہ خود بھی صاحب کمال ہو اور فیضان باطنی و ہدایت ظاہری سے اوروں کو بھی فائدہ پہونچائے یہ شخص اول سے بدرجہا بزرگ ہوتا ہے مکمل اُس کو کہتے ہیں کہ اوروں کو مشیت ایزدی اور تقدیر الہی کے موافق خواہ گھنٹہ میں خواہ مہینہ میں خواہ سال میں کامل و مکمل بنادے اور جو کرامات اور مکاشفات اپنی ذات میں رکھتا ہے مرید کو عطا فرمادے ایسا شخص مذکورہ بالا سے بھی نہایت معظم و مکرم ہوتا ہے۔ گروہ کملا کے تعلیم و تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اول طالب کو خاندان کے موافق بعیت کرکے ذکر ارشاد فرماتے ہیں خواہ اسم ذات خواہ نفی و اثبات مگر اس زمانے کے مشائخین کی طرح سامنے بٹھا کر توجہ نہیں دیتے۔ البتہ قلبی توجہ دیتے ہیں جہاں کہیں مرید ہو چاہے ہزار فرسنگ چاہے میل بھر پھر اپنا برزخ اس کے دل میں حلول کر دیتے ہیں اور اس توجہ کا اثر طالب کے دل سے زائل نہیں ہوتا شراب پیے یا زنا کرے گویا کہ پتھر کی لکیر ہے اس کو گھسو یا رگڑو بدستور موجود ہے اور اس گروہ کی توجہ تین طرح کی ہوتی ہے۔ اصلاحی۔ القائی۔ اتحادی۔ اصلاحی توجہ یہ ہے کہ مرشد اپنی برزخ ہمت کے صابون سے دل مرید کو پاک و صاف کر دے اور اس کے آئینہ دل کا غبار اپنے دل کی حرارت سے مٹا دے اور اپنی ہمت باطن کو مرید کی تہذیب و آراستگی میں مصروف رکھے۔ القائی توجہ یہ ہے کہ جب ضمیر مرید کی صفائی نہایت کو پہنچ جاوے تو حالات پوشیدہ کی دریافت و استدراک کے واسطے القا کرے یعنے جو کچھ کہنا ہو مرید سے برزخ میں کہے خواہ مرید دور ہو یا نزدیک لیکن کمتر طالب اس توجہ تک پہنچتے ہیں۔ اتحادی توجہ یہ ہے مرشد یک لخت بغیر تصفیہ و تزکیہ قلب کے مرید کو فیضان باطنی عطا کرے اور خاصہ اس توجہ کا یہ ہے کہ طالب کا برزخ مرشد کی صورت با برکت

مشابہ ہو جاتا ہے مگر اس قسم کی توجہ شاذ و نادر ہوتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے ایک نان بائی کو دی تھی جو کم ظرفی اور بے استعدادی کی وجہ سے تیسرے دن مرگیا کیونکہ تصفیہ باطن اس کو حاصل نہیں ہوا تھا اگر صفائی ہوتی تو اس توجہ کو برداشت کرتا اور جیسے اس توجہ کے دینے والے خال خال ہوتے ہین ایسے ہی اتنا عالی حوصلہ و عالی ظرف طالب بھی کم ہوتا ہے جو اس توجہ کا متحمل ہو ورنہ بیم ہلاکت ہے جب طالب تذکر مین ٹھیک ہو جاتا ہے تو پیر و مرشد اس کو تفکر ارشاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صانع حقیقی کی صنائع و بدائع مین متفکر رہو مثلاً قالب انسان کیسی حکمت و فراست سے بنایا اس کے اندر صدہا بیماریان اور سیکڑون آرام رکھے آسمان بغیر ستون قائم کردیا۔ زمین کو پانی پر پھیلا دیا مینھ کا برسنا نباتات کا اوگنا پھول پھل پیدا ہونا یہ سب اس کے کمال صنعت کا تماشا پیش نظر ہے اور مرتبہ تفکر مین اکثر طالب کو استغراق و سکر حاصل ہوتا ہے استغراق کے معنی ہیں پانی میں ڈوب جانا اور یہان یہ مراد ہے کہ حقیقت و معرفت کے دریا مین قصد و نیت کے ساتھ غرق ہونا اور سکر کے معنے ہیں۔ بیہوشی و مدہوشی۔ جب طالب مرتبہ تفکر و تذکر مین ٹھیک ہوگیا تو اب عرفان کی تعلیم کرتے ہین کہ ان تمام ممکنات و موجودات کو واجب الوجود خیال کرنا اور ان فروعات کو اصل اصول سمجھنا چاہیے اور تمام وسیلے اور واسطے درمیان سے اوٹھا ڈالنے چاہئین اور جو کرو جان لو کہ اسی کی مشیت سے کرتے ہیں اور جو آفت و راحت کسی سے پہنچے منجانب اللہ سمجھو جیسے کتے کو کوئی پتھر مارے تو وہ پتھر کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ جان لیتا ہے کہ مارنے والا کوئی اور ہے پتھر خود نہین لگا۔ اسی لئے پتھر مارنے والے کی طرف دوڑتا ہے۔

رہ عقل جز پیچ بر پیچ نیست — بر عارفان جز خدا ہیچ نیست

عرفان مین بھی استغراق ہوتا ہے لیکن استغراق و سکر منازل مروجہ و مقررہ سے نہین ہیں بلکہ منازل کے شعبے ہین جیسے کسی شخص کا ارادہ دہلی جانے کا ہے اور جہاں سے چلا اور دہلی سات منزل ہے اب ان منازل کے بیچ مین جو دیہات واقع ہوتے ہین ان کو منزل نہین کہہ سکتے بلکہ شعبہ منازل ہین جب

عرفان

توحید

مرید نے یہ تین مقام طے کر لئے تو حضرت پیرو مرشد توحید کی ہدایت فرماتے ہیں یعنے
اپنے تمام اعمال و افعال احوال و اقوال و حرکات و سکنات کو تقدیر الٰہی و مشیت ایزدی
سے سمجھنا چاہیئے لیکن یہ تعلیم متبدیوں کے واسطے ہے منتہیوں کی تعلیم یہ ہے کہ تمام ممکنات
و موجودات کو مظہر الٰہی بلکہ عین ذات نامتناہی جاننا چاہیئے جیسے ایک چراغ دوسرے
چراغ سے روشن کریں تو وہ بھی روشنی میں پہلے کی برابر ہے کچھ فرق دونوں میں نہیں ہے
کیونکہ حدوث نے قدم کی خواہش سے کوئی وجودی لباس پہنا اور صورت اختیار کی تو
حدث قدم سے الگ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ روز ازل سے حدوث و قدم میں یگانگی
واحدیت کا واسطہ ہے اور ایک لحظہ یا ایک ساعت بھی اس سے جدا نہیں معنی توحید یہ ہیں کہ
باری تعالیٰ کو بے ہمتا اور یکتا جاننا ہر حال و مقام میں اگرچہ جلایا جاوے یا قتل کیا جاوے

فرد

چیست توحید آنکہ از غیر خدا ۔ فرد آئی در خلا و در ملا

اقسام موحدین

اور توحید کے جاننے والے کو موحد کہتے ہیں اور موحدین کی دو قسمیں ہیں ایک موحد حنیف
دوسرا موحد تابع۔ موحد حنیف اُسے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ایک جانے بلا واسطہ انبیا علیہم السلام
کے اور نبی و رسول کی اطاعت اس کے لئے اختیاری ہوتی ہے اور اس قسم کے موحد اکثر جوگیوں کے
فرقہ میں [illegible] تے ہیں اور اگر شاذ و نادر زمرۂ اسلام سے ہوتے ہیں تو دین اسلام کی پیروی کبھی کبھی
کرتے ہیں البتہ دل سے انبیا علیہم السلام کی رسالت و نبوت کا اقرار و اعتراف رکھتے ہیں لیکن توحید
کے غلبہ میں ہوش بجا نہیں رہتے جب سمجھ بوجھ ٹھکانے آتی ہے تو شرع مبین کی حبل متین سے
سہارا لیتے ہیں اور موحد تابع وہ ہے کہ اپنے تمام عبادات و معاملات کو شریعت غرا و ملت بیضا کے
موافق [illegible] کبھی سر مو تجاوز نہ کرے اور اپنے دل میں خداوند تعالیٰ کو از روئے ذات و صفات
کے یکتا و بے ہمتا سمجھے اور بیچون و بیچگون خیال کرے اور یہ بھی یاد رکھو کہ موحد تابع کو مقام توحید میں ایسی
بیہوشی و بیہوشی نہیں ہوتی کہ بے اختیار ہو جاوے۔ البتہ اُس پر باریتعالیٰ کی وحدانیت و یگانگی کا غلبہ
رہتا ہے جب طالب ان چار مقامات کو طے کر چکا تو مرشد مقام استغنا [illegible] کرتا ہے استغنا کے

مقام استغنا

معنی ہیں بے پروا ہو جانا گروہ جن و انسان سے اور سب کام خدا کو سونپ دینا اس مقام میں طالب کو
استغنا اور بے پروائی اسقدر ہو جاتی ہے کہ بہشت و دوزخ کا خیال بھولے سے بھی اُس کے دل میں نہیں آتا

ہردم شاداں رہتا ہے اور امیر و غریب کو یکساں خیال کرتا ہے جب طالب ان پانچوں مقامات کو طے کر چکا تو حضرت پیر و مرشد اس کو مقام فنا سے معزز و ممتاز کرتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام حیوانات و جمادات و زمین و آسمان کو اور زمین اور ہم اور یہ اور وہ سب کو نیست بالکل و منفی سمجھو اور خیال کرو کہ بجز لایموت کے سب معدوم و ناپیدا ہیں صرف ذات واجب الوجود اپنی صفت جیسی کہ ازل سے قائم ہے جلوہ و ہویدا ہے اول طالب کو اس مقام میں دو دو گھڑی تک بیہوشی رہتی ہے اور ایسا حال بہت دنوں تک ہوتا ہے جب طالب کو نفی بحث حاصل ہوئی اور اس کو سہہ گیا تو حضرت پیر و مرشد اس کے حوصلہ اور ظرف کے موافق اس مقام کی انتہا تعلیم کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی حد نہیں لیکن جس وقت یہ حالت درجۂ غایت کو پہونچ جاتی ہے تو اسی کا نام محویت ہے اسکا حصول مرشد کامل کی توجہ اور مدد سے جب یہ چھ مقام طالب کو طے ہو جاتے ہیں تو اس کو بقا کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنے فنا و محویت سے نکال کر بقا و صحو کی طرف لاتے ہیں اور بقا کے معنے ہیں فنا سے نکلکر قائم ہونا ان مقامات کے بعد مرتبہ وصل کا ہے لیکن اس کا حصول محض عنایت الٰہی سے منحصر ہے اس میں مرشد کی توجہ اور طالب کی کوشش کو کچھ دخل نہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ ؎

چون حسن عاقبت نہ برندی و زاہدیست   آن بہ کہ کار را بہ عنایت رہا کنند

غرض یہ سات مقام ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور ہر ایک مقام کے ساتھ ایک شاخ بھی ہے چنانچہ طلب کی شاخ ذکر ہے کہ بے اس کے کچھ ثمر نہیں ملتا۔ دوم مقام عشق اس کی شاخ تفکر ہے کہ بغیر اس کے کچھ کیفیت نہیں آتی سوم مقام عرفان ہے اس کی شاخ استغراق و سکر ہے کہ بغیر اس کے معرفت کی حقیقت نہیں کھلتی مقام چہارم توحید اسکی شاخ بیداری ہے پنجم استغنا اس کی شاخ خوبینی ہے ششم اس کی شاخ محویت ہے ہفتم بقا اس کی شاخ صحو ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ مکاشفہ کی دو قسمیں ہیں ایک کونی اور ایک ذاتی مکاشفہ کونی ہیں انسان پر کل موجودات کا حال علی قدر استعداد کھلتا ہے اور اس میں یہ آہستگی ترقی ہوتی ہے کہ اول تو لوگوں کے دلوں کا حال معلوم ہونے لگتا ہے پھر اگر استعداد کامل ہے تو تمام جہان کا حال آئینہ ہو جاتا ہے مکاشفہ ذاتی اسے کہتے ہیں کہ ذات بحث کی جستجو میں قدم رکھے اور جو انوار تجلیات پیش آئے سب کو ہیچ سمجھے اگرچہ اس میں حیرت و عظمت بہت پریشان و سرگردان کرتی ہے مگر قدم بہت آگے کو بڑھائے اور صفات ذاتیہ پر بھی قناعت نکرے اسی لئے طالب تنزیہ ہمیشہ سراسیمہ رہتا ہے اور اس کی آتش طلب کبھی سرد نہیں ہوتی ۔

چنانچہ حضرت شبلی کا مقولہ تھا رَبِّ زِدْنِی تَحَیُّراً لیکن اس قسم کے طالب فی زمانہ بہت کم ہیں
اور جو ہیں تو حیران و پریشان ہیں اور آج کل کے مشائخوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی ؎

کین حال نیست صوفی عالی مقام را　　راز درون پردہ ز رندان مست پرس

سچ تو یہ ہے کہ ان مقامات کی حقیقت و ماہیت جب سمجھ میں آتی ہے کہ طالب کسی اہل اللہ سے بیعت ہو کر
تصفیۂ باطن حاصل کرے پھر نقل مطابق اصل خود ظاہر و عیاں ہو جائے گی جب تک طالب عین الیقین
میں ہے کیفیت حق الیقین کہاں اور جب تک علم الیقین میں ہے تو منزل مقصود بہت ہی دور ہے۔
ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ اولیاء اللہ کی بہت سی قسمیں ہیں اگرچہ ٹھیک ٹھیک سوائے
ذات پاک کے کوئی بھی نہیں جانتا لیکن مشہور یہ ہیں۔ قطب ارشاد۔ قطب مدار۔ قلندر۔
خضر وقت۔ غوث۔ ابدال۔ اوتاد۔ صوفی ابوالوقت۔ صوفی ابن الوقت۔ قطب لغت
میں چکی کی کیلی کو کہتے ہیں جس پر تمام چکی کا مدار ہے ایسے ہی قطب اگر جہان میں نہ ہوں تو
انتظام عالم تباہ و خراب ہو جائے اور ارشاد کے معنی رہنمائی پس قطب ارشاد سے خلق اللہ
کو ہر طرح کا نفع ظاہر اور باطن کا بے حساب پہنچتا ہے۔ قطب مدار وہ ہے کہ اپنی جگہ سے
نہ ہلے اور بذات خود کامل و اکمل ہو مدار کے معنی ہیں جائے گردش یعنے ساری مخلوقات اُس کی
گرویدہ ہو اور اپنے کاموں میں اس سے مدد چاہے اور اسی کو قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں
اور اس کے بدن میں کسی جگہ ناسور سائل بھی ہوتا ہے۔ قلندر وہ ہے کہ تجرید و تفرید میں یکتا اور بے پروا
ہو اور تمام عالم کا حال اس پر آئینہ ہو اور جو وصف کہ عارفوں میں ہونا چاہئے اس میں بے مثل
ہو اور شرط یہ ہے کہ مجذوب بھی ہو اور سالک بھی جیسے حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر تھے
یا اس زمانہ میں حضرت جنگو شاہ گذرے ہیں خضر وقت وہ ہے کہ مثل حضرت خضر علیہ السلام
کے اُس پر علم لدنی منکشف ہو اور اسرار سے واقف ہو اور ایک نظر جس پر ڈالے اس کو کامل کر دے
مگر ایسا شخص کسی خوش نصیب ہی کو ملتا ہے اور غوث فریاد رس کو کہتے ہیں یعنے جویندگان خدا
کے معاملات میں ظاہراً و باطناً عدل و انصاف فرماتے ہیں ان کی شناخت مشہور ہے کہ جب چاہیں
اپنے اعضا جدا کر لیتے ہیں۔ ابدال اگر یہ گروہ نہ ہو تو تمام عالم مسخ ہو جائے اور یہ ستر تن ہوتے ہیں
چالیس تو ملک شام میں اور تیس تمام ممالک میں متفرق رہتے ہیں مگر ان سے کچھ کام نہیں نکلتا کچھ فائدہ عالم

ہاں وہ بھی اپنی خدمت پر مامور رہتے ہیں اور ابدال اس لئے کہلاتے ہیں کہ اگر کوئی ان میں سے کم ہو جاتا ہے
تو اوتاد میں سے بدل ان کا مقرر ہوتا ہے۔ اوتاد جمع ہے وتد کی اور وتد کے معنی ہیں میخ یہ لوگ
مثل میخ آہن اپنے اپنے مقام پر جمے رہتے ہیں اگرچہ ظاہر و باطن کا فائدہ ان سے محسوس نہیں ہوتا
مگر ان کی برکات تمام عالم میں محیط و منتشر رہتی ہیں۔ صوفی ابو الوقت وہ ہے کہ وقت پر قادر ہو یعنے
حالت اس کے اختیار میں ہو جب چاہے طاری کرے جب چاہے دور کرے اور ہوش میں آجاوے۔
یہ صوفی ابن الوقت سے بدرجہا اعلیٰ ہوتا ہے مگر ایسے لوگ اس زمانہ میں نہیں ہیں البتہ اگلے زمانے کے
قدما مثل حضرت بایزید بسطامی ان مراتب پر پہنچے ہیں اب ایسے لوگ نظر نہیں آتے اگر ہونگے تو خال
خال ہوں گے اس زمانے کے صوفی اکثر ابن الوقت ہوتے ہیں صوفی ابن الوقت وہ ہے کہ ظاہر و باطن
کی صفائی رکھتا ہوا اور وقت کا پابند ہو یعنے جب کوئی حال باریتعالی کی طرف سے اس پر وارد ہو تو
مدہوش و بے ہوش ہو جاوے جیسے کسی کو بخار یا لرزہ چڑھتا ہے۔ وہ بے اختیار ہو کر اس کو دور نہیں کر سکتا
ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ مجاذیب کی دو قسمیں ہیں ایک تو ازلی دہبی دوسرے کسبی و بے اختیاری مجذوب
ازلی وہ ہے کہ روز ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کی ندا سنکر اور بَلیٰ کہکر حضرت رب العزت کے مشاہدہ جمال لا یزال
سے مست ہو گیا اور تمام شہوات و لذات دنیوی و اخروی کو دل سے دور کر دیا جب عالم ارواح سے عالم
اجسام میں آیا تو اسی طور پر بیخبر رہا اور نیز عالم برزخ میں بھی مست الست جاوے گا۔ ؎

میندار ایں کہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز   چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

مگر یہ مجذوب مقامات مشہورہ سے بیخبر و سیر و سلوک سے ناواقف ہوتا ہے ہاں جس قدر روز ازل سے
اُس کو معلوم ہو گیا اسی منزل پر مستقل رہتا ہے اور اکثر مجذوبوں کو مکاشفہ کونی ہوتا ہے نہ مکاشفت
ذاتی بے اختیاری مجذوب وہ ہے کہ عالم اجسام کے اندر بالکل ہوشیار آیا اور مدت تک سمجھ بوجھ میں
رہا لیکن اتفاقاً کسی کامل کا مرید ہوا اور مرشد نے اپنے خاندان کے موافق اُس کو تعلیم و تلقین
فرمائی جب نوبت سلطان الذکر کی پہنچی اور ہر جانب سے غلبہ انوار ہوا تو بے اختیار ہو کر ہوش و
خرد کے جامہ سے باہر نکل گیا اگر سلطان الذکر کا متحمل ہو جاتا تو سالکوں میں سے ہوتا یا اس طرح پر کہ کسی
مست و مجذوب کی نگاہ دفعتہ پڑ گئی اور بیقرار ہو کر مست و مدہوش ہو گیا پس اگر اس کا حوصلہ بلند اور
توفیق الٰہی رفیق حال ہے تو مکاشفات کی بہار اور مقامات کی سیر دیکھتا ہے اور تمام منازل کو طے کرتا ہے

اور کبھی کبھی ہوش میں آکر ہوشیاری کی گفتگو کرتا ہے ع اک دیوانہ ہی لیکن بات کہتا ہی ٹھکانے کی
اور ایسے مجذوب کو مکاشفۂ صفاتی از حد ہوتا ہے اور اس کی طبیعت تشبیہ کی طرف راغب رہتی
ہے لیکن مجاذیب سے فیض بہت کم ہوتا ہے اور اگر ہوا بھی تو یہ ہوا کہ اپنا سا بنا لیا۔ حاصل یہ ہے
کہ سالک کا مرتبہ مجذوب سے کہیں بڑھکر ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ حضرت ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کی ان رباعیات
کا ورد واسطے دفع وسواس اور ازدیادِ محبت الہٰی کے بوقت تہجد موجب منافع کثیرہ ہے

رباعی

یارب زگناہِ زشت خود منفعلم — وز قول بد و فعل بدِ خود خجلم
فیضے بدلم ز عالم قدس بریز — تا محو شود خیال باطل ز دلم

رباعی

تسبیح ملک را و صفا رضوان را — دوزخ بدرا و بہشت مر نیکان را
دنیا جسم را و قیصر و خاقان را — جانان ما را و جان ما جانان را

رباعی

اے آنکہ بملک خویش پاینده توئی — وز دامن شب صبح نماینده توئی
کار من بیچارہ قوی بستہ شدہ — بکشائے خدایا کہ کشاینده توئی

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ خاندان قادریہ و چشتیہ میں ذکر جہر معمول و مختار ہے کیونکہ
اس میں ترقی ذوق و شوق ہے لیکن اگر نقشبندی یا سہروردی ذکر جہر کریں تو پہلا
ذوق و شوق بھی جاتا رہتا ہے بقول شخصے۔

کاہو کے من کچھو بسے کاہو کے من کچھو نہ بسائے — آگ پھونک سے جل اٹھے دیا پھونک بجھ جائے

در حق او مدح در حق تو ذم — در حق او شہد در حق تو سم

ایک روز ارشاد ہوا کہ ۔ کہ اس شعر میں ایک شغل بیان کیا ہے۔ ؎

مے خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن — ساکن بتخانہ باش و مردم آزاری مکن

مے سے مراد عشق ہے اور مصحف جسم انسانی کعبہ دل اور بتخانہ للہ و شیخ یا ہما اِلیٰ معشوق اور مردم آزاری

دل بھی اُسی طرف رجوع کریگی جب ہر حشم دماغ مین مجتمع ہوجاتے ہین تو روح کو صعود حاصل ہوتا ہے اور اس صعود کا انجام تین حال سے خالی نہین اگر طالب کم ظرف اور مرشد ناقص ہے تو پردۂ دماغ پھٹ جائیگا اور روح نکل جائیگی اور اگر طالب خود قوی ہے تو ہر منس یعنی مجذوب بنجائیگا اور اگر مرشد کامل ہے تو روح اس صعود سے نزول کریگی اور انوار روحانی سے تمام حشم روشن اور منور ہوجائیگا لیکن غذا اس عمل مین نہایت لطیف ہونی چاہئیے جیسے دودھ چاول اور مسکہ گاؤ کا استعمال بھی ضرور ہے ابتدا مین آنکھون پر بڑا زور پڑتا ہے بتدریج اُس کی مشق بڑھایا کرتے ہین۔

ایک روز جناب قبلہ کے حضور مین منشی فضل رسول صاحب نے دو سوال پیش کیے جو میر عباس علی صاحب نے بغرض حصول جواب ارسال کیے تھے سوال اول یہ تھا کہ کامل کی کیا شناخت ہے آپ نے فرمایا کہ اول تو کامل کوئی ہوا ہی نہین سب مبتدی ہے یہان تک پیغمبر خدا صلعم نے خود فرمایا وما عرفناک حق معرفتک پس جب سب کے پیشوا ایسا ارشاد فرمائین تو اورون کی کیا حقیقت ہے ؎

دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر	ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

اور عرف مین جو کامل و مکمل کہا جاتا ہے سو ہندوستان بھر مین ایک ہی دو کامل ہونگے اور فنا نسبت کی اہل نسبت کرسکتا ہے رہا عرفان و حق شناسی اس کو کوئی کیا پہچان سکتا ہے اور یہ امر سائل سے پوچھنا چاہیئے کہ وہ کس بات کو کمال سمجھتا ہے تو اس کا حال بیان کیا جاوے دوسرا سوال یہ تھا کہ کامل کی سیر کہان تک ہے اس کے جواب مین ارشاد ہوا کہ سدرۃ المنتہیٰ تک تو خودی قائم رہتی ہے اُس کے بعد کا حال قابل بیان نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ لوگون کے عقائد تین قسم کے ہوتے ہین ایک فرقہ کہتا ہے کہ جو کچھ ہے خدا ہی کے اختیار سے ہے بندہ کا کچھ اختیار نہین۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ کچھ تو بندہ کا اختیار ہے باقی خدا کا تیسرا گروہ قائل ہے کہ نیکی خدا کی طرف سے ہے اور بدی اپنی طرف سے۔ اگرچہ یہ بات کہی جاتی ہے مگر اصل مین جھوٹ ہے جو کچھ ہے اسی کی طرف سے ہے بھلا شیطان کو کس نے پیدا کیا اور اس کو تعلیم کس نے کی اور پیغمبر خدا صلعم کو کس نے پیدا کیا اور کس نے تعلیم کی کسی کو شان مضلی کی تعلیم دی اور کسی کو شان ہادی کی تعلیم فرمائی استاد دونون کا ایک ہے

مصرعہ   بجز وجدائی ست جفتہ ہنر نیست

ایک روز ارشاد ہوا کہ فقرا کے دو فرقہ ہین ؎

قومے بجد و جہد نہادند وصل دوست — قومے دگر حوالہ بتقدیر مے کنند

لیکن جد و جہد بھی بدون کشش سرکاری نہین ہو سکتی کیونکہ ہر امر تقدیر الٰہی سے وابستہ ہے لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ اور اگر انسان غور کرے تو سب کچھ اپنے آپ مین موجود ہے

پاس کہون تو پاس ہے اور دور کہون تو دور — جان اجان جہان مین سب مین ہے بھرپور
خدا بندہ مین آکر یون نہان ہے — کہ جون بوگل کی گل کے درمیان ہے
اس مین مجھ مین ربط ہے نے ذوق مثل بوو گل — وہ رہا آغوش مین لیکن گریزان ہی رہا

بعض توحید وجودی کے قائل ہین بعض شہودی کے بعض اتحادی ہین بعض حلولی کوئی علیحدہ ہے کوئی ظلی کوئی وست کا قائل ہے کوئی از وست کا کوئی ہمہ اوست کا چنانچہ شیخ عطار فرماتے ہین۔

او چو خورشید است ما چون سایہ ایم — ہمچو نور و سایہ ما ہمسایہ ایم

لیکن بہتر یہ ہے کہ جو کچھ عبادت و طاعت و ریاضت انسان کرتا ہو اسی مین لگا رہے اہل شریعت کو ورع و تقویٰ و صوم و صلوٰۃ اور اہل طریقت اپنے ذکر و فکر مین مشغول رہنا چاہیے کیونکہ راز بطون کسی پر ختم ہوا اور نہ ہو

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو — کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را
نیست کس را از حقیقت آگہی — جملہ مے میرند با دست تہی

ایک روز ارشاد ہوا کہ اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ کے کیا معنی ہین مین نے عرض کیا حضور ہی بیان فرمائیں فرمایا کہ نہین تم بیان کرو تا کہ تمہارے ذہن کی رسائی معلوم ہو اس وقت کمترین نے عرض کیا کہ میرے قیاس مین تو یہ معنے آتے ہین کہ ہر ایک کے لئے ایک کام مقرر ہے اور وہی کام ان کیواسطے طریق موصل الی المطلوب ہے

ہر کسے را بہر کارے ساختند — میل آن اندر دلش انداختند

یعنی جس کام مین مشغول ہے وہی کام کرتے کرتے فنا ہو جہان سے آیا تھا وہین چلا جاوے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حباب وار زبہر نظارہ آمدہ ایم — کہ سر زنیم و تماشا کنیم و باز رویم

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ یعنی نہین پیدا کیا مین نے جن اور انس کو مگر واسطے عبادت کے پس کون ہے جو خلاف مرضی خدا کر سکے یعنے خدا نے عبادت کے لئے پیدا کیا اور وہ برخلاف کرے نقش نقاش سے خلاف نہین کر سکتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص

جس کا م مین ہے اُس کی وہی عبادت ہے ؎

از انم کہ بر سر نوشتی زپیش — نہ کم کردم اے بندہ پرور نہ بیش

رباعی

گر در علمند خلق و گر معزولند — چون در نگری جملہ بحق مشغولند
در مذہب تست بہ گزینی کردن — اینجا کہ منم جملہ جہان مقبولند

کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
یعنی کوئی جنبندہ نہین ہے مگر اس کی چوٹی خدا کے ہاتھ مین ہے بدرستیکہ میرا پروردگار راہ مستقیم پر
ہے جس کے ہاتھ مین سب کی چوٹی ہے وہ راہ راست پر ہے تو ظاہر ہے کہ سب راہ راست
پر اور سب کا منتہی حق ہے وَاِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى۔

چو از بود ابتدائے ہمہ — ہم بدو باشد انتہائے ہمہ
چون ہمہ راہ اوست از چپ و راست — تو بہر رہ کہ میروی او راست
کس کشاندمی کشد کانا الیہ راجعون — چون روی جائے گر فکر غلط باشد چون

آپ نے فرمایا کہ تم خوب سمجھے یہی معنی ہین۔

ہر چند اس کی سمت سوا راہ ہی نہیں — تس پر بھی حیف یہان کوئی آگاہ ہی نہین
کہتے ہو یون کہ ہے وہی ہادی و مضل — تو راہ پر ہین سب کوئی گمراہ ہی نہین

حضرت جنید سے کسی نے پوچھا کہ مَا مُرَادُ الْحَقِّ بِالْخَلْقِ یعنے اللہ کی مراد خلقت کے پیدا کرنے
مین کیا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ مَا عَلَيْهِمْ جَرَتْ یعنے یہی مراد حق ہے جو خلق پر گذر رہا ہے۔

مومن و ترسا جہود و گبر و مغ — جملہ را رو سوئے آن سلطان الغ
مومن و ترسا جہود و نیک و بد — جملگان راہست رو سوئے احد
صورت از بے صورتی آمد برون — باز شد اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک طالب خدا تھا جہان کسی فقیر کو سنتا اس کی خدمت مین حاضر ہوتا
اسی طرح تیرہ بزرگان دین کی خدمت مین پھرتے پھرتے ایک مدت گذر گئی لیکن حصول مقصود کے آثار کچھ نظر نہ آئے
نا چار سب سے امید منقطع کی اور جنگل مین ایک درخت کے تلے اس نیت سے جا بیٹھا کہ بس اب خدا کو خدا سے طلب کرینگے ؎

سرمد اگرش وفاست خود مے آید
بیہودہ چرا در پے او مے گردی
مالا جپون نہ کر جپون او رکھ سے کہون نہ رام

ور آمدنش رواست خود مے آید
بنشین اگر او خدا است خود مے آید
ہو رام ہمو کو جپے تو مین پاؤں سرام

مراقب ہو کر بیٹھ گیا وہ زمانہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا حضرت کے پاس ایک
گھوڑی تھی خیال آیا کہ اس کو پانی پلانا چاہئے سوار ہو کر دریائے دجلہ کی طرف چلے لیکن گھوڑی نے
جنگل کی راہ لی ہرچند روکا نہ رکی گمان کیا کہ کچھ سر الٰہی ہے اس کو مطلق العنان کر دیا چلتے چلتے
پہر بھر کے بعد اس درخت کے پاس پہنچے جہاں وہ طالب دل سوختہ بیٹھا تھا اس وقت حضرت کو
دریافت ہوا کہ اسی طالب کی کشش تھی ایک نگاہ مین مقصد اس کا پورا کیا۔

سالہا برد ز مردان انتظار	تا یکے ایار شد ز صد ہزار

پھر حضرت جنید نے اس طالب سے ارشاد کیا کہ تم جانتے ہو مین کون ہون اس نے جواب دیا
آپ میرے پیر مرشد اور رہنما ہین حضرت نے فرمایا اگر تم کو اس راہ مین پھر کبھی قبض واقع ہو اور حیرانی پیش
آوے تو بغداد مین میرے پاس چلے آنا اس نے عرض کیا کہ حضرت اب مین آپکے پاس آیا ہون یا آپ
میرے پاس ہین تو ایسے کا درد ... کے ... اگر ... کا معاملہ پھر پیش آیا تو کسی اور کی گردن
پکڑکے بھیجدیگا مجھ کو کسی کی پروا ... یہ سنتے ... اسی جا ... گرکے محکم ...

ہم مست کے لیے صورت ...	...
دیکھا تو خاکسار ہی عاشق ...	جون ... ہم ... لطف ...

حضرت جنید حقیقت مین ... اور آپ سے بہت کچھ ... ایک
روز مسجد مین تھے ایک شخص آیا اور کہا کہ حضرت آپکا دعوی شہری مین کام کرنا ... جنگل ... کچھ ... شہر
آپنے حال پوچھا اس نے عرض کیا کہ چند اشخاص فلان مقام پر جنگل کے اندر ... شہر ... شہر
سے مست ہین آپ اسی دم تنہا کھڑے ہو گئے اور ... لپیٹ کے جنگل کی راہ لی جب قریب پہنچے تو وہ لوگ
بھاگ گئے لگے فرمایا کہ بھاگو مت مین بھی تمہارا ہمشرب ہون اسی واسطے پہچان لو کہ مست ہو کر آئے ہو گئے آپنے فرمایا
کہ یارو ہمارے واسطے بھی لاؤ شہر مین تو نہیں سکتے آج تمہارا حال سنکر پوشیدہ طور پر یہان آئے ہین کہ یاران
ہمشرب مین چلکر پئین گے ان لوگون نے کہا کہ حضرت ہمکو معلوم ہوتا تو ہمیشہ آپ کو بلایا کرتے افسوس کہ اس وقت

له مالاجپ ... جیون یاکر دن ... سر ... پاؤن ...

شراب باقی نہین رہی فرمائے تو شہر سے منگائی جائے حضرت نے فرمایا کیا تم کو کوئی ایسی بات نہین آتی کہ شراب خود بخود آجایا کرے وہ بولے کہ صاحب یہ کمال تو ہم مین نہین ہے فرمایا کہ آؤ مین تم کو ایک ایسی بات سکھا دون کہ شراب خود آجائے پھر شراب کا مزا دیکھو وہ سب مشتاق ہوئے کہ یہ کمال تو ضرور بتا دیجئے کہا کہ اچھا اول نہاؤ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ سب نے غسل کیا کپڑے دھوئے اور پاک صاف ہوکر آموجود ہوئے تب فرمایا کہ سب دو دو رکعت نماز پڑھو جب وہ نماز مین مشغول ہوئے تو آپنے دعا مانگی بارخدایا میرا تو اتنا ہی اختیار تھا کہ آپکے حضور مین ان کو کھڑا کر دیا اب آپ کو اختیار ہے فَضْلُ مَنْ یَّشَاءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ ہمت مردان مدد خدا حضرت کی دعا منظور ہوئی اور وہ سب کامل ہوگئے ؏

نار را ابراہیم را لالہ کند	فضل ساعت کار صد سالہ کند
از ہزاران کوشش طاعت پرست	ذرہ سایہ عنایت بہتر است

کہتے ہین کہ حضرت جنید کے ١٩ خلیفہ ہوئے ہین ہر ایک ان مین سے بہتر و برتر تھا اور سوائے اُن کے اور بہت لوگون کو حضرت سے فیض پہنچا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ایک بار مع مین اپنے رفقا کے جہاد مین گئے جب جنگ شروع ہوئی تو آپنے دیکھا کہ گیارہ محافے لئے ہوئے فرشتے کھڑے ہین اور حورین ان کے گرد ہین خیال آیا کہ ہم گیارہ کے گیارہ شہید ہون گے چنانچہ ایک رفیق شہید ہوا تو ایک محافہ غائب ہوگیا پھر تو یقین ہوا کہ بالضرور ہمارے واسطے بھی شہادت ہے غرض کہ اسی طرح دس یار تو شہید ہوگئے اب حضرت جنید کی باری آئی ایک ترک ہیجڑ دی آکر مقابل ہوا اور ان کو پہچان کر بولا کہ حضرت آپ کہان طالب خدا کو ان جھگڑے سے کیا سروکار فرمایا کہ تم دیکھتے نہین کہ ایک محافہ لئے ہوئے فرشتے موجود ہین دس محافے تو میرے رفیقون کو لیکر غائب ہوگئے یہ ایک میرے واسطے باقی ہے اس نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو مجھے بھی ایمان تلقین کر دو مسلمان ہوکر اسی دم کفار سے جا لڑا اور شہید ہوکر اس محافہ مین روانہ بہشت ہوا حضرت کو الہام ہوا کہ جاؤ تم اپنا وہی گھر یہ جالی سنبھالو ناچار واپس تشریف لائے اور اپنی تسبیح پھرانے لگے۔ ق

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیعت ہوئے دوجگہ ان کی بیعت اور ثابت ہے اور تین سو ساٹھ بزرگون سے ملے ہین لیکن باوجود اس جد و جہد و کوشش و ملاقات کاملین کے مقصود دلی کو نہ پہنچے جب پھرتے پھرتے ناچار

ہوئے اور اس بے نشان کا کہیں نشان نہ پایا تو یہ خیال آیا کہ خیر خدا نہ ملا تو چلو خانۂ خدا ہی کی زیارت کریں چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

سوئے مکہ شیخ امت بایزید — از برائے حج و عمرہ میدوید

او بہر شہرے کہ رفتے از نخست — مر عزیزان را بکردی بازجست

گرد میگشتے کہ اندر شہر کیست — کو بارکان بصیرت متکی ست

گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اول طالب مردے شوی

قصد گنجے کن کہ این سود و زیان — در تبع آید تو آن را فرع دان

بایزید اندر سفر جستے بسے — تا بیابد خضر وقت خود کسے

دید پیرے با قدے ہمچون ہلال — بود در روے فر و گفتار رجال

دیدہ نابینا و دل چون آفتاب — ہم چو پیلے دیدہ ہندستان بخواب

چشم بستہ خفتہ بیند صد طرب — چون کشاید آن نہ بیند ای عجب

پس عجب در خواب روشن میشود — دل درون خواب روزن میشود

وآنکہ بیدارست و بیند خواب خوش — عارفست و خاک او در دیدہ کش

بایزید او را چو از اقطاب یافت — مسکنت بنمود و در خدمت شتافت

پیش او بنشست و مے پرسید حال — یافتش درویش و ہم صاحب عیال

گفت عزم تو کجا اے بایزید — رخت غربت را کجا خواہی کشید

گفت قصد کعبہ دارم از پگاہ — گفت ہین با خود چہ داری زاد راہ

گفت دارم از درم نقرہ دویست — نک ببستہ سخت بر گوشہ ردیست

گفت طوفے کن بگردم ہفت بار — وین نکوتر از طواف حج شمار

وان درمہا پیش من نہ اے جواد — دانکہ حج کردی و حاصل شد مراد

عمرہ کردی عمر باقی یافتے — صاف گشتے بر صفا بشتافتے

حق آن حقے کہ جانت دیدہ است — کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است

کعبہ ہر چندی کہ خانۂ بر اوست — خلقت من نیز خانۂ سر اوست

اُسی وقت جلال الدین صاحب حاضر ہوکر مرید ہوکے اور خلافت حاصل کرکے گوشۂ صحرا مین جا بیٹھے
ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا ایک مرید دہلی کو جانے لگا بوقت روانگی
عرض کیا کہ حضرت دہلی کے شاہ ولایت کا پتا بتا دیجئے تاکہ ان سے ملوں آپنے فرمایا کہ عصر کے وقت
فلان بازار مین لکڑیون کا گٹھا لے کر آئیگا اور یہ شکل و شباہت ہے جب شخص دہلی پہنچا موجب نشان کے
پایا اور دور سے کھڑا ہوا دیکھتا رہا اتنے مین ایک سپاہی نے گٹھے کی قیمت پوچھی یہ بولے چار ٹکے اور
چار کوڑی وہ بلا کرلے گیا لکڑیان ڈلوالین اور چار ٹکے حوالہ کئے چار کوڑی پر تکرار ہوئی سپاہی نے
مار پیٹ کے نکال دیا ناچار گھر پہنچے اور چار ٹکے بیوی کو دئیے وہ جھلائی اور ان کی خوب درستی کی تھوڑی
دیر بعد سر سہلاتے باہر نکلے تو اس مرید گنگوہی نے جو اس تمام معاملات کو تعجب سے دیکھ رہا تھا پوچھا
کہ حضرت آپ کا ایسا تو عالی مرتبہ اور یہ کیفیت اوقات۔ کیا بھید ہے؟ جواب دیا کہ میاں یہ رتبہ
ہم کو اسی نیک بخت تند مزاج بیوی کے طفیل سے نصیب ہوا ہے کیونکہ ہمیشہ ہم اس کے ظلم سہتے اور صبر کرتے
ہین۔ ہمارا یہ دستور ہے کہ جب لکڑیان لاتے ہین تو اس سے دریافت کر لیتے ہین کہ بول آج کتنے کو بیچین
جو کچھ وہ کہدیتی ہے ہم تعمیل کرتے ہین اگر اس مین فرق پڑا تو ہمارا یہ حال ہوتا ہے جو تم نے دیکھا
آج چار ٹکے اور چار کوڑی کی فرمایش ہوئی تھی جس کے لئے دو جگہ کی مار بھگتنی پڑی ؎

راجہ دکھیا پرجا دکھیا جوگی کو دکھ دونا ری		کہے کبیر سنو بھائی سادھو کوئی مند نہیں سوکھی ری

ایک روز فرمایا کہ جب شیخ جلال تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ بعد حج مدینہ منورہ مین پہنچے اور بوقت معاودت
حصول رخصت کے واسطے روضہ رسول صلعم پر حاضر ہوئے تو آواز آئی کہ اپنے پیر بدعتی کو ہمارا سلام
کہہ دینا۔ وہان سے چل کر اپنے پیر و مرشد کی خدمت مین پہنچے تو عرض کی کہ بوقت رخصت روضہ رسول
مقبول سے یہ آواز آئی تھی کہ اپنے پیر سے ہمارا سلام کہدینا۔ یہ سنکر حضرت عبدالقدوس بولے کہ نہین
جس طرح ارشاد ہوا ہے وہی الفاظ کہو۔ آپنے بحکم الامر فوق الادب اسی طرح بیان کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت
کو ایک حالت جدید پیدا ہوئی اور بار بار حافظ کے اس شعر کو پڑھتے رہے ؎

دعم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی		جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

تین روز تک یہی عالم رہا۔
ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب مولانا رکن الدین خلف حضرت عبدالقدوس گنگوہی نے علوم

ظاہر کی تحصیل سے فراغت پائی اور دستار فضیلت بندھی تو ایک شخص نے عبدالقدوس کو مبارکباد دی۔ فرمایا کہ کیا تم اسباب کی مبارکباد دیتے ہو کہ رکن الدین کسی خاکروبہ پر عاشق ہو گیا ہے اور ان کی نسبت نہایت ناراضی اور غصہ کے الفاظ فرمائے شیخ جلال الدین نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ حضرت صاحبزادے کے حال پر بجائے خفگی کے ایسی عنایت ہی کیوں نہیں ہوتی کہ پاک وصاف ہو جائیں غرض صاحبزادہ بلائے گئے حکم ہوا کہ ہمارے پاؤں دباؤ وہ پاؤں دبانے بیٹھے تو حضرت نے اپنے کف پا کو ان کے سینہ پر ملنا شروع کیا۔ وہ بولے حضرت حدیث میں آیا ہے کہ حافظ قرآن اور عالم کے سینہ پر مہر نبوت ہوتی ہے فرمایا کہ ہاں میں اسی کو مٹاتا ہوں پھر اپنی نقاب اٹھا کر ایک نظر ان پر ڈالی تو لوٹ پوٹ ہو گئے اور بے ساختہ یہ رباعی ان کی زبان جاری ہوئی رباعی

عاشق و عشق و بت و دیگر و عیاری است	کعبہ و دیر و مساجد ہمہ جا یار یکے است
گر در آئی بچمن وحدت و یکرنگی بین	کہ در آن عاشق و معشوق و گل و خاری است

جب یہ حال دیکھا تو حضرت عبدالقدوس نے شیخ جلال کو جو کہ آپ کے خلیفہ تھے ارشاد کیا رکن الدین کو سیر دو سیر گوشت مرغ کھلاتے رہو تاکہ حالت فرو ہو جائے۔

یک زمانے صحبتے با اولیا	بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی	چون بصاحب دل رسی گوہر شوی
پاسکھ گھوڑے پالکی ناچتر کی چھانہہ	پا سکھ ہر کی بھگت میں یا سکھ سنتوں ماںہہ
سر پر پر ناگ پر تینوں پرون سکھ ناہہ	پاسکھ ہر کی بھگت میں یا سکھ سنتوں ماںہہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک طالب عبدالقادر نام کسی رسالہ میں ملازم تھے انھوں نے اپنے مرشد سے دریافت کیا کہ مجکو کچھ فیض ہوگا یا نہیں؟ مرشد نے ایک ترکیب استخارہ کی بتائی تو ان کو معلوم ہوا کہ ایک شیر نے سر اپیٹ چاک کیا اور تمام آنتیں وغیرہ کھا گیا صبح کو پیر کے سامنے حال بیان کیا انھوں نے کہا کہ تمکو کسی مجذوب سے فیض ہوگا اتفاقاً کچھ مدت بعد ان کا رسالہ پانی پت میں آیا بعد عشا خیال ہوا کہ چلو قلندر صاحب کی زیارت کر آئیں ایسا ہو کہ کل کو رسالہ کا کوچ ہو جائے کوئی آدھی رات کے قریب آئے اس وقت مزار کا دروازہ بند تھا باہر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے لگے آواز آئی کہ عبدالقادر اندر چلے آؤ عرض کی کہ حضور دروازہ بند قفل ہے پھر آواز آئی تمھارے واسطے نہیں ہے آجاؤ۔ ہاتھ لگایا تو قفل کھل گیا اندر جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ قلندر صاحب

قبر پر سوار ہین اور ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا رکھا ہی اول اس مین سے قلندر صاحب نے خود پیا پھر اُن کی طرف اشارہ کیا اُنہون عبدالقادر نے یہ بھی پی گئے قریب صبح باہر نکلے تو ایک جاروب کش نے جو بارہ برس سے مزار فیض آثار کی جاروب کشی میں مصروف تھا چشم بصیرت سے ان کی حالت کو دیکھا اور بولا کہ دُہائی ہے خدا کی بارہ برس والے کا تو خیال نہ ہوا اور ایک رات والا دولت قلندری لوٹ لے چلا عبدالقادر کی زبان سے نکلا کہ داتا والے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے یہ کہنا تھا کہ جاروب کش کا پیٹ پھٹا اور وہ مر گیا قلندر صاحب نے ان کو پھر بلایا اور فرمایا کہ کیوں صاحب پہلے ہمارے ہی آدمی پر وار کیا اب تمہاری زبان چلی ہی نہین ہی ذرا سوچ سمجھ کر بات کیا کرو عرض کیا کہ حضور سے تلوار عنایت ہو تو اس کی آزمائش بھی ضرور تھی پھر عبدالقادر قلندر ایک گوشہ صحرا مین جا بیٹھے اور وہ جاروب کش دفن کیا گیا چنانچہ اس کی قبر قلندر صاحب کے والدین کے مقبرہ مین شکم چاک موجود ہے بند کرنے سے بند نہین ہوتی ۔

ایک روز کسی شخص نے عدم حصول کی شکایت پیش کی تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی کہ حضرت **عبدالحق** ردولوی رحمۃ اللہ علیہ تشنگی طلب میں جابجا پھرتے رہے مخدوم **جلال الدین** کبیر الاولیا کا نام سنکر پانی پت آئے اُس وقت مخدوم صاحب قوالی سن رہے تھے چونکہ عبدالحق عالم باعمل اور متبع شریعت غرا تھے یہ بدعت دیکھ کر واپس چل دئے دن بھر قطع مسافت کی شام کو پہنچے تو وہی پانی پت تین روز یہی کیفیت رہی چوتھے دن چلے تو جنگل مین ایک آدمی نظر آیا اس سے پوچھا میان ہم راہ بھول گئے ہین ہم کو راہ بتا دو۔ وہ بولا کہ صاحب جو راہ تم ڈھونڈتے ہو وہ تو مخدوم جلال الدین کے دروازہ پر ہے آخر واپس ہوئے اور مخدوم صاحب کی خدمت مین آکر بیعت کی مخدوم صاحب نے اُسی دم خرقہ خلافت عطا فرمایا اور رخصت کیا شاہ عبدالحق صاحب نے عرض کی کہ حضرت مجھکو تو کچھ بھی علم وانکشاف نہوا فرمایا کہ صاحب جو حکم تھا ہم اس کی تعمیل کر چکے آگے کھلنا نہ کھلنا خدا کے اختیار ہے ہمارے بس کی بات نہیں ؎

اوست مہر بادشہ را بادشا
حکم او را یفعل اللہ ما یشا

اس کے بعد شاہ عبدالحق صاحب چالیس برس تک فقیرون کے پاس پھرتے رہے لیکن کچھ حصول نہوا ناچار مرنا اختیار کیا اور ایک قبر کھود کر اس کے اندر بیٹھ گئے صرف ایک سوراخ ہوا کے لئے رکھا باقی تمام منفذ بند کر کے چلہ کیا بفضل خدا کشایش مقصود ہوگئی ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

آب کم جو تشنگی آور بدست	تا کہ جوشد آبت از بالا و پست

پس اسی پر قیاس کر لو ہم کو جو بتانا تھا بتا چکے اگر تم کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا تو چھوڑ دو
نقل ہے کہ حضرت ذوالنون مصری سے ایک مرید نے بیجا اصلی کا گلہ کیا آپ نے فرمایا میاں جی کچھ پڑھتے ہو تب چھوڑ دو ؎

ما بے سرو پائیم تو ہم بے سرو پا باش		بگذار نمد تکیہ و بے تکیہ گدا باش

اس نے سب ورد و وظائف ترک کئے لیکن عشا کی نماز کے صرف چار فرض پڑھ کر سو رہا خواب میں
رسول مقبول صلعم کی زیارت ہوئی فرمایا کہ بہتر ہے صبر کرنا۔ وقت سب کچھ ہو جائیگا گھبرو مت اور اپنے
پیر قطاع الطریق سے کہدو کہ تم لوگوں کو گمراہ کرتے ہو یا ہدایت صبحدم کیفیت معاملہ حضرت ذوالنون سے
گذارش کی بولے کہ شائد تم نے فرض پڑھے تھے ارے کمبخت اگر فرض بھی نہ پڑھتا تو خود سرکار تشریف
لاتے خیر اب ہم کچھ نہیں کہہ سکتے زبردست کا واسطہ درمیان ہے تم جانو اور وہ جانیں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جہانگیر بادشاہ کو شاہ حسین دھڈ کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا
وہ لکڑی کا گھوڑا بنائے اس پر سوار پھرا کرتے تھے۔ وزرا نے کہا کہ حضور وہ تو لڑکوں میں کھیلتا
رہتا ہے اس کے پاس جانا مناسب نہیں اتفاقاً رات کے وقت وہ فقیر محل شاہی کے جھروکے تلے آ نکلا کسی
نے بادشاہ کو خبر دی اس نے جھٹ پٹ کمند لٹکا دی اور شاہ صاحب کو اوپر کھینچ لیا بادشاہ نے پوچھا
کہ بھلا خدا آپ کو کیسے ملا کہا جیسے تو۔ بادشاہ بولا میں کیسے ملا۔ کہا کہ جیسے خدا۔ تب بادشاہ
نے کہا صاحب اس معما کا مطلب سمجھائیے فرمایا کہ سنو اگر میں تم سے ملاقات کرنی چاہتا تو پہلے دربانوں
سے ملتا پھر اہلکاروں کی التجا کرتا پھر امیروں وزیروں کی خوشامد کرتا نہا دھو کے معقول لباس پہن کے
حاضر ہوتا پھر بھی خدا جانے تمہارا جی ملنے کو چاہتا یا نہ چاہتا لیکن جب خود تم نے بلانا چاہا تو بے تامل
گھسیٹ لیا کسی کو خبر بھی نہ ہوئی ؎

کیسی گلی رقیب کی کیا طعن اقربا		تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

اس حکایت کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ اسی طرح فقرا کی دو قسمیں ہیں ایک اکتسابی جو درجہ
بدرجہ سلوک طے کرتے ہیں اور ایک وہبی کہ جذبۂ غیبی انکو ایک آن میں ادھر سے ادھر کھینچ لیتا ہے ؎

جب لاگیں برسن کے چاؤ پچھوا دیکھیں نہ پروا باؤ

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ میاں کلن شاہ حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے

سبحان عشق کی برسات برسنے لگی ہے نہ پروا پچھوا کی ہوئے نہیں کی فضل خدا ہو تو من ارشاد ۱۲

خلیفہ تھے جب حج کو چلے تو راہ مین خیال آیا کہ کسی مرد خدا کو تلاش کرنا چاہیے

گفت حق اندر سفر ہر جا روی
بایداول طالب مردے شوی

گر سفر داری بدین نیت برو
در حضر باشد ازین غافل مشو

فاختہ سان روز و شب گو کو کو
گنج پنہانی ز درویشے بجو

در بدر میگرد وے رو کو بکو
جستجو کن جستجو کن جستجو

رو بخسپ اندر پناہ مقبلے
بو کہ آزادت کند صاحبدلے

تا توانی زاولیا رو بر متاب
جہد کن واللہ اعلم بالصواب

غرض جہان جاتے یہی تلاش رہتی جب مکہ اور مدینہ کی زیارت سے واپس ہوکر سورت مین پہنچے تو جنگل مین ایک بزرگ سے ملے جو خضر وقت تھے

ہمچو اسرافیل کا وازش بفن
مردگان را جان در آرد در بدن

اولیا را در درون ہم نغمہ ہاست
طالبان را زان حیاتے بیبہاست

ہین کہ اسرافیل وقت اند اولیا
مردہ را زیشان حیات است و نما

جانہائے مردہ اندر گور تن
بر جہد ز آواز شان اندر کفن

یک زمانے صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بیریا

گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی
چون بصاحبدل رسی گوہر شوی

مہر پاکان درمیان جان نشان
تن مدہ الا بمہر دل خوشان

دل ترا در سوئے اہل دل کشد
تن ترا در حبس آب و گل کشد

ہین غذائے دل بدہ از ہمدلے
رو بجو اقبال را از مقبلے

دست زن در ذیل صاحب دولتے
تا ز افضالش بیابی صولتے

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

کئی مہینے تک ان کے پاس رہے ایک دن اُن بزرگ نے فرمایا کہ آج تمھارے پیر کو ایک شخص نے قرابین سے شہید کیا ہے جنازہ کی طیاری ہے اگر نماز پڑھنی چاہو تو تم پہنچا دین میان گلشن شاہ نے عرض کیا بہت اچھا انھوں نے سر پر ہاتھ رکھا تو شاہ صاحب دلی جا داخل ہوئے یار دوستون سے

ملے جنازہ کی نماز پڑھی جب فارغ ہو چکے تو بزرگ نے ان کے سر پر ہاتھ اٹھا لیا پھر بھی موجود تھے۔ چند روز کے بعد عرض کیا کہ حضرت میرا ارادہ وطن کا ہے فرمایا کہ اچھا رخصت تین باتون میں سے ایک بات اختیار کرو اگر اپنے پیر جیسا بننا چاہتے ہو تو دلی تک پہنچتے پہنچتے ہو جاؤ گے اور جو مجذوب ہونا چاہتے ہو تو ابھی لو اور اگر ہم جیسا ہونا چاہتے ہو تو ایک سال ہمارے پاس رہو اب تم سمجھ لو یہ تیر لگا ہوا پھر کسی سے نکلنے کا نہین میان کلن شاہ نے جواب دیا حضرت جو ہونا ہے اسی وقت عنایت ہو جائے کہا بہت اچھا لو۔ دفعۃً جو القا کیا تو ہوش و حواس جاتے رہے

ست گر ایسا چاہیے جو صقلی گر سا ہو
چیز نار اور سوہان کرین لاکھ میں چوٹ
سات پانچ گر کیجئے لونی
ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد
چلے پوٹلی لون کی تھاہ سند کا لین
چون خدا آید شود جوینده لا
سالہا برد مردان انتظار
غرق حیرت گشت و مقصودے ندید

خسم جنم کے مورچے پل مین دیوے کھو
ست گر میرا سورما کرے شبد کی چوٹ
بھرم مٹا دے ست گر سوئی
پریم گلی مین گھل گیو جیسے نیر مین لون
آپ ناتھ آیون ملے پھر کو کہے جو ہین
سالکان واند در میدان ورد
تا یکے را بار شد از صد ہزار

تین چھپایے نا چھپین پٹ گھونگٹ کی اوٹ
مارے گولہ پریم کا ڈھے بھرم کا کوٹ
چشم تو افتادہ وجودم ہمہ حک شد
لون گلا پانی بھیا پنچھ بتاوے کون
این چنین جویاے درگاہ خدا
تا فنائے عشق با مردان چہ کرد
چون پس عمرے بمقصودے رسید

میان کلن شاہ کے ساتھی ان کو لے کر دلی چلے آئے حکماے علاج کرایا کچھ نہ ہوا۔ مرزا صاحب کے خلفا جمع ہوئے تا کہ نسبت کو سلب کر لین

ان دنون جوش جنون ہے ترے دیوانے کو | لوگ ہر سو سے چلے آتے ہین سمجھانے کو

ہر چند کوشش کی مگر کیا ہوتا تھا بلکہ الٹا اثر پڑنے لگا یعنی میان کلن شاہ کی نسبت ان پر غالب آنے لگی پھر تو سب ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہین ہمارا بھی یہی حال ہو جائے ناچار ان کو خانقاہ سے باین حیلہ نکال دیا کہ یہ پابند شرع نہین رہا ایک شخص ان کو کوٹ پوتلی مین لے آیا اور وہین آپ کا انتقال ہوا فقط

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شاہجہان پور مین ایک بزرگ بالاخانہ پر رہا کرتے تھے تعویز گنڈے پر گذر اوقات تھی اکثر عورتین بچے ان کے پاس آتے ایک سپاہی بھی ہمسایہ مین رہتا تھا وہ ہمیشہ ان کو برا کہتا اور گالیان دیتا کہ یہ فقیر بڑا ٹھگ مکار فریبی بدمعاش ہے کچھ عرصہ کے بعد فقیر صاحب کو عارضۂ اسہال لاحق ہوا سپاہی نے بیماری کا حال سن کر دل مین سوچا کہ مین اس فقیر کو ہمیشہ گالیان دیتا رہا لیکن اس نے مجکو اپنی زبان سے کبھی کچھ نہین کہا چلیں اس کی خدمت گذاری کرین اور اپنا قصور معاف کرالین خیر گالیان

ہم نے دین تو خدمت بھی ہمکو کرنی چاہیے اول تو عذر تقصیر کیا پھر خدمت شروع کی اور جیسا کہ چاہیے حق خدمت ادا کیا یہان تک کہ فقیر کا دم آخر آپہنچا تو سپاہی سے فرمایا کہ ہمارا صندوق کھولو اس نے کھولا ایک صدری ایک تہ بند ایک ٹوپی نکال سپاہی کو حوالکی اور کہا یہی تین چیزیں مرشد نے ہم کو دی تھین سو ہم تم کو دیتے ہین اتنا کہہ جان بحق ہوئے کفن دفن کرکے فارغ ہوا تو سپاہی کو نہایت رنج ہوا بروز سوم بہت آدمی جمع ہوئے بعد فاتحہ لوگون نے کہا کہ میان صاحب جو چیز تم کو دی ہے اسکو ایک دفعہ پہن لو پھر اتار کر رکھ دینا یہی طریقہ بزرگون سے چلا آتا ہے۔ سپاہی نے غسل کیا اور وہ خلعت پہنا تو کچھ اور ہی رنگ نظر آیا آنکھون مین سرسون پھول گئی۔

کھل گئی برہت کورائی سرسون پھولی آنکھون مین یا
واہ گروجی خوب بلا ئی سرسن پھولی آنکھون مین

اپنا گھربار چھوڑ کر اسی بالاخانہ پر جا بیٹھے اور وہ کام جو اس کے پیر کرتے تھے میان سپاہی کرنے لگے

تن بھسم لگائی جٹا بڑھائی دودھاری نحن ٹھہری
بھو تیرتھ سیوی گنگا نہائی بن ستگر نہین کاج سرے
بن گشتی کا یا کھوج نیا یا جنم جنم سے کہار مری
گر کے بلہاری ہمارے جن بہو ساگر پار کرے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شہر دہلی مین ایک کسبی حسینہ وجمیلہ کسی امیر کی ملازم تھی ایکبار گرمی کے موسم مین آدھی رات کے بعد اس مکان کے نیچے کوئی شخص پکارا ہے کوئی ایسا خدا کا بندہ جو ہم کو سرد پانی پلادے اس آواز سے کسبی بیدار ہوئی اور ایک صراحی برف آب کی دمعہ گلاس ہاتھ مین لیے اتری پیاسے فقیر کو پانی پلایا جب وہ سیراب ہوا تو جرعہ باقی ماندہ اس کو دیا کہ تو بھی پی لے اس نے پیا اور حالت دگرگون ہوگئی وہ فقیر تو پیالا پلاکر چلدیے کسبی اسی جگہ بیٹھ گئی ۔ ۔ جو آنکھ کھلی تو آرام دل پہلو مین نہ پایا ۔ دائین دیکھا نظر نہ آیا ؎ بائین دیکھا کہین نہ پائی ؎ بیقرار ہو کر ہر جانب تلاش کرنے لگا۔ دیکھتا کیا ہے کہ وہ دریتیم خاک پر غلطان ہے اٹھا کر لایا اور سمجھایا تو وہ بولی کہ اب ہم سے تم سے کچھ رشتہ نہین نہ مین تمھارے کام کی نہ تم میرے مطلب کے ؎ عقل گوید دنیا وعقبی بجو ؎ عشق مے گوید بجز مولیٰ مجو ؎ عقل مے گوید کہ خود را پیش کن ؎ عشق می گوید کہ ترک خویش کن ؎ اتنی مہربانی کرو کہ مجھکو ایک الگ مکان دیدو نہ مین کسی کے پاس جاؤن نہ کوئی میرے پاس آئے۔ چنانچہ سب سے الگ بیرون شہر ایک مقبرہ پر رہنا اختیار کیا ایک طالب خدا کسی درویش پاس گئے انھون نے بتادیا کہ فلان مقام پر ایک عورت رہتی ہے تم اس کے پاس جاؤ وہ طالب وہین پہنچا اور اپنا مطلب بیان کیا۔ بولی مین تو کسبی ہون اگر کچھ تمہارے پاس ہو تو لاؤ اس کے سوا مین

کچھ نہین جانتی اُسنے کہا آپ کچھ ہی فرماوین ہین تو ایک بھیدی کا بھیجا ہوا ہوں ٹالے سے ٹلتا نہین تب کہا خیر تم اس قابل تو نہین ہو کہ دفعۃً تم کو تعلیم کردی جائے البتہ روزمرہ صبح وشام میرے پاس آنکے بیٹھا کرو لیکن کوئی پوچھے تو کہدینا کہ ہم سے اس سے آشنائی ہے ہمیشہ اسی طرح آتے جاتے رہے چھ مہینے مین تعلیم کرکے رخصت کیا ۵ دوار کا مکہ عبادتگاہ ہین ۰ آپکے ملنے کی لاکھون راہ ہین ۰ اس کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ جس زمانے مین ہم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے پڑھتے تھے تو ہم بھی چند بار اس عورت کے پاس گئے تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص کسی بزرگ کی خدمت مین طلب کیمیا کے لئے جایا کرتا تھا ایک دن وہ بزرگ بولے کہ ہم تجکو کچھ دینگے چونکہ وہ دنیادار تھا سمجھا کہ شاید کیمیا بتادینگے فقیر صاحب اسکو غسل کرا کپڑے پہنا جنگل مین لے گئے اور ایک جگہ بٹھا کر کہا تو بیٹھا رہ ہم آتے ہین یہ کہکر چلدیئے اور ایک مہینہ تک نہ آئے وہ ان کو صادق الوعد سمجھکر وہین بیٹھا رہا بعد مہینہ بھر کے آئے اور کہا اب تو ذرا کھڑا رہ ہم آکر اکسیر دینگے سات روز تک اسی مقام پر کھڑا رہا پھر آئے اور کہا کہ اچھا بیٹھ جا اس سے بمشکل بیٹھا گیا اسکے تعلیم و تلقین فرمائی اور وہ شخص نہایت صاحب کمال ہوگیا ع طلب کس چیز کی تھی اور ملا کیا ۵

نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید	خود بخود آن بت عیار بسر می آید

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک طفل ماہی گیر شکار کو گیا شام تک کوئی مچھلی ہاتھ نہ آئی مایوس بیٹھا تھا کہ سلطان محمود گھوڑے پر سوار اس کے پاس آپہنچا پوچھا لڑکے غمگین کیون ہے، بولا حضور! ہم چار یتیم لڑکے اور ایک ہماری اپاہج مان ہے اگر کوئی مچھلی ملجاتی ہے تو ہم پانچون غریب پیٹ بھرلیتے ہین سلطان نے فرمایا کہ اے لڑکے مجھے اپنا ساجھی کرلے وہ راضی ہوگیا بادشاہ نے خود شست پھینکی اسکے نصیب سے سو مچھلیان شکار ہوئین لڑکا خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا کہا کہ اپنا حصہ بانٹ لو سلطان نے کہا خیر آجکا شکار تو سب تمہارا کل جو شکار ہوگا وہ ہم لینگے یعنے خود تجھی کو شکار کرینگے چنانچہ اگلے دن سپاہی بھیجکر اس کو بلایا اور اپنے برابر تخت شاہی پر بٹھایا لوگون نے کہا بھی کہ حضور کیا کرتے ہین سلطان نے جواب دیا کہ یہ کیسا ہی غریب حقیر سہی لیکن ہمارا ساجھی ہے جبکہ ایکبار اس کو قبول کرلیا تو رد نہیں کرسکتے چنانچہ اس کو بھی کسی ملک کا بادشاہ بنادیا لوگون نے اس لڑکے سے پوچھا کہ میان تجھ مین ایسا کیا کمال ہے کہ اس مرتبہ کو پہنچا ۵

زانکہ صاحب دولتی بر من گذشت	گفت شادی آمد و غمہا گذشت

غرض یہ ہے کہ جس کو پیا چاہے وہی سہاگن ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ زمانہ ماضیہ مین بموجب حکم اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ یعنے قتل کرو مشرکین کو جس حال مین پاؤ جہاد مین ایک غازی کا کسی مشرک سے مقابلہ ہوا بڑی دیر تک جدال و قتال میں مصروف رہے کوئی کسی پر غالب نہ ہوسکا نماز کا وقت آیا غازی نے کہا اب مجھے تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے تاکہ نماز ادا کرلون اس نے مہلت دیدی بعد از نماز پھر مشغول حرب ضرب ہوئے اتنے مین مشرک کی پوجا کا وقت ہوگیا اس نے بھی مہلت لی اور اپنے دھندے مین لگا مسلمان کو خیال آیا کہ اب وقت نصرت ہے اس کا کام تمام کرون ناگاہ غیب سے ندا آئی کہ وہ بے وفا کیا اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ کے یہی معنی ہین اس معاملہ مین تجھ سے تو مشرک ہی افضل نکلا یہ سنتے ہی مسلمان رونے لگا اور گر پڑا جب مشرک اپنی عبادت سے فارغ ہوکر غازی کے مقابلہ مین آیا تو اس کو زار و بیقرار پایا حال پوچھا اس نے کیفیت سنائی کہ اس طرح تیرے سبب سے مجھ پر عتاب ہوا مشرک کے دل پر اس بات نے تاثیر کی اور سمجھا کہ بے شک ان کا دین سچا ہے کہ خدا نے عہد شکنی کو جائز نہ رکھا فوراً غازی سے کہا کہ مجھکو ارکان اسلام تعلیم کر اور مسلمان ہوگیا ایسے ہی آج کل کے مسلمان بھی ہو قائی مین پکے ہیں لیکن ہاتف غیب کی ندا ان کو سنائی نہین دیتی اور قرآن شریف کو دیکھتے نہین اگر دیکھتے ہین تو عمل نہیں ؎

برزبان تسبیح و در دل گاو خر		این چنین تسبیح کے دارد اثر

ایک روز ارشاد ہوا کہ بڑا پیر اور رہبر کامل تو بخت جوان ہے اگر مقسوم مین ہو تو کسی پیر و فقیر سے کچھ نہین ہوسکتا اور اگر قسمت مین [illegible] تعلیم کرنے کو گھر بیٹھے آجاتا ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک [illegible] خدا کا وقت رحلت قریب ہوا تو بستی مین [illegible] دیکھا کہ ایک لڑکا جو ہے تماشے [illegible] کر رہا ہے فقیر نے اپنی ٹوپی اتار اس کے سر پر رکھدی اور کہا [illegible] سرکار نے طلب کیا ہے تو میری تجہیز و تکفین کردینا اتنا کہکر چادر تان کر لیٹ گئے اور رخصت ہوئے [illegible] کفن و دفن کے بعد [illegible] ایک [illegible] قطع تعلق کرکے بیٹھ رہا [illegible] ایک [illegible] اس کو [illegible] خدا نے گھر بیٹھے اپنی نعمت عطا فرمادی ؎

ایکن کو دیت پھرے [illegible] کو بیٹھے دینے ہے		[illegible] کو [illegible] ایک کو دیت [illegible] ہے

اب [illegible] تمہارے [illegible] کام [illegible]

ایک روز ارشاد ہوا کہ [illegible] آج میرے گھر [illegible] مہمان آئے [illegible]

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔۔۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ تمام برہمنوں کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی ایسی بات بتاؤ کہ جس سے جیون مکت ہو جاؤں برہمنوں نے بچار کے جواب دیا مہاراج ایک تو گائے بناؤ سونے کی اور اتنا اتنا مال دھن برہمنوں کو دو چوتھے تیرتھ کرو تو بھگوان کی دیا سے جیون مکت ہو جاؤگے راجہ نے یہ سب کرم کئے مگر کچھ بھی نہ ہوا تب جوگیوں کی طرف رجوع کی انہوں نے اول تو کان پھاڑے پھر چار پرکار کی تعلیم پہلا پرکار برہمچرج دوسرا پرکار بان پرست تیسرا پرکا . دنڈ سنیاس چوتھا پرکار بجیا ہوم اور بعض کے نزدیک اول برہم چرج دوم گھرت سوم بان پرست چہارم بجیا ہوم پہلے تین پرکا . تو چیلے کے اختیار میں ہوتے ہیں راجہ نے سب کر لئے چوتھا پرکا . گرو کی توجہ پر تھا یعنی برہم منس بنا دینا سو کچھ نہ ہوا پھر علماء اسلام کو جمع کر کے اپنا سوال پیش کیا انھوں نے جواب دیا کہ صاحب اگر دین اسلام قبول کرو تو یہ بات ہو سکتی ہے راجہ راضی ہوا کہ بہت اچھا عالموں نے اس کو مسلمان بنایا ختنہ کرایا نماز روزہ حج زکوٰۃ کے ارکان سکھلائے جب خوب واقف ہو گیا تو کہا جاؤ اب حج کرو مدینہ منورہ جاؤ یہ بھی کیا جب اپنے ملک میں پہنچا تو پھر علماء کو جمع کیا اور کہا کہ اب کیا فرماتے ہو مجھے تو کچھ بھی حاصل نہ ہوا مکہ گئے مدینہ گئے کربلا گئے جیسے گئے تھے ویسے ہی پھر کے آ گئے ان سب نے جواب دیا کہ جو کچھ ہمارے دین کی باتیں تھیں ہم بتا چکے اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے جب سب طرف سے جواب ملا اور یاس کلی ہو گئی تو راجہ کو جنون پیدا ہوا ایک ہاتھ سے کان پکڑا اور دوسرے سے جائے ختنہ اور جا بجا صدا لگائی شعر کی لیہ ہندو ہیں مسلمان ہیں کون ہیں ؟

ہر جانتا نہیں ہوں میں ان میں کہاں ہوں		ظاہر میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں

آخر جوئندہ یابندہ وَمَنْ دَقَّ بَابًا ۔۔۔

ہر کہ چیزے جست بیشک یافت او	چون بجد اندر طلب بشتافت او
چون نہادی در طلب پائے پسر	یافتی و شد میسر بے خطر
ہیں مباش ای خواجہ یکدم بے طلب	تا بیابی ہر چہ خواہی اے عجب
عاقبت جوئندہ یابندہ بود	چونکہ در خدمت شتابندہ بود
در طلب چالاک شو وین فتح یاب	مطلب واللہ اعلم بالصواب
سایۂ حق بر سر بندہ بود	عاقبت جوئندہ یابندہ بود

گفت پیغمبر کہ چون کوبی درے ۔ عاقبت زان در برون آید سرے
چون نشینی بر سر کوے کسے ۔ عاقبت بینی تو ہم روے کسے
چون ز چاہے میکشی ہر روز خاک ۔ عاقبت اندر رسی در آب پاک

ناگاہ ایک مرد خدا معہ چند مریدون کے وہان آپہنچے راجہ کو دیکھا اور پوچھا کہ کیا کہتا ہے اس نے کہا یہ ہندو یہ مسلمان ہین کون مرد خدانے مریدون کو اشارہ کیا کہ اس کے جوتیاں مارو مارتے مارتے بیچارے کو بیدم کر دیا جب ہوش ہوا تو پھر یہی عرض کہ اس مرد خدانے چار دفعہ یہی ہوا یا اور ہر بار وہی حال پایا پس معلوم کیا کہ عشق اپنے مدرا کی یہی ایک نگاہ پاک پڑ ڈالی نگاہ کا پڑنا تھا کہ گم صم گیا

ست کر بورا ال کیو جو کھول دکھائے نین ۔ جگ جھونا دیکھن لگا جوے پرے کی سین
بچین چھوجا وسن کے اور سے سو گدڈ ہوئی ۔ بہتے سر تا پچ رہے پھر نہ تکا کوئی
درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار ۔ کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

پھر مرد صاحب دل نے دریافت کیا کہ بولو اب تم کون ہو جواب دیا کہ اب میں کچھ نہین سکتا کہ کون ہون ؂

کچھ نہین کھلتا مجھے مین کون ہون ۔ صورت حیرت ہوں یا پاگل جنون
در شر رو پوش آمد آفتاب ۔ فہم کن واللہ اعلم بالصواب
چندا جھلکے سب گھٹ ماہین ۔ اندھری آنکھ کو دیکھت ناہین
اب جب تپ کون کرے مورے بھائی ۔ بھولی مایا گھٹ مین پائی
بھلا مین دیکھا ست گر سنتھ سپاہی ۔ رام نام کا پٹہ لکھائی ابھی جاگیری پائی
سرت سنگھ ڈھی ساج سمجھ کا تن کی تیک بنائی ۔ جوگ جاگی بدھ کا مندرا پربت پیالی پی آئی
ست کا پس جگت کا بمد چھپا ڈھال دل کا ہی ۔ موہ مورچھ پہلے مار اوید اما ہت نی
آپا مار جگت سب مارا تیغ رام پرباہی ۔ بھرم کے منڈے کاٹ کے سادہو تب ہی سپاہی
پانچون پگڑی کا مردھا سے گڑی متمانی ۔ داس کبیر چڑھے گڑھ اوپر ابھی نشان گہرائی ؛

ایک روز فرمایا کہ سالک راہ رو کو کہتے ہین اور سلوک یہ ہے کہ جو کچھ مقسوم میں ہے بزرگوں کی تعلیم و تلقین سے آہستہ آہستہ حاصل ہو جاتا ہے جیسے راہ رو چلتا چلتا اپنی منزل مقصود کو

پہنچتا ہے اور یہ جو دفعتہً کسی کو کچھ ملتا ہے وہ بات اور ہے سلوک کے خلاف ہے بعض طالب جو
اسی امر کے خواہان رہتے ہین کہ دفعتہً ملجائے سو یہ بات ہر شخص کے واسطے نہین ہو سکتی لاکھون
کروڑ دن مین خدا نے کسی کے لئے یہ بات مقدر کر دی ہے تو ہو ئی ورنہ سالک کا یہی کام ہے کہ بزرگون
سے جو کچھ پہنچا ہے طالب کو بتا دیا آگے ہونا نہونا اس کے مقسوم پر منحصر ہے اس میں کسی کا اختیار
نہین اور خدا کو جب کسی پر رحمت منظور ہوتی ہے تو جس طور سے چاہتا ہے کر دیتا ہے چنانچہ ایک
شخص تھا اس کے خیال میں یہ سمائی کہ ایسے پیر کا مرید ہوں گا جو ذات کا شریف صورت کا اچھا عالم
باعمل و صاحب کمال اور جملہ اوصاف حمیدہ سے موصوف ہو پس ایسے شخص کا ملنا دشوار مدت تک تلاش
میں رہا جب کوئی نہ ملا تو ایک دن ناچار دل مین ٹھانی کہ آج صبح کو جو راہ چلتا ملجائے اسی کو پیر بنانا چاہیے اتفاقاً
ایک چور ملا اس نے ارادت ظاہر کی اس نے کہا بھائی مین تو نہ پیری سے واقف نہ مریدی سے آگاہ ہوں

صلاح کار کجا و من خراب کجا	ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جتنا اس کو انکار تھا اتنا ہی اس کو اصرار تھا غرض یہ بے پیر ایسا دامنگیر ہوا کہ چور غریب کو پیچھا چھوٹنا
مشکل ہو گیا کہ کسی ڈھب سے باز نہیں آتا تو کہا کہ فلان پہاڑ پر جا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھ جب
دوسری رکعت کے سجدہ کی نوبت آئے تو جب تک تجکو الہام نہو سر نہ اٹھانا اس نے ایسا ہی کیا آخر
بحکم خداوندی خضر آئے اور کہا سر تو اٹھا پوچھا تو کون ہے جواب دیا کہ مین خضر ہون اور تیری تعلیم
کے لئے آیا ہوں تو نے جس کو پیر بنایا وہ تو ایک چور تھا طالب نے جواب دیا کہ حضرت پہلے تو کبھی
آپ بھی تشریف نہ لائے جب وہ چور ملا تو آپ بھی ملے ہین آپ کا کہنا ہرگز نہ مانوں گا تب حضرت خضر
کو جناب باری سے حکم ہوا کہ جاؤ اول اس چور کو تعلیم کرو خضر جا پہنچے اور اس کو سرکاری سبق پڑھا دیا۔

خضر نے گم گشتہ رہ کو آلیا	حاصل مطلب کا مطلب پالیا
پوتھی سب تھوتھی پنڈت بھیا نہ کوئی	ڈھائی اچھر پریم کے پڑھے سو پنڈت ہوئی

تب اس پیر غارت گر کو خیال آیا کہ آہا ایک شخص ہمارا مرید ہوا تھا دیکھیں اس کا کیا حال ہے آئے
اور اس کو تعلیم دی اب یہ اس کے قدم لیتے ہین اور وہ اس کے قدم لیتا ہے کیونکہ پیر نے مرید کی بدولت
ہدایت پائی اور مرید نے پیر کے توسل سے مراد حاصل کی اس کے بعد جناب و قبلہ نے ارشاد کیا کہ
ان دونون کی تقدیر مین اسی طرح تھا اب اگر ہر شخص اسی طور سے چاہے تو نہیں ہو سکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ نوابی لکھنؤ مین ایک شخص ناظم پرگنہ تھا اتفاقاً ایک کسبی سے اسکو تعشق
ہو گیا جو کماتا اس کو کھلاتا یہان تک کہ سرکاری روپیہ بھی اُڑا دیا جب نواب کو خبر ہوئی تو موقوف
کئے گئے جو کچھ اندوختہ تھا وہ بھی کھلا چکے تو کسبی سے کہا کہ اب ہمارے پاس صرف ایک صندوق
رہ گیا ہے اس مین جو کچھ ہے وہ بھی لے اور رات کو مجرا کر اس نے سمجھا کہ صندوق مین بہت کچھ
مال ہوگا تمام شب ناچی اور صبح کو صندوق لے گئی وہ امیر بھی ہمراہ گئے جب اس نے گھر جاکر صندوق
کھولا تو ایک تہ بند نکلا ایک ٹوپی ایک کرتہ ایک رنگین رومال کسبی کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا تماشا ہے
اُس وقت امیر خانہ خراب نے کہا اب تم مجھ کو اپنا مرید کرو اور یہ خرقہ پہنا دو وہ بولی میان اللہ اللہ کرو
اگر تم کو اپنے مال و دولت کا قلق ہے تو جو کچھ میرے گھر موجود ہے سب لیجاؤ وہ بولا کہ نہین نہین
مین تو مال و متاع تیری نذر کر چکا ایک جان ہے تو یہ بھی حاضر ہے لیکن خدا کے لئے مجکو اپنا
مرید کرے ہر چند اس نے سمجھایا مگر دیوانہ کی سمجھ مین کچھ نہ آیا ناچار کسبی نے اپنی تمام برادری کو جمع
کیا اور کہا کہ اس سڑی کو سمجھاؤ اگر دونا مال لے کر بھی پیچھا چھوڑے تو مین راضی ہون ہر ایک نے
سمجھایا کسی کی نہ سنی آخر سب نے کسبی کو یہ صلاح دی کہ تیرا کیا گزرتا ہے اسی کی خوشی کر مرید بنا کر کپڑے
پہنا رخصت کر غرض پیرنی نے خود بھی غسل و وضو کیا اور مرید مستقل کو بھی نہلا دھلا کر پہلے خود دو
رکعت نماز پڑھی اور رو رو کر جناب باری مین دعا کی کہ بارے خدایا تو ہمارے اعمال و افعال سے خوب
واقف ہے مجھ گنہگار مین اس کام کی قابلیت کہان اب شرم تیرے ہاتھ ہے بیعت کر کے کفنی گلے
مین ڈالدی یکایک رحمت الہی کا دریا جوش زن ہوا اور فیضان غیر متناہی کا طوفان اُمڈا پھر تو کچھ
اور رنگ پیدا ہوا وہ امیر چلدیا عورت کو بھی جذب دل نے کھینچا اسی کے ساتھ ہولی اب مرید
آگے آگے اور پیر پیچھے پیچھے پھرتے پھرتے دونوں گنگوہ مین پہنچے حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا عرس
ہو رہا تھا مشائخین کبار کا مجمع اور قوالی کی مجلس گرم تھی یہ دونون بھی آبیٹھے اور ذرا دیر بعد اُس
امیر کو ذوق و شوق پیدا ہوا وجد کی حالت مین الا اللہ کا نعرہ لگایا اور دھم سے ایک کنوئین مین
جا گرا لوگ سہم گئے نکالنے کو دوڑے عورت بولی کہ تم کیسے مشائخ ہو ڈر گئے اگر اس کا وجد و حال
سچا ہے تو خود نکل آئے گا۔ کچھ جلنے اندیشہ نہین ورنہ ایسے کا ڈوب مرنا ہی بھلا ہے ہاں قوالی ہونے
دو ورد وہی غزل جاری رہے غرض کے کنوین کے کنارے پھر غزل شروع ہوئی صاحب وجد نے

پھر جوش و خروش کیا اور پانی امنڈ کر لب چاہ تک آگیا وہ شخص سطح آب پر رقص کرتا ہوا باہر آیا
ایک شخص جو حضرت شاہ عبد القدوس کے مزار پر مدت سے معتکف تھے ان کو رشک پیدا ہوا اور سوچے کہ تو نہ کا
مرید نہ زہد نہ عبادت نہ آگا پیچھا نہ جد و جہد اور یہ زور و شور کی حالت ہمکو خراب ہوتے اتنی مدت گذری
جوار حضرت مین عمر گذری اور کچھ بھی تاثیر نہ پیدا ہوئی یہ سوچکر اپنا جبہ و دستار اتار قبر پر
پٹک دیا اور کہا کہ حضرت بس ہمارا تو سلام ہے اس مشائخی کو۔

آسن مارے کیا جو گئے نہ من کی آس — جون تیلی کے بیل کو گھر گھر کوس پچاس
مالا پھیرے جگ گیو اور گیا نہ من کا پھیر — کر کا منکا چھوڑ کے من کا منکا پھیر
موند منڈائے کیا ہوا جو گیا گھونٹم گھوٹ — منوا تو مونڈا نہین جس کا سگرا کھوٹ

اس شخص کو ندا آئی کہ تم اس بیر کی حرص مت کرو اس کے لئے یہی مقدر تھا اور یہ نادرات سے ہے

کیمیا گر بغصہ مردہ و رنج — ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

اپنا کام کرتے رہو جو خدا کو منظور ہے وہ ہو جائیگا کیون گھبراتے ہو ع ہے اپنا اپنا مقدر جدا
ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت لقمان حکیم سے کسی شخص نے کچھ زر و دینار قرض حسنہ لیے
بعد اس شخص نے لکھا کہ صاحب مجھے فرصت نہیں معتبر آدمی ملتا نہین صاحبزادہ کو بھیج دیجئے تاکہ قرضہ
لے جائین حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو تین نصیحتین فرما کر روانہ کیا ایک یہ کہ پہلی منزل
ایک بڑ کا درخت آتا ہے اس کے تلے نہ سونا دوسری منزل مین ایک شہر واقع ہوگا
اندر قیام نہ کرنا کھا پیکر جنگل میں جا رہنا تیسرے یہ کہ اس مقروض کے گھر نہ ٹھہرنا
یہ بھی اجازت دی کہ راہ مین اگر کوئی واقف راہ اور تجربہ کار ہم سے زیادہ ملے
برخلاف ارشاد کرے تو کچھ مضائقہ نہین ویسا ہی عمل مین لانا جب پسر لقمان نے کچھ راہ طے کی تو
بڈھا مسافر ملا پوچھا میان لڑکے کہان جاتے ہو سب حال کہہ سنایا
بھی اسی شہر مین پہنچنا ہے خوب ہوا کہ ہمارا تمہارا ساتھ ہو گیا جب پہلی منزل میں
تو بڑے میان نے کہا کہ اس درخت کے نیچے رہین گے لڑکے نے کہا
والد نے منع کیا ہے کہا کہ بھلا کچھ اور بھی کہہ دیا تھا بولا
واقف تر ملے تو اس کا کہنا ماننا کہا ہم اس راہ سے خوب واقف

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید	کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

غرض دونو نے درخت کے نیچے بستر کیا آدھی رات گئی تو ایک سانپ درخت پر سے اترا بڑے
میان نے سانپ کو مار ڈھال تلے ڈھانک دیا جب صبح ہوئی تو کوچ کی ٹھیری لڑکے کے دل مین
یہ خیال آیا کہ والد ماجد نے خواہ مخواہ منع فرمایا تھا یہ درخت تو بڑے آرام کا مقام ہے پیر
روشن ضمیر نے معلوم کیا کہ لڑکا باپ سے بدظن ہوا جاتا ہے رات کا ماجرا سنایا اور ڈھال کے نیچے
سے نکال کر ڈھال دکھا دیا اس وقت لڑکے کی تشفی ہو گئی پھر بڑے میان نے ارشاد کیا کہ صاحبزادہ
سانپ کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھو داشتہ بکار آید گرچہ بود سر مار اس نے فوراً تعمیل کی اور وہاں سے
چل نکلے دوسرے دن ایک بادشاہی شہر مین پہنچے بڑے میان نے کہا کہ اسی شہر میں رات کو رہینگے
لڑکے نے کہا بہت اچھا مین تو آپکے فرمانے کی تعمیل کرون گا دونوں ایک مسافر خانے مین جا ٹھیرے
اُس شہر کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی جوان مسافر آجاتا تو بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی اس کے
ساتھ کر دیتا صبح کو وہ مسافر مردہ نکلتا حسب دستور بادشاہ کو خبر پہنچی اور نوجوان مسافر
کی طلبی ہوئی نکاح ہو گیا جب لڑکا دلہن کے پاس جانے لگا تو پیر دانا نے فرمایا کہ پہلے اس
سانپ کے سر کو جو تمہارے پاس ہے آگ مین رکھ کر اپنی بیوی کو اس کی دھونی دینا۔ لڑکے نے
ایسا ہی کیا عورت کے رحم مین ایک مرض تھا جو مرد اس کے پاس جاتا جیتا نہ آتا اس دھونی
کی تاثیر سے وہ مرض جاتا رہا اور صبح کو وہ لڑکا صحیح سلامت محل سے باہر آیا بادشاہ کو بڑی خوشی
حاصل ہوئی دو چار دن کے بعد روانہ ہوئے تیسری منزل طے کی اب بڑے میان بولے
کہ اسی مقروض کے گھر ٹھیرین گے چنانچہ شب کو وہین قیام کیا میزبان کی نیت بگڑی کہ رات کے وقت
ان دونون کو مار ڈالو تاکہ روپیہ بچ جائے مہمانوں نے پوچھا کہ صاحبو اندر سوویں یا باہر بڑے میاں بولے کہ
گرمی ہے ہم تو باہر سوئین گے چنانچہ یہ دونوں باہر رہے اور اندر صاحب خانہ کے دو لڑکے
سوئے جب آدھی رات گذری تو بڑے میاں نے پسر لقمان کو جگایا کہ اب سردی لگتی
ہے اندر چلو یہ دونوں تو اندر پہنچے اور میزبان کے لڑکوں کو جگا کر کہا کہ بھائی تم ہماری جگہ
جا لیٹو ہم کو یہاں سونے دو جب پہر رات رہا تو مالک مکان آیا اور باہر سونے والوں کو
قتل کر دیا صبح کو دیکھا تو اپنے لڑکوں کو مردہ پایا نہایت صدمہ ہوا اگرچہ رہ گیا کہ خود کردہ را

پہ علاج چارو ناچار مہانون کو روپیہ دیگر رخصت کیا دونو صاحب منزل بمنزل واپس ہوے جب
اس مقام پر پہنچے کہ جہان بڑے میان سے ملاقات ہوئی تھی پیر بزرگوار نے کہا کہ تو صاحب حفظ خدا
اب ہم تو جاتے ہین اپنے والد سے ہمارا سلام کہنا لڑکے نے نام پوچھا کہا کہ تمہارے باپ خوب جانتے
ہین غرضکہ باپ کی خدمت مین پہنچکر ماجرائے سفر گذارش کیا اور پوچھا کہ حضرت پدر بزرگوار کون تھے
باپ نے کہا کہ وہ حضرت علیہ السلام تھے راقم غرض اس بیان سے یہ ہے کہ لقمان تو اصل اصول ہے
کل شئی یرجع الی اصلہ اور مسافر سالک اور منازل راہ منازل سلوک - بڑے میان پیر کامل -
سانپ نفس شیطان - شاہزادی دنیا - خانہ مقروض جہان دنیا مقروض انسان وَحَمَلَہَا الْاِنْسَانُ
اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا اور پسران مقروض اہل دنیا اور روپیہ محبت و عشق الہی ہے ؎

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران — گفتہ آید در حدیث دیگران

دوسری غرض اس نقل سے یہ ہے کہ جو مرد کامل ہوتے ہین وہ طالب خدا کو دوسرے
شیخ کامل کی خدمت مین جانے سے مانع نہیں ہوتے بلکہ اورون کی خدمت مین
جانے اور اُن سے فیض حاصل کرنے کی ہدایت فرماتے ہین چنانچہ جناب قبلہ بھی
طالبان راہ کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی مرد کامل مسلمان یا ہندو سالک یا مجذوب ملے
اس سے بے تکلف ملو اور جو کچھ از راہ توجہ یا القا یا اور کسی طرح سے فیض و فائدہ
پہنچا دے اور تعلیم و تلقین کرے اس کو نہ چھوڑو یہ مرتبہ نبوت نہیں ہے جو ختم ہو چکا
مرتبہ ولایت ہے ایک سے ایک افضل و اعلی پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں فضلنا بعضکم
علی بعض - اور جو کوئی مرید کسی طرف کو جاتا یعنے سفر کرتا تو یہ ارشاد ہوتا ؎

گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اول طالب مردے شوی

چنانچہ ایک روز حضرت نے فرمایا کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
کے زمانے مین جو اکابر تھے خواجہ صاحب اپنے معتقدون اور مریدون کو اُن کی
خدمت مین بھیجدیا کرتے اس مین یہ حکمت تھی کہ مبتدی کو شیخ کی تعلیم و تلقین کا ابتدا
مین علم نہین ہوتا جو اکابر جوہر شناس تھے وہ چشم باطن سے جوہر کو پہچان کر فرماتے
تھے کہ کسی نے خوب جوہر بھرے ہیں یعنے تعلیم خوب کی تو ان کی جوہر شناسی سے طالب کی

تسلی ہوتی تھی اور شیخ کا کمال معلوم ہوتا تھا اور اس زمانہ مین اگر کوئی طالب خدا کسی فقیر کی خدمت میں پہلا بھی جائے تو حضرات مشائخ اسس مرید کو فوراً مردود کر دیتے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ خلیفہ بغداد حضرت شبلی علیہ الرحمہ کا مرید تھا اور از راہ حسن ارادت اپنے ملازمین کو حکم دیا تھا کہ اگر کسی مجرم کی نسبت ہزار بار حکم قتل صادر ہو اور حضرت پیر و مرشد اس کی رہائی کے لئے سفارش کریں تو فوراً رہا کر دو چنانچہ ایک بار کسی چور کے حق میں سزائے موت کا حکم صادر ہوا حسب الحکم سلطانی اس کو قتل گاہ میں لے گئے اتفاقاً حضرت کا بھی اس راہ سے گذر ہوا کیفیت واقعہ دریافت فرمائی مجرم سے اقرار لیا کہ پھر ایسا کام نہ کرنا اور رہا کرا دیا چندروز کے بعد وہ شخص پھر چوری کی علت میں ماخوذ ہوا اور بحکم قتل صادر ہوا حضرت کو پھر خبر ہوئی اور رہا کرا دیا چند بار یہی کیفیت گزری کہ وہ چوری سے باز نہ آتا اور حضرت براہ ترحم رہا کرا دیتے ؎ باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ۔ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ۔ این درگہ ما درگہ نومیدی نیست۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔ غرض کہ پھر ایک بار اس چور کے لئے قتل کا حکم ہوا ملازمین سلطانی نے سوچا کہ یہ باز نہیں آتا اور حضرت پھر چھڑوا دینگے ایک اور مقام پر لے گئے جہاں حضرت کی راہ گذر نہ تھی اور اس کو دار پر کھینچ دیا جب حضرت کو خبر ہوئی تو لاش پر تشریف لائے اس کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ شاباش ؎

طالب راہ را ادب دادی — جان خود را درین طلب دادی

جیتے جی مت ملو کہے کبیرا رام — لوہا ماٹی ہو گیا پھر پارس کس کام

جب کہہ گئی تھبو جبن ملے اور جاڑا گئے قبا — جوبن گئے تریا ملی جو تینو دیو جرائے

وقت پر قطرہ بہت ہے ابر خوش ہنگام کا — جل گیا جب کھیت مینہ برسا تو پھر کس کام کا

ایک روز ارشاد ہوا کہ منشی امیر علی صاحب کو کیمیا کا شوق بدرجۂ غایت تھا چنانچہ مرض الموت میں حاجی فریدالدین صاحب کو بلا کر وصیت کی کہ یہ دوا پینتیس۳۵ دن تو کھرل ہو چکی ہے تین روز اور بچون کے پیشاب مین کھرل کرکے پان سیر اپلون کی آگ دینا اکسیر اعظم

بنجائے گی خیر یہ تھارے نصیب مین بھی ہم تو محروم ہی چلے سے امید بستہ برآید ورلے چہ فائدہ
زانکہ امید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید اس کے بعد کچھ اور ترکیب بتائی اور اسی حالت میں
جان بحق ہو گئے۔ دم آخر تک اپنے مطلوب کا خیال نچھوڑا اسی کے دھیان میں جان
دی بھلا طالب کو خدا کے ساتھ اتنی تو محبت ہو ورنہ کاذب ہے

عشق مولے کے کم از لیلی بود   گوی گشتن بہرا و اولے بود

ایک روز کسی شخص پانی پتی نے عرض کیا کہ سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ
منصور حلاج کو مردود لکھا ہے جناب قبلہ نے پوچھا کس طور سے لکھا ہے میر
عباس علی لدھیانوی نے عرض کیا کہ بات نہین بلکہ مردود دست لکھا ہے یعنے
پہلے بیعت خیر علی نساج سے تھی پھر حضرت جنید بغدادی سے کی حضرت نے ارشاد فرمایا
کہ یہ کچھ بات نہین ہے چنانچہ مولانا روم فرماتے ہین ؎

گفت حق اندر سفر ہر جا روی   باید اول طالب مردے شوی
بایزید اندر سفر جستی بسے   تا بیابد خضر وقت خود کسے
دید پیرے با قدے ہمچون ہلال   بود در وے فر و گفتار رجال
دیدہ نابینا و دل چون آفتاب   ہمچون پیلے دیدہ ہندوستان بخواب
بایزید او را چو از اقطاب یافت   سکنت بنمود و در خدمت شتافت

فرمایا کہ حضرت بایزید نے اول امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی چونکہ
ہمت بلند اور حوصلہ فراخ رکھتے تھے تسلی نہ ہوئی بہت سے کاملین کی خدمت مین
گئے اور فائدہ اٹھایا پھر بھی تسکین نہ ہوئی آخر اس نابینا سے تشفی ہوئی کہ جس کا ذکر
مثنوی مین موجود ہے میر عباس علی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض
بزرگون نے لکھا ہے کہ شاہ منصور کی حالت انا الحق کے وقت اگر ہم ہوتے تو
اُن کو اس منزل سے نکال دیتے لیکن مجھکو بوجوہات تامل ہے اول یہ کہ خود حضرت جنید
موجود تھے دوسرے اور بہت سے اکابر ایک سے ایک اعلی اس زمانے مین تھے کیا ان کو استعداد
تصرف نہ تھا اس پر جناب قبلہ نے فرمایا کہ ہان غوث الاعظم نے ایسا لکھا ہے لیکن یہ حضرت

کہنا ہی کہنا ہے جو حالت شاہ منصور کی تھی خود حضرت جنید کو نہ تھی جب حضرت جنید کو قریب مرگ حالت توحید طاری ہوئی ہے تو روتے اور کہتے تھے کہ افسوس تمام عمر قیل وقال مین گذری یہ حال کھلتا تو عمر ضائع نکرتے۔ شاہ منصور نے مجاہدہ بھی نہایت سخت کیا تھا کہین روم کہین شام کہین چین جابجا چلہ کشی کرتے رہے جس وقت آپ کے لئے سولی تیار ہوئی اور جب جبہ اتارا گیا تو جبہ کی بغل مین سے ایک بچھو بقدر دس مثقال برآمد ہوا لوگ مارنے لگے تو آپ نے منع فرمایا کہ یہ ہمارا بیس برس کا رفیق ہے اس کو نہ مارو پھر جب شاہ منصور کو دار پر کھینچ دیا جسم کو جلایا خاکستر کو دریائے دجلہ مین بہایا تو دریا جوش مین آگیا لوگون نے امام محمد کو خبر دی امام صاحب دجلہ کے کنارے آئے اور کہا کہ سن منصور ہم جانتے ہین کہ تو طریقت مین سچا تھا لیکن ہمارا قلم اگر خلاف شرع چلا ہو تو شہر کو غارت کر ورنہ تجھ سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ اسی وقت دریا کا جوش فرد ہو گیا غرض کہ منصور ہرگز مردود دست نہین ہو سکتا کیونکہ مردود دست وہ شخص ہوتا ہے جو پیر سے انکار کرے اور پیر اُس کو مردود کر کے نکال دے انہون نے نہ پیر سے انکار کیا نہ پیر نے مردود اور جو باصفا پیر ہوتا ہے بعد تعلیم کے اپنے مرید کو اجازت دیتا ہے کہ اگر زیادہ حوصلہ ہو تو اور بزرگون کی خدمت میں جاو ایسا شخص مردود نہیں کہلاتا اور جو حالت منصور پر طاری ہوئی تھی اس نے منصور کو من وکل الوجوہ فنا کر دیا تھا اگر منصور کچھ باقی رہتا تو کوئی اس حالت سے نکالتا اور خود حضرت جنید موجود تھے ان سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب منصور حلاج کی خاکستر مین سے صدائے انا الحق آتی تھی اُس وقت ایک عاشق آیا اور کہا کہ اب تو حق ہی حق ہے پھر انا الحق کہنا کیا ضرور ہے

عاشقے آمد مگر چوبے بدست | بر سر آن مشت خاکستر نشست
پس بزبان بکشاد ہمچون آتشے | بازمی شورید خاکستر خوشے
وانگہے میگفت بر گوئید راست | کانکہ میزد دا انا الحق او کجاست
آنچہ گفتی آنچہ بشنیدی ہمہ | آنچہ دانستی تو بودیدی ہمہ

آن ہمہ جز اول افسانہ نیست — محو شہ جانت درین ویرانہ نیست
اصل باید اصل مستغنی و پاک — گر نباشد فرع ور باشد چہ باک
ہست خورشید حقیقی بر دوام — گو نہ ذرہ مان نہ سایہ والسلام

کہتے ہین کہ بعد اس کے آواز بند ہوگئی۔ پھر جناب قبلہ نے یہ شعر فرمایا۔

آن شعلہ رو بغمزہ دلم را کباب کرد — ما را چہ کردہ خانہ خود را خراب کرد

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ فقیری ایک بات ہے کان مین کہنے کی یا تو انسان ادھر کا یا ادھر ہوگیا گویا آگ مین پھونک ماردی۔ نہ اس کے لئے وقت و زمانہ درکار ہے نہ نماز و روزہ نہ ورد و وظائف کی شرط ہے داد او را قابلیت شرط نیست۔ بلکہ شرط قابلیت داد است کسی شخص نے سوال کیا کہ حضور جب فقیری ایسی آسان ہے تو پھر مشقت و مجاہدہ کیون کراتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ایک شخص کے پاس تیل کے دو ہنڈے تھے نہایت میلے کچیلے تیل مین چکٹے ہوئے ایک ہنڈا ایک کاریگر کو دیا اور پوچھا کہ اس کو کتنے عرصہ مین صاف کردوگے کہا کہ پورے چالیس روز مین دوسرا ہنڈا ایک اور کو دیا اس نے کہا کہ لو مین آج ہی صاف کئے دیتا ہون پہلے شخص نے کیا کیا کبھی تو اس ہنڈے کو کھرچا اور کبھی دھار دیکر دھوتا کبھی نرم آنچ مین اس کو گرم کرتا اس طرح چالیس روز مین صاف و شفاف کردیا اور ٹھوک بجا کر حوالہ کیا دوسرے شخص نے کیا ترکیب کی ہنڈے کے چارون طرف اپلون کا انبار چنا اور آگ لگادی ہنڈا جھٹ پٹ صاف ہوگیا لیکن کسی کام کا نہ رہا جہان ذرا ٹھیس لگی اور چور چور ہوگیا بے شک صاف تو دونون ہوگئے مگر ایک کارآمد رہا اور دوسرا نکما ہوگیا چنانچہ نقل ہے کہ خواجہ باقی باللہ صاحب کی خدمت مین ایک نان بائی ہمیشہ حاضر ہوا کرتا تھا ایک روز خواجہ صاحب کے پاس چند مہمان عزیز آئے کھانا کچھ موجود نہ تھا آپ متفکر ہوئے یہ دیکھ کر نان بائی اپنی دوکان سے چند قسم کا کھانا لے آیا اور حضرت کے مہمانون کو کھلایا آپ خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا مانگ کیا مانگتا ہے اس نے عرض کی کہ حضور مجکو اپنا جیسا بنا دیجئے خواجہ صاحب اس کو حجرے کے اندر لے گئے اور ایک نگاہ کی جسکو توجہ اتحادی

کہتے ہیں اُسی وقت بالصورت والعلم ایک ہوگیا جب حجرہ سے برآمد ہوئے تو کسی کو تمیز نہ ہوئی تھی کہ خواجہ صاحب کون سے ہیں اور نان بائی کونسا ہے صرف اتنا فرق تھا کہ خواجہ صاحب ہوشیار تھے اور وہ مدہوش لیکن تین روز کے بعد وہ شخص مرگیا کیونکہ دفعتہ تعلیم ہوئی تھی۔

تیر نگاہے نشست مسکن خود جان گذاشت	طاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت

اس اسی واسطے دفعتہً تعلیم نہیں دیتے اور محنت ومجاہدہ کراتے ہیں کہ حوصلہ بڑھ جائے۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ رامپور میں ایک امیر کے مکان پر کوئی کیمیا گر آئے اُس امیر نے فقیر سمجھ کر خوب خدمت کی چھ مہینہ بعد جانے لگے تو کہا کہ ہم کو اکسیر یاد ہے جی چاہے تو سیکھ لو امیر بولا صاحب مجکو حاجت نہیں فقیر نے کہا کہ خیر تم کیمیا نہیں سیکھتے تو ہمارے ہاتھ کی پکی ہوئی ایک چیز چالیس روز کھالو امیر نے کہا بہت اچھا چالیس دن تک کھلا کر رخصت ہوا اور بولا کہ لو تم نے کیمیا تو نہیں سیکھی مگر ہم نے خود تم کو اکسیر بنادیا ہے کچھ عرصہ کے بعد انقلاب روزگار نے ایسی خانہ خرابی کی کہ اُس امیر کو فقیر بنادیا فاقہ کشی کی نوبت پہنچی ایک پرانی دیگچی بازار میں بیچنے گیا خوبی قسمت سے وہ بھی نہ بکی دوپہر کا وقت گرمی کے دن نہایت حیران و پریشان ہوکر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اور افسوس کرنے لگا کہ اگر اس فقیر سے کیمیا سیکھ لیتے تو آج کام آتی اُس وقت خیال آیا کہ فقیر نے یہ بھی تو کہا تھا کہ میں تم کو اکسیر بنا چلا ہوں فوراً اپنا پسینہ سے کر دیگچی کو مل دیا اور جنگل میں اُپلے جمع کر آگ دیدی دیگچی کندن ہوگئی لیکن اس پر ایک ایسی حیرت طاری ہوئی کہ تین روز تک متحیر بیٹھا رہا آخر چوتھے دن غائب ہوگیا چونکہ دفعتہً اپنی تاثیر اس پر ظاہر ہوئی متحمل نہ ہوسکا۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ شاہ بھیک صاحب نے بابا ستیل پوری کی خدمت میں جو کہ حضرت شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ سے فیضیاب تھے یہ شعر لکھ کر ارسال کیا۔ ؎

چلتے چلتے جگ گیو اور بھیک دواری دور	خرچی نبڑی پگ تھکے جاکوئی کہے حضور

اس کے جواب میں بابا ستیل پوری نے یہ شعر تحریر کیا ؎ جن ٹیں تم جات ہو ان اُن میں

ہین دور ؛ ست نام ستیل پوری جوسن ملھ رہے حضور ؛ مطلب یہ ہے کہ راہ سلوک تو ایک نہایت دور و دراز راہ ہے جون کی چال چلنا راہ ورتہ کا آنا چڑھا و بھگتنا اور گانو گانو مین منزل و مقام کرنا صعوبات سفر اور عقبات رہ گذر اور عجائبات منازل اور طلسمات راہ کی سیر دیکھنا اس طور سے سفر طویل اور منزل مقصود بعید ہو جاتی ہے جیسے کوئی شخص دہلی سے کلکتہ کا سفر پیادہ پا قطع کرے مگر راہ قلندری مین سیر منازل اور تماشائے مراحل کچھ نہین جیسے کوئی آدمی ریل مین سوار ہو کر جھٹ پٹ کلکتہ مین جا اترے ؎

صنما رہے قلندر رہنمائی ۔ کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

ان دونون مین ہر طرح بڑا فرق ہے ۔

ایک روز کسی طالب نے شکایت کی کہ حضور آج تک ہمکو کچھ حاصل نہین ہوا ہنوز روز اول ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ میر پنجہ کش صاحب دہلوی سے ہمنے بھی مشق خط کی تھی اس وقت اُن کی بات یاد آگئی ۔ میر صاحب کا دستور تھا کہ جب کوئی لڑکا اُن کی خدمت مین حاضر ہوتا تو اول روز اس کے ہاتھ سے ایک وصلی لکھواتے اور اپنے پاس رکھ لیتے جب کوئی شاگرد شکایت کرتا کہ حضرت اتنی مدت گذری لیکن میرا خط درست نہین ہوا تو اس کی پہلی لکھی ہوئی وصلی نکال کر سامنے رکھ دیتے کہ اس سے مقابلہ کرو کتنا فرق ہوا ہے ۔ جب کہ پہلی تحریر دیکھتا تو فرق بین معلوم ہوتا شاگرد کی تسکین ہو جاتی تھی ۔ ایسا ہی حال طالبان طریق کا ہے کہ جب تعلیم بتدریج حاصل ہوتی ہے تو امتیاز حاصل نہین ہوتا اور طالب کو تشنگی طلب بدستور رہتی ہے اور خیال کرتا ہے کہ ابھی کچھ حاصل نہین ہوا حالانکہ مرد کامل کی صحبت اپنا کام کرتی رہتی ہے اگر اس مین بھی وصلی لکھی جاتی تو ہم بھی لکھوا رکھتے آج مقابلہ ہوجاتا لیکن تبدیل خیالات مین کچھ فرق ہوا یا نہین پہلے کی نسبت خود ہی کمی و بیشی معلوم ہوتی ہوگی رہا انکشاف اگر اس کو منظور ہے تو وہ بھی ہو جائے گا ؎

در بلا صبر بباید مرد را ۔ صبر خود کے باشد اہل درد را

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شہزادہ بام محل پر ہر طرف سیر کر رہا تھا ناگاہ اس کی خالہ کی بیٹی بھی اپنے بالاخانہ پر جلوہ افروز ہوئی شہزادہ اُس کو دیکھتے ہی بیہوش ہو گیا ؎

ان دکھیا انکھین کو سکھ سرجو ہے نا ئین   دیکھت بنی نہ دیکھتین بن دیکھے اکلائین

غلام و کنیز اس کو اٹھا کر محل سرائے مین لائے جب لخلخہ سونگھایا تو ہوش آیا لیکن مرض عشق اپنا اثر کر چکا تھا روز بروز دل ہی دل مین گھٹنے لگا ہر چند علاج و معالجہ کیا شفا نہ پائی آخر ایک حاذق طبیب نے سبب اصلی معلوم کرکے بادشاہ کو اطلاع دی بادشاہ نے فوراً شادی کا پیام دیا اور منظوری کے بعد دھوم دھام شروع ہوئی اس وقت طبیب روشن ضمیر نے بادشاہ سے کہا کہ ابھی شادی مین توقف کرو کیونکہ جس کو دیدار کی تاب نہین وہ وصال کا کب متحمل ہو سکتا ہے ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ پہلے دو مکان بنوائے جائین جن مین ایک دیوار حائل ہو اور روزن دیکھ بھال کے لئے رکھے جائین اور دونون جدا جدا مکان مین رہین شہزادی کبھی کبھی اپنے دیدار کی جھلک دکھا دیا کرے جب شہزادہ متحمل ہو جائے تو اس وقت شادی کرنی چاہئے یہ بات سب نے پسند کی کیونکہ دفعۃً وصال ہوتا تو شہزادہ شادی مرگ ہو جاتا غرض تجویز کے موافق مکان تیار ہوا دونون جدا جدا رہنے لگے شہزادہ ہر وقت شوق دیدار مین بیقرار ہو کر تاک جھانک کرتا شہزادی نے یہ انداز اختیار کیا کہ کبھی روزن دیوار سے ذرا انگلی دکھائی کبھی ذرا انگوٹھا کبھی پنجہ نگارین کبھی ساعد سیمین چمکا دیا کبھی چشم مخمور کے جام سے مست کیا کبھی شمع رخسار صبح جبین کی جھلک دکھائی کبھی گیسوئے عنبر بار کا لخلخہ سونگھایا کبھی سرو قامت کی خرام سے قیامت برپا کی کبھی آواز جہان نواز سنا کر جلا دیا القصہ رفتہ رفتہ شہزادہ کے دل بیقرار کو یہانتک تحمل ہونے لگا کہ دیر دیر تک معشوقہ کے دیدار کی بہار دیکھا کرتا اور جلوہ حسن سے بیخود نہ ہوتا اس وقت وصال کی ٹھیری ایسے ہی پیر دانا طالب کے ظرف کا اندازہ کرکے اس کی استعداد کے مناسب تعلیم و تلقین بتدریج فرماتے ہین ورنہ طالب مبتدی و کم حوصلہ کو دفعۃً تعلیم کرنا موجب زیان جان ہوتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا شاہجہانپور مین ایک خان صاحب تھے ان کی بیوی نہایت حسینہ و جمیلہ تھی

پترہی تت پات وا گھر کے جو پاس   نت پرت پونوہے رہت آن ادب ابا س

جب خان صاحب سفر مین ہوتے تو وہ بیوی خط لکھنے پڑھنے کے واسطے محلہ کی مسجد کے امام کو

بلالیتی چنانچہ ایک بار وہ نیک بخت پس پردہ بیٹھی تھی اور امام صاحب خط لکھنے کو طیار تھے پوچھا کیا لکھوں؟ اتنے میں ہوا نے پردہ اٹھا دیا اتفاقاً مولوی صاحب کی نگاہ اس پردہ نشین سے دو چار ہو گئی ہوش و حواس جاتے رہے اس کے بعد عورت نے مضمون بتانا شروع کیا مولوی صاحب لکھنا تو بھول گئے بار بار یہی کہتے تھے کیا لکھوں؟ اب عورت جو کچھ کہتی ہے اس کے جواب میں مولوی صاحب کی زبان یہی جاری ہے کہ کیا لکھوں؟ آخر وہ عورت سمجھ گئی کہ ملا رغریب آفتاب حسن کی تاب نہ لا سکا ایک ہی جلوہ میں چکا چوند ہو گئے شہباز عشق نے طائر عقل کے پر نوچ لئے ؎

در دل عاشق چو عشق آتش فروخت	ہر چہ جز معشوق بود آنرا بسوخت

اپنی کنیز کو اشارہ کیا کہ جا مولوی صاحب کو جلدی سے مسجد میں پہنچا دے کنیزان کو مسجد میں چھوڑ آگئی لیکن خورد و خواب آرام و قرار سب فراموش اس لفظ کے سوا کچھ یاد نہ رہا ہر وقت یہی وظیفہ تھا کہ کیا لکھوں؟ آخر راز فاش ہو گیا چند روز کے بعد خان صاحب بھی پہنچے مولوی صاحب کا احوال سنکر بہت افسوس کیا ایک روز اپنی بیوی سے کہہ گئے کہ تم اس وقت اچھا لباس اور عمدہ زیور پہنکر آراستہ ہو جاؤ آج مولوی صاحب کی دعوت ہے عصر کے وقت اس دیوانہ عشق کو اپنے گھر میں لاے اور کھانا سامنے رکھا مولوی صاحب کو تو وہی ایک بات یاد تھی بولے کیا لکھوں اس وقت خان صاحب نے بیوی کو اشارہ کیا کہ پردہ سے باہر آجاؤ اس کا سامنے آنا اور نگاہ کا دو چار ہونا تھا کہ دونوں بغل گیر ہو کر فنا ہو گئے۔

عشق یوسف را زنان سازو غلام	تا کہ آرد مرزلیخا را بدام
عشق موسیٰ را بکوہ طور برد	بہر دید دوست سوئے نور برد
عشق احمد را بود معراج دین	تا مقام او شود حق الیقین
عشق چہ بود قطرہ دریا ساختن	از دو عالم با خدا پرداختن
عشق از مستی خود وارستن است	در دو عالم سرمدی پیوستن است

غرض دونوں شہید خنجر عشق اسی طرح ہمکنار دفن کئے گئے لوگوں نے چاہا بھی کہ جدا کر دیں

لیکن خان صاحب نے منع کیا کہ جن کو خدا نے ملایا | اُن کو ہم کیوں جدا کریں ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی	تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

چونکہ حسن پردہ در اور عاشق کم حوصلہ تھا اور وصال یک بیک ہو گیا نہ عشق رہا نہ عاشق نہ معشوق نہ بھی ندارد اور وہ بھی نہ دارد فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔

زبس کہ حسن فزود و عشق گداخت مرا	نہ من شناختم او را نہ او شناخت مرا

ایک بار مولوی محمد عبدالحکیم وصاحب و محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھ سے اور سید غلام محمد صاحب وکیل لدھیانہ سے واسطے قدمبوسی جناب و قبلہ کے حاضر ہوئے تھے سب صاحبوں نے راقم سے کہا کہ حضرت کے کلام کے ہم بہت مشتاق ہیں آج کسی طور سے تحریک کرو چنانچہ بعد نماز عشا ہم سب حاضر خدمت مبارک ہوئے اور تسلیم بجالا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد راقم نے یہ شعر عرض کیا ؎ باز گو از نجد و از یاران نجد :: تا در و دیوار آری بوجد :: اس وقت جناب و قبلہ اٹھ بیٹھے اور فرمایا ؎

ارے وہ میکدہ کے جانے والے	ذرا کہدیجیو پیر مغان کو
شراب شوق کی کم ہو گئی کیف	پلا ایسی کہ بھولے دو جہان کو

ایک فقیر دل خستہ کسی شہر میں وارد ہوا اور نان بائی کی دوکان پر جو بادشاہی محل کے قریب تھی روٹی خریدنے کے لئے گیا اتفاقاً شہزادی صاحب جمال حور تمثال سیر بازار میں مصروف تھی فقیر کی اس پر نگاہ جا پڑی شہزادی شوخی و ناز سے انگوٹھا دکھا کر ہنستی ہوئی چلدی اُس آن و آدا کو دیکھکر فقیر بیچارہ کا دل قابو میں نہ رہا تیر نگاہ سینہ بے کینہ کے پار اور تیغ ابرو سے جگر دگار ہو گیا۔

دل لبوسے آن مہ غرفہ نشین حیران بماند	شمع در فانوس شد پروانہ سرگردان بماند
تا بگلشن سرو سیمین راخرامان ساختی	رونق از گل رفت و بلبل را پریشان ساختی
تا سمند ناز ... سر گرم جولان ساختی	شور محشر بر سر گور غریبان ساختی
پریم کہانی بس بھری مت سنیو کوئی آئے	باتوں باتوں بس چڑھے اور دیکھت ہی جل جائے
نین پیا دے پھنس رہے پریم پیچ کے بیچ	من گوری گار ہیں تنے وہ بھی رہ گئے بیچ

جب ہوش آیا تو محل شاہی کے نیچے دھونی رملکے بیٹھ گیا رفتہ رفتہ تمام شہر مین اس
کے عشق کا شہرہ ہوا اور یہ خبر بادشاہ کے کان تک بھی پہنچ گئی وزیروں سے پوچھا
اب کیا تدبیر ہے یہ انھوں نے عرض کی کہ کسی شخص کو کہدینا چاہیئے کہ اس فقیر کو قتل
کرڈالے یہ مشورہ شہزادی نے بھی سُنا رات کے وقت اُس عاشق زار کو بلوایا
اور پس پردہ آکر اس سے کہا کہ سُن فقیر تیرے قتل کا سامان ہو رہا ہے بہتر یہ ہے کہ
تو یہاں سے نکل جا ورنہ مارا جائے گا۔ فقیر بولا کہ اے شاہزادی مین تو اُسی دن مرچکا
تھا جب تم نے ناز و انداز سے انگوٹھا دکھایا اب مردہ کو جو چاہین سو کرین میری
جان تو پہلے ہی تم پر قربان ہو چکی ہے مجھ کو رنج و راحت دونون برابر ہین ع
زندہ کنی عطائے تو ور بکشی رضائے تو ... آپ کچھ فکر نکرین اگر یہ بات صحیح ہے تو
اس سے زیادہ میرے لئے کون سی سعادت ہے سچ تو یہ ہے کہ رنج و راحت دونو
ہمارے واسطے ہین یہ نہیں ہو سکتا کہ راحت تو ہمارے لئے ہو اور رنج کوئی اور
اٹھائے اگر یہ جان آپ پر قربان ہو جائے تو عاشقون کا عین دین و ایمان ہے ۔

از محبت تلخہا شیرین شود
از محبت دردہا شافی شود
از محبت دار تختی میشود
بے محبت روضہ گلخن میشود
از محبت نار نوری میشود
بے محبت موم آہن میشود
از محبت سقم صحت میشود
از محبت شاہ بندہ میشود
آب کم جو تشنگی آور بدست
تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
چرخ را در زیر آور اے شجاع

از محبت مسہا زرین شود
از محبت خارہا گل میشود
از محبت بار بختی میشود
از محبت حزن شادی میشود
از محبت دیو حوری میشود
از محبت نیش نوشی میشود
از محبت قہر رحمت میشود
چون خلیل از آسمان مفتی
تا بجوشد آب از بالا و پست
آب رحمت بایدت رو پست شو
بشنو از فوق فلک بانگ سماع

از محبت دردہا صافی شود
از محبت سرکہا مل میشود
از محبت سجن گلشن میشود
از محبت غول ہادی میشود
از محبت سنگ روغن میشود
از محبت شیر موشی میشود
از محبت مردہ زندہ میشود
بگذر از کہ لا اُحِبُّ الآفلین
تا سقاہم ربہم آید خطاب
وانگہان خور خم رحمت مست شو
پنبہ وسواس بیرون کن ز گوش

تاکہ رنج امید آید در مشام	دفع کن از مغز و از بینی زکام	تا بگوشت آید آن بانگ خروش

پھر شاہزادی نے کہا کہ ہم تیرے ساتھ چلنے کو راضی ہیں تو بھی چل اور ہم کو بھی لے چل فقیر نے کہا کہ

سوم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی	من شمع جان گدازم تو صبح دل کشائی
نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی	نزدیک این چنینیم دور آن چنان کہ گفتم

میں اس کی قابلیت نہیں رکھتا کجا تم کہاں میں + چہ نسبت خاک را با عالم پاک - یہ بوجھ تو مجھ سے ہرگز اٹھایا نہ جائے گا - میری تاب و طاقت سے باہر ہے جب فقیر اس بات پر بھی راضی نہ ہوا اور رمز نا ہی اختیار کر لیا تو شہزادی نے پردہ اٹھا کر کہا کہ آ ذ معانقہ ہی کر لو زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔

کہ عشق از پردہ عصمت برون آرد زلیخا را	من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم

دونو معانقہ کرتے ہی جان بحق ہوگئے۔

تاب بے بدہ غلم درین میخانہ خاکم کن	بیا ساقی کہ من مردم کفن از برگ تاکم کن
کہ روزے عاقبت تا رابیک عہ نجاتم کن	بجل فاتحہ بدہ روحم وگر گورم ازین کن
تا فنائے عشق با مردان چہ کرد	سالکان داند درمیدان درد
کے توانی یافت ز آسائش خبر	تا نباشی مدتے زیر و زبر
تا یکے را بار شد از صد ہزار	سالہا بردند مردان انتظار

اگر انسان کو اتنی بھی محبت خدا سے نہ ہو تو وہ انسان کیا حیوان ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا - کہ ایک بادشاہ کو وزیر زادے سے ایسی محبت پیدا ہوئی کہ بغیر اس کے ایک دم چین نہ تھا اتفاق سے کچھ مدت کے بعد وہ وزیر زادہ کسی عورت پر عاشق ہو گیا ہر وقت اسی کے ذکر و فکر اور اسی کی تاک جھانک میں رہنے لگا - بادشاہ کے پاس آنا جانا کم ہوگیا ہر چند بادشاہ خفا ہوتا مگر وہ کب سنتا تھا

نہیں مانتا کوئی کہنا کسی کا	نہ میری سنے وہ نہ میں ناصحوں کی

ایک شب وزیر زادہ بادشاہ کے پاس تھا جب دیکھا کہ بادشاہ کی آنکھ لگ گئی جھٹ وہاں سے

اُڑا اور اپنی معشوقہ کے پاس پہنچا بادشاہ اتنے میں جاگ اٹھا دیکھا تو محبوب ندارد گھبرا کے
بیقراری اور غصہ کی حالت مین جستجو شروع کی آخر پتا لگاتے لگاتے وہان پہنچا جہان وہ دلدادۂ
عیش و نشاط مین مصروف تھے دیکھتے ہی آتش غضب بھڑک اٹھی بولا وزیر زادے
مین نے تجھ کو اس قدر ناز و نعمت سے پالا تمام ملک کی حکومت تجھکو عطا کی تمام خزانون کی
کنجیان تجھ کو دیں جو تیرا جی چاہتا ہے سو کرتا ہے ہر قسم کی عزت ہر طرح کا اقتدار تجھ کو
حاصل ہے پھر تو میرا مطلوب ہو کر غیر کی طرف کیون مائل ہوا۔ یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ
بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ۔
یعنے اے انسان کس چیز نے تجھ کو فریفتہ کیا جو کافر ہوا تو ساتھ خداوند اپنے کے وہ خدا
تعالیٰ کہ تجھکو پیدا کیا پس درست کئے اعضا تیرے اور تمیز کیا تجھ کو غیر سے جس صورت مین
کہ چاہا۔ اس جوش غضب مین بادشاہ نے غلامون کو حکم دیا کہ اس نابکار کی کھال
کھینچکر سولی پر چڑھا دو تاکہ اور لوگ عبرت پکڑین اور بہت جلد تعمیل حکم کرکے ہم کو
خبر دو اتنے مین وزیر کو خبر پہنچی دوڑا ہوا آیا اور غلامون کو بہت کچھ زر و جواہر دیکر
کہا کہ تم جانتے ہو بادشاہ کو اس سے کس قدر محبت ہے یہ حکم شان غضب مین دے دیا ہے
جب غصہ فرو ہو جائے گا تو پھر تم پر الٹا غضب نازل ہوگا اس وقت اس کو کہان سے لاوگے
اور اپنے بچنے کی کیا تدبیر کروگے بہتر یہ ہے اس کو چھپا دو اور کسی واجب القتل مجرم
کو سولی پر لٹکا دو۔ غلامون نے ایسا ہی کیا۔ اگلے دن بادشاہ نے غلامون سے حال
دریافت کیا سب نے عرض کیا کہ ہم کو جیسا حکم ملا تھا اس کی تعمیل کی گئی چنانچہ ابھی تک وہ
دار پر آویزان ہے بادشاہ یہ سنکر نہایت خوش ہوا اور سب کو خلعت و انعام دیا اور کہا
کہ خوب کیا کہ اس کو اسی طور سے رہنے دو تاکہ خلقت اس کے حال سے عبرت حاصل کرے
تمام شہر مین غوغا ہو گیا ہر ایک شخص اس کی نعش پر آتا اور اس کی حالت یاد کرکے روتا تھا چند روز
گذرے تو بادشاہ کی آتش خشم سرد ہو گئی اور عشق و محبت کی سوز و گداز کا زور شروع ہوا اپنے کئے سے
نہایت پشیمان ہوا اسکی صورت اس کی باتین یاد کرکے زار زار رونے لگا اسکی عزاداری مین ماتمی لباس پہنا

	از فسون نرگس شہہ لا مپرس		کشتہ پنہان ہمے پوشد کبود	

رات کے وقت جبکہ دار اغیار سے خالی ہوتی تو وہان جاتا اور صبح تک اس کے فراق مین تن تنہا خاک و خون میں لوٹتا اور رو رو کر واپس چلا آتا۔ چالیس روز تک بادشاہ پر یہی کیفیت گزری ؎

ازپس چل روز آن بیخورد و خواب ۔۔۔ آن پسر را دید یک ساعت بخواب
روے ہمچون ماہ او در مشک غرق ۔۔۔ از قدم در خون نشستہ تا بفرق
شاہ گفتنش اے لطیف جان فزا ۔۔۔ از چہ تو غرقے بخون سر تا بپا
گفت در خون ز آشناے تو ام ۔۔۔ این چنین از بیوفائی تو ام
باز کردی پوست از من بے گناہ ۔۔۔ از وفاداری نبوداے بادشاہ
یرخود با یار آخر این کند ۔۔۔ کافرم گر ہیچ کافر این کند
من چہ کردم تا تو بر دارم کنی ۔۔۔ سربری و سرنگون سارم کنی
روے اکنون مے بگردانم ز تو ۔۔۔ در قیامت داد بستانم ز تو
چون شود دیوان داور آشکار ۔۔۔ داد من از تو ستاند کردگار

جب بادشاہ نے یہ خواب دیکھا اور لڑکے سے بیوفائی کا دردناک گلہ سنا تو اور بھی زیادہ بے قرار ہوا آنکھ کھل گئی دل کی بے چینی اور طبیعت کی بے تابی اس قدر بڑھی کہ بیہوش ہوگیا جب وزیر نے دیکھا کہ بادشاہ کی بری حالت ہے تو لڑکے کو اشارہ کیا وہ تیغ و کفن لیکر بادشاہ کے قدمون پہ جاگرا اور دونون بے خود ہوگئے۔

شاہ چون شد از فراق او خلاص ۔۔۔ ہر دو خوش رفتند در ایوان خلاص
بعد از ان کس واقف اسرار نیست ۔۔۔ زانکہ آنجا موضع اغیار نیست
انچہ آن یک گفت آن دیگر شنید ۔۔۔ کور دید آن حال گوش کر شنید

پھر فرمایا کہ خواب مین یہ حکایت بادشاہ سے کس نے کی وزیرزادہ تو زندہ تھا بات یہ مخفی نہ [illegible] شاہ کو جو تخیل تھا وہی پیش آیا ؎ مپندار این کہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز ؎ چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد ؎ اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اپنے بندہ کے ساتھ ایسا ہی ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ سوائے خدا کے غیر کو دل میں جگہ نہ دے۔

ایک فقرہ ارشاد ہوا۔ کہ ایک شہزادی اپنے غلام پر عاشق ہوگئی جبکہ جنون عشق کا غلبہ ہوا

اور عصمت وحیا کا پردہ چاک ہونے لگا تو ناچار اپنی دس کنیزون کو جو فن موسیقی مین
کامل تھین اور لحن داؤدی سے تاثیر سحر دکھاتی تھیں اپنے پاس بلایا اور راز دل ظاہر کیا
کہ اب مجھ مین تاب جدائی باقی نہین کوئی تدبیر کرو کہ اس غلام پری پیکر کو خبر نہو اور لطف
وصال حسب دلخواہ میسر آوے ورنہ میری جان اس غم مین گھل جائے گی اُن سب نے
عرض کیا کہ یہ کیا بڑی بات ہے لو آج ہی سہی۔ ایک عیارہ ان مین سے گئی اور غلام کو ایک جام
داروے بیہوشی کا پلا دیا اور اس حالت بیخبری مین اس کو لاکر شہزادی کے پلنگ پر لٹا دیا
جب نصف شب کے بعد اس کو ہوش آیا تو اپنے تئین بہشت مین پایا۔

نیم شب چون نیم مستی آن غلام — چشم نرگس بر کشود از غنچہ تمام
دید قصرے ہمچو فردوس از نگار — تخت زرین از کنارش تا کنار

اس بزم عیش و سامان نشاط کو دیکھ کر غلام متحیر اور شاہزادی کے حسن و کمال و جمال بیمثال مین محو ہو گیا

انگ انگ پر تی بنت پڑی دین سے سب گات — دو پہری تیسری چوپہری بھو گن جات سبات

کنیزان سحر فن گانے بجانے مین مصروف ہوئین اور شاہزادی مشاہدۂ جمال اور لطف وصال
مین مشغول رات بھر وہ غلام یہ عجیب سانگ دیکھتا رہا قریب صبح ہو گیا تو شہزادی کی چالاک کنیزان
نے اُس کو اس کو اُٹھا کر پھر وہین جا ڈالا جب آنکھ کھلی تو وہ محفل نہ وہ سامان وہ تی جگہ نہی
مکان اب غلام حیرت کے دریا مین ڈوب گیا کہ یہ کیا حال تھا خواب تھا یا خیال تھا
آہ وزاری شروع کی لوگون نے حال دریافت کیا تو کہا کہ مین کچھ بیان نہین کر سکتا
ایک خواب تھا بیداری سے بہتر ایک بیداری تھی خواب سے پریشان تر نہ خواب تھا نہ بیداری

ہیچ نشنیدم چو بشنیدم ہمہ — من ندیدم گرچہ من دیدم ہمہ

جب عارف دریائے توحید مین غوطہ لگا کر باہر آتا ہے تو اس پر یہی حالت طاری ہوتی ہے

حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک فقیر روشن ضمیر ایک شاہزادہ پر عاشق ہو گیا اور اس کے عشق و
محبت کا زور و شور شہرہ آفاق ہوا بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ ... شہزادہ ... کا
کی محبت مین دیوانہ ہو گیا ہے بادشاہ آتش غیرت مین سوختہ ہو گیا ... کو حکم دیا کہ ...

گدائے شوخ چشم کو سولی دیدو وزیر بموجب فرمان شاہی کے درویش دل ریش کو زیر دار لایا اس وقت اس سوختہ جگر نے کہا کہ اگر تھوڑی مہلت دو تو دوگانہ پڑھ کر کچھ دعا کر لون چنانچہ وزیر نے اتنی مہلت دی اور فقیر نے نماز شروع کی ؎

پس میان سجدہ گفتا کے الہٰ ۔۔۔ چون بخواہد کشت شاہم بے گناہ
پیش از ان کز جان برایم بے خبر ۔۔۔ روزیم گردان جمال آن پسر

تیر دعا نشانہ مدعا پر جا لگا فقیر کی دعا نے وزیر کے دل پر اثر کیا اس نے فوراً بادشاہ سے اس کے عشق صادق کا حال بیان کیا بادشاہ کا بھی دل نرم ہو گیا شہزادے سے کہا کہ جاؤ اور نہایت خاطر و مدارات سے اس دلدادہ کو ہمارے پاس لاؤ شہزادہ گیا اور فقیر کا سر اپنے زانو پر رکھا فقیر سوختہ نے دیکھا تو آپ کو کنار معشوق مین پایا جمال یار پر جان نثار کی ؎

سورج کے سامنے ہین شبنم کو کچھ قرار ۔۔۔ ہم پاس تم جو آئے تو پھر ہم کہان رہے
نعرہ زد جان بجنشید و بمرد ۔۔۔ ہمچو شمعی باز خندید و بمرد
چون وصال دلبرش معلوم شد ۔۔۔ فانی مطلق شد و معدوم شد
سالکان دانند در میدان درد ۔۔۔ تا فنائے عشق با مردان چہ کرد
جملگی مردان فنائے رہ شدند ۔۔۔ در فنائے حق بحق آگہ شدند
تا نباشی مدتے زیر و زبر ۔۔۔ کے توانی یافت با مردان چہ کرد
عاشقان جان باز این رہ آمدند ۔۔۔ وز دو عالم دست کوتہ آمدند
کس درین وادی بجز آتش مباد ۔۔۔ وانکہ آتش نیست عیشش خوش مباد
عاشق آن باشد کہ چون آتش بود ۔۔۔ گرم رو سوزندہ و سرکش بود
مرد کار افتادہ باید عشق را ۔۔۔ مردم آزادہ باید عشق را
نے تو کار افتادۂ نے عاشقی ۔۔۔ مردۂ تو عشق را کے لایقی

ایک دن ارشاد ہوا کہ حضرت نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دن قوالی سن رہے تھے آپ کو جوش آیا اور جوش مین رومال ہلا کر

فرمایا کہ افسوس ہم دھوبی کے لڑکے کے برابر بھی نہ ہوئے اس وقت تو کسی خادم کو تاب نہ ہوئی کہ دریافت کرے لیکن دو تین دن کے بعد حضرت امیر خسرو نے وقت فرصت میں عرض کیا کہ اس روز جو حضور کی زبان الہام بیان سے یہ الفاظ صادر ہوئے تھے اس راز سے آگاہ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ بادشاہی دھوبی کا لڑکا بن دیکھے بھالے شہزادی پر شیفتہ ہوگیا ؎ نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ٭ بسا کین دولت از گفتار خیزد۔ وہ لڑکا تمام دن شہزادی کے کپڑے دھوتا۔ اور طرح طرح سے اُن کو درست کرتا اور نہایت اس کے حسن و جمال کی یاد میں نالہ و فریاد کیا کرتا ؎

رخنہ ہائے بعد ہجر تو دل ساختہ ٭ عشق چون زنبور در ہر خانہ منزل ساختہ
آن کہ گن چھین کر رخ مین جوی پھیرت دین ٭ برہ تیا ہوے کے تھین ان تھین [illegible] بین

چند روز تو یہ راز پوشیدہ رہا آخر طشت از بام ہوا اور سب کے گھر لوں لوں یہ بھید کھل گیا ؎

عشق نہ آنست کہ ماند نہان ٭ گرچہ بود پردہ او جہان در جہان

اس کے والدین کو اندیشہ پیدا ہوا کہ بڑی خرابی کی بات ہے اگر شاہزادی کو خبر ہوگئی تو یہ مارا جائے گا اور اگر بیچ جاپ اس غم میں بیمار ہو مرجائے گا ؏ گو ہم مشکل و گر نہ گو ئم مشکل ٭ ایسی جگہ اس نے کمند ڈالی ہے کہ جہاں رسائی دشوار ہے کجا دھوبی و کجا شاہ ٭ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ٭ آخر یہ خیال آیا کہ کسی طور سے لڑکے کی طبیعت کو بدلنا اور اس کے دل سے یہ خیال مٹانا چاہئے اس کی ماں ایک دن اداس صورت اور غمگین چہرہ بنا کر بیٹے کے پاس جا بیٹھی اور سرد آہیں بھرنے لگیں۔ اس نے پوچھا اماں خیر تو ہے آج تمہارا کیا حال ہے بہت اصرار کے بعد کہا بیٹا کیا کہوں کہا نہیں جاتا کلیجہ منہ کو آتا ہے یہ کہکر آنسو بہانے لگی۔ اور بولی کہ جس شہزادی کے تو کپڑے دھویا کرتا تھا آج اس کا سوم تھا لڑکے نے مضطرب ہو کر تین بار دریافت کیا کہ کیا وہ مرگئی پھر نعرہ مار کر جان بحق ہوگیا ؎ ابتدا ہی میں اٹھ گئے سب یار ٭ عشق کی کون انتہا لایا ٭ تو چلے تو ہم میکدہ سے میرؔ پھر ملیں گے اگر خدا لایا ٭ دھوبی نے سوچا کچھ تھا ہوگیا کچھ رو دھو کر صبر کیا ہوتا تھا آخر رو دھو کے بیٹھ رہے چونکہ وہ دھوبی شہزادی کے کپڑے [illegible]

دیکھ کر کہا یہ کپڑے آج کس نے دھوئے ہین پہلی سی صفائی نہین وہ تو کچھ محبت کی صفائی معلوم ہوتی تھی یہ بات سن کر وہ غمزدہ زار و قطار رونے لگی پہلے تو جھوٹا رونا تھا اب سچ مچ کا رونا ہوگیا ؎ جھٹ مٹ کھیلے سچ مچ ہوئے ۔ سچ مچ کھیلے بر لا کوئے ۔ شہزادی نے پوچھا کمبخت بتا تو سہی روتی کیون ہے کچھ منہ سے تو بول اس نے تمام حال اپنے لخت جگر کی رحلت کا رو رو کے بیان کیا اور کہا وہ نامراد جو تمہارے کپڑے دھوتا تھا اس طرح جہان سے اُٹھ گیا یہ اس کا پیغام ہے۔

آشنا پیغام درد [illegible] سنا
گر صبا کوئے یار مین گذرے

کون سی رات آن [illegible] کا
دن بہت انتظار مین گذرے

شہزادی بولی کہ اچھی دھوبن ہم کو بھی اپنے لڑکے کی قبر دکھالا ؎ اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی ۔ مارا خراب کردی وخود مبتلا شدی ۔ یہ بات کہکر کھڑی ہوگئی اور دھوبن کو ساتھ لے قبرستان کی طرف روانہ ہوئی۔

وہ چلا جو آتا ہے دوستو ذرا اس سے بچکے کنارہ کرو
لیا عشق جسنے نظیر کو یہ وہی تو خانہ خراب ہے

ہرے پیچھے مت ملو کہے کبیرا رام
لوہا مانی ہوگیا پھر پارس کس کام

چلتے چلتے قبر پر پہنچی اور اس کو نہایت درد و حسرت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا فوراً قبر شق ہوگئی شہزادی نے کہا ؎ شق جا بجا ہے آہ یہ کس کا مزار ہے ۔ شاید کہ اس مین دفن دل بیقرار ہے ۔ پھر بیتاب ہو کر شہزادی اسی قبر مین سما گئی۔

اس چمن کی سیر میں آیا رہوں ملکے گل
کیا بنائے صانع قدرت نے رنگین گل کے گل

پہ نہ وہ دریا کہ جس سے گذرئیے پل باندھ کر
سوچ جسم عاشقان دے توڑ پل میں ملکے پل

ایک تو غضب ہوا بادشاہ کو خبر ہوئی وہ بھی آیا قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ جسم ایک ہے اور سر دو۔

[illegible] ظاہر ہوئے موت سے نکلے
دونو دست و بغل ہوئے نکلے

بطچیان بہم ہویدا تھا
مرگئے پھر بھی شوق پیدا تھا

ایک کا ہاتھ ایک کے بالین
ایک کی لب سے ایک کو تسکین

جو نظر اُن کو اُن کرتے تھے	ایک قالب گمان کرتے تھے

بعد اس قصہ کے سلطان جی نے فرمایا کہ میاں ایسا عشق ہم کو نہ مرشد سے ہوا نہ رسول سے نہ خدا سے ورنہ ہم کو بھی وصل نصیب ہو جاتا۔

ایک وز ارشاد ہوا کہ جب مجنون عاشق ہوا اور عشق مشتہر تو امتحان کے لئے لیلیٰ نے ایک آدمی بھیجا کہ مجنون سے ایک پارہ گوشت مانگ لاؤ اس نے مجنون کو یہ پیام سنایا پوچھا کہ کہان کا گوشت طلب کیا ہے اس نے جا کر لیلیٰ سے پوچھا کہا ابھی کچا ہے مرتبۂ ناسوتی سے آگے نہین بڑھا کچھ مدت کے بعد پھر ایک آدمی بھیج کر گوشت طلب کیا تو مجنون نے جواب دیا کہ کاٹ کرے جاؤ اس نے یہی جواب لیلیٰ کو جا سنایا کہا ہاں اب عشق مین آیا ہے اور یہ مرتبہ ملکوتی ہے کچھ عرصہ کے بعد انا لیلیٰ کہنے لگا جس طرح شاہ منصور نے انا الحق کہا تھا یہ مرتبہ جبروتی اور فنافی العشق ہے چند روز صرف لیلیٰ کہنا شروع کیا یہ مرتبہ لاہوت و توحید ہے بعد اس کے گم گشتگی پیدا ہوئی نہ مجنون یہ مرتبہ ہاہوت ہے نہ خود نہ خودی۔ خدا کچھ باقی نہ رہا نہ ذکر نہ مذکور

دلدار طلب مکن کہ دلدار نماند	بے یار و نبری کہ یہان یار نماند
دامن در کش خوش نشین یک نفسے	انگار کہ در زمانہ دیار نماند
سر برہنہ نیستم دارم کلاہ چار ترک	ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولیٰ ترک ترک

ایک وز ارشاد ہوا کہ عشق حقیقی ہو یا مجازی آثار و اطوار عشق بہر صورت یکسان ظہور کرتے ہین شاہ منصور کو بھی غلبۂ عشق تھا اور مجنون کو بھی لیکن ان کو تو مرتبہ انا الحق میں عشق کے زور شور نے مار رکھا مگر مجنون انا لیلیٰ سے گذر گیا شاہ منصور کی حالت اس شعر کے مطابق تھی ؎

بعد از فنا بھی بے نہ گئی کوئے یار مین	کیا بار تھا صبا مرے مشت غبار مین

اور مجنون صحرا نورد و خانمان برباد کی کیفیت اس شعر کے موافق تھی ؎

آوارگان عشق کا پوچھا جو مین نشان | مشت غبار لے کے صبا نے ہوا کہ یون

ایک وز ارشاد ہوا کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ... الی خالقی

تھا ایک دن اُس کو آپ کی زیارت ہوئی حضرت نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے اُس نے جواب دیا کہ درد محبت چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو خود ہمارے اختیار و حوصلہ سے باہر ہے تجکو کیا تعلیم کرین خیر ہم تجکو رسول خدا صلعم کی بارگاہ مین پیش کرتے ہیں وہاں وہاں یہ مدعا عرض کر. چنانچہ اس نے مجلس شریف آنحضرت مین بار پایا اور اپنی آرزو وگذارش کی. آنحضرت نے اُس کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا آپ نے سقہ سے ارشاد کیا کہ تو درد محبت کیون چاہتا ہے تیرا ظرف اس کے قابل نہین اس نے بمنت عرض کی کہ خیر جو ہو سو ہو اگرچہ مین قابلیت نہین رکھتا لیکن یہ آرزو تو آخر میرے دل مین کسی وجہ سے پیدا ہوئی ہے غرض اس کی تمنا کے موافق حضرت علی نے تعلیم فرمایا تو اس کا جسم مثل مجذومون کے جا بجا سے شق ہو گیا. جناب وقبلہ سید اعظم علیشاہ صاحب باروی نے ان کو دیکھا تھا اکثر اوقات زخمون پر خاکستر ڈالا کرتے تھے درد محبت کا سوز وگداز بھی غضب ہے آتش دوزخ بھی اس کے سامنے کچھ حقیقت نہین رکھتی جس کے ظرف وحوصلہ میں یہ استعداد رکھی گئی وہی اس کا متحمل ہوتا ہے. چنانچہ عطار فرماتے ہیں. ؎

من نخواہم مال وجاہ وطمطراق	سوز خواہم درد خواہم اشتیاق
تا نہ باشی مرد صاحب درد تو	در صف مردان نباشی مرد تو
قدسیان را عشق ہست و درد نیست	درد را جز آدمی درخورد نیست
ذرۂ درد خدا در دل ترا	بہتر از ہر دو جہان حاصل ترا
کفر کافر را و دین دیندار را	ذرۂ درد دل عطار را
ذرۂ دردم وہ اے درمان من	زانکہ بے دردم بمیرد جان من

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۔ تحقیق ہم نے پیش کیا تھا امانت کو آسمان اور زمین اور پہاڑون پر پس انکار کیا یہ کہ اٹھا دین گے اس کو اور ڈر گئے اس سے اور اٹھا لیا ایک کا آدمی نے تھا وہ ظلم کرنے والا نادان کہتے ہیں کہ وہ امانت عشق ومحبت الٰہی تھی

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ تھے مدت تک مجاہدہ مین مصروف رہے ایک دن ان کو الہام ہوا کہ اچھا تم مانگو کیا مانگتے ہو ان کی سمجھ مین کچھ نہ آیا کہ کیا طلب کرون عرض کیا کہ آٹھ دن کی مہلت ملے تاکہ مین کسی دانا سے مشورہ کرون وَشَاوِرْهُمْ فِی الْأَمْرِ چنانچہ وہ ایک بزرگ شیخ کی خدمت مین گئے جو اس زمانے مین مشہور و معروف تھے اور تمام حال بیان کیا انہون نے جواب دیا کہ مین اس قابل نہیں ہون ہان ایک مرد خدا فلان جگہ مین پڑا ہے بھاڑ جھونکا کرتا ہے اس کی خدمت مین جاؤ یقین ہے کہ وہ تمہارے سوال کا جواب دے۔ سائل ان کے پاس گیا اور کیفیت عرض کی فرمایا کہ اچھا کل آؤ تو اِس کا جواب دین گے۔ دوسرے روز حسب وعدہ سائل وہان گیا تو شور و غل کی آواز سُنی دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ رات کے وقت کسی نے اُن کو قتل کر ڈالا دھڑ ایک سنڈاس مین پڑا ہوا ملا اور سر ایک کوڑے پر پایا حاکم تک مقدمہ گیا وہان سے حکم ہوا کہ یہ بدمعاش تھا پاؤن مین رسی باندھ کر کشان کشان بیرون شہر پھینک دو تاکہ کوے کتے اُس کی نعش کو کھا جائین یہ سائل اس تماشے کو دیکھ کر نہایت حیران ہوا کہ اِس بزرگ کے ساتھ یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے اور مجھ سے جھوٹا وعدہ کیون کیا آخر سوچا کہ مردون کا وعدہ خلاف نہین ہوتا۔ اس سر بے تن سے جا کر سوال کیا کہ آج کا وعدہ تھا اب جواب عنایت ہو۔ اَلْكَرِیْمُ إِذَا وَعَدَ وَفَا۔ اس سر مین سے آواز آئی کہ میان صاحب تمہارے سوال کا یہی تو جواب ہے جو تم نے تماشا دیکھا ہمارے اوپر سرکار کی بڑی عنایت اور ہمارے ساتھ نہایت محبت اور بڑا پیار تھا لیکن ساری عمر نہ پیٹ بھر کے کھانا ملا نہ پہننے کو کپڑا نصیب ہوا ہمیشہ لنگوٹی باندھی اور بھاڑ جھونکا زندگی کی یہ صورت تھی موت کی کیفیت تم نے خود ہی دیکھ لی کہ کیا عمدہ گت ہوئی نہ گور ملی نہ کفن میسر ہوا سر کہان دھڑ کہان عمر بھر کبھی غسل کرنا نصیب نہوا نماز و روزہ سے ہمیشہ محروم رہے آخر غسل میت اور نماز جنازہ بھی ہاتھ نہ آئی باقی رہا ایمان اور عاقبت بخیر اس کا بھی پتہ نہ ملا نہ کوئی حساب کتاب کا فرشتہ آیا نہ کسی نے مردودیت و مقبولیت کی خبر دی اشعار حضرت علیؓ

رَضِیْتُ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لِیْ — وَفَوَّضْتُ أَمْرِیْ إِلَی خَالِقِیْ

کَذَا یُحْسِنُ اللّٰہُ فِی مَا بَقیٰ	لَقَدْ احسن اللّٰہُ فِی مَا مَضیٰ

الغرض اہل محبت وعشق کے ساتھ تو یہ سلوک ہوتا ہے جو کہ بیان کیا گیا پس اگر تم کو مانگنا ہے تو مراتب مین سے کوئی مرتبہ مثل ولایت و غوثیت وقطبیت وغیرہ مانگ لو مزے مین رہو گے محبت کا نام کبھی بھول کر بھی نہ لینا ؎ عشق را ہرگز نہ شاید ناتوان مرد کامل باید و آن پہلوان ٭ پہلوان باید درین راہ شگرف ٭ پختہ دان راگنگ باید شد زحرف ٭ یہ سن کر اُس بزرگ کی آنکھیں کھلین اور دل مین کہا کہ بھلا جب دینے والے کو کچھ دینا منظور ہوتا ہے تو کہین پوچھ پوچھ کے دیا کرتا ہے مین تو کچھ نہین مانگتا جو اس کو دینا منظور ہوگا بے درخواست عطا کرے گا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے اور جناب باری مین عرض کی کہ الٰہی کہ تیرے دوست خاص کا طلبگار ہون حکم ہوا کہ اے موسیٰ تجھ سے زیادہ خاص دوست کون ہوگا۔ دوبارہ سہ بارہ یہی عرض کیا تو حکم ہوا کہ جاؤ فلان پہاڑ مین ہمارا خاص دوست تم کو ملے گا آپ پہاڑ مین پہنچے ایک شخص نظر آیا تمام بدن جزام سے گل سڑ گیا تھا اور بدبو کے مارے دماغ پھٹا جاتا تھا حضرت موسیٰ کو نفرت ہوئی واپس چلے اس شخص نے پکارا موسیٰ آئیے تو ایسی گرمجوشی و محبت سے اور بھاگے ایسی سردمہری و نفرت سے ؎

وا رو ن کہین دیہہ کو کہ جس لکھنا ہین رام	رام نام سے کشٹ بھلے جو ٹپ ٹپکے جام

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معلوم کیا کہ وہ ہی شخص ہے ملاقات کی اور پوچھا کہ تم ایسے دوست خدا اور تمہارا یہ حال! کہا کہ حضرت عاشقون کا یہ حال ہوتا ہے اور ہم اسی مین خوش ہیں ع راضی ہم اسی مین جس مین تیری رضا ہے ٭ پھر پوچھا کہ آپ کو کچھ طلب بھی ہے کہا کہ دو چیزون کی آرزو تھی سو ایک تو حاصل ہو گئی یعنے آپ کی ملاقات دوسری یہ ہے کہ ہم کو کہین سے لا کر پانی پلا دو حضرت موسیٰ علیہ السلام پانی کی تلاش میں گئے بعد مین ایک شیر آیا اور اُس فقیر کو پھاڑ ڈالا آپ پانی لے کر آئے تو یہ حال دیکھا بہت افسوس کیا اور اُس کو دفن کر دیا بعد فراغت کوہ طور پر پہنچے اور درخواست کی کہ یہ کیا بھید تھا حکم ہوا کہ اس شخص نے

دو خطائین کین اول یہ کہ ہمارے عشق کا دم بھرا اور غیر کی طلب کی دوسرے یہ کہ ہمارے پاس کیا سر و پانی نہ تھا جو تم سے مانگا اگر ہم سے کہتا تو اسی دم دریا بہا دیتے وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ۔ اور نہین یقین لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہین

تا رہبرست عادت خویش	مردود و منافقی نہ درویش
غیر را اگر در دولت جائے بود	عشق نبود ہر زہ سودائے بود

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب موحد مقام توحید مین پہنچتا ہے تو وہان نہ موحد رہتا ہے۔ توحید نہ واحد نہ بسیار نہ خودی نہ خدا نہ عابد نہ معبود نہ ہستی نہ نیستی نہ ذات نہ صفات نہ جبرئیل نہ قرآن نہ ولی نہ ولایت نہ صفت نہ موصوف نہ اسم نہ مسمیٰ نہ اول نہ آخر نہ ظاہر نہ باطن نہ بہشت نہ دوزخ نہ روشنی نہ تاریکی نہ نفی نہ اثبات نہ آسمان نہ زمین نہ منزل نہ مقام نہ طلب نہ طالب نہ مطلوب نہ عشق نہ عاشق نہ معشوق نہ آدم نہ ابلیس نہ کفر نہ اسلام نہ کافر نہ مسلمان نہ مومن نہ ایمان نہ حلال نہ حرام نہ وجود نہ عدم اَلتَّوْحِيْدُ تَرْكُ التَّوْحِيْدِ فِي التَّوْحِيْدِ۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہ کلام حضرت کا درست ہے مگر اس مقام مین حضرت ٹھیرے نہیں چنانچہ نقل ہے کہ ایک بار حضرت غوث الاعظم پر ایک نور عظیم متجلی ہوا اس مین سے ندا آئی کہ اے عبدالقادر ہم نے تجھ کو نماز معاف کی چونکہ صاحب فضل و کمال تھے سمجھ گئے کہ شیطان کا فریب ہے فوراً لاحول پڑھی وہ نور غائب ہو گیا اور شیطان نے مجسم ہو کر کہا کہ تم خوب بچے ورنہ مین نے بڑے بڑون کو غارت کر دیا ہے اگر حضرت اس وقت شان جلال و جمال مین تمیز نہ فرماتے اور اس کا کہنا مان لیتے تو موحد ہو جاتے لیکن بڑے ہوشیار تھے بچ گئے شیخ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا علم راہ نما ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مولوی صاحب طالب علمون کو حدیث کا درس دے رہے تھے اس وقت یہ حدیث پڑھی گئی عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى سَعْدِ ابْنِ مُعَاذٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ فَلَمَّا صَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم وَوُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَسُوِّيَ عَلَيْهِ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم فَسَبَّحْنَا طَوِيْلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ

قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰی فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ رَوَاهُ احمد وعن ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم هٰذَا الَّذِیْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَشَهِدَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلٰئِکَةِ لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ رَوَاهُ النَّسَائِیْ انتھی۔ یعنی فرمایا ہے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نکلے ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ طرف سعد بن معاذ انصاری کہ جب کہ فوت ہوے پس پڑھی آپ نے اُن پر نماز جنازہ اور رکھا قبر مین اور دفن کیا تو آپ نے تسبیح پڑھی یعنے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ۔ پس ہم نے بھی تسبیح کہی دراز پھر آپ نے تکبیر کہی یعنی اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ پس ہم نے بھی تکبیر کہی پس بعض صحابیوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیوں آپ نے اول تسبیح کہی، ور بعد مین تکبیر کہ تحقیق تنگ ہوئی تھی اس بندۂ صالح پر قبر اس کی حتیٰ کہ کشادہ کیا اللہ نے قبر اس کی کو روایت کیا ہے اس حدیث کو احمد نے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہین کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ یہ سعد بن معاذ ایسا شخص تھا کہ جنبش مین آیا عرش کھل گئے دروازے آسمانون کے اور ستر ہزار فرشتے واسطے نماز جنازہ کے حاضر ہوے تحقیق دبا لیا قبر نے جو حق دبانے کا تھا پھر فراخ ہوئی روایت کیا ہے اس حدیث کو نسائی نے۔ اس حدیث شریف کو بیان فرما کر مولوی صاحب رونے لگے کہ بڑے خوف کا مقام ہے جب رسول خدا کے صحابی کا یہ حال ہو تو عوام امت کا کیا ٹھکانا ہے مین نے عرض کیا کہ جناب مولوی صاحب یہ تو رونے کا محل نہین بلکہ بڑی خوشی کا مقام ہے۔ اس خبر بہجت اثر سے ارباب فہم کو نہایت عمدہ نصیحت حاصل ہوتی ہے یہ جائے غور ہے کہ حضرت سعد ابن معاذ انصاری ایسے ذی رتبہ اور بزرگ صحابی کہ اُن کے جنازہ کی نماز رسول خدا نے پڑھی ان کے لئے عرش کو جنبش ہوئی آسمانون کے دروازے کشادہ ہوگئے۔ ستر ہزار فرشتون نے نماز جنازہ پڑھی پھر کیا سبب تھا کہ اُن کی قبر تنگ ہوگئی ظاہر ہے کہ اُن کو حضرت رسالت پناہ صلعم کی شفقت وعنایت پر ناز تھا اپنی مغفرت ونجات کا ذریعہ رسول خدا کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ ہمارے ہادی وشفیع تا بہ دفن ہمارے ساتھ ہین پس یہی خیال

نہو گا تین بار درخواست کی اور یہی جواب ملا آخر حکم ہوا کہ اچھا اُس زمانہ مین رسول علیہ السلام کی
کی یہ عادت تھی کہ جب کسی لڑائی پر جاتے تو دو صحابیون کے درمیان بنائے اُخوت فرماتے یعنی
دینی بھائی بناتے ایک صحابی کو لڑائی مین اپنے ہمراہ لے جاتے اور دوسرے صحابی کو گھر مین
چھوڑ جاتے تاکہ وہ اپنے اور اپنے دینی بھائی کے گھر کی خبر گیری کرتا رہے۔ غزوہ تبوک
مین درمیان ثعلبہ انصاری اور سعید بن عبدالرحمن کے بھائی چارہ ہوا سعید بن عبدالرحمن
تو لڑائی مین گیا اور ثعلبہ کو گھر مین چھوڑا ایک روز ثعلبہ نے اپنے بھائی کی بیوی کی
آواز خوش الحانی سُنی تو عاشق ہو گیا دوسرے روز بے تحاشا بارادہ فاسد
اپنے بھائی کے گھر مین چلا گیا۔ اس پاک دامن بیوی نے کہا کہ اے ثعلب تجھ کو کیا
ہوا خدا اور رسول سے شرم نہین کرتا۔ کہ اپنے بھائی کے گھر مین جو رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑائی مین ہے فاسد ارادہ سے آیا خدا ورسول کو
کیا جواب دے گا۔ اتنی بات کے سنتے ہی خوف خدا اس کے دل پر غالب ہوا
اور نعرہ مار کر آہ وزاری جنگل کی راہ لی یہان تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
واپس تشریف لائے۔ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب قافلہ تجارت یا لشکر فتح پیکر
واپس آتا تو دوست و یگانے اپنے دوست و یگانون کے استقبال کے لئے جاتے اور
اُس قافلہ یا لشکر کو بعزت و اکرام خوشی کے نعرہ مارتے ہوئے لاتے۔ سب آدمیون نے
اپنے یگانون کا استقبال کیا ان کی ملاقات سے مسرور ہوئے لیکن سعید بن عبدالرحمن
اپنے دینی بھائی ثعلبہ انصاری کا منتظر رہا اور بہت افسوس کیا کہ خدا خیر کرے بھائی
ثعلبہ کیون نہین آیا آخر گھر پہنچے اور بیوی سے ثعلبہ کی خبر پوچھی اس نیک بخت نے
تمام قصہ بیان کیا حال سن کر ان کو نہایت رنج و قلق ہوا کہ ہائے میرے بھائی
کو کیا ہو گیا القصہ اس کی جستجو مین جنگل کی راہ لی ڈھونڈھتے ڈھونڈتے دیکھا
کیا ہے کہ ایک صحرا مین نعرے مارتا اور روتا پھرتا ہے۔ سعید نے کہا بھائی ثعلبہ
تجھ کو کیا ہوا چل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہان تیری
تقصیر معاف ہو جائے گی۔ ثعلبہ نے کہا کہ اچھا میرے ہاتھ باندھ اور گردن مین

رسّی ڈال کر چلے چل۔ اسی حیثیت سے سعید ان کو مدینہ منورہ میں لایا اول حضرت ابوبکرؓ کے گھر گیا پھر حضرت عمرؓ کے گھر پھر حضرت عثمانؓ کے گھر پھر حضرت علیؓ کے گھر گیا اور کہا کہ کوئی میری نجات کی صورت بھی ہے؟ چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ تم نے گناہ عظیم کیا ہے ہمارے سامنے سے چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ تمہارے سبب سے ہم کسی آفت میں گرفتار ہو جائین آخر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بحالت زار پہنچے اور اپنا حال پر ملال اور کیفیت ناگفتنی گذارش کر کے طالب شفاعت و مغفرت ہوئے۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے لئے کوئی صورت بخشش کی نہین یہان سے نکل جا ایسا نہ ہو کہ ہمارے شہر پر غضب الہی نازل ہو ؎ بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد۔ آخر الامر تمام و سائل سے مایوس ہو کر پھر جنگل کی راہ لی اور جناب الہی مین نعرہ مار کر فریاد کرنے لگے۔ کہ الہی تیرے محبوب پر بھروسہ تھا انہون نے شہر سے باہر نکال دیا۔ اب تیرا در چھوڑ کر کہاں جاؤں ؎ راندۂ عالمم و سوئے تو مے آیم باز۔ سخر دکا عذر باطل شدہ را کہ عذر ساز۔ جب کہ ان کا درد دلی حد سے زیادہ بڑھا۔ اور سب طرف سے تعلق توڑا بجز خدا کے کسی کا بھروسہ باقی نہ رہا دل سوختہ کو یکسوئی حاصل ہوئی تو دریائے رحمت کاملہ نے جوش مارا اور ایک ندا عالم غیب سے اُس کے گوش جان مین وارد ہوئی کہ اے بندۂ عاصی میری رحمت سے ناامید نہ ہو میں مالک ہون جو چاہتا ہون سو کرتا ہون لیکن تو نے یہ بڑی بے وقوفی کی جو اپنے گناہ پر ایسے اولوالعزم رسولؐ کو گواہ کر سیا یا تو واقف تھا یا ہم دوسرے کو کیون مطلع کیا ہمارے سوا غفور الرحیم کون ہے ؎

باز آ باز آ ہر آن چہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

یہان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت استغفار نازل ہوئی۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَاۤؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ اور لوگ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ
یا برا کریں اپنے حق مین تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگین اپنے گناہوں کی اور کون ہے
گناہ بخشنا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اڑ نہ رہیں اپنے کئے پر جانتے۔ ان کی جزا بخشش ان
کے رب کی اور باغ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہ پڑے ان مین اور خوب مزدوری ہے کام
کرنے والوں کی یعنی ہم نے اس کا گناہ معاف کیا بلاؤ اس کو اور یہ خوشخبری سنا دو۔ اس
آیت کے نازل ہوتے ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی
کو بھیجا کہ ثعلبہ فلان درخت کے تلے رات کے وقت فریاد کیا کرتا ہے وہان سے ڈھونڈ
لاؤ۔ دونو صاحب ان کی تلاش کو چلے اور عشا کے وقت اس درخت کے تلے فریاد کرتے پایا
دونون صاحبون نے بآواز بلند فرمایا کہ مبارک مبارک تمہاری خطا معاف ہوگئی چلو رسول خدا
صلعم نے تم کو بلایا ہے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آیت مغفرت
نازل فرمائی ہے یہ سنکر ہمراہ ہوئے مسجد نبوی میں آئے اس وقت نماز عشا ہو رہی تھی اور
سورۂ تکاثر شروع۔ تینون صاحب شامل ہوئے پہلی آیت مین ثعلبہ نے نعرہ مارا کہ تمام جماعت
پر ایک اثر ظاہر ہوا دوسری آیت مین بیہوش اور تیسری آیت سنکر جان بحق ہوئے ان کے جنازہ
کے ساتھ فرشتوں کی یہ کثرت تھی کہ آنحضرت پنجون کے بل چلتے تھے ثعلبہ کے ایک بیٹی تھی
وہ رو رو کر کہنے لگی اب مین باپ کس کو کہون گی آپ نے فرمایا کہ مین تیرا باپ ہون اور فاطمہؓ
تیری بہن ہے تو کچھ غم نہ کر غرض بُرے وقت میں خدا کے سوا کوئی ساتھی نہیں پھر کیون نا ہم
غیر اللہ کی طرف متوجہ ہون اور وسیلہ و واسطہ ڈھونڈین۔
ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک شہر میں پہنچے دیکھا کہ ایک بڑھیا ضعیف
لکڑیون کا گٹھا سر پر رکھے چلا آتا ہے اس حال زار پر رحم آیا نام دریافت فرمایا کہا سلیمان۔
حضرت کو خیال آیا کہ سبحان اللہ ایک مین سلیمان ہون کہ تمام ملک زیر نگین ہے اور ایک یہ سلیمان ہے
کہ پیری مین ایسی سخت مصیبت جھیلتا ہے۔ فوراً اپنے تاج مین سے ایک لعل اس کو حوالے کیا
اور کہا کہ لے لے تجھے بلکہ تیری اولاد کو بھی کفایت کریگا مناسب ہے کہ آیندہ اس محنت کو چھوڑ دے
اور آرام سے بسر کر بڈھے نے لکڑیون کا بار سر سے پھینک دیا اور لعل کو لے کر شاد و خرم گھر کو چلا بار بار لعل کو

دیکھتا اور حیران ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا قدر و قیمت اس سنگریزہ کو عطا کی ہے یکایک ایک
چیل نے اس کو گوشت سمجھ کر جھپٹا مارا اور صاف لے اُڑی بڈھا بیچارہ ہاتھ ملتا رہ گیا اب
یہ فکر پڑی کہ آج زن و فرزند کو کیا کھلاؤں گا ناچار چلو پھر اپنے گٹھے کو سنبھالوں اور بیچ کر سب کے پیٹ
پالوں وہاں جا کر دیکھا تو گٹھا بھی کوئی اٹھا لے گیا تھا ناچار شرم کے مارے رات جنگل ہی
میں کاٹی صبح دم پھر لکڑیاں چننے لگا اتنے میں حضرت سلیمان کی سواری آئی سوچے کہ یہ حریص
بڈھا اب بھی اپنی معمولی مشقت میں مصروف ہے دریافت کیا تو اس نے قصہ سنایا
حضرت کو پھر رحم آیا اور دوسرا لعل عنایت کیا آج بڈھے نے نہایت احتیاط سے
مٹھی بند کر گھر کی راہ لی رستہ میں ایک ندی تھی جب منجدھار میں پہنچا تو پاؤں اکھڑ گئے
دو چار ایسی ڈبکیاں کھائیں کہ ڈوبتے بچا اور لعل ہاتھ سے نکل گیا پھر حسرت و افسوس
کے ساتھ واپس گیا اور لکڑیاں چننے لگا حضرت سلیمان کے لشکر کا کوچ ہوا تو پھر
دیکھا وہی بدقسمت بڈھا لکڑیوں کا [illegible] ارہ اندھے چلا جاتا ہے پھر طلب فرمایا اور
حال پوچھا اس نے کیفیت واقعہ عرض کی اور کہا کہ آج تیسرا دن ہے خدا جانے زن
و فرزند پر کیا گذری ہوگی حضرت کو نہایت ہی رحم آیا اور تیسرا لعل جو نہایت ہی گران بہا
تھا اس کو دیا [illegible] ایک سوار
[illegible] کر قریب
آیا اور بگڑی [illegible] بڈھا روتا پیٹتا حضرت
سلیمان کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ اے پیغمبر خدا [illegible] میری راہ کھوٹی کی خدا نے
جو کچھ میرے نصیب میں لکھا تھا میں اسی پر راضی تھا [illegible] مجھے فقر سے نجات
ہو سو یہ بات خدا کو منظور نہ تھی آپ کے [illegible] کے عوض میں مجھے
اور میرے بال بچوں کو [illegible] جب خدا ہی چاہے
غرض بڈھا بدستور لکڑیاں لاتا اور بیچتا [illegible] اتفاقاً حضرت سلیمان کی انگشتری گم ہو گئی
ماہی گیر کے گھر جا کر رہے جب دوبارہ تخت سلطنت ملا اور لشکر کا گزر اس لکڑہارے کی بستی
میں ہوا تو آدمی بھیج کر اس کو طلب فرمایا اس نے جواب دیا کہ اب تو بغیر سواری

کے ایک قدم بھی نہیں چل سکتا حضرت کو تعجب ہوا سواری بھیجکر بلوایا اور حال دریافت کیا اس نے عرض کیا کہ جب آپ کے دیئے ہوئے لعل گم ہو گئے اور میری آس ٹوٹ گئی تو مین نے بے اختیار خداوند کریم کی جناب میں گریہ وزاری شروع کی کہ خدایا تیرے نبی نے بہت کوشش کی مگر تو نے نہ چاہا تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اب سوائے تیرے کسی کا آسرا نہیں تو ہی اپنے خزانہ غیب سے وہ کھوئے ہوئے لعل عنایت کر اتفاقاً ایک دن حسب عادت لکڑیاں توڑنے کو درخت پر چڑھا وہان چیل کا گھونسلہ تھا دیکھا تو وہی تینون لعل رکھے ہین ان کو پاکر اب مین امیر کبیر بن گیا۔ جب تک سلیمان علیہ السلام پر بھروسہ تھا تو محروم رہا جب خدا کی طرف خلوص دل سے متوجہ ہوا تو مالا مال ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جبکہ آپ کی عمر بارہ برس کی تھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کے دل مین کس کی محبت ہے فرمایا کہ تمہاری پھر پوچھا کہ بھائی حسینؓ کی فرمایا کہ اُن کی بھی پھر پوچھا کہ اماں جان کی فرمایا کہ ہاں انکی بھی پھر پوچھا کہ نانا جان کی فرمایا کہ ہاں ان کی بھی پھر پوچھا کہ اللہ میاں کی فرمایا کہ ہاں ان کی بھی تب حضرت امام حسنؓ بولے کہ ابا جان آپ کا دل ہے یا کوئی مسافر خانہ ہے دل مین تو صرف ایک کی محبت رہ سکتی ہے نہ ہزارون کی حضرت علیؓ نے ان کو چھاتی سے لگایا اور فرمایا کہ بیٹا تم سچ کہتے ہو محبت تو ایک ہی کی رہے گی سبحان اللہ جب بچپن میں یہ سمجھ تھی تو بڑے ہو کر کیا کیفیت ہوئی ہوگی سچ ہے ؎ بچہ بط اگر چہ بیضہ بود ؞ آب دریاش تا بسینہ بود ؞

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن کو جو تعلیم فرمائی ہے ہم کو نہایت ہی پسند ہے۔ وہو ہذا۔ یَا وَلَدِیْ فِکْرُکَ فِیْکَ یَکْفِیْکَ دَاءُکَ وَدَوَاءُکَ فِیْکَ لَیْسَ شَیْءٌ خَارِجًا مِنْکَ اَنْتَ اُمُّ الْکِتَابِ یَاوَلَدِیْ اَنْتَ جِسْمٌ صَغِیْرٌ وَفِیْکَ عَالَمٌ اَکْبَرُ۔

ترجمہ اے میرے فرزند تیرا فکر تجھ مین تیرے لئے کافی ہے تیرا درد اور تیری دوا تجھ مین ہے کوئی تجھ سے باہر نہین تو ام الکتاب ہے اے میرے فرزند تو ایک چھوٹا جسم ہے

اور تیرے اندر ایک بڑا جہان ہے۔

تو بمعنی جان جملہ عالمے ؞ ہر دو عالم خود توئی منگر دمے

درحقیقت خود توئی ام الکتاب — خود زخود آیات خود را بازیاب
صورت نقش الٰہی خود توئی — عارف اشیا کما ہی خود توئی
آنچہ مطلوب جہان شد در جہان — ہم توئی وباز جو از خود نشان
ہم ملک ہم نہ فلک بشناختے — گر گمت خویشتن رہ یافتے

ایک روز ارشاد ہوا کہ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ اس کے معنی یہ ہین کہ ایمان ایک تیسری چیز ہے درمیان خوف اور رجا کہ یعنے نہ تو خوف ایمان ہے نہ رجا بلکہ ان کا وسط ایمان ہے اور قلندر صاحب فرماتے ہین ؎ آب رحمت چیست گویا انہمہ ٭ مرد عارف کیست بے باک از ہمہ ٭ اور یہ مرتبہ اولیا اللہ کا ہے کما قال اللہ تعالیٰ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ یعنی سن رکھ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق اولیاء اللہ نہ خوف ہے ان پر اور نہ وہ غم کھاوین اور حضرت شمس تبریز نے رسالہ مرغوب القلوب مین فرمایا ہے ؎

لباس زہد تقویٰ تا نپوشی — شراب معرفت را کے تو نوشی
سخن در معرفت چون رفت اکنون — برون آرم ز دریا در مکنون
میان کفر و ایمان راہ فقر است — ازان رہ دور بودن ہم کفر است
نشاید خوف غالب نے رجا را — میان ہر دو باید بود ما را ٭

ایک روز گفتگوے توحید شروع ہوئی دریاے معرفت پر خروش اور بحر حقیقت کا جوش تھا ارشاد ہوا کہ میاں سچ پوچھو تو توحید کہنی شرک ہے ایک یا احد تو محدود و معدود ہے اور وہ ذات بے نہایت و بے غایت حد و حصر اور عدد و شمار سے پاک و منزہ ہے پس ایک کہنا بھی درست نہین اور اگر یہ کہو کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کیون فرمایا اس کا حال یہ ہے کہ کہنے اور کلام کرنے کے واسطے اَحَدٌ سے بہتر کوئی لفظ نہین ہے اگر سب کو چھوڑ چھاڑ کر آدمی ایک کے سر ہو رہے تو سبحان اللہ اور اگر ایک سے بھی پاک و صاف ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنے ہین چنانچہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے کہ نانا ترہ فقیر شیاتی جن سے نہ بہت گروہ گئے تھے منجملہ ان کے ایک عورت بھی بھوجن تھی اتفاقاً جب پڑتا سسرال مین

آئی تو وہان کوٹنے کا اتفاق پڑا ہاتون میں تھیں چوڑیان ان کی جھنکار سے بہت شرم آئی کہ سسرال کے مرد سنتے ہیں یہہ سوچکر ایک ایک چوڑی توڑ دی پھر بھی آواز قائم رہی ایک ایک اور توڑی آخرکار سب کو توڑ چھوڑکر صرف ایک ایک چوڑی دونون ہاتھون مین رہنے دی اس وقت وہ آواز بالکل بند ہوگئی۔ فقیر شنیاسی نے اس کیفیت سے توحید کی تعلیم پائی اور اس عورت کو اپنا گرو مانا لیکن ہمارے نزدیک تو اگر یہ ایک بھی توڑ دی جاے تو بالکل بکھیڑا پاک ہے اَلتَّوحِیدُ تَرکُ التَّوحِیدِ فِی التَّوحِید ۵

نیستم من ہر چہ ہستی بس توئی ۔۔۔ چون یکے نبود کجا باشد دوئی

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ فرعون کی ایک عزیز چیز گم ہوگئی تھی اپنے ہزار غلامون کو حکم دیا کہ تم مین سے جو کوئی ڈھونڈ لائے گا ہزار دینار انعام اور خلعت پاوے گا اور آزاد بھی کیا جاوے گا سب نے کوشش کی بڑی جستجو کے بعد وہ چیز ایک غلام کو ملی سب غلام فرعون کے سامنے حاضر ہوئے جس نے وہ چیز پائی تھی نہایت شاد و خندان تھا باقی مایوسی کی حالت مین کھڑے تھے فرعون نے پوچھا کہ یہہ لوگ ملول اور افسردہ کیون ہین ہامان نے جو وزیر تھا کہا کہ حضور یہ وہ لوگ ہین کہ طلب مین تو برابر تھے مگر یافت مین ناکام رہے بادشاہ نے کہا چاہئے انہی کو انعام دے کر آزاد کردو وہ غلام جس نے چیز پائی تھی بولا کہ حضور مجھ مین اور ان سب مین فرق کیا رہا فرعون نے کہا یہ کہ ہمارے نزدیک تو کچھ فرق نہین غلامی مین سب تمہارے ہم رتبہ طلب مین برابر چیز چونکہ ایک تھی اس لئے ایک ہی کو ملی [illegible] یہ فرق [illegible] دیتے ہین یہ کہکر اس چیز کو زمین پر [illegible] مارا اور چور چور کردیا۔ [illegible] تم سب برابر ہوگئے نہ کچھ اس کے ٹوٹ جانے سے ہمارا نقصان تھا نہ پانے سے کچھ فائدہ ہوا۔

عجب دریا است [illegible] ۔۔۔ [illegible]

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سلطان محمود کے پاس ایک جام بیش بہا تھا [illegible] کو حکم دیا کہ اس کو توڑ دو سب نے عذر کیا کہ حضور ایسی چیز کو توڑنا مناسب نہین ایاز کو اشارہ کیا اس نے بے تامل چور کردیا اہل دربار نے اس کو ملامت کی کہ [illegible] نے ضائع کردی

گفت فرمان برون [illegible] ۔۔۔ [illegible]

من نیم جز بندۂ فرمان شاہ		تو سوئے جام افگندی نگاہ

لیکن ہم کو یہ بھید نہین کھلتا کہ نافرمان کون ہے اور فرمانبردار کون یُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ تَشَاءُ ؎ مستغنی از طاعتش پست کس ٭ نہ برحرف او جائے انگشت کس ٭

ایک روز ارشاد ہوا کہ نواب لکھنؤ کا ایک دوست تھا جو ان کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک دن نواب نے کہا کہ اگر کوئی عہدۂ جلیلہ یا منصب چکلہ داری وغیرہ چاہیے تو تم علی نقی خاں سے جاکر ملو کیونکہ اہل مناصب و مراتب کے تقرر وغیرہ کا اختیار ہم نے اس کو دے رکھا ہے وہ وزیر ہے اور اس قسم کے کام وزیر ہی سے تعلق رکھتے ہیں اور اگر ہمارے پاس پڑے رہوگے تو خیر یہاں صرف دوستی ہی دوستی ہے اور کچھ فائدہ حاصل ہونا معلوم۔ اس شخص نے جواب دیا کہ حضور میں کوئی جاہ و منصب علی نقی خاں کی وساطت اور توسل سے نہین چاہتا مجھ کو وزیر کی اطاعت منظور نہیں آپکے دربار میں بیکار پڑا رہنا ہی منظور ہے کیونکہ آپ کا قرب آپکی صحبت پھر کہاں میسر ہوگی نواب نے فرمایا کہ اچھا تمہاری خوشی علی نقی خاں کو یہ بات ناگوار گذری اور چاہا کہ اس شخص کو نواب کے دربار سے نکلوا دے نواب بھی قرینے سے وزیر کے تیور پہچان گیا۔ کہلا بھیجا کہ یہ تمہارا ماتحت نہیں تم سے کسی منصب و مرتبہ کا طالب نہیں خاص ہماری صحبت کا آرزومند ہے یہ تمہارے نکالنے سے نہیں نکل سکتا تمہارے اختیارات ملازمان ملک پر ہین ہمارے خاص آدمیون کے معاملہ میں تم کو کیا دخل۔ اگر اس کی نسبت پھر ایسا خیال کروگے تو تمہارے واسطے اچھا نہ ہوگا۔ **راقم** سچ تو ہے جو جس کا ہو جاتا ہے وہ اس کا ہو رہتا ہے۔ کَمَا قَالَ اللّٰهُ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ **ترجمہ** اور مت ہانک دے ان لوگوں کو کہ پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو صبح اور شام چاہتے ہیں منھ اس کا نہیں ہے تیرے حساب ان کے سے کچھ اور نہ حساب تیرے سے اوپر ان کے کچھ پس ہانک دے ان کو پس ہو جاوے تو ظالموں میں سے۔ دانشمند آدمی اس میں سے بہت سے مقاصد و مطالب نکال سکتے ہیں حاجت بیان نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ کلکتہ کے نواح مین ایک بزرگ تھے بارہ بیگہ زمین ان کی وجہ معاش تھی جب کہ بندوبست اراضی شروع ہوا تو حاکم نے اس زمین کی ضبطی کا حکم نافذ کیا فقیر صاحب

نے بہت واویلہ کی مگر کسی نے نہ سنی تب حاکم کے لئے بددعا کی وہ مرگیا دوسرا حاکم آیا تو
اس کے سامنے اپنا رونا رویا اس نے بھی کچھ نہ سنا جو حکم ہو چکا تھا وہی بحال رہا اس کے
واسطے بھی تیر دعا لگایا وہ بھی مرگیا تیسرا حاکم آیا وہ بھی اسی طرح بددعائے فقیر کا شکار ہوا جب
چوتھے حاکم کو کرسی حکومت ملی تو اس نے فہم و فراست سے معلوم کیا کہ جو حاکم آتا ہے وہ مرجاتا
ہے کچھ اس کا سبب پوچھا تو کسی نے تمام حال فقیر کا سنا دیا تب حاکم نے فقیر کو بلایا اور کہا کہ سنو صاحب
جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا میں اس حکم ضبطی کو منسوخ نہیں کرسکتا لیکن تم صبر کرو میں یہ وعدہ کرتا
ہوں کہ اتنے عرصہ میں تمہارے لئے معافی زمین کی سند منگا دوں گا اس وعدہ سے فقیر کو تسلی ہوگئی
حاکم نے حسب وعدہ منجانب سرکار سند بنام فقیر منگائی اور چاہا کہ اس کے حوالہ کی اور کہا اپنی زمین
کی سند لیجئے لیکن مجھکو اس بات کا جواب دیجئے کہ یہ تین خون جو بارہ بیگہ زمین کے واسطے آپ نے کئے یہ
کس کے سر ہوئے گو عدالت ظاہری اس کا مواخذہ نہ کرے لیکن خدائے غیب داں کے سامنے تو اس
کی بازپرس ضرور ہوگی اور آپ تو فقیر خدا پرست ہیں خدا پر توکل نہ ہو سکا کیا اسی بارہ بیگہ زمین کو اپنا رزاق
سمجھے ہو جس کے واسطے مخلوق خدا میں سے تین آدمیوں کو غارت کردیا اس وقت فقیر کی آنکھیں کھلیں
رونے لگا اور بولا کہ صاحب بہت بڑی خطا ہوئی کہ ہم نے خدا کو بھول کر اس زمین پر نظر رکھی اور
درحقیقت تم تو ہمارے مرشد و رہنما ہی نکلے کہ ہم کو خواب غفلت سے بیدار کردیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ دنیا بھی شیخ چلی کا گھر ہے جب بوجھ سر سے پھینک دیا پھر کچھ بھی نہیں
شیخ چلی سے ایک شخص نے کہا کہ تیل کا مٹکا میرے گھر پہنچا دے تو میں تجھ کو ایک ٹکہ دوں گا اس نے
کہا کہ بہت اچھا مٹکا سر پر رکھا اور چلا راستہ میں خیال آیا کہ اس ٹکہ کی مرغی لوں گا وہ انڈے
بچے دے گی ان کو بیچکر ایک عمدہ نسل کی بکری خرید دوں گا جو ایکبار میں دو دو تین تین بچے دیگی چند روز
میں بکریوں کا ایک ریوڑ میرے پاس ہو جائے گا اس وقت بکریاں بیچکر ایک گائے نہایت اچھی خریدوں گا
جو بہت سا دودھ دیگی اور ہر سال بیائے گی کچھ عرصہ میں گائے بکریوں کی میرے گھر میں افراط ہو
جاوے گی اس وقت ایک امیر اور خوشحال آدمی بنجاؤں گا اس وقت شادی کروں گا پھر میرے بیٹا ہوگا
پھر وہ چلنے پھرنے باتیں کرنے لگے گا جب میں باہر سے آیا کروں گا تو وہ پکارے گا ابا جان
ابا جان ہمارے لیے کیا لائے اس وقت میں خفا ہو کر کہوں گا دور ہو یہ کہنا تھا کہ تیل کا مٹکا سر سے

گر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اب شیخ چلی ہیں کہ رو رہے ہیں مٹکے کے مالک نے کہا ارے یہ کیا کیا میرا تیل کا مٹکا کیوں پھوڑا۔ خفا ہو کر بولا کہ واہ صاحب تم کو اپنے مٹکے کی فکر ہے میرا تو سارا بنا بنایا گھر بگڑ گیا ؎ اسی مصحفی میں رؤوں کیا پچھلی صحبتوں کو، بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں ٭ اگر اس مثل میں غور کرو تو عرفان بھی ختم ہے وہ ٹکا شیخ چلی کا نام خدا ہے جو تعلیم شیخ سے حاصل ہوتا ہے اس کی بدولت تمام انڈے بچے گائے بکری پیدا ہوتے ہیں یعنے سالک راہ کو منازل و مقامات اور کشف و کرامات ذکر و فکر ذوق و شوق سوز و گداز علم و انکشاف کیفیت و حالت یہ سب امور پیش آتے ہیں انجام کار جہان مٹکا پھوٹا یہ سب بکھیڑا تمام ہوا ؎

انت پھوٹ سب مانٹی ہوئی لینا ایک نہ دینا دوئی

ایک روز حکیم احتشام الدین کا خط آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میری طبیعت حسنات سے نفور اور سیئات کی طرف راغب ہے کچھ اس کا علاج فرمایا جاوے اس پر ارشاد ہوا کہ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ٭ کبھی دریائے شیریں جوش میں آنکر لہریں مارتا ہے کبھی دریائے شور کی طغیانی طلاطم پیدا کرتی ہے لیکن دونو شانوں میں ظہور ایک ہی ذات پاک کا ہے تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ دسیاہی سفیدی دونوں رنگ سرکاری ہیں جب دہلی میں فوجی قواعد کا کیمپ مقرر ہوا تو نصف فوج کا نام باغی رکھا گیا اور نصف فوج کا نام سرکاری اور دونوں کی باہم جنگ و پیکار ہوئی باغی فوج غالب آئی سرکاری فوج مصنوعی جنگ میں مغلوب ہوگئی باغیوں کی فتح سرکار کی شکست ہوئی لیکن درحقیقت ہر صورت میں سرکار ہی کی فتح تھی کیونکہ باغی کیا اور سرکاری کیا دونو لشکر سرکار کے محکوم اور دونو لوگردں کو سرکار ہی سے رسد و مدد پہنچتی تھی دونو کے حال پر سرکاری الطاف و عنایت برابر تھی نہ باغی گروہ کے واسطے کچھ کمی تھی نہ سرکاری فریق کے لئے کچھ زیادتی ہر دو جانب یکسان معاملہ تھا کوئی جیتے کوئی ہارے نہ سرکار کو شکست کا غم نہ فتح کی خوشی سرکار ان دونوں باتوں سے پاک تھی اور دونو طرف سرکاری کھیل تھا بغاوت و اطاعت حسنات و سیئات خیر و شر دونوں کی تعمیل حکم سرکاری کے مطابق ہو رہی تھی اور دونو ملازم سرکار تھے۔

گردر علمت دخلق وگر معز ولند چون در نگری جملہ بحق مشغولند

در مذہب تست بہ گزینی کردن — اینجا کہ منم جملہ جہان مقبولند

حسنات و سیئات ہدایت وضلالت ایک شان جمال ہے ایک شان جلال ہے
خَیرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تعالیٰ سرکاری حکم کی تعمیل سے کوئی خارج نہین مَاخَلَقتُ
الجِنَّ وَالاِنسَ اِلَّا لِیَعبُدُونِ۔ یعنے نہیں پیدا کیا مین نے جن اور انسان کو مگر
واسطے عبادت کے۔

ہرچہ آید در نظر از خیر و شر — جملہ ذات حق بدان اے بیخبر

ایک روز حاضر خدمت ہوا جناب وقبلہ نے زبان فیض ترجمان سے یہ اشعار
ارشاد فرمائے۔

لَا آدَمَ فِی الکَونِ وَلَا ابلیس — لَا مُلکُ سُلَیمانَ وَلَا بِلقیس
فالکُلُّ عبارۃٌ وَانتَ المَعنیٰ — یَا مَن ھُوَ لِلقُلُوبِ مِقناطیس
آثار و تعینات چون یافت حکے — کثرت ہمہ وحدت ست بے شبہ و شکے
چون نقطۂ صفر شد نہان از قمت — بنگر کہ دہ و صد و ہزار است یکے

ہے ایک جو انگ انیک ہوا ہن ہن سب ہن کا روپ ہے جی
بے مات کوئی سنگ مات لئے مس سب ہی ہیں تدروپ ہے جی
اُلیے کہان چرون چیدہ نندھے میں چیدہ نند دیکھو سب تو رہے جی
کبیر بیگ سے جان لیجے نام روپ تو من کی دوڑ ہے جی

آپ لگانا آپ میں اور آپ ہی ڈھونڈن ہار — اور ہووے تو پائے یہ تو آپ ہی آپ

اس مرتبہ توحید مین عذاب و ثواب یا پاپ پن کچھ باقی نہیں رہتا

گیان دھیان سب ٹھ کیو سمجھا بھی سب سُن — اونچ نیچ انتر نہین نہین پاپ نہیں پن

ایک شخص نے اُس وقت سوال کیا کہ حضرت جب عذاب و ثواب نہیں تو بہشت و دوزخ
کیون ہے فرمایا کہ ہے بھی اور نہیں بھی اگر غیریت ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں
جیسا سمجھوگے ویسا پیش آئے گا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ مجھ کو والدۂ ماجدہ نے خفا ہو کر فرمایا کہ جا یہان سے کالا منہ کر مین نے

کہا کہ بہت اچھا اس زمانہ میں میری دس برس کی عمر تھی چپکے سے چلدیا وطن سے بیس کوس
چل کر ایک مولوی صاحب کے پاس جو کہ ہمارے خاندان سے واقف تھے ٹھیر گیا یہان تمام
بستی میں تلاش ہوئی پتا نہ لگا مہینا بھر کے بعد گھر والون کو خبر ملی کہ فلان مقام پر موجود ہے
چچا صاحب تشریف لائے مین نے کہا کہ صاحب مین تو گھر نہیں جانا یہین پڑھوں گا۔ مولوی
صاحب نے بھی کہا کہ کیا مضایقہ ہے یہ بھی گھر ہے وہ بھی گھر ہے یہان پڑھنے دیجئے غرض
چچا صاحب واپس چلے گئے چندروز کے بعد والدہ صاحبہ نے ایک میراثی بھیجا اور
پیغام دیا کہ اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو بچہ چپکے سے چلے آؤ ورنہ مین خود آن کے تمام رستے
جوتیاں مارتی لاؤں گی جب یہ پیغام وعید پہنچا تو چار و ناچار اس کے ہمراہ ہولئے جب گھر پہنچے
تو خوف کے مارے روبرو نہین جاتے آخر قہر درویش بر جان درویش جی سخت کر کے گئے اور
جھٹ والدہ صاحبہ کے قدمون مین جا گرے اب غصہ تو بھول گئین چھاتی سے لگا کر رونے
لگین اور بہت پیار کیا غرض یہ ہے کہ جب محبت مجازی کی یہ نوبت ہو تو کیا خداوند حقیقی کو اتنی
محبت بھی نہ ہوگی نہیں بلکہ کروڑون درجہ والدین کی محبت سے زیادہ ہے۔ کھلانا پلانا سلانا
جگانا اُٹھانا بٹھانا ہر طرح کی پرورش ہر قسم کی خبر گیری رنگارنگ کی نازبرداری یہ
ہر وقت کون کرتا ہے ؎ اے ترا با ہر دلے راز دگر ٭ ہر گدا را بر درت نازے دگر ٭ در
رباب عشق تارے بیش نیست ٭ ہست ہر جا نغمہ و سازے دگر ٭ جس وقت حضرت نوح
علیہ السلام نے بحق ہیں دعا کی کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ہ لے
اے پروردگار میرے مت چھوڑیو زمین پر کافرون مین سے بسنے والا۔ تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ
نے فرمایا کہ اچھا ایک کشتی بنالے اور جو بیٹھے اس کو بٹھالے حضرت نوحؑ کا بیٹا کشتی میں
سوار نہ ہوا اور ڈوب گیا تو حضرت نے عرض کی الٰہی مجھ سے تو یہ وعدہ تھا کہ تیرے
اہل کو نہین ڈبوؤن گا۔

وعدہ کردی مرمرا تو بارہا	کہ بیابد اہلت از طوفان نوح
دل نہادم بر امیدت اے سلیم	پس چرا بر بود سیل از من کلیم

حکم ہوا کہ اے نوح ہم نے تمہاری خاطر سے اپنی تمام مخلوق کو ڈبو دیا ہماری بندگی سے تو خارج نہ تھے

کو بت پرستی کرتے تھے ہمارا کیا حرج تھا البتہ تمہارا کہنا نہیں مانتے تھے سو ہم نے تمہاری دعا قبول کی اور سب کو غرق کردیا تم کو ذرا بھی خیال نہ ہوا اپنے ایک بیٹے کے واسطے ایسا ہی کرڈھا کیا ہم کو اپنی مخلوق کو جن کو پالا پرورش کیا اتنی بھی محبت نہ تھی اور ہمارا وعدہ تو ٹھیک ہے کیونکہ وہ تمہارے اہل میں سے کب تھا۔

گفت او از اہل و خویشانت نبود — خود نہ دیدی تو سپیدی از کبود

لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ ؕ وہ نہیں تیرے گھروالوں میں سے اسکے کام ہیں ناکارے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کے لئے بددعا کی تو وہ زمین میں دھنسنے لگا مضطرب ہوکر تین بار پکارا کہ اے موسیٰ مجھ کو بچاؤ لیکن حضرت موسیٰ صاحب جلال تھے ایک نہ سنی اس وقت بارگاہ خداوندی سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ تم سے قارون نے اس قدر التجا کی اور تم نے کچھ رحم نکیا اگر وہ ہم کو ایکبار بھی پکارتا تو ہم اس کو فوراً بچادیتے مخلوق کی قدر تم کیا جانو نہ تم نے پیدا کیا نہ پالا یہ رتبہ ہمارے ہی واسطے زیبا ہے ع جہاندار داند جہان داشتن ؛ پس جس کو اپنی مخلوق کی محبت اتنی ہے ماں باپ سے کروڑ درجہ مرتبہ زیادہ ہو پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ عذاب کرے گا

حق جہان را از محبت آفرید — ہر دو عالم از محبت شد پدید

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہر ایک اپنی شکل و حوصلہ کے موافق کام کرتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں وارد ہے قُلۡ كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ یعنے کہدے اے محمد ہر ایک کام کرتا ہے اپنی شکل پر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَبَقَتۡ رَحۡمَتِيۡ عَلٰى غَضَبِيۡ یعنے بڑھ گئی میری رحمت میرے غضب سے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا نام اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ ہے پھر ہم کو کس طرح یقین آوے کہ اللہ تعالیٰ عذاب کرے گا یہ بات اس کی شان سے عیان ہے لیکن شرع شریف کے موافق جو عذاب و ثواب ہے وہ ایک دوسرے کی نسبت اور اختلاف حالت کے اعتبار سے ہے جس کو جس حالت میں رکھے گا اس کا وجود بھی اسی کے مناسب بنادے گا ایک کی حالت دوسرے کے لئے عذاب اور بجائے خود اپنی اپنی حالت ثواب ہو گی۔

بدریا نخواہد شدن بط غریق — سمندر چہ داند عذاب الحریق

دریا والے خشکی سے ڈرتے ہیں اور خشکی والے دریا سے ہوائی آگ سے اور آتشی ہوا سے چنانچہ

سفر حج مین ہم نے خود دیکھا کہ ایک روز دریائے شور کی مچھلی کے منہ میں جہازوالوں نے میٹھا پانی ڈالا وہ فوراً مر گئی ایسی ہی آب شیرین کی مچھلی دریائے شور کے اندر نہین جی سکتی ایک کا دوزخ آب شیرین ہے ایک کا دوزخ آب شور۔ ایک بار جبرئیل علیہ السلام خوف عظمت جبروت الٰہی سے رونے لگے اور ڈرے کہ مبادا دوزخ میں مجھکو ڈالدے حکم ہوا کہ جاؤ دوزخ کے سامنے سے سیر کرتے ہوئے گزرو وہ گئے اور دوزخ کے مقابل پہنچے تو دیکھا کہ مالک دوزخ بیٹھے ہوے زار زار رو رہے ہین اور شان بے نیازی کی ہیبت طاری ہے حضرت جبرئیل نے پوچھا بھائی مالک تم کیوں روتے ہو تم کو کس بات کا ڈر ہے دوزخ جو مقام عذاب ہے وہاں تم خود رہتے ہو اس سے زیادہ خوف کی چیز ہے اور کیا ہوگی۔ وہ بولے حضرت رونا تو یہ ہے کہ کہین مجھ کو دوزخ سے نکال کر خلد برین مین نہ بھیجدے۔ ورنہ دوزخ تو ہمارا عشرت کدہ ہے۔ سبحان اللہ ہر ایک کے دل مین کیا ڈر بٹھا رکھا ہے۔

در حدیث آمد کہ مومن در دعا　　چون امان خواہد ز دوزخ از خدا

دوزخ از وے ہم امان جوید بجان　　کہ خدایا دور دارم از فلان

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سلطان محمود غزنوی غزائے ہندوستان میں ایک ہندو بچہ کو گرفتار کرکے لے گیا اس کو نہایت شفقت ومحبت سے رکھا اور یہانتک التفات اس کے حال پر کیا کہ ایک حصہ لشکر سلطانی کا اس کے جلو مین مقرر ہوا اور وہ کسی مقام کا حاکم بنایا گیا اس وقت وہ نہایت غمگین ہو کر رویا سلطان نے دریافت کیا کہ یہ موقع تہنیت و انبساط کا تھا نہ گریہ وزاری کا کیا سبب ہے کہ تو روتا ہے وہ بولا جب مین بچہ تھا اور گھر میں شوخی کیا کرتا تو میری مان مجھ کو ڈرایا کرتی تھی کہ دیکھ تو جا نہار تجکو محمود لے جاوے گا میں یہ نام سن کر سہم جاتا اور اپنے دل مین سوچتا کہ خدا جانے محمود کیا آفت اور کیسی بری بلا ہے جس سے مجھ کو ڈراتے ہیں لیکن اب مجھکو محمود سے کام پڑا تو معلوم ہوا کہ محمود تو مان سے زیادہ شفیق اور باپ سے زیادہ مہربان ہے کاشکہ اس وقت میری مان ہوتی جو مجھکو ڈرایا کرتی تھی اور وہ دیکھتی کہ تم نے کیا کیا عنایتیں میرے حال پر کی ہیں

وہ حالت جو میری ماں کے نزدیک اسفل السافلین سے بد تر تھی اس وقت میرے
واسطے اعلیٰ علیین سے بہتر ہے الغرض بھلائی برائی کسی شے کی اپنی حالت کی مناسبت پر
موقوف ہے پس حقیقت مین اپنی حالت ہی بری یا بھلی ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک بزرگ
نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ چلم بھر اس نے کہا کہ آگ نہین پیر نے کہا جا دوزخ میں سے
لے آ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک چٹیل میدان ہے آگ کا پتہ بھی نہین مالک دوزخ سے
پوچھا اس نے جواب دیا کہ میاں یہاں تو کچھ بھی نہین جو کوئی آتا ہے اپنا دوزخ اپنے
ساتھ لاتا ہے یعنی وہی اس کی وہی حالت اور اس کے خیالات آتش دوزخ ہیں
لیکن ہر ایک کی حالت چونکہ اس کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اس کے لئے موجب راحت
ہے اور دوسرے کی حالت کے اعتبار سے باعث کلفت ہے سرد خطہ کے رہنے والے
گرم ملک کو دوزخ جانتے ہین اور گرم ملک والے سرد خطون کو بلاے جان سمجھتے ہیں
لیکن جو شخص گرمی و سردی کے بکھیڑے سے پاک ہو اس کے لئے سب مقام برابر ہیں
اسی لئے توحید و یکرنگی کے عالم میں نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے کیونکہ موحد نہ بخوف
دوزخ طاعت و عبادت کرتے ہیں نہ بامید بہشت جب تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا جبار و قہار بھی
ہے اور غفور و رحیم بھی ہے پس ان دونوں مین جس طرف تمہارا خیال و وہم پختہ ہوگا وہی
پیش آئے گا۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ چنانچہ دو بھائی تھے برہمن ان کے گھر میں
ایک بت تھا ایک بھائی جو کہ متقی اور عابد تھا وہ ہمیشہ اس کی پوجا کرتا دوسرا تھا رند شرب
وہ ہر صبح کو اس بت کے سر پر پانچ جوتیاں لگاتا۔ ایک روز متقی برہمن نے شب کو دیکھا کہ
ٹھاکر جی کہتے ہیں کہ یا تو اپنے بھائی کو اس فعل سے روک ورنہ ہم تیری گردن توڑ دیں گے
اس نے کہا مہاراج میں تو آپ کی پوجا کرتا ہوں میری گردن توڑتے ہو اسی کی گردن
نہ توڑو جو بے ادبی کرتا ہے کہا کہ وہ تو ہم کو مانتا ہی نہین اس کی گردن نہین توڑ سکتے لیکن
تو مانتا ہے اس لئے تیری خبر ضرور لیں گے حاصل یہہ ہے کہ جس صنعت کو کوئی
شخص موجب نفع و نقصان خیال کرتا ہے وہ اس پر موثر ہوتی ہے۔ مانو تو دیو نہیں
تو جینت کا لیو۔ ایسے ہی مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے

کے بزرگان دین کو برا کہتے اور ایک دوسرے کے تبرکات کی توہین کرتے ہیں کچھ کسی پر اثر نہین ہوتا لیکن جن پر وہ یقین رکھتے ہیں اور جن کو وہ مانتے ہیں اُن کی شان میں گستاخی کریں تو فوراً اثر ہوتا ہے بس موحدان خدا پرست جو قہاری و رحمت یعنے ہر ایک شان میں ذات واحد کو سمجھتے ہیں نہ غیر کو ان کے لئے عذاب ہے نہ ثواب ع ۔ اللّٰہی را رحیم ورحمن چہ بلاست ۔

ایک وزارشاد ہوا۔ کہ ایک آنکھون والا اندھے کو اپنے ساتھ باغ مین لے گیا اور اُس کو کھڑا کرکے اس کے کندھے پر چڑھا خوب سیب توڑے خود بھی کھائے اور اس کو بھی کھلائے اتنے میں باغ کے مالک کو آتے دیکھا تو اس اندھے کو وہین چھوڑ چھار آنکھون والا چنپت ہوگیا اب ہم شرعی مسئلہ پوچھتے ہیں کہ آیا اس اندھے کا کچھ قصور ہے اور اس کو از روئے شرع کچھ سزا ملنی چاہئے ایسے ہی روح کے اعمال و افعال کے سبب جسم کیا آتش دوزخ میں جلایا جائے گا۔

ایک وزارشاد ہوا کہ چار مسافر سفر کو چلے ایک نجار ایک درزی ایک سنار ایک فقیر چلتے چلتے جب رات ہوگئی تو جنگل میں قیام کیا باہم صلاح ٹھیری کہ ہر ایک آدمی ایک ایک پہر رات کو پہرہ دے تاکہ کوئی ضرر نہ پہنچا ہو چوری نہ ہو اور خیریت سے رات کٹ جائے پہلا پہرہ نجار کا تھا تینوں یار سو گئے ۔ وہ جاگتا رہا سوچا کہ خالی بیگار بیٹھنا کوئی شغل کرنا چاہئے ۔ اپنے اوزار نکال ایک درخت کاٹا اور اس کی لکڑی سے ایک ساخت نازنین شکل عورت کی گھڑی دوسرا پہر درزی کا تھا۔ اس نے پہلے یار کی کارگذاری دیکھ اپنی صناعی شروع کی اور ایک عمدہ پوشاک تیار کرکے اس نازنین تصویر کو پہنا دی اور تیسرے پہرہ پر سنار کو جگا دیا اس نے دیکھا کہ پہلے دو یاروں نے تو خوب کارستانی کی ہے مجھ کو بھی کچھ کام کرنا چاہئے سونے چاندی کے تاروں کا بہت خوشنما زیور بنایا اور اس دلپذیر تصویر کو آراستہ کردیا۔ چوتھے پہرہ پر فقیر کیا دیکھتا ہے کہ حریفان سابق نے عجب فتنہ برپا کیا ہے ۔ سوچا اب مین کیا کرون کوئی ہنر کوئی صنعت کوئی کرتب تو آتا نہیں ۔ خیر کچھ تو کیا چاہئے وضو کرکے قاضی الحاجات کی جناب مین التجا شروع کی کہ الٰہی ان تینوں یاروں نے

ایک روز حاضر خدمت مبارک ہوا اُس وقت بے ثباتی دنیا کا مذکور تھا ارشاد ہوا کہ یہ
دنیائے بے بقا ایک خواب وخیال ہے اس میں دل لگانا عقل سے بعید ہے ایک نقل
یاد آئی کسی شہر میں ایک راجہ تھا اس نے اس نے اپنے کھانا پکانے والوں سے کہا کہ جلد
کھانا طیار کرو بھوک لگی ہے۔ غرض کھانے کی طیاری ہونے لگی اور راجہ کو نیند آگئی
سپنے مین دیکھا کہ شکار کے لئے مع لشکر کے جنگل کی طرف چلا ہے ایک جانب سے ہرن نکلا
راجہ نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا لشکر سے جدا ہوگیا بہت دور پہنچ کر اس کو شکار کیا اور واپس
چلا لیکن مارے پیاس کے بیتاب تھا اِدھر اُدھر پانی کی تلاش کی۔

ہر کجا دردے دوا آنجا رود	ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
ہر کجا مشکل جواب آنجا رود	ہر کجا پستی ست آب آنجا رود
آب کم جو تشنگی آور بدست	تا کہ جوشد آبت از بالا و پست
تا نگرید طفلک نازک گلو	کے رواں گردد ز پستان شیر او
زرع جان را کش جواہر مضمر است	ابر رحمت پر ز آب کوثر است
تا سقاہم ربہم آید خطاب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب

ناگہاں ایک گانو نظر آیا اور اس کے قریب ایک کنواں دیکھا ایک ناکتخدا لڑکی کسی بھنگی کی
پانی بھر رہی تھی راجہ نے آتے ہی پانی مانگا لڑکی نے اوکھ سے پلادیا۔ جب پی چکا تو پوچھا
کہ تو کس ذات کی ہے بولی میں تو بھنگی کی لڑکی ہوں۔ راجہ کو بڑا افسوس ہوا اور کہا
کہ ہائے میرا دھرم بھرشٹ ہوگیا وہ لڑکی اپنا گھڑا لیکر گھر کو چلی تو راجہ پیچھے ہولیا
گھر والوں نے پوچھا مہاراج آپ کیسے تشریف لائے راجہ نے کہا میرا تو دھرم
بھرشٹ ہوگیا اس کے ہاتھ کا پانی پی لیا اب مین تم لوگون میں رہوں گا بھنگی نے تمام
برادری جمع کی اور اس کو بھنگیون میں داخل کرکے لڑکی کی شادی راجہ سے کردی
اب راجہ بھنگی بن گئے ٹوکرا اٹھانا اور جھاڑو دینا اختیار کیا اولاد بھی پیدا ہوئی بارہ برس
تک اسی حال مین گذرے آخر بیمار پڑا ہرچند علاج کیا کچھ سودمند نہ ہوا اسی بیماری مین
مرگیا یہان خواب مین تو مرا اور وہاں آنکھ کھل گئی اب راجہ کو ایک جنون

بیدار ہو گیا اور چیت بھنگ ہو گیا یعنی متحیر کہ یہہ کیا معاملہ تھا پوچھا کہ ہم کتنی دیر سوے لوگوں نے جواب دیا مہاراج ابھی ابھی تو آپ نے کھانے کی طیاری کا حکم دیا ہے کچھ یون ہی آپ کی آنکھ جھپک گئی ہوگی اب کھانا طیار ہوا چاہتا ہے حکم دیا کہ خیر کھانا موقوف لشکر طیار ہو ہم سکار کو چلین گے غرض اسی طرح جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا سکار کے لئے روانہ ہوا۔ وہی صحرا وہی میدان وہی کنوان آیا اور اسی طور کی بستی دیکھی بھنگیون کے محلہ میں پہنچا وہان رونے کی آواز سنی جا کے دیکھا تو اس کی صورت کا ایک آدمی مرا پڑا ہے اور اس کی جورو بچے رو پیٹ رہے ہیں۔ حال دریافت کیا بھنگیون نے پچھلی سر گذشت وہی بیان کی جس طور سے راجہ نے خواب مین دیکھا تھا یہہ سن کر اور بھی حیرت بڑھی کہ یہ تمام کیفیت تو مجھ پر گذری اور مین ہنوز زندہ ہون پھر مین کون ہون اور یہ مردہ کون؟ بہت دیر تک سوچتا رہا آخر یہ سمجھ مین آیا کہ یہ دنیاے فانی ایک خواب و خیال ہے راج پاٹ چھوڑ کر فقیری اختیار کیا اور باقی عمر گوشہ نشینی مین گذاری۔

این عمر کہ بیتاب بہ بینی آن را	نقشے است کہ از آب بہ بینی آن را
دنیا خوابست و زندگانی در وے	خوابے ست کہ در خواب بہ بینی آن را
مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا	ہم سبھی مہمان تھے ایک تو ہی صاحب خانہ تھا
واے نادانی کہ بعد از مرگ یہ ثابت ہوا	خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
سپنن یہ سنسار بھائی رے سپن یہ سنسار	سپن ماتا سپن پتا سپن گرو دوار
سپنن گھوڑا سپنن ہاتھی سپن ست او ر نار	سپن راجا سپن پرجا سپن سب بیوپار
عالم دنیا کہ خلم نائم است	خفتہ پندارد کہ این خود قائم است

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ اللہ تعالی نے شیطان کی گردن مین طوق لعنت ڈال کر اپنا مقید کر لیا دوسرے کی اطاعت و فرماں برداری کے کام کا نہین رکھا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بن یامین کو سال بھر تک اپنے پاس رکھا تھا حضرت یوسف کے بھائی بن یامین غلہ خریدنے کے لئے کنعان سے مصر میں آئے چونکہ

اُن کو بھائی کی محبت زیادہ تھی اس لئے چاہا کہ کسی وصف سے ان کو جانے نہ دوں چنانچہ یہ تدبیر کی کہ بن یامین کے بار مین سرکاری پیمانہ پوشیدہ رکھوا دیا جب پیمانہ کی جستجو ہوئی تو ان کے اسباب مین سے برآمد ہوا اور جرم ان پر ثابت ہوگیا۔ اس لئے اس زمانے کے قانون شریعت کے موافق سال بھر ان کو حضرت یوسف کی خدمت مین رہنا پڑا۔ اسی طرح شیطان کو بھی سجدہ نہ کرنے کے جرم مین اپنا قیدی بنا لیا اور طوق لعنت اس کے گلے مین ڈال دیا تاکہ لوگ اس سے نفرت کریں جیسے خوب صورت بچہ کی پیشانی پر نظر بد کے لئے اس کی مان سیاہی کا ٹیکہ لگا دیتی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولانا روم نے اپنی مثنوی میں یہ قصہ لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رض ایک دن ایسے سوئے کہ نماز صبح کا وقت تنگ ہوگیا شیطان نے آن کر بیدار و ہوشیار کیا۔ امیر نے پوچھا کہ تیرا کام تو گمراہ کرنا ہے نہ ہدایت مجھ کو کیوں بیدار کیا اس نے جواب دیا کہ ایسا نہ ہو آپ کی نماز قضا ہو جائے آپ نے فرمایا کہ ہرگز مین تیرا کہنا نہ مانون گا سچ بتا شیطان نے کہا کہ پہلے تمہاری ایک نماز قضا ہوئی تھی اس کے فوت سے تم کو ایسا سوز و گداز پیدا ہوا کہ اللہ تعالی نے اس کے عوض میں ستر مقبول نمازون کا ثواب عطا کیا مجھ کو یہ امر گوارا نہ ہوا اس سے مین تم کو جگاتا ہون۔ پھر آپ نے فرمایا تعجب ہے کہ مردود کو تو سب کا حال معلوم و منکشف ہو جائے اور مقبول کو اپنی بھی خبر نہ ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ یہ شعر جو کسی نے کہا ہے ؎ در رہ [illegible] یکرنگ ابلیس و محمد ست ہم رنگ ؎ بدرجۂ غایت گستاخانہ کلام ہے۔ رسول صلعم کی شان میں ایسی بے باکی مناسب نہیں اگرچہ اس کلام کی تاویل ہو سکتی ہے کہ اللہ جل جلالہ کی دو شانین ہین جلال اور جمال ایک شان کا مظہر تو پیشوائے ضلالت یعنی ابلیس لعین ہے اور دوسری شان کے مظہر سرتاج ہدایت یعنی محمد مصطفی صلعم ہین لیکن مقام توحید و یکرنگی مین یہ دونون شانین یعنی ابلیس لعین اور محمد صلعم ہم رنگ و ہم وزن ہیں اور وہ ذات واحد ہے ایک شان میں یکسان نمودار ہے لیکن ایسا کہنا [illegible]

کا ذکر کیا اور کہا کہ ایک دوسرے کا انکار کرتا ہے اور ایک دوسرے کی کتاب پر معترض ہیں آپ نے فرمایا کہ قَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّ قَالَتِ النَّصَارٰی لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ وَّ ھُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتَابَ ؕ اگر غور کرو تو دو نو سچے بھی اور جھوٹے بھی اور بنظر تحقیق دیکھوگے تو نہ کوئی جھوٹا ہے نہ سچا ہے۔

ایک رمز ارشاد ہوا۔ کہ رسول مقبول صلعم کی شان مین تو اللہ تعالی یوں فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ یعنی اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجو۔ اور شیطان لعین کے حق میں یوں ارشاد ہوا۔ اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ یعنی تجھ پر میری ہی لعنت ہے قیامت تک۔ یہاں کسی فرشتے یا پیغمبر اور مومن کو اپنے ساتھ شامل نہین کیا اس میں یہ بھید ہے کہ ہم جو چاہیں سو کہین لیکن ہمارے عاشق کو کوئی اور چھیڑنے نہ پائے اگر دشمن ہوتا تو سب کو اس کے پیچھے لگا دیتے صلوٰۃ اور لعنتی دونون سرکاری خطاب ہیں ایک محبوب کے لئے ایک عاشق کے لئے۔

عشق را با کافرے نسبت بود	عاشقان را این چنین قسمت بود
رحمت آن تست لعنت آن تو	من کیم فرمان ہمہ فرمان تو

ایک رمز ارشاد ہوا۔ کہ دیکھو قسمت کے وصفی حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے آگ لینے مل گئی پیغمبری۔ قصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر وطن کو چلے اندھیری رات مین جنگل اور پہاڑ کے اندر راہ بھول گئے ناگاہ ایک پہاڑی پر آگ جلتی نظر آئی بیوی سے فرمایا کہ تم بیٹھو میں آگ لاتا ہوں جب قریب پہنچے تو ایک درخت روشن تھا اس مین سے آواز آئی یٰمُوْسٰی اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ؕ اے موسیٰ مین تیرا پروردگار ہوں پس اتار ڈال اپنی دونون جوتیان کہ تو وادی مقدس طوی میں ہے۔ یہان نعلین سے ظاہری جوتیان مراد نہین بلکہ نعلین عبارت ہے دین و دنیا سے کیونکہ اکثر جوتی پہنا ا ر

انہی دو کے لئے ہوا کرتی ہے اور وادی مقدس سے عشق و محبت کا میدان مراد ہے جس کے اندر دین و دنیا دونو کو جوتیوں کی طرح اتار کر پھینکدینا واجب ہے یعنی اس ذات پاک کی محبت میں دین و دنیا دونو کو ترک کرنا چاہیے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت موسی علیہ السلام کو طور پر تجلی الٰہی ہوئی اور بیہوشی سے ہوش مین آئے تو شیطان نے کہا کہ پھر رَبِّ اَرِنِی کہو حضرت نے کہا مین جل جاوں گا۔ اس نے کہا کہ اپنے عاشق کو کوئی نہیں جلاتا اگر جلاتا ہوتا تو پہلی ہی تجلی مین جلا دیتے لیکن ہیبت الٰہی سے ڈر گئے اور دوبارہ درخواست نہ کی آخر یہ بھی تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد مین سے تھے انھون نے بھی رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہہ کے جان چھڑائی تھی۔ یہ حوصلہ ہر ایک کا نہین گستاخی تو شیطان لعین ہی پر ختم ہے یہ بات دوسرے کو کہاں نصیب۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کی کہ تیری بارگاہ مین میرا کونسا فعل پسند ہے تاکہ مین اس کو زیادہ کرون حکم ہوا کہ تمہارا یہ فعل ہمکو بہت پسند آیا کہ زمانہ طفلی میں جب تمھاری مان مارا کرتی تھی تو تم مار کھا کر بھی اسی طرف دوڑتے تھے پس طالب خدا کو بھی یہی لازم ہے کہ گو کیسی ہی مصیبت و سختی ذلت و خواری پیش آئے لیکن ہر حال مین خدا کی طرف متوجہ رہے۔

غم نہ کیجے غم کا اور شادی سیجے شادی کی
دونو حالت دیکھیے منھ سے نہ کچھ فرمائیے

قومے بہ تمنائے زر و مال خوش اند
قومے بتماشائے خط و خال خوش اند
اینہا ہمہ اسباب خرابی دارند
خوش حال کسانیکہ بہر حال خوش اند

اور یہ بات تو شیطان ہی پر ختم ہے کہ اتنی ذلت و خواری اٹھائی طوق لعنت پہن لیا مگر بھول کر بھی غیر کا نام نہین لیتا۔ رباعی

سرمد تو حدیث کعبہ و دیر مکن
در وادی شک چو گمراہان سیر مکن
رو شیوۂ بندگی ز شیطان آموز
یک قبلہ گزین و سجدہ بر غیر مکن

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت موسی علیہ السلام کوہ طور کو جاتے تھے راستہ مین شیطان

ملا اور کہا اے موسیٰ میری طرف سے بھی عرض کرنا کہ الٰہی سب گمراہی کا اتہام مجھ پر لگاتے ہیں لیکن میں کس کا نام لون کہ مجکو کس نے گمراہ کیا ہے۔ جب کلیم اللہ اپنی گذارش سے فارغ ہوئے تو پیام شیطان بھی عرض کیا حکم ہوا کہ وہ سٹری ہے اس کی بکواس پر خیال نہ کرو پھر جناب قبلہ نے فرمایا کہ ہان یہہ تو اپنے گھر کو لگتی تھی اس کا جواب ہی کیا دیتے

کہتے ہو یوں کہ ہے وہی ہادی وہی مضل		تو راہ پر ہیں سب کوئی گمراہ ہی نہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شیطان ملا آپ نے فرمایا کہ او ابلیس تو نے حکم کیون نہ مانا اور حضرت آدم کو سجدہ کیون نہ کیا ؎ گفتا سخن تو حل کنم من ٭ خود قبلہ چرا بدل کنم من ٭ یہ تو فرمائیے آدم کے سجدہ سے کیا حاصل ہوتا بہت ہوتا تو تم جیسا ہو جاتا۔ فرمایا کیوں ہم کیسے میں دیکھ تو ہم کو نبوت عطا ہوئی کہا کہ ہان نبوت تو ہوئی لیکن فتوت تو آپ کو چھو بھی نہیں گئی ورنہ پہاڑ کی طرف نہ دیکھتے۔

دعوے تو گر تمام بودے		ہر کہ نظرت حرام بودے	
صد بار ندا بر آمد آن دم		مائل نشدم بسوے آدم	

حضرت موسیٰ نے فرمایا تو نے اپنی سرکشی کا مزا بھی خوب چکھا وہ بولا کہ واہ حضرت جو بھید کی بات یارون کو معلوم ہوئی اس کی تو کسی کو ہوا بھی نہیں لگی میں تو جیسا تھا ویسا ہی ہون لوگون کو دھوکہ میں ڈالدیا ورنہ میرے نزدیک جہاں سے حکم تھا وہیں سے انکار و سرکشی بھی تھی

بسیار کسان کہ رہ سپردند		یک نکتہ ازین بسر نبردند	

پھر حضرت نے سوال کیا کہ کیا تو خدا کو اب بھی یاد کرتا ہے کہا کہ بھلا جس نے مجھسے یہ ہوم دھام اور شور و غل مچوایا ہے اس کو کسی لحظہ اور کسی دم بھول سکتا ہوں ؎

اینجا نہ طمع نہ علت آمد		نے مذہب و کیش و ملت آمد	
در راہ حقیقی و مجازی		این ست کمال عشقبازی	
در فقر مزن دم اے مزلق		این ست سواد وجہ مطلق	

طاؤس تو پر بریز د اینجا	سرچشمۂ کفر خیز د اینجا
اے رہرو تیز گام چالاک	این مرتبہ ایست بس خطرناک

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک مرد تھا جذامی بے دست و پا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغام دیا کہ میری طرف سے جناب باری میں عرض کرنا کہ میں تو محض بیکار ہوں بھلا مجھ کو کس لئے پیدا کیا۔ حضرت نے یہ بات عرض کی حکم ہوا کہ اس سے کہدو کہ دوزخ کے درک اسفل میں ایک بدررو ہوگی جس سے تمام طبقات دوزخ کا پیپ اور خون جاری ہوگا اس موری میں تجھکو ٹھونسیں گے اور اس کی ڈاٹ بنائیں گے حضرت موسیٰ نے یہ جواب سنا دیا متعجب ہوکر بولا کہ اوہو مین ایسے بڑے کام کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ آہا مین تو بڑے کام کی چیز ہوں۔ اس خوشی اور مسرت مین ایسا بیتاب ہوا کہ لوٹنے لگا اور تڑپ تڑپ کے شادی مرگ ہوگیا۔

چاشنی درد عشق قابل ہر سفلہ نیست	زہر زنوان شہان نامورست یا دہند
یکے پیش شوریدہ حالے نشست	کہ دوزخ تمنا کنی یا بہشت
بگفتا مپرس از من این ماجرا	پسندیدم آنچہ او پسندد مرا

ایک روز۔ ایک آدمی حاضر خدمت مبارک تھا اسی وقت ایک بیچارہ غریب شکستہ حال بھی اس امیر کے برابر آ بیٹھا وہ امیر اپنے کپڑے سمیٹ کر علیحدہ ہو گیا حضرت نے یہ تماشا دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مکان میں بیٹھے تھے اوپر سے کچھ قطرے حضرت کے کپڑوں پر گرے دیکھا تو چھپکلی تھی جناب باری میں عرض کیا کہ خدایا اس کو کیوں پیدا کیا یہ کس مرض کی دوا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ چھپکلی بھی ہر روز یہی سوال کیا کرتی ہے کہ خدایا موسیٰ کو کیوں پیدا کیا اس سے کیا فائدہ ہے۔

تحقیقت: ابرام کا	نے ز آدم ہر گز ست خود سے رسد	[illegible]
	[illegible]	[illegible]

نے ز موسی ہرگزت سودے رسد | نے ز فرعونت زیان بودے رسد
نے ز احمد ہرگزت سودے رسد | نے ز بوجہلت زیان بودے رسد
مومن وکافر بخون آغشتہ اند | یا ہمہ سرگشتہ و برگشتہ اند
گر بخوانی این بود سرگشتگی | ور برانی این بود برگشتگی

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص نے شیطان سے دوستی پیدا کی اور پوچھا کہ یار تمکو لوگ کیون بدنام کرتے ہین اس نے کہا کہ میرا تو کچھ بھی قصور نہیں صرف دشمنی سے لوگ برا بھلا کہتے ہیں

براندختم ہیچ شان از بہشت | لیکن ہمہ بجز من نگارند زشت

آو مین تم کو ایک تماشا دکھاؤن مگر خاموش دیکھتے رہنا کچھ دم نہ مارنا ایک شہر مین لیگیا اور کہا کہ آج اس کی بربادی کا حکم ہے اب دیکھو کیا ہوتا ہے حلوائی کی دوکان مین چاشنی پک رہی تھی شیطان نے اس مین سے انگلی بھر کر دیوار پر لگا دی فورا مکھیون کا جھلمٹ ہو گیا چھپکلی نے ان کی تاک لگائی حلوائی کی بلی نے چھپکلی پر داو لگا کر چھپا مارے ناگہان ایک فوج کا سپاہی ادھر سے گذرا اس کے ساتھ تھا نہایت تیز شکاری کتا اس نے جو بلی بیٹھی دیکھی جھپٹا اس وجہ سے بوچ بلی چاشنی کے اندر گری اور پھنس گئی حلوائی کو غصہ آگیا کتے کے سر مین ایسا کفچہ مارا کہ وہین لوٹ گیا پھر سپاہی کو کہان تاب بگڑ گیا اور حلوائی کا مارتے مارتے خون کر دیا حلوائیوں نے جمع ہو کر سپاہی پر یورش کی وہ بھی زمین کھیت رہا لشکر مین جو سپاہی کے قتل کی خبر پہنچی تو لگا کے توپ خانہ تمام شہر ویران کر دیا بستیا پراگندہ ہو چکا تو شیطان اس شخص کی طرف متوجہ ہوا کہ دوست تم ہی انصاف کرو اس مین میرا کیا قصور ہے صرف ایک انگلی چاشنی مین نے لگا دی تھی باقی جو کچھ ہوا اس سے کیا لیکن کرنیوالے کا نام کوئی نہیں لیتا مجھی کو نشانہ بنا رکھا ہے۔

آپ کرتے ہین جہان کا نام ہے | آپ کے ہاتون ہے [illegible]

مجھکو کچھ اختیار نہین جو کام ہونے والا ہوتا ہے اسی کو مین کرتا ہون ورنہ میری کیا مجال ہے

او بصنعت آزر است و من صنم | آلتی کو سازدم من آن شوم

گر مرا ساغر کند ساغر شوم
ور مرا خنجر کند خنجر شوم

گر مرا چشمہ کند آبے دہم
ور مرا نارے کند تابے دہم

گر مرا باران کند خرمن دہم
ور مرا ناوک کند در تن جہم

گر مرا مارے کند زہر افگنم
ور مرا یارے کند مہر آگنم

گر مرا شکر کند شیرین شوم
ور مرا حنظل کند پر کین شوم

گر مرا شیطان کند سرکش شوم
ور مرا سوزان کند آتش شوم

من چو کلکم در میان اصبعین
نیستم در صف طاعت بین بین

غرض کہ سوائے اللہ کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا لَا تَتَحَرَّکُ ذَرَّۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ

گرچہ تیر از کمان ہمی گذرد
از کمان دار بیند اہل خرد

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک دفعہ شیطان کو دیکھ کر بنظر حقارت ہنسے اس نے رنجیدہ ہوکر جناب باری میں شکایت کی اس وقت حضرت پر عتاب نازل ہوا کہ اے آدم ہمارے فعل پر ہنستا ہے۔

بانگ برزد غیرت حق کاے صفی
تو نمی دانی ز اسرار خفی

پوستین را باژگونہ گر کنم
کوہ را از بیخ و از بن برکنم

پردہ صد آدم آن دم بر درم
صد ابلیس نو مسلمان آورم

گفت آدم توبہ کردم زین نظر
این چنین گستاخی ننیشد دگر

شیطان بھی بڑا استاد ہے ہر نبی ولی کے مقابلہ میں خم ٹھوک کر ڈٹ رہتا ہے اپنے فن میں بے ہمتا ہے بہتوں نے اس رتبہ کی خواہش کی مگر یہ منصب خاص کسی کو نصیب نہوا چنانچہ وقت آخر حضرت شبلی نے بھی ہمت خاک اڑائی اور دے کہ فوراً لعنت کا خطاب ابلیس کو ہوا ہم کو نہ ہوا

وقت مردن بود شبلی بیقرار
پیش او تشبیہ و دست [illegible]

بر میان زنار حیرت بستہ بود
[illegible] زنار [illegible] شستہ بود

برگرفتے اشک بر خاکستر او ۔ گاہ خاکستر فشاندی بر سر او
سائلے گفتش چنین وقتیکہ ہست ۔ دیدہ کس راکہ او زنار بست
گفت میسوزم چہ سازم چون کنم ۔ جان زغیرت میگدازم چون کنم
جان من کز ہر دو عالم چشم دوخت ۔ این زمان از غیرت ابلیس سوخت
چون خطاب لعنتی اوراست بس ۔ زین اضافت آید افسوسم کس
ماند شبلی تشنہ و تفتہ جگر ۔ او بدیگر کس دہد چیزے دگر

ایک روز ارشاد ہوا - کہ جب بارگاہ کبریائی سے فرشتون کو حضرت آدم کے سجدہ کا حکم ہوا تو سب نے تعمیل کی مگر ابلیس نے نہ مانا اور غیر کو سجدہ کرنا شرک جانا اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّا اِبْلِیْسَ ۝ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ اسپر خطاب ہوا۔ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ کہتے ہین کہ اس ندا کو سنتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو پھر وہی خطاب گوش زد ہوا پھر ہوش جاتے رہے اور چیخ مار کر گر پڑا تیسری دفعہ ہوا اس ٹھکانے تو اسی آواز جان نواز پر کان لگائے کہ پھر سنائی دے اس وقت حکم ہوا کہ تجھسے کام لینا ہے اگر تیسری بار رہے گا تو کام سے جاتا رہے گا ؎ مستی بیدار گرد نیم شب ٭ مست ساقی روز محشر باد ٭ نہیں معلوم کہ اس آواز مین کیا کیفیت تھی کہ اپنے فعل پر نادم تو نہوا بلکہ خوشی کے مارے بیہوش ہو گیا شاید کوئی راز ہوگا ؎ میان عاشق و معشوق رمزیست ٭ کراماً کاتبین راہم خبر نیست ٭ اگر کچھ بری بات ہوتی تو حضرت آدم کی طرح چلا اٹھتا کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اور اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ - مین الی کے لفظ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غایت رحمت و لعنت قیامت ہی ہے اس کے بعد نہ لعنت نہ رحمت ؎

نیست کس را از حقیقت آگہی ۔ جملہ میرند با دست تہی
کس نمیداند درین سر عمیق ۔ سنگریزہ قدر دارد یا عقیق

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو سریر سلطنت ملا اور جن وانس وحوش وطیور اُن کے تابع کیے گئے تو حضرت عزت مین عرض کی کہ شیطان کو بھی میرا مطیع کر دیجیے حکم ہوا کہ یہہ فتنۂ عالم ہے اس کو اپنے پاس نہ بلاؤ ورنہ تمہاری ملکداری مین خلل واقع ہوگا لیکن حضرت نے باصرار یہی التجا کی تو شیطان کو حکم ہوا کہ جا سلیمان کی فرمانبرداری کر۔ ناچار حاضر ہوا اور پایۂ تخت کے پاس بیٹھکر لگا رونے۔ حضرت نے پوچھا روتا کیون ہے بولا کہ مین بھلا تھا یا بُرا ملعون تھا یا مرحوم مقبول تھا یا مردود جیسا تھا اسی در کا بندہ تھا مگر اب فی الحقیقت میرے گلے مین طوق لعنت پڑگیا اور سچ مچ کا مردود ہوگیا کیون کہ غیر کا تابع کیا گیا حضرت نے تسلی دی کہ میرا تو یہہ ارادہ تھا کہ قیامت کے دن بہشت میں تجھکو ہمراہ لے چلون گا بھلا شیطان اس لالچ میں کب آنے والا تھا کہا کہ واہ حضرت ایسا بہشت کہ غیر کے توسل سے ملے ہزار دوزخ سے بڑھ کر عذاب الیم ہے۔ اور جس دوزخ کے لئے خاص سرکاری حکم ہوا اُس پر ہزار نعیم بہشت قربان ہین ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است	رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

تین دن تک شیطان روتا رہا آخر اُس کی گریہ وزاری اور آہ وبیقراری نے اثر دکھایا۔

زابر گریان شاخ سبز و تر شود	زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود
تا نگرید ابر کے خندد چمن	تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن
کام تو موقوف زاریٔ دل ست	بے تضرع کامیابی مشکل ست

حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم تھا کہ اپنی مزدوری سے قوت لایموت حاصل کریں چنانچہ زنبیل بافی کیا کرتے تھے ان تین دن کے عرصہ مین کوئی زنبیل نہ بکی اور حضرت کو روٹی نصیب نہ ہوئی ناچار التجا کی کہ اب کیونکر بسر کرون خزانے سے کھانے کا حکم نہین اور زنبیل کے دام نہیں اٹھتے حکم ہوا زنبیل بکے تو کیونکر بکے دلال تو تمہارے پاس مقید ہے عرض کی کہ الٰہی تو اپنی بلا کو اپنے ہی پاس رکھ مین اس کی اطاعت سے باز آیا غرض چوتھے دن اس دلال ورہبلوان نے قید سے رہائی پائی اور اطراف جہان مین پھر وہی دھوم مچائی ؎

سرمد تو حدیث کعبہ و دیر مکن — در وادی شک چو گمراہان سیر مکن
رو شیوہ بندگی ز شیطان آموز — یک قبلہ گزین سجدہ بر غیر مکن
پریت تو کیجئے ایک سے جاسے جی مت جائے — ٹھور ٹھور کی پریت مین کلنک تو ہے جائے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کا دم بھرا تو ابلیس لعین نے مجسم ہو کر اس سے درخواست کی کہ مجکو اپنا پیغمبر بنالے فرعون نے کہا کہ اچھا آج سے تو ہمارا پیغمبر ہے اتفاقاً خشک سالی ہوئی اور خلقت تنگ آگئی سب نے تبع ہو کر فرعون کے سامنے دُھائی دی کہ تو تو خدا ہے مینہ کیون نہین برساتا اس نے شیطان کو اشارہ کیا کہ ہان پیغمبر کوئی ترکیب مینہ کی نکال ورنہ اس خدائی اور پیغمبری کی قلعی کھل جائے گی اور مخلوق منحرف ہوجائے گی شیطان بولا۔ اُہ یہ کیا بڑی بات ہے ان لوگوں سے کہدیجئے کہ آج رات کو ہم مینہ برسائیں گے۔ لوگ یہ مژدہ سنکر چلے گئے شیطان نے اپنی تمام ذریات کو بلاکر حکم دیا کہ آج رات بھر اس شہر پر خوب پیشاب کرو انہوں نے ایسا ہی کیا صبح کو لوگ اٹھے تو دیکھا کہ مینہ تو برسا ہے مگر مارے بدبو کے دماغ پھٹا جاتا ہے الٰہی یہ کیسا مینہ ہے!! کھیتوں کو جاکر دیکھتے ہین تو رہی سہی کھیتی بھی جل گئی پھر لوگ دوڑے اور فرعون سے جاکر فریاد کی کہ صاحب یہ تو خوب مینہ برسا فرعون نے متنبہ ہو کر شیطان سے پوچھا کہ اے پیغمبر یہ کیا کام کیا وہ بولا کہ ارے احمق سمجھ تو سہی جہان تجھ سا نابکار خدا اور مجھ سا مردود پیغمبر ہوگا وہان باران رحمت بھی ایسا ہی نازل ہوگا۔

وزیرے چنین شہریارے چنان — جہان چون نگیرد قرارے چنان

تجھ کو شرم نہین آتی اسی برتے پر خدائی کرتا ہے کہ پیغمبر سے مدد کا طالب ہوا۔ تف ہے تیری خدائی پر۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہی حال ظاہری صوفیون کا ہے کہ توحید مین دم مارتے ہین انا الحق کہتے اور خدا بننے کو تیار رہین لیکن خدمت مریدون سے لیتے ہین اور ان کی امداد پر نظر رکھتے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ فرعون کے گھر مین انار کا درخت تھا شیطان نے ایک انار توڑ کر اس کی روتقاشین کین اور فرعون سے کہا کہ اگر تو سچا خدا ہے تو اس انار کو جیسا تھا

ایسا ہی بنا دے اُس سے کیا ہو سکتا تھا اپنا سا منہ لیکر رہ گیا پھر شیطان نے انار کو بدستور شاخ مین لگا دیا اور کہا کہ اسی پر خدا بنا ہے کہ ٹوٹا ہوا انار بھی نہ جوڑ سکا بھلا پیدا تو کیا کر سکیگا۔ دیکھو مجھ کو اتنی قدرت وطاقت ہے۔ لیکن آج تک خدا بننے کا خیال بھی نہین آیا ارے احمق ہم کو تو بندگی ہی زیب دیتی ہے۔ نہ خدائی۔

ایک روز زمین نے حسب عادت عرض کیا ؎ بازگو از نجد وازیاران نجد ٭ تا در ودیوار آری بوجد ٭ اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ ؎ ہر کسے بہر کارے ساختند میلِ آن اندر دلش انداختند۔ اللہ تعالیٰ کا بھی عجیب معاملہ ہے کسی کے دل مین کچھ ڈال دیا کسی کے دماغ مین کچھ بسا دیا فرعون کو تو یہ سوجھائی کہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی پکار اٹھا حضرت موسیٰ کو یون راہ بتائی کہ جاؤ تم اس مردود سے لڑو کیونکہ بندہ ہو کر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے ادہر حضرت موسیٰ کو فتح ونصرت کی بشارت دی ادھر فرعون نے خفیہ آہ وزاری کی اس کی دعا بھی رد نہ کی سبحان اللہ کیا شان کبریائی ہے ؎

کفر وایمان عاشق آن کبریا	مس ونقرہ بندۂ آن کیمیا
روز موسیٰ پیش حق نالان شدی	نیم شب فرعون ہم گریان شدی
چونکہ بے رنگی وسہ رنگ شد	موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
چون بہ بیرنگی رسی کان داشتی	موسیٰ وفرعون دارا نداشتی
اے عجب کاین رنگ از بیرنگ خاست	رنگ با بیرنگ چون در جنگ خاست
چون گل از خارست وخار از گل چرا	ہر دو در جنگ اند واندر ماجرا
یا نہ جنگ ست این برائے حکمت است	ہمچو جنگ خرفروشان صنعت است

حضرت آدم کو ابلیس سے حضرت نوح کو ان کی قوم سے حضرت ابراہیم کو نمرود سے حضرت موسیٰ کو فرعون سے حضرت عیسیٰ کو یہود سے حضرت محمد مصطفےٰ کو قریش سے بھڑا دیا ؎

جب بے رنگی رنگ دکھایو	موسیٰ فرعون لڑنے آیو ٭

کسی کو مومن کا لقب عنایت کیا کسی کو کافر کا خطاب دیا دونوں کو لڑا کر خوب تماشا دیکھا

نہ مومن سے کچھ منفعت پائی نہ کافر سے کچھ مضرت اٹھائی ہے نے زموسیٰ ہرگزت سود ے رسد ؛ نے ز فرعونت زیان بود ے رسد ؛ آخرکار نہ یہ رہے نہ وہ نہ مومن باقی نہ کافر موجود نہ مقبول رہے نہ مردود خدا کی شان مین کچھ فرق نہ پڑا الآن کما کان ۔

حق زا یجاد جہان افزون نشد
در اثر افزون شد و در ذات نے

آنچہ اول آن نہ بود اکنون نشد
ذات را افزونی و آفات نے

جب یہ جہان نہ تھا تب بھی خدا تھا اور جب جہان نہ ہوگا تب بھی خدا ہوگا ہے نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ؛ ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا مین تو کیا ہوتا ؛ پس کل موجودات ایک تماشا کٹ پتلی کا سا ہے اپنے اپنے وقت پر پتلیان آتی اور تماشا دکھا جاتی ہین وقت معہود پر پردۂ عدم میں جا چھپتی ہیں ہے ما لعبتگانیم و فلک لعبت باز ؛ از روے حقیقت نہ از روے مجاز ؛ یک چند درین سرچہ بازی کردیم ؛ رفتیم بصندوق عدم یک یک باز ؛ بازیگر جو کام چاہتا ہے پتلیوں سے لیتا ہے۔ ارادہ کے تار سے جو اشارہ کیا پتلی نے وہی کام کیا جو ناچ نچایا سو ناچتی ہے پس سب کام منشاے ازلی سے ظہور پکڑتے ہیں لیکن یہ طرفہ ماجرا ہے کہ شیطان کا خوف ہر انسان کے دل میں بٹھا دیا ہے۔ تمام انبیا علیہم السلام آواز بلند پکارتے چلے آئے کہ بچو بچو اس شیطان ملعون سے بچو کہ انسان کے رگ و ریشہ مین سا رہی اور گمراہ کنندہ و باری ہے پھر خود ہی جابجا یون ارشاد فرمایا کہ کوئی سواے میرے ہادی و مضل نہیں مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ہے سمجھ میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوقؔ کی ؛ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے ؛

عاجز ہے خیال اور تفکر حیران
کھلتی نہیں عقدہ کھولنے سے کوئی

بے سود یقین ہے اور بیہودہ گمان
بنتی نہیں بات کچھ بنائے یہان

ہمکو تو یون ارشاد ہوا کہ شیطان مردود ہے ملعون ہے گمراہ کنندہ ہے رہزن ہے اس کی راہ پر مت چلو اس کی پیروی ہرگز نہ کرو اور موسیٰ علیہ السلام نے جب معلم کی درخواست کی تو حکم ہوا کہ خضر کی بات پوچھتے ہو جاؤ شیطان سے پوچھو بھلا جو ایسا معلم ہو پیغمبر اس کے پاس سیکھنے جاویں تو اس کی گمراہی بھی عجیب و غریب ہے جب حضرت موسیٰ اسکے پاس پہنچے تو کیسی

برجستہ تعلیم توحید کی دی ہے چنانچہ شیخ عطار نے لکھا ہے ؎

من مگو تا تو ہم چو من نشوی	این سخن راز من بخاطر دار
یعنی اول چو من سواے سرہ مرد	زخم آور اسیر سینہ مبار
گر شوی ہمچو من بر ویس ازان	ہر چہ خواہی بگو و باک مدار

شیطان کی تعلیم تو یہ اور نام گمراہ کرنیوالا بھلا اس غریب کو ناحق کیوں بدنام کیا ہے فاعل حقیقی تو ایک ہے نہ دو۔ وہی ہادی ہے وہی مضل مثل سچ کہوں تو ماں ماری جا جھوٹ کہوں تو باپ کتا کھاے۔

رحمن و رحیم و رحمت اللہ باہم	شیطان و رجیم و لعنت اللہ باہم
ہر نیک و بدے کہ در جہان مگذرد	باللہ باہیم و شما باللہ باہیم

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنگل میں کسی درخت کے تلے پڑ رہے اور ایک اینٹ اٹھا کر سر کے نیچے رکھ لی اسی دم شیطان پہنچا اور کہا اے ابن مریم اب میرے ملک میں بھی دخل دینے لگا۔

گفت اے ملعون چرا استادہ	گفت خشتم زیر سر بنہادہ
جملۂ دنیا جو اقطاع منست	ہست این خشت آن من این رونست
تو تصرف میکنی در ملک من	خویشتن آوردہ در سلک من

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فوراً وہ اینٹ اٹھا کر پھینک دی شیطان بولا بس اب پڑے رہو ہم سے تم سے کچھ واسطہ نہین۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے ترک و تجرید کی حالت میں رہے ہین تمام عمر کہین گھر نہین بنایا ہمیشہ قلندروار پھرتے رہے نقل ہے۔ ایک روز آپ کہین تشریف لیجاتے تھے اثنائے راہ مین بارش ہونے لگی ناچار ایک درخت کی آڑ مین کھڑے ہو گئے اتنے مین دیکھتے کیا ہین کہ ایک لومڑی دوڑ کر اپنے بھٹ مین گھس گئی آپ کو خیال آیا کہ سبحان اللہ جانوروں کے لئے تو ٹھکانا اور ہین خانہ بدوش خیال کے آتے ہی ایک مکان جواہر نگار نمودار ہوا۔ اور ندا آئی کہ اے دوست اگر مکان درکار ہو

یہ موجود ہے ہمارے پاس کسی شے کی کمی نہین لیکن تمہارے واسطے یہ رتبہ قلندری اس مکان سے اعلی ہے آپ نے عرض کیا کہ الہی مین اسی حال مین خوش ہون مجھ کو اور کچھ درکار نہین۔ یہان جناب قبلہ نے فرمایا کہ سرکار نے تو ان کی تقدیر مین یون لکھ دیا تھا کہ ہمیشہ خانہ بدوش پھیرین گے۔ پھر مکان کیونکر لیتے آخر انہین کی زبان سے اقرار لے لیا۔ کہ مین کچھ نہین چاہتا۔ غرض یہ ہے کہ مقدر سے زیادہ کسی کو کچھ نہین ملتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت نوح ؑ کی دعا سے طوفان برپا ہوا۔ اور وہ کشتی پر سوار ہوئے۔ تو شیطان بھی آموجود ہوا۔ اور بولا کہ آپ نے خوب ہی کیا جو دعا مانگ کر خلقت کو غارت کرادیا۔ آپ ہدایت کرتے کرتے مین بہکاتے بہکاتے دق ہوگیا۔ دونوں خرابی مین مبتلا تھے۔ اب خوب پاؤن پھیلاکے چین سے سوئین گے۔ نہ ہدایت کا کھیڑاگ رہا نہ گمراہی کا بکھیڑا۔ یہ بات سنکر حضرت نوح تازیست روتے رہے۔

جہان دارد اند جہان داشتن	یکے را بریدن یکے کاشتن
نہ با این است مہر و نہ با آن است کین	تو دانا تری اے جہان آفرین

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ شیطان نے تو یہ نافرمانی کی کہ حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا اور حضرت آدم سے یہ تقصیر ہوئی کہ دانہ گندم باوجود ممانعت کھالیا۔ حکم سرکاری سے عدول حکمی کرنے مین دونون مساوی تھے لیکن جب عتاب ہوا۔ تو شیطان نے بے دھڑک جواب دیا فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ۔ اور حضرت آدم نے ڈرکر فریاد کی کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ اس وقت حضرت آدم سے پوچھا گیا کہ تم نے یہ جھوٹ کیوں بولا کہ اس فعل کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا۔ آیا ہم فاعل حقیقی نہین ہین۔ حضرت آدم نے عرض کیا کہ بارخدایا بلاشک مین تجھی کو فاعل حقیقی جانتا ہوں لیکن معصیت کو تیری ذات پاک کی طرف نسبت کرنے سے مجھے شرم آئی اور مقتضاء ادب یہی معلوم ہوا۔

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ	تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من است

یہ ادب ان کا پسندیدہ بارگاہ کبریائی ہوا۔ مقبول ٹھہرے اور شیطان مردود۔ خیر ردو قبول تو دوسری بات ہے۔ مگر ان کا جھوٹ اور اس کا سچ خدا پر دونون روشن تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب لاہور میں مولوی فضل حق صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو [illegible] تمہاری کتب درسیہ تھوڑی ناتمام رہ گئیں۔ اگرچندے یہ شغل اور رہتا تو تمہیں تمام ہو جاتی میں نے کہا جناب مولوی صاحب ایک نقل یاد آئی۔ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کی جانب جاتے تھے۔ رستے مین شیطان مل گیا آپ نے اس سے کہا۔ سنتو ابلیس اگر تو آدم کو سجدہ کر لیتا تو کیا اچھا ہوتا۔ اس نے کہا کہ اچھا کیا خاک ہوتا۔ بہت ہوتا تو آپ جیسا ہو جاتا۔ فرمایا کیون ہم کیسے ہین کہا کہ ہاں نبوت تو بے شک آپ کو ہے لیکن نشان فتوت تو آپ مین ہی نہین۔ ہم جب جانتے کہ دوبارہ رب ارنی کہتے۔ تو مولوی صاحب کتب درسیہ کی غایت تکمیل یہی تھی کہ آپ جیسا فاضل ہو جاتا۔ یہ بات سنکر مولوی صاحب آب دیدہ ہوئے اور فرمایا کہ میان صاحب سچ ہے ہم کو تو علم حجاب الاکبر ہو گیا۔ ایک بار جناب وقبلہ نے بذریعۂ گرامت نامہ منشی فضل رسول صاحب کو یہ شعر قلندر صاحب کا تحریر فرمایا ؎ درگزر از گفتگوے نامراد ٭ ہے مرادی نامرادان رامراد ٭ بعد چندے جب کہ منشی صاحب خدمت مبارک مین حاضر ہوئے تو عرض کیا۔ کہ اس شعر میں جو مضمون قلندر صاحب نے بیان فرمایا ہے کیا یہ رتبہ ان کو حاصل تھا۔ ارشاد ہوا کہ یہ رتبہ نامرادی تو ابلیس ہی پر ختم ہو گیا جیسے آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہو گئی اب نہ کوئی ابلیس بنے گا نہ یہ رتبہ پائے گا اور جیسا ابلیس شاد و خرم رہتا ہے ایسا نہ کوئی نبی خوش ہے نہ ولی۔ رباعی

رندے دیدم نشستہ بر خنگ زمین	نی کفر و نہ اسلام نہ دنیا و دین
نے حق نہ حقیقت نہ شریعت نہ یقین	اندر دو جہان کرا بود زہرہ این

ایک روز ارشاد ہوا کہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ کا مطالعہ طالبین کے حق میں نہایت مفید ہے۔ اور آپ کو بھی یہ تمام قصیدہ حفظ تھا۔ اکثر موقع بموقع اس کے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ اب میں اس مقام پر بتمامہ اس قصیدہ کو لکھتا ہوں۔ تاکہ شائقین اس سے بہرہ ور ہون۔

مے نگارم قصیدۂ عطار	کہ مرانیست جز نگارش کار

چشم بکشا که جلوهٔ دلدار ‏ متجلی است از در و دیوار
نحن اقرب الیه آمده است ‏ دور افتادهٔ تو از پندار
کل شئ محیط مے بینم ‏ آنکه می بینیش به نقش و نگار
تو ز کوتاه بینی اے احمق ‏ می سرائی به نحن موسیقار
تا بکے در صفات حیوانی ‏ ہمچو یک چند احمق بر عار
او به پیش تو ایستاده چو سرو ‏ سرفرو بردهٔ تو نرگس وار
سرمهٔ گر ز نور بی یبصر ‏ به کشی در دو چشم پر زنگار
از درون و برون نشیب و فراز ‏ از پس و پیش و زمین و یسار
شاہد لا الٰه الّا اللّٰه ‏ پیش تو پرده گیرد از رخسار
ثَمَّ وَجهُ اللّٰهِ آیدت بنظر ‏ وَهُوَ مَعَکُم نمایدت دیدار
کاروان نفخت من روحی ‏ بسرای تو برکشاید بار
این تماشا چو بنگرے گوئی ‏ لَیسَ فِی الدَّار غیره دیّار
احدست او اگر تو بشماری ‏ واحدیت رساندت بهزار
همه یک قطره ایست این دریا ‏ همه یک دانه ایست این خروار
اسب و فیل و پیاده و فرزین ‏ به تن واحد آن سپه سالار
می نماید بچشم احوال تو ‏ شتر و اسب و فیل و گاو و حمار
زاغ و طوطی و سار و مور و مگس ‏ بلبل و قمری و چکاوک و سار
کافر و گبر و مومن و ملحد ‏ متقی و شقی و بدکردار
هرچه می بینی از جماد و نبات ‏ وز وحوش و طیور و حیوان وار
آسمان و زمین نشیب و فراز ‏ از خبیثات و طیبات انگار
این همه ذات پاک یزدان است ‏ میکند جلوها برین اطوار
گر تو علم الیقین بدست آری ‏ سوی عین الیقین بیابی بار
روی حق الیقین عیان بینی ‏ شوی از کائنات برخوردار

بهمین دیده بنگری ظاهر صورت خویش را بصورت یار
گوئی آنکه زخود که اینهمه اوست راحت و رنج و اندک و بسیار
پس بخود گوئی و زخود شنوی لِمَنِ الْمُلْكُ الْوَاحِدِ الْقَهَّار
تو بدین پایه کی رسی هیهات که خرت بازمانده از رفتار
من طلبنی وجدنی آمده است عاشقان را بدوست هست اقرار
مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأَ الْحَقّ را زین سبب گفت احمد مختار
مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ نبی فرمود گر نمی دید چند تکرار
رمز من کان هٰذِهٖ اَعْمیٰ بشنوید ای خران کودن سار
هرکه این جا ندیده محروم است در قیامت ز لذت دیدار
کار کن کار پیش ازانکه اجل بدر آرد ز هستی تو دمار
منزل تو نه دور نزدیک است پای مردی بکن قدم بردار
قاطعان طریق در راه اند شتر مست تو گسسته مهار
انا لیلیٰ مگو اگر مردی ورنه چون ابلهان سری منخار
بجز معنی انا نیست کفر است هیچ فهمیدی ای نکوکردار
خویشتن را مگو منم یعنی من و آنی مجو بهم بردار
قل هو الله وصف احمد ل از میانش لیک میم بردار
این سخن در تو کی کند تاثیر دارد آئینه دلت زنگار
روزی از روزها کلیم الله خواست مرشد ز ایزد دادار
وحی آمد برای او که برو پیش ابلیس مفسدان سالار
راه طی کرد و سر بحکم نهاد رفت در پیش آن لعین ناچار
گفت خواهم من از تو ارشادی کای تو در راه عشق پاک عیار
یعنی ایزد برای ارشادم بر سر تو نهاده تاج مدار
زین سخن همچو شعله سر پیچید جست و برجا نشست همچو شرار

گفت من از دم ازل دارم — طوق لعنت بگردن ادبار
تو ندیم اللهی نداری ننگ — توکلیم اللهی نداری عار
من کجا و طریق این احکام — من کجا و سبیل این اطوار
من نهنگم نهنگ عصمت خوار — من پلنگم پلنگ دین ادبار
راه رسم ضلالت از من پرس — مفسدان را منم سپه سالار
بزبان نیاز بازش گفت — ای تو در راه عشق خوش رفتار
درس اکرو بیان تو میگفتی — نکتهٔ هم برای من بگذار
تبکلم در آمد و بکشود — لب گوهر فشان و شکر بار
گر ز من چشم داری این معنی — در من برنویسی این طومار
من مگو گفت تا چو من نشوی — این سخن را ز من نگاه دار
چون شوی همچو من بروس زان — هرچه خواهی بگو و باک مدار
یعنی اول چو من شوای سرمرد — زخم ادرا سپر بسینه میار
چون شنید این سخن از و موسیٰ — گفت از روی عجز و الاسار
راست گفتی درست فهمیدم — این سخن از تو ای ملک سیار
عین آب سیم ما و او با ما — هم آمیخته شکر گر دار
عین آب سیم گرچه در ظاهر — می نمائیم لولوی شهوار
نام خود را کنون چو آب بریم — زانکه ما شربتیم شکروار
آب را تو تمام ژاله نگر — ژاله را عین آب می پندار
خویشتن را تو در میانه مبین — سد اسکندر را ز میان بردار
لیک اندر قمار خانهٔ عشق — بر ز منصور کس نبرد قمار
تا تو مستی خدای در خواب است — چون بمیری تو شود بیدار
فتمنوا الموت ان کنتم — صادقین آمده است در اخبار
گر بمیری تو پیشتر ز اجل — نکند بر تو تیر و خنجر کار

ملک الموت را شود بیقین
همچو سیماب کشتنت دشوار

صید عنقا کجا تواند کرد
تو الفضولی اگر رود بشکار

تو بخوف و رجا ازین درگاه
بازمانی ای خجسته شعار

از زبانت همی کنی من و تو
جان من یک زمانکی مشدار

عشق گر در دلت فروزد شمع
روز روشن نبایدت شب تار

ذوق و شوق آنچنان عیان بینی
که شوی شکل من ز خود بیزار

[illegible] گردی [illegible] ان تو از مستی
تشنه ای [illegible]

در صفت [illegible] ازین مستی
[illegible] ظهار

[illegible] کل لسان شود خاموش
یا به طال اللسان کند گفتار

ایک طال اللسان هلاک شود
سر و پا گم کند [illegible] دستار

وانکه کل اللسان بود چه شود
با سلامت بایستد هموار

[illegible] نه گردد ز کاکلش یک موی
کم نگردد ز خرقه اش یک تار

[illegible] او سر [illegible] زهی سرمست
وانکه او سر برد زهی هشیار

گاه طال اللسان بود خاموش
گاه کل اللسان کند گفتار

میزند موج اندرین معنی
مطلعی همچو مطلع الانوار

او خروشان چو بلبلان بهار
او خموشان چو طبلهٔ عطار

غیر او کیست کو سخن گوید
یا خمش بر نشیند ای دلدار

[illegible] خود بخود گشت
جلوه [illegible] رفتار

[illegible]
[illegible]

[illegible] یاقوت
[illegible]

هست خود فعل و فاعل و مفعول
هست خود قبض و بسط در هر کار

ناظر خود خود است و خود منظور
خود تماشا و خود تماشاکار

عاشق خود خود است خود معشوق — خود طبیب خود است و خود بیمار

خود شده طوطی و خود آئینه — خود شده پیش طوطی آئینه دار

خود کند ساز هر گنه که هست — خود زند باز باب استغفار

حمد خود از زبان خود خود گفت — تا که بر خود شود پذیرفتار

خود پیمبر شد و پیام آورد — گشت خود معترف نمود اقرار

گفت انا احمد بلا میم — از زبان محمد مختار

لی مع الله وقت را آن گفت — هم خود از نطق سید الابرار

رَبِّ ارنی بگوش خود خود ریخت — خود بخود کرد حسرت دیدار

باز خود گفت لن ترانی را — بهر چه بهر گرمی بازار

خود انا الحق زد از لب منصور — خود بر آمد ز شوق بر سر دار

من نیم او خود است قافیه سنج — من نیم او خود است در گفتار

هست کان یک حیات صرف قدم — با همه خیر و شر خود دوّار

روز آدینه بر سر منبر — گشت شبلی برای خطبه سوار

کرد توحید ایزدی آغاز — که یک است او چه ده چه صد هزار

مگر آنجا جنید حاضر بود — گفت ای پاکباز پاک عیار

آنچه من با تو گفته ام بنهفت — تو عیانش همی کنی اظهار

گفت هیهات ای یگانهٔ عصر — سخن مشرکانه را بگذار

من همی گویم و همی شنوم — نیست کس غیر من بهر دو دیار

قُمْ بِاذنی و قُمْ بِاذنِ الله — هر دو یک نغمه ایست از لب یار

خواه قرب نوافلش برخوان — خواه قرب فرائضش بشمار

نیست جز نام فرق زیر و بم — زیر و بم می‌زند سر از یک تار

لوحِ دل را ز نقش غیر بشوی — خویشتن را خدای خود انگار

نور چشم من از خودی بگذر — زانکه باشد خودی ز جمله خوار

گر بدین بال و پر کنی پرواز — شاهبازی تو جبرئیل شکار

وانکه غیر تو چیست هستی تو — خویشتن را کناره گیر کنار

ورنه گر با خودی خدا گوئی — مشرکے باشی و خدا آزار

چونکه لاتشرک است حکم خدا — خویشتن را ز شرک پاک برار

شرک دو هست بر خفی و جلی — هر دو را پیش تو کنم اظهار

اے پسر لا اله الا الله — خود ز شرک خفی است آئینه دار

هست شرک جلی رسول الله — خویشتن را ازین دو شرک برار

گر ز شرک جلی خلاص شوے — خویش را از نفی خلاص شمار

چون ازین شرکها خلاص شوے — شوی آن وقت صوفی شطار

یہاں حضرت فرمایا کرتے تھے۔ سنو ہمارے بزرگ حضرت شبلیؒ کیا فرماتے ہیں۔

آن یکے وقت نزع شبلیؒ را — گفت ای قدوۂ صغار و کبار

که بگو لا اله الا الله — مغفرت خواه ز ایزد غفار

به تبسم در آمد و بشگفت — همچو روئے بهار و چهرۂ یار

گفت معشوق من ز استغنا — نگشاید ز روی رشوت کار

بعد ازین ما و ساقی و لب جو — بعد ازین ما و یار و بوس و کنار

بعد ازین ما و نغمه و مطرب — بعد ازین ما و خانۂ خمار

یہاں ارشاد ہوتا تھا کہ چھوٹے میاں ع چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ سید الطائفہ حضرت جنید کا شاگرد

سالکے مر جنید را پرسید — کاے ز سر تا قدم همه اسرار

به تکلم در آ که مشرک کیست — گفت کای هرزه گوئی کودن سار

هر که نادیده نام او گوید — مشرک است آن فضول ناهموار

دع نفسك تعال را بشنو — ای برادر ز گوش پنبه برار

هر که از وی نزد انا الحق سر — هست او از جماعت کفار

هر که منکر شد بود مشرک — من از و چون خدای او بیزار

چون دوئی از میان برداری — تو نمانی و او کند گفتار

دین احمد گزین مسلمان شو — بگذر از خویشتن تو دل را بر

این بت ار شکنی چو براهیم — گر در آتش روی تو گلزار

شو بهر قول و فعل تبع سلف — غیر باطن بظاهر هست بسیار

شو بباطن ربوبیت پرداز — کن بظاهر عبودیت اظهار

ظاهر خویش پاک کن بوضو — باطن خویش را نماز گذار

پس وضو چیست پاک کردن دل — پاکی دل چه شستن از اغیار

مسجد تو مقام تسلیم است — قبله گاه تو طاق ابروی یار

در نماز آن نگار را دیدن — ظاهر و باطن ای پسر بشمار

در عبادت کسی شریک مکن — زانکه لا شرک است حکم نگار

روزه حفظ دل ست از خطرات — پس بود از مشاهده افطار

دل بود طعمه خور ز چار خطر — مرد باید که بگذرد زین چار

گر بود خاطر تو مائل حق — خطرهٔ آسمانیش پندار

در سبوی عبادتت بکشد — خطرات ملائکش بشمار

این عطاهای فیض جبروت است — جذب او کشد ترا دلدار

در بیابیش در تردد جاه — که چنین یا چنان برآرم کار

یا فلان را دهم کلاه و کمر — یا فلان را کنم سپه سالار

یا کنم حوض آسمان بهنار — یا بکیوان برم سر دیوار

این خطر جان من ز شیطان است — این خطر از درست مردم خوار

ور بود این تن تو مائل خور — هستی تو بدل شود به حمار

این کشاکش ز نفس کیش است — اشترت را بدست او مهار

زین خطرها مستعلی گردی — گرچه هستی ز جعفر طیار

ورنه گردد دل فرشته دشت — مائل هیچ یک ازین هر چار

ز [illegible] خطرها اگر برون آئی — نه خزان ماندت نه فصل بهار
[illegible] بیشش را [illegible] — بر سر دوستی بکن ایثار
[illegible] هستی عناصر خود — یا علومش ز جان خویش برار
[illegible] چه باشد ز خود سفر کردن — بکجا جانب هدایت کار
هست قربانی از پس حجت — قطع احکام طبعها یکبار
یعنی این چار طبع را یک کن — تا نگردد مخالفت هر چار
صفت طبع را چو نفی کنی — روی حق بینی از در و دیوار
رو [illegible] هنگامه که می نگری — آشنا وا نماندت هر بار
[illegible] یکتائی را تخم — کی دهد شاخ آشنائی بار
شد جهات تمام شرک و دوئی — غسل فرض است زان بهر دیندار
غسل چه بود بورطهٔ توحید — غوطه خوردن نیامدن بکنار
چیست تجرید گشتن آزاد — از هزاران هزار دیار و دیار
بعد [illegible] از برادر و خواهر — بعد از ان از تمام خویش و تبار
[illegible] نوع مجرد — بگذر از جمله و بحق بسپار
[illegible] — لطف او هست بر همه غمخوار
ماه و خورشید و زهره و پروین — ابر نیسان و مهر و دی دوار
هفت و چار اند حاکم ظاهر — باطنت هست جمله را سردار
همه بهر تو در مشقت و رنج — تو بهر چه میکشی آزار
بعد تجرید بایدت تفرید — یعنی از آخرت شدن بیزار
قال [illegible] الدین تارک الدنیا — نکند فرق افسر از افسار
دین [illegible] دنیا و دوزخ و فردوس — تو رها کن این خران بسیار
تو اگر مرد این خجسته رهی — دامن از کائنات خود بفشار
فرش [illegible] دان گران تر از کوه است — کوه بر گردن فرشته مدار

اے پسر در رہ شریعت فرض / عشر دہ یک بود بد نیا دار
در طریقت گذشتن از لذات / در حقیقت گذشتن از افکار
چیست توبہ گذشتن از جملہ / چہ خدا و رسول و جنت و نار
نام این منزل است او ادنیٰ / ہست جائے شکیب و جای قرار
لیک اینجا تا دنت مشکل / بلکہ زینجا گذشتنت دشوار
وانکہ زینجا گذشت گشت فقیر / مال او راست دوستدار حصاؔ
وانکہ او برگذشت مخلص شد / مال او راست بحر و برا حصار
یک شبے بایزید را در خواب / دید شخصیکہ بود دانہ ابرار
گفت ای شاہباز عالم قدس / یعنی اے قدوہ اولی الابصار
بگو از سرگذشت اول شب / کہ چہ بشنیدی از یمین و یسار
گفت آمد ندا ز عالم قدس / کہ چہ آوردہ بیا و بیار
گفتم آوردہ ام گناہ کہ ہست / نام تو ہم غفور و ہم غفار
لیک از من نرفت در توحید / شرک ای کردگار لیل و نہار

یہان جناب قبلہ فرمایا کرتے تھے ۔ کہ جب حضرت بایزید نے دعویٰ توحید کیا تو دودہ کی رات یاد دلائی گئی یعنی ایک رات حضرت بایزید کے پیٹ میں درد ہوا تھا مریدون نے دریافت کیا تو فرمایا کہ دودھ پینے سے درد ہوا ایس دعوی باعث گرفتاری ہوا۔

اذکر اللیلۃ اللبن فرمود / خوردہ بودی وزو شدی بیمار
خوردہ بودم مگر شبے شیرے / شکمم زو گرفتہ بود آزار
گفتہ بودم خلاف عادت خویش / خوردم این شیر وزان شدم بیمار
گفتم این بُد خلاف در توحید / وقنا ربنا عذاب النار
چند خواہی چو شاخ گل بالید / کاین مرا دلبرست وکان دلدار
زود باشد کہ بے مناقشۂ / بینی از خویشتن شدہ بیزار
او ز تو کند خود دہ ہمچو خدنگ / تو دہن باز ماندہ چون سوفار

هرچه پی او نیوشی و بخوری
زهر است ارچه هست نوش وگوار

هرچه پی یاد او بسندوزی
مار است ارچه هست و مهرهٔ مار

شهد و شکر مثال باشد پاک
گرچه در یاد او خوری مردار

در شریعت بود هر آنچه حلال
در طریقت همان بود مردار

چون حقیقت نقاب برگیرد
هر دو یک گردد اے نکوکردار

چند ماضی و چند مستقبل
بزله سنجی کنی ز لب افگار

خویشتن را باین همه عالم
مثل باد روان و خاک شمار

سال آینده را گذشته شمر
همچو پار از سال یا چون پار

جان من وقت آن غنیمت دان
که ابو الوقت خواندت احرار

انت اعمی عصای تو وهم است
که همی افتی از سر دیوار

ورنه هنگام رفتنت بزمین
زیر پا آیدت همان مقدار

ایکه کردی چو نام من عاصی
رفته ام راه معصیت بسیار

نام خود بر صحیفهٔ لاریب
خود رقم کردهٔ انا الغفار

کیسهٔ من پر از گناهان است
تو خریدار و اپسین بازار

هرچه دوری ز جنس بخشایش
تو به هل من مزید لطف بیار

این قصیده است وحی هاتف غیب
طبع والا پسند آئینه دار

وحی چه بود هر آنچه در دل تو
سر زند از نتایج اسرار

چیست الهام آنکه خاطر تو
برود سوئے نیک از بدکار

باز وسواس دیو هست که تو
بروی سوی بد نیک شعار

این نه شعریست بلکه معجزه ایست
گرچه مانده بصورت اشعار

همه عشق است اندرین مصحف
همه وصل است اندرین گفتار

همه شوق است اندرین صفحه
همه ذوق است اندرین طومار

این کلام کلام مردان است
نه کلام مخنث بازار

میں یہ سوال تحریر کرکے بطلب جواب ارسال کیا۔ سوال ہر روز ہر روز زارا دہ میکنم کہ بخدمت شریف برسم لیکن میسر نشود اگر من منم خلافت من چرا و اگر من نیستم چہ تقصیر ما۔ و قتل امام حسین علیہ السلام اگر بر حق است پس یزید پلید درمیان کیست و اگر خلاف مشیت ست یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ چیست احمد مختار علیہ التحیۃ والسلام در جنگ کفار رفت شکست بلشکر اسلام افتاد علماء ظاہری فرمایند کہ تعلیم صبر است و حدیث ناطق است کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ میں نبی تھا۔ اور آدم علیہ السلام درمیان خمیر کے این چہ شکست پس جواب این ہر سہ کلمہ قلمی فرمایند۔ میاں میر صاحب نے یہ جواب ارسال فرمایا

جواب۔ بچہ شیر خوارہ را حلوہ خوردن نباید ای شاہزادہ تا از شاہزادگی بیرون نیائی ہرگز شاہ نشوی۔ اتقی مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَ مَنْ سَلِمَ نَجَا۔ ترجمہ جو شخص خاموش رہا۔ اس کو سلامتی ملی اور جس کو سلامتی ملی اس نے نجات پائی۔ اس کے بعد جناب قبلہ نے فرمایا کہ میاں میر صاحب نے جان بچائی اور ٹال دیا۔ کیونکہ جواب بہت مشکل تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ عالمگیر بادشاہ نے سرمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا۔

اے یار ت رند بودنا بودت کو | آتش زدہ بخویشتن دود ت کو
دل دادی و جان دادی و ایمان دادی | اینک ہمہ سود است بگو سودت کو

حضرت سرمد نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا ؎

نابود شدم بود سلے دانم چیست | آخر شدہ ام دود نمیدانم چیست
دل دادم و جان دادم و ایمان دادم | سود ست و گر سود نمیدانم چیست

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ جب کبیر نے یہ دوہا کہا۔

تن مٹکی من دہی سرت بلون ہار | کبیرا ماکھن کھا گیو چھاچھ پیے سنسار

یعنی کمال معرفت کبیر کو حاصل ہو گیا۔ اس کے جواب میں کمال ابن کبیر نے ایک دوہا کہا اور باپ کو ہشیار کیا۔ کہ آپ کا وہم ہے بلون کسی پر ختم نہیں ہو سکتا۔

مصری کا پربت کھیوا اور چیونٹی لکھی آئے | ان ملھ اپنا بھر لیو پربت کیا جائے

یہ بات سنکر کبیر چونکا اور ہوش میں آیا کہ حقیقت میں دھوکا لگا کمال نے خوب سمجھائی

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

علمہا از بحر علمش قطرہ ایست	آن چو خورشید است اینہا ذرہ ایست
گر کسی در علم صد لقمان بود	پیش علم کاملش نادان بود

ایک بار ارشاد ہوا کہ کبیر بڑا موحد تھا جب اس کی توحید کا شہرہ ریداس تک پہنچا تو اس نے یہ شعر لکھا کیونکہ ریداس سرگن تھا یعنی با صفات اور کبیر نرگن یعنی بلا صفات تھے

ماتر پتی باپ جو لیے پوت بیٹے برہم گیانی	آدانت یہ ہم سے بانہہ لپٹ من کی سہانی

جو لیے ہیں ہین ہت موری رہے

اس کے جواب میں کبیر نے اس طرح رقم کیا۔

برہم گیان من برہم نت بن کایا شد ہوئے	پورن برہم سکل گھٹ بیاپک دوجی اور نکوئی

چمری ہیں ہین ہت موری رہے

آخر ایک روز اتفاق ملاقات ہوا۔ اور دونوں میں گیان چرچا کی ٹھہری کبیر نے کہا کہ میری جیت ہے۔ ریداس نے دعویٰ کیا کہ میری۔ اب فیصلہ ہو تو کیونکر ہو۔ ریداس نے رام چندر جی کو یاد کیا فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر دھنش بان یعنی تیر کمان ہاتھ میں لیے ہوئے آموجود ہوئے اور کہا۔ کبیر ! ریداس کو کیوں نہیں مانتا اسکی بھگتی اچھی ہے کبیر نے کہا کہ مہاراج آپ تا جی کی چوکسی کریں اس معاملہ میں دخل نہ دیجئے گفتگو میری اس کی ہے۔ ہم دونوں بھگت لیں گے وہ چپ ہو کر دور کھڑے ہو گئے تب ریداس نے کرشن جی کو یاد کیا وہ بھی گرڑ پر سوار سر پر مکٹ لگائے مکھ مرلی دھرے سامنے آ گئے اور کبیر کو سمجھایا اس نے کہا کہ مہاراج آپ گوپیوں سے کلول کیجیے میرا اس کا جھگڑا چک جائیگا وہ بھی الگ ہو گئے پھر اس نے مہادیو جی کا دھیان کیا تو بیل پر سوار ترسول ہاتھ میں لیے فوراً آئے اور درشن دئے کبیر نے ان کا کہنا نہ مانا اور جواب دیا کہ مہاراج تم پاربتی جی کے پاس جاؤ اس کی خیر مناؤ اس بات سے آپ کو کیا مطلب مہادیو جی کو غصہ آیا اور کبیر کے مارنے کو ترسول اٹھایا کبیر رم یعنی لا کہہ کر غائب ہو گیا۔ اس وقت ریداس کے تمام دیوتا بولے کہ اس دریائے توحید و یگانگی میں جہاں کبیر نے غوطہ لگایا ہے ہم اور وہ سب برابر ہیں یہاں ہمارا بھی کچھ بس نہیں چلتا ریداس نے کہا مہاراج میں نے اتنی مدت تمہاری سیوا اور پوجا کی اور اس وقت کچھ نہ ہو سکا آئندہ آپ لوگوں نے کیا توقع ہو

بس میر اسلام ہے اس کے بعد ریداس نے سکو دھنا بتائی اور سلک توحید اختیار کیا اور کبیر کا چیلہ ہو گیا

ٹھاکر پتھر مالا لکڑی تیرتھ ہیں سب پانی
رام گئے کرشنا گئے جگ میں لکھو بانی
دل گفت مرا علم لدنی ہوس است
گفتم کہ الف گفت دگر ہیچ

راما کرشنا گئے دیکھے چاروں وید کہانی
اس کو سادھو کیوں نہیں پوجو جس کو موت نہ آنی
تعلیم کن گر ترا دسترس است
در خانہ اگر کس است یکحرف بس است

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے ایک عالم سے یہ بات دریافت کی تھی کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں لا نفی جنس کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی دوسرے بھی خدا ہیں جنھیں سے ایک کو ہم نے مستثنیٰ کیا اوروں کو چھوڑ دیا اس میں تو بڑا ہی شرک بھرا ہوا ہے انھوں نے جواب دیا کہ اکثر لوگوں نے تو اور خدا بھی تو مان رکھے ہیں ہم نے کہا کہ حضرت پہلے تو یہ فرمائیے کہ قرآن شریف لوح محفوظ پر کب لکھا گیا تھا جبکہ یہ کلمہ اور قرآن لوح پر لکھا گیا اس وقت تھا کون جو دوسرا خدا مانتا انہوں نے کہا کہ تم وہابی معلوم ہوتے ہو ہم نے کہا کہ درست ہے جب ہم نے سچی بات کہی اور آپ جواب نہ دے سکے تو ہم وہابی ہو گئے ؎ لا و الا ہر دو لفظے ساختند خلق را در دام وہم انداختند۔ اس کے بعد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے روز ازل ہی سے یہ رنگ آمیزی کر رکھی ہے۔ اس کا بھید نہ کسی کو کھلا ہے۔ اور نہ کھلے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت مرتضیٰ علیؓ اور امیر معاویہؓ میں مجادلہ ہوتا تھا تو حضرت ابوہریرہؓ ایک ٹیلے پر جا بیٹھتے اور دونوں لشکروں کے جنگ جدال کا تماشا دیکھتے اور فرماتے کہ کیا خوب دونوں فریق لڑ رہے ہیں۔ اور جب کھانے کا وقت آتا تو امیر معاویہؓ کے دسترخوان پر شریک ہوتے لیکن نماز ہمیشہ حضرت علیؓ کے پیچھے پڑھتے کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت یہ کیا؟ کھانا وہاں اور نماز یہاں فرمایا کہ میاں سچ تو یوں ہے کہ روٹی کا مزا امیر معاویہ کے دسترخوان پر ہے۔ اور لطف نماز حضرت علی کی امامت میں ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دہلی کی زینت المساجد میں مقیم تھے تو بادشاہ نے کمبل پوش سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک کفر و اسلام میں کچھ فرق ہے یا نہیں جواب دیا کچھ بھی نہیں دونوں نشانیں سرکاری ہیں۔ اندھیرے اجالے کا سا حال ہے شعر

پھر پوچھا کہ تم کس طریقہ میں ہو۔ کہا کہ کسی میں بھی نہیں سردی میں دھوپ بھلی معلوم ہوتی ہے اور گرمی میں چھانو۔ دن کو اجالا اچھا لگتا ہے۔ رات کو اندھیرا۔ پھر باقر شاہ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ کہ تم کس طریقہ میں ہو۔ ہم نے کہا کہ صاحب ظاہر میں تو ہم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔ میں شریک ہیں باطن کا حال معلوم نہیں کہ کیا ہیں۔ اور کون ہیں۔ اگر حال باطن معلوم ہوتا۔ تو کچھ بیان کیا جاتا۔ کوئی کہتا ہے کہ اُس کے اندر خدا ہے کوئی کہتا ہے کہ ایک نفس ایک شیطان بھی اس میں گھسا ہوا ہے پس اگر اس میں خدا ہے تو ان سب کا گذارا کب ہو سکتا ہے۔ ہاں بطور خدمتگاروں کے رہیں تو مضائقہ نہیں ع ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را۔ یہ بات سنکر باقر شاہ خاموش ہو رہے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ زینت المساجد میں ایک روز کمبل پوش سے مولوی محبوب [illegible] کی گفتگو ہونے لگی اس آیت کے معنی میں فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْ [illegible] تو کہتے تھے کہ بیت سے مراد کعبہ ہے اور کمبل پوش کا قول تھا کہ بیت سے عبارت [illegible] انسانی ہے۔ یہاں تک بحث ہوئی کہ نوبت بجدال پہنچی اتنے میں مولوی فضل [illegible] تشریف لائے۔ دونو صاحبوں کی تقریر سُنی۔ اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ صاحب آپ خاموش بیٹھے سنتے ہیں۔ فیصلہ کیوں نہیں کر دیتے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب مجھ کو ایک نقل یاد آئی۔ میرٹھ میں لالہ بانکے رائے کے مکان پر میں مقیم تھا۔ جہاں ایک چھوٹا سا درخت پیپل کا لگا ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک روز گائے نے اس درخت پر منہ ڈالا۔ میں نے کہا۔ اسے ہٹا کیوں نہیں دیتے۔ تو لالہ بانکے رائے بولے کہ میاں چپکے [illegible] ہمارے دیوتا ہیں۔ آپس میں خود ہی سمجھ لیں گے۔ دونو کے درمیان ہم کیوں [illegible]

سو جناب عالی یہ دونو صاحب ہمارے دیوتا ہیں۔ اور ان کا معاملہ خضر و موسیٰ علیہم السلام کا سا ہے شریعت و طریقت کی جنگ ہے ابھی ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِکَ کہہ کر الگ ہو جاویں گے علما میں ان کو کیا سمجھاؤں ع من ز قرآن مغز را برداشتم استخوان پیش سگان انداختم

آپ تشریف رکھئے۔ اور ان دونوں صاحبوں کو لڑنے دیجئے۔ یہ بات سنکر دونو صاحب ہنس پڑے اور کہا کہ واہ صاحب۔ آپ نے ہم دونو کو کتا بنایا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت منصور کو سولی دینے کی وجہ یہ تھی کہ حق کے ساتھ انا لگادیا ورنہ حق حق تمام دنیا پکارتی ہے۔ اور کوئی کسی پر معترض نہیں ہوتا۔ پھر کسی شخص نے عرض کیا کہ حضرت مین نے سنا ہے کہ اہل خدمت سوائے مسلمانوں کے اور کسی قوم میں نہیں ہوتے آپ نے فرمایا کہ مسلمانون کے نزدیک تو یہی بات ہے مگر اور قومیں کہتی ہیں۔ کہ ہمارے ہی طریقے میں ہوتے ہیں مسلمانوں میں نہیں اور اصل یہ ہے کہ سب قومون میں ہوتے ہیں خدا کے کام کسی خاص قوم پر محدود و منحصر نہیں ہیں **ایک روز** کسی شخص نے سوال کیا کہ بلا واسطہ پیر و پیغمبر کے بھی کوئی صاحب معرفت ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ ہان ہو سکتا ہے۔ لیکن شاذ و نادر اور جو کوئی ایسا ہوا ہے اس نے خدا کے سوا کسی اور کو نہیں سمجھا۔ یہ بات ایسی ہے کہ جب عطر کھینچتے ہیں تو زمین صندل کی ضرور ہوتی ہے۔ پس انبیا اور اولیا زمین عطر ہیں جن کے واسطے سے عطر تیار ہوتا ہے۔ اور اگر بغیر کسی زمین کے عطر تیار کیا جائے تو ممکن ہے۔ مگر صدہا من پھول خراب ہون تب تھوڑا سا عطر نکلے جیسے انبیا علیہم السلام کہ ہزارہا خلقت تباہ ہوئی تو ایک رسول سرآوردہ روزگار ہوا۔ اور یہ عطر خالص ہیں۔

صد ہزاران سبزہ پوش از غم نسوخت	تا کہ آدم را چراغی بر فروخت
صد ہزاران جسم خالی شد ز روح	تا درین حضرت درد گرگشت نوح
صد ہزاران پشہ در لشکر فتاد	تا براہیم از میان سر بر نہاد
صد ہزاران خلق سر ببریدہ گشت	تا کلیم اللہ صاحب دیدہ گشت
صد ہزاران خلق در زنار شد	تا کہ عیسیٰ محرم اسرار شد
صد ہزاران خلق در تاراج یافت	تا محمد یک شبے معراج یافت

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک کنجڑا ایک رند ایک حافظ ایک صوفی ایک برہمن ہم دم و ہم سفر تھے۔ جنگل میں سیاہ تیتر بولا۔ ایک شخص نے کہا کہ یارو یہ تیتر کیا بولتا ہے کنجڑے نے کہا کہ یہی کہتا ہے پیاز لہسن ادرک۔ رند بولے نہیں صاحب یہ کہتا ہے قاضی تیری عطر

حافظ جی بیشہ [illegible] انفطرت ۔ صوفی با صفا نے کہا سبحان تیری قدرت ۔ برہمن
دیوتا بولے [illegible] حسرت ۔ غرض کہ ہر ایک نے اپنے اپنے مذاق اور اپنے اپنے خیال کے
تیتر کی بولی کو [illegible] ہوا لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ تیتر درحقیقت کہتا کیا ہے ؟

زاہد [illegible] از روزہ ضبطے دارد
عاشق بہ مئے دو سالہ ربطے دارد
معشوق [illegible] شد کہ یار مشغول تحیت
ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس
وحی لائے حضرت نے دریافت فرمایا جبرئیل تم جانتے ہو کہ وحی کہاں سے آتی ہے ۔ انہوں
عرض کیا کہ حضرت میری رسائی سدرۃ المنتہی سے آگے نہیں ۔ اس مقام نامعلوم پر ایک
ندائے غیب وارد ہوتی ہے اس کو آپ تک پہنچا دینا میرا کام ہے اس سے زیادہ میں کچھ
نہیں جانتا ۔ آپ نے فرمایا ۔ اب کی بار اگر ندا وارد ہو تو اپنے پر پرواز شروع کرو اور دیکھو
کہ ندا کہاں سے آتی ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور ایک طول طویل مسافت طے
کرنے کے بعد دیکھا کہ آنحضرت صلعم وہ ندائے وحی کر رہے ہیں پھر حضرت جبرئیل زمین کی طرف
متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ آنحضرت صلعم اپنی جگہ پر موجود ہیں اس کے بعد جناب و قبلہ نے
ارشاد کیا کہ اس [illegible] مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت خدا تھے بلکہ اس سے یہ بات مستنبط
ہوتی ہے کہ ایک آن واحد کے اندر آنحضرت نے اپنے تئیں اس عالم اور اس عالم میں دکھلا دیا

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این [illegible]

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شہر اندھوں کا تھا ۔ اس میں ہاتھی آیا ۔ چار پانچ اندھے
[illegible] گئے کہ دیکھیں ہاتھی کیسا ہوتا ہے ۔ ٹٹولنا شروع کیا کسی
نے کان کو ہاتھ لگایا کسی نے دم کو کسی نے پانو ٹٹولے کسی نے پشت ۔ کسی [illegible]
جب اپنی اپنی جگہ [illegible] آئے تو عارفان نیل نے حقائق و معارف بیان [illegible]
کئے ۔ ایک نے کہا سبحان اللہ ہاتھی [illegible] چھاج ہے دوسرے نے [illegible]
ہاتھی تو ستون [illegible] دوسرے نے کہا کہ میں نے خوب تحقیق کیا بالکل [illegible]
نے کہا کہ مجھ کو منکشف ہوا کہ ہاتھی ایک لاٹھی ہے غرض سب نے اپنا علم و عقل

جن کو حاصل ہوا تھا ظاہر کیا۔ اگرچہ سب کا مشاہدہ اور سب کی تحقیق بجائے خود درست تھی
اور ان کو درحقیقت یہی منکشف ہوا تھا لیکن حقیقت فیل سے سب ناآشنا اور نابینا تھے پس
معرفت خدا بھی اندھوں کا ہاتھی ہے۔ اسی لئے مخبر صادق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یہ بات صرف اپنی ہی نسبت نہیں ارشاد کی بلکہ سب کو شامل
کرلیا۔ کیونکہ عرفنا میں ضمیر جمع کی ہے یعنی کسی نبی یا ولی کو معرفت کلی حاصل نہیں ہوئی ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم	واز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر	ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت مولانا روم و شیخ فریدالدین عطار و شاہ بوعلی
قلندر کی توحید میں کیا فرق ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تین مسافر چلے جاتے تھے سرراہ
کنواں نظر آیا ایک عورت پانی بھرتی تھی۔ مسافر نے کہا مائی صاحب پانی پلا دیجئے اس نے
نہایت مہربانی سے پلایا۔ دوسرے مسافر نے کہا میرے باپ کی جورو پانی پلا دے۔ وہ
عورت گالیاں دینے لگی لیکن پانی پلادیا تیسرے مسافر نے بالکل صاف صاف کہدیا
وہ اینٹ پتھر لے کر اس کے پیچھے دوڑی ہرچند کہ از روئے معنی مطلب تینوں شخصوں کا ایک
تھا مگر طرز بیان اور تاثیر الفاظ ہر ایک کی جدا تھی ایک میں پاس ادب تھا دوسرے میں بے
حجابی تیسرا تو بالکل ہی بھکڑ تھا یہی کیفیت مولانا روم اور شیخ عطار اور شاہ بوعلی قلندر کی
توحید کی ہے مطلب یہ ہے کہ حضرت مولانا روم کا کلام چونکہ مطابق شریعت ہے۔ اس لئے
اہل ظاہر کے نزدیک بھی مقبول و مسلم ہے۔ اور شیخ عطار کا کلام ایسا ہے۔ کہ اہل ظاہر اس کو دیکھ کر
چونکتے ہیں لیکن قلندر صاحب کا کلام تو توحید میں ایسا صاف صاف اور بے باکانہ ہے
کہ اہل ظاہر اس پر لاحول و استغفار پڑھتے ہیں حقیقت میں سچ بات کہنا بہت مشکل کام ہے
الحق مُرٌّ مثل ہے۔ کہ ایک لڑکا تھا اس کو اکثر لوگ مارا پیٹا کرتے۔ ایک بار اس کی ماں نے
پوچھا بیٹا تم کو لوگ کیوں مارتے ہیں اس نے جواب دیا کہ میں سچ بات کہدیتا ہوں اس لئے
مجھ کو لوگ جینے نہیں دیتے۔ ماں بولی بھلا سچ کہنے پر بھی کوئی مارتا ہے تو جھوٹ بولتا
ہے کہا اس نے کہا اگر تمہارے سامنے بھی سچی بات کہدوں تو تم بھی مارنے لگو گی اس نے

کہا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لڑکا بولا اچھا مین آپ سے پوچھتا ہون کہ باپ تو میرا مدت ہوئی مرگیا۔ اب تم کنگھی پٹی کاجل سرمہ کس واسطے کرتی ہو۔ اس نے کے جوتی خوب بیٹا۔ کہا کہ کچھ کو سچ بات کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ پرچھت ایک دن شکار کے لئے جنگل میں گیا۔ جہان سمیکھ رشی یادالٰہی میں مراقب بیٹھا تھا۔ راجہ نے ایک سانپ رشی کے گلے میں ڈالدیا۔ وہ تو بیخبر تھا۔ مگر اس کے بیٹے سرنگی رشی نے اس حرکت سے خفا ہوکر سراپ (بددعا) دیا کہ یہی سانپ آٹھویں دن راجہ کو ڈسے گا۔ راجہ یہ بات سنکر ڈرا اور سمیکھ کی خدمت مین عذر تقصیر کے لئے حاضر ہوا اس نے کہا اب کیا کیا ہوسکتا ہے۔ تیر نشانہ پر پہنچ گیا۔ پھر اپنے لڑکے کو بلایا اور کہا کہ راجہ کو تونے کیوں بددعا کی تقصیر دان کا یہ کام نہین اس نے کہا اب تو میری زبان سے نکل گیا۔ راجہ کو یہ حرکت کب زیبا تھی ۔

جا کی جیسی بہاؤ جائے نہ جیسے
جیسی کرنی دیو کو ویسی اپجے بدھ
نیم نہ میٹھے ہو سیچے گڑ گھی سے
ہوں ہار رہے لیے بسر جات سبھ

سمیکھ رشی نے راجہ سے کہا کہ جو تقدیر میں تھا وہ ہوا۔ اب مناسب ہے کہ کتھا سنو تاکہ تم کو گیان ہوجائے۔ اور موت و حیات دونوں سے پاک ہو جاؤ۔

چوتھے کھنڈ چڑھ کرے جو باسا
ہر ہر کرتے سب گیو اور انہد کیو نکوئے
انہد باجے باجن لاگے
مرن جیون کا رہے نہ سانسا
انہد کے میدان میں رہے کبیرا سوئے
چور نگریا تج تج بھاگے

راجہ مایوس ہوکر اپنے مکان کو چلا آیا۔ اور سکھ دیوجی کو کتھا سننے کے واسطے بلایا۔ راجہ کتھا سننے بیٹھے اور دھنتر بید کے پاس ایک قاصد روانہ کیا گیا کہ سرنگی کی سراپ کے موافق راجہ کو سانپ کاٹے گا تو چل اور اس کو اچھا کر دھنتر بید اپنے تین سو چیلے ہمراہ لے کر اچھا کرنے کو چلا مگر یہی خبر نہ تھی ؎

تو براوج فلک چہ دانی چیست
چون نہ دانی کہ در سرائے تو کیست

اتنے میں وہ سانپ آدمی کی صورت بنکر دھنتر بید کے سامنے آیا اور پوچھا کہ مہاراج تم کہان جاتے ہو جواب دیا کہ میں راجہ پرچھت کو اچھا کرنے جاتا ہوں اس نے کہا بھلا تم کس طور

سے اچھا کروگے دھنتر بولا میری نظر کو خدا تعالی نے یہ تاثیر دی ہے کہ مار گزیدہ کے زخم پر پڑی اور وہ اچھا ہوا۔ آدمی نے کہا میں سانپ بنکر اس درخت میں کاٹتا ہوں تم نظر ڈالو۔ دھنتر نے کہا۔ اچھا تب وہ سانپ بن گیا۔ اور درخت کو کاٹا فوراً اس درخت میں آگ لگ اٹھی اور جل کر خاک ہو گیا۔ اس وقت دھنتر بید نے نظر ڈالی بدستور اپنی ہیئت اصلی پر آگیا۔ وہ سانپ پھر آدمی کی صورت میں آیا اور کہا کہ جہاں آپ کی نظر نہ پہنچے وہاں کیا کر سکتے ہو۔ اس نے کہا کہ پھر ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ بات چیت کرکے وہ آدمی جو اصل میں سانپ تھا۔ چلدیا اور آگے جاکر ایک اچھی سی بیراگن یعنی خمدار لکڑی بن کے راہ میں پڑ گیا۔ اس کو ایک چیلہ گروجی کے پاس اٹھا لایا۔ انھوں نے پسند کی اور اپنے کندھے پر رکھ لی وہ فوراً سانپ بنگئی اور دھنتر کے دونوں شانوں کے درمیان کاٹ کھایا۔ اس وقت دھنتر نے معلوم کیا کہ یہ وہی سانپ ہے۔ اب میں نہیں بچونگا۔ کیونکہ اس نے ایسا موقع تاکا ہے۔ جہاں نظر نہیں پہنچ سکتی چیلوں کو جمع کیا اور کہا کہ جس وقت میں مر جاؤں تو مجھ کو کاٹ پکا کر کھا جانا تم سب دھنتر بن جاؤگے پھر تم نظر ڈالوگے تو راجہ اچھا ہو جائیگا۔ ایک بستی کے قریب پہنچ کر دھنتر نے انتقال کیا چیلوں نے حسب وصیت اس کا گوشت کاٹ کر پکانا شروع کیا وہی سانپ آدمی بن کے گاؤں میں گیا۔ اور لوگوں کو کہا کہ تمہاری بستی کے پاس آدم خور آگئے ہیں۔ اور ایک آدمی کو کاٹ کر پکا رہے ہیں۔ دوڑو اور جلد ان کی خبر لو گاؤں والے لٹھ لیکے چڑھ آئے۔ اور سب کو مار پیٹ کے وہاں سے نکال دیا اور وہ گوشت دریا میں بہا دیا دھنتر بید اجل رسیدہ راجہ کو بچانے چلے تھے خود ہی طعمۂ اجل ہوئے ❊

شد غلام سگی کہ آب جو آرد مرغکی اندر شکار سے کرم بود	آب جو آمد و غلام ببرد گر چہ آمد تا کہان او را ببرد

اب راجہ پریچھت کا حال سنو کہ سات شبانہ روز سکدیوجی نے کتھا سنائی لیکن راجہ کی سمجھ میں کچھ نہ آئی ؎ فائدہ کیا کرے صحبت جو نہ ہو استعداد ❊ باغ میں جاکے کبھی زاغ خوش الحان نہ ہوا ❊ آٹھوین دن سکدیوجی نے پوچھا کہ راجہ جی کچھ سمجھے۔ کہا کہ مہاراج میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا۔ اتنے میں سکدیوجی قضائے حاجت کے لئے گئے اور وہاں سے بہت دیر

کے بعد آئے راجہ نے دیر کا سبب دریافت کیا تو کہا کہ میں ایک عجیب تماشا دیکھ رہا تھا گوہ میں ایک کیڑا تھا۔ ہر چند میں نے اس کو وہاں سے جدا کیا۔ مگر وہ پھر پھر اسی جگہ جاتا تھا گوہ ہی میں جاتا تھا۔ اس وقت راجہ نے کہا کہ مہاراج بس اب میں سمجھ گیا اور موت و حیات یکجا و برابر ہوگئی اس کے بعد جناب قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ اسی لئے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے نکلموا النَّاسَ عَلیٰ قَدرِ عُقُولِہِمْ ہر ایک شخص سے اس کی سمجھ اور حوصلہ کے موافق گفتگو کرنی چاہئے تاکہ وہ سمجھے اور مستفید ہو چنانچہ راجہ پر کتھا کے مضامین کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور سمجھے تو ایسی سڑی مثال سے سمجھے چونکہ دنیادار تھا۔ عالی مضامین کی طرف طبیعت نے صعود نہ کیا۔ اسفل کی جانب کری اور اس مثال سے تسلی ہوئی ع قسمت ہر کس بود نوع دگر۔ گر کسان زمرد طوطی را شکر + نقل ہے۔ ایک بادشاہی خاکروب کی قرابت گانو میں تھی۔ اس کا داماد گانو سے آیا اور اپنی سسرال میں رہا اس کی بیوی نے کہا کہ جاؤ بادشاہی پاخانہ صاف کرو وہاں جو گیا۔ تو پاخانہ اقسام عطریات اور خوشبوؤں سے معطر ہو رہا تھا۔ اس کا دماغ خوشبو کا متحمل نہ ہوا فوراً بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ اس کی بیوی نہایت ہوشیار تھی وجہ غشی سمجھ گئی۔ اور کتے کا گوہ لاکر جھٹ پٹ اس کو سونگھایا تھوڑی دیر میں ہوش آگیا۔ اب دیکھو کہ ہنسی عطر کی خوشبو سے تو بیہوش ہو گیا۔ اور کتے کے گوہ سے ہوشیار پس ہر ایک کی طبیعت لطافت وکثافت میں مختلف ہے آخرالامر راجہ کو سانپ نے کاٹا اور وہ موافق سراپ کے مر گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سکدیوجی نے اپنے باپ بیدبیاس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھ کو گیان حاصل ہو جاوے اور جیوں مکت کا مرتبہ میسر ہو باپ نے ہدایت کی کہ تم راجہ جنک کے پاس جاؤ۔ چونکہ طالب صادق تھا طے منازل کر کے راجہ کے دروازہ پر پہنچا اور دربانوں سے کہا کہ راجہ صاحب کو میرے آنے کی اطلاع کردو چنانچہ اطلاع ہوئی کہ سکدیوجی بیدبیاس کا بیٹا آیا ہے۔ راجہ نے کہا کہ اچھا ٹھہرا رہنے دو سات روز کے بعد پھر اطلاع کی تو کہا اچھا دوسرے دروازہ پر لاؤ وہاں بھی سات روز ٹھہرا رہا تیسرے بار کہا کہ آنے دو سکدیو اندر گیا تو دیکھا تو تمام ٹھاٹ دنیاداری کا موجود ہے۔ دل میں خیال کیا کہ یہ تو خود جگت بیوپاری ہے مجھے کیا تعلیم کرے گا ع عالمے کہ کامرانی و تن پروری کند + او خویشتن گم است کہ را رہبری کند

راجہ کو یہ وسوسہ منکشف ہو گیا۔ اس کو ٹھہرایا اور دوسرے دن شہر کے تمام اطراف اور گلی کوچون میں ناچ رنگ کرا دیا پھر سکھدیو جی کو طلب کیا اور ایک کٹورہ دودھ سے لبریز اس کے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ جاؤ شہر جنک پوری کی پرکرما کرو مگر خبردار دودھ نہ گرنے پائے۔ اور دو سپاہی شمشیر برہنہ اس کے ہمراہ کئے کہ اگر ایک قطرہ بھی اس میں سے گرے تو سکھدیو کے پرزے اڑا دو اسی طور سے جیسا حکم ہوا تھا وہ دونوں موکل سکھدیو کو شہر کے گرد پھرا کر لے آئے۔ راجہ نے پوچھا۔ دودھ تو نہیں گرا۔ سپاہیوں نے عرض کیا کہ حضور ایسا ہوتا۔ تو آپ کے پاس سلامت کیسے پہنچتے۔ پھر راجہ سکھدیو جی کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور دریافت کیا کہ آج تم نے تماشا تو خوب دیکھا ہوگا۔ جا بجا ناچ کی دھوم دھام تھی۔ اس نے جواب دیا کہ مہاراج مجھ کو تو اس کٹورے کی حفاظت و بلائے جان ہو رہی تھی خوف تھا کہ گرا تو مارا پڑا بھلا اس حالت مین تماشا کیا خاک دیکھتا مجھ کو تو بجز اس کے اور کوئی شئے نظر نہیں آئی۔ اس وقت راجہ نے فرمایا کہ جس طرح تم پر یہ ایک ساعت گذری ہے ہمارا ہر وقت یہی حال رہتا ہے۔ اس دولت وحشمت کی طمطراق اور مال و جان کی کر و فر ہماری نگاہون میں سب ہیچ ہے ہماری توجہ کسی کی طرف نہین۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن	نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

تم نے ظاہری سلطنت و حکومت اور دولت و ثروت دیکھ کر ہماری حالت کو قیاس کیا۔

حال پاکان را قیاس از خود مگیر	گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اے سکھدیو اسی واقعے سے جو تم پر گذرا سمجھ لو کہ سپاہی ملک الموت ہے تن کٹورہ اور من دودھ اور راگ و رنگ جو راہ مین ہو رہا تھا وہ دنیائے فانی کا سیر و تماشا تھا۔ اسی طرح ہم بھی دنیا کے دھندے میں مشغول نہیں ہوتے کہ ایسا نہ ہو دودھ گر جائے یعنی دل یاد الٰہی سے چوکے اور مارا جائے

جب کوئی ایسے من کو لگاوے	من کے لگائیوں سے ہر پاوے
جیسے کاؤن بہت کوپال کو چھورت نشکا	اپنا پریم سکھی سے باکھی سرتی نگر مین لاوے
جیسے نٹنی چڑہت بانس پر موادھول بجاوے	اپنا بہار و تول وہی کا سرفی باس ہیں لاوے

اس کے بعد راجہ جنک نے سکھدیو جی کو اس کے حوصلہ کے موافق تعلیم کر کے رخصت کیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ جنک کے دل میں درد طلب پیدا ہوا تو تمام فقرا کو جمع کیا
اور کہا کہ کوئی ایسا ہے جو مجھ کو تعلیم کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اسی وقت گیان ہو جائے
سب نے انکار کیا اور کہا کہ یہ قدرت ہم میں نہیں البتہ جو طریقہ سلوک کا ہے وہ ہم تعلیم کر سکتے
ہیں یہ حال اشٹابکر جی نے سنا اور راجہ سے کہا کہ میں تمکو تعلیم کروں گا بشرطیکہ جو چیزیں تم سے
طلب کروں مجھ کو دیدو راجہ نے یہ شرط منظور کی اول اشٹابکر نے کہا کہ جتنا تمہارا راج پاٹ ہے
سب مجھ کو دیدو۔ راجہ نے کہا کہ میں نے دیدیا۔ پھر کہا کہ جس قدر تمہارا مال اسباب اور گھر بار ہے
سب میرے حوالہ کرو راجہ بولا کہ یہ بھی لو پھر اشٹابکر نے کہا کہ اچھا اپنی جورو بچے بھی میری نذر
کرو راجہ نے نہایت خوب خاطر سے یہ بھی دیا پھر اشٹابکر نے فرمایا کہ اپنا جسم اور اپنی جان بھی ہم کو دیدالو
راجہ نے کہا کہ یہ بھی لیجئے پھر اشٹابکر نے تین بار یہی اقرار راجہ سے کرایا کہ یہ سب چیزیں میں
آپ کو دے چکا اس وقت اشٹابکر نے کہا کہ اے راجہ جنک جب تمہاری کوئی چیز نہ رہی یہانتک
کہ جسم و جان بھی تو سوچو کہ اب تم کون ہو اور تمہارا کیا ہے راجہ نے غور کیا اور سمجھا کہ درحقیقت میرا تو نہ کچھ
پہلے تھا نہ اب ہے صرف ایک جھوٹا دعوی تھا سر اٹھایا اور بولا کہ (جنک جنک انچنہ) یعنی نہ
جنک ہے نہ جنک کا کچھ ہے اور اگر ہے تو جنک ہی سب کچھ ہے۔

سر گنج است اندر دل گدائی خوش نمی آید	شہنشاہ جہان را بادشاہی خوش نمی آید
ز دوری راز نہان بر داشتم خود گشتہ ام لیکن	خدا خود را چہ گویم خود نمائی خوش نمی آید
گنجہا داری چرائی بے نوا	بادشاہی از چہ میبانی گدا
عین آبی آب می جوئی عجب	نقد خود را نسیہ میگوئی عجب

بھولتوں بھولتوں بھول ایسی پڑی اپنا روپ نہیں نیک جانا
گیان بچار بیک بن بھولیان سنگھ کا روپ سے بھیڑ مانا
نگھرے سنگھ جب سنگھ سنگ لئے ٹیر کی اپنی نجٹ آثار
دیکھ تو بوجھ تو روپ ہے اپنا کونسی آنہکی نینہ ٹھانا
جیوے برم ہے برم سے جیو ہے نیرا اور چھیر سے ملا چھپانا
کہے کبیر گر گیان بن کھولیاں دار کو چین اور پار جانا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے سنبھل میں یہ معاملہ دیکھا کہ ایک ہندو عورت آٹے کا ٹھاکر بنا کر پوجا کرتی تھی کتا آیا اور ٹھاکر جی کو اٹھا کر چنپت ہوا۔ عورت ہائے ہائے کرتی رہ گئی ناچار ہوئی تو کیا کہتی ہے کہ اے مہاراج ٹھاکر جی تم تو بڑے ہی دیاوان ہو جو کتے کو بھی نہ دھتکارا غرض یہ ہے کہ ہر شخص اپنے خیال میں خوش ہے کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ؎

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم مراد آباد سے سنبھل کو آتے تھے راہ میں دو کہار ملے اُن کے پاس کچھ بوجھ نہ تھا اس لیے چلنا دوبھر ہوا ہم سے کہا کہ میاں صاحب اپنا اسباب اس بہنگی میں رکھدو۔ ہم نے سوچا کہ اگر یہ لوگ ہمارا اسباب لے کر اُڑ گئے۔ تو کہاں ان کے پیچھے دوڑتے پھریں گے ان کا اعتبار کیا ہے ہم نے کہا لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى میں اپنا بوجھ دوسرے پر نہیں رکھتا ناچار انھوں نے چند اینٹ پتھر بہنگی میں رکھے۔ اور اسی تیزی سے چلنے لگے جیسی ان کی عادت تھی۔ یہی کیفیت سالکان طریقت کی ہے۔ کہ جب تک عہد و ریاضت اور مشقت و ریاضت کا بارگران نصیب وقت نہ ہو عمر بسر کرنی دشوار معلوم ہوتی ہے تمام جہان کسی نہ کسی قید میں مقید ہے غرض وہی کہار دوپہر کے وقت رستہ میں کنوان اور درخت کا سایہ دیکھ کر ٹھہر گئے اور روٹیاں پکانی شروع کیں ہمارے پاس روٹیاں موجود تھیں۔ کھا پی کر ایک درخت کے سایہ میں لیٹ گئے۔ جب کہار روٹی پکا چکے تو ایک کہار جو بھگت تھا۔ سالک رام کی پوجا میں مشغول ہوا۔ اور دوسرا قضائے حاجت کے لئے گیا کتا موقع پا کر سب روٹیاں لے گیا اور وہ بھگت پوجا کے سبب سے بول نہ سکا جب یہ فارغ ہوا اور دوسرا ساتھی پاخانے سے واپس آیا۔ تو دونوں میں جنگ شروع ہوئی ایک تو کہتا تھا کہ میں تو رفع حاجت کے لئے گیا تھا تو نے کتے کو کیوں نہ مارا دوسرا کہتا تھا کہ میں مارتا کیسے میں تو سالک رام کی (...) کر رہا تھا ہم نے کہا کہ میاں تو نے ہم سے کہدیا ہوتا اور باطمینان سالک رام کی (...) خدمت کی ہوتی یہ سنکر وہ ہنس پڑا۔

بت بگفت روزے با برہمن | خدائے من توئی اے بندہ من
مرا بر صورت خود آفریدی | لیکن خویشتن را خود ندیدی

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مجذوب تھے ننگے مادرزاد۔ دو چار دنیا دار معتقد ہو گئے۔

خدمت کرنے لگے چند روز کے بعد ان سے کہا کہ میاں صاحب برہنہ رہنا خلاف شرع شریف
ہے لنگوٹی باندھ لو خیر انھوں نے حسب درخواست لنگوٹی باندھ لی اتفاقاً ایک دن لنگوٹی سُن
گئی چوہے جو آئے تو لنگوٹی کتر ڈالی اور جسم کو زخمی کیا۔ صبح کو معتقدین آئے میاں صاحب کا حال
دیکھا کہا کہ حضرت یہی ہے کہ بلی پالنی چاہئے۔ تاکہ موذی چوہوں کو کھا جائے غرض ایک بلی لائے
دو چار روز اس کے واسطے دودھ لاتے رہے۔ ایک دن عرض کیا کہ میاں صاحب اس
روز کے بکھیڑے سے یہی بہتر ہے کہ ایک بکری لے آویں اس کے دودھ سے بلی پلتی رہے گی
غرض بکری بھی لا باندھی چند روز تو بکری کے لئے چارہ لاتے رہے۔ پھر اپنے اپنے دھندے
میں لگے ہر روز کی خدمت کون کرتا۔ کیونکہ دنیا داروں کا اعتقاد ایسا ہی ہوتا ہے ابھی تو اتنا
بڑا اور ذرا دیر میں بالکل غائب "قہر درویش بر جان درویش" اب میاں صاحب خود جاتے اور
جنگل سے بکری کا چارا لاتے ایک روز درخت پر چڑھ گئے کہ پتے توڑیں پانو جو پھسلا دھم
سے نیچے گرے ایسی چوٹ لگی۔ کہ بازو ٹوٹ گیا۔ مکان پر پہنچ کر مرہم پٹی کی مریدان سست
اعتقاد بھی جمع ہو کر عیادت کے لئے آئے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہوا اس کے جواب
میں مجذوب نے کھول لنگوٹی ان کے منہ پر ماری کہ لو سارا اسی کا فساد ہے خبردار جو آیندہ
تم میرے پاس آئے۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک گرو تھا ایک چیلہ شہر بیداد نگری میں پہنچے وہاں تمام اشیائے
خوردنی کا بھاؤ ٹکے سیر تھا گرو نے چیلہ سے کہا کہ میاں یہاں سے بھاگو۔ کیونکہ یہاں حفظ مراتب
کا کچھ لحاظ نہیں چیلا بولا حضور یہاں تو سب چیزیں ارزاں ہیں بڑے چین سے بسر ہوگی۔
گرو نے کہا کہ خیر تمہاری خوشی ہمارا کام تو رہنمائی ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ چیلے کو جو ٹکے سیر
حلوا پوری ملا چند روز میں خوب موٹا تازہ ہوگیا۔ اتفاقاً اس شہر میں ایک مجرم بجرم قتل
ماخوذ ہوا۔ راجہ نے حکم دیا کہ اس کو سولی دیدو وزیر بولا کہ مہاراج یہ تو دبلا بہت ہے
راجہ نے بھی ملاحظہ کیا اور کہا کہ فی الحقیقت یہ بہت ضعیف و ناتوان بہت ہے اچھا کسی اور موٹے تازے
آدمی کو پکڑ لاؤ اور اس کے عوض میں سولی پر چڑھا دو۔ چونکہ چیلا ان دنوں خوب ہٹا کٹا اور چکنا
چپڑا بنا ہوا تھا راجہ کے سپاہی گرفتار کر کے لے گئے راجہ نے بھی پسند کیا۔ اور کہا کہ ہاں یہ

شخص پھانسی کے قابل ہے چیلے نے دہائی دی کہ صاحب میرا قصور کیا ہے راجہ نے کہا۔ کہ قصور تو کچھ بھی نہیں لیکن تو خوب موٹا ہے۔ اس وقت گرو پہنچے اور چیلے سے آہستہ کہا کہ اور کھاٹکے سیر کا حلوا پوری اب تجھ سے کہا نہ تھا کہ یہ شہر بیداد نگری ہے۔ یہاں سے بھاگ تو نے نہ مانا اب اپنے کئے کو بھگت ؎ آنچہ تو در آئینہ بینی عیان ٭ پیر اندر خشت بیند پیش ازان ٭ چیلے نے عاجزی کی کہ بس اب میری توبہ ہے۔ آیندہ کبھی خلاف مرضی مبارک نہ کرونگا۔

ما نبودیم و تقاضا ما نبود	لطف توبے گفتۂ ما می شنود

گرو نے فرمایا کہ خیر اب میں یہ کہوں گا کہ پہلے مجھ کو پھانسی دیدو تو کہنا کہ نہیں پہلے مجھ کو دیدو دونوں یہ مشورہ کرکے راجہ کے روبرو اپنا اشتیاق پھانسی کے لئے پیش کیا راجہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ لوگ تو پھانسی کے نام سے ڈرتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ تم اس کی تمنا کرتے ہو۔ گرو جی نے کہا کہ خوش قسمتی سے آج وہ ساعت آئی ہے کہ اس میں جو کوئی پھانسی پائیگا سیدھا بیکنٹھ کو چلا جائے گا۔ راجہ نے یہ سنکر کہا کہ یہ بات ہے تو پہلے ہم کو بھی پھانسی دیدو چنانچہ راجہ کو پھانسی لگی۔ اور یہ دونو بھاگ نکلے۔ غرض کہ حفظ مراتب کا چھوڑنا اور بے قیدی ترنگوں سے خواہشوں کو ترو تازہ کرنا موجب ہلاکت ہے۔ پس ہمیشہ مرشد کامل کی ہدایت و رہنمائی کے موافق کاربند ہونا چاہیئے ٭

گفت پیغمبر علی را کای علی	شیر حقی پہلوانی پردلی
لیک بر شیری مکن ہم اعتمید	اندر آ در سایۂ نخل امید
ہر کسی گر طاعتی پیش آورند	بہر قرب حضرت بیچون و چند
تو تقرب جو بعقل و سر خویش	نی چو ایشان بر کمال و بر خویش
اندر آ در سایۂ آن عاقلے	کش نتاند برد از رہ ناقلے
پس تقرب جو بدو سوے الٰہ	سر مپیچ از طاعت او ہیچ گاہ
زانکہ او ہر خار را گلشن کند	دیدۂ ہر کور را روشن کند
ظل او اندر زمین چون کوہ قاف	روح او سیمرغ بس عالی طواف
دستگیر و بندۂ خاص الٰہ	طالبان را مے برد از پیشگاہ

گر بگویم تا قیامت نعت او	ہیچ آن را غایت و مقطع مجو
یا علی از جملۂ طاعات راہ	برگزین تو سایۂ خاص اِلٰہ
ہر کسے در طاعتے بگریختند	خویشتن را مخلصے انگیختند
تو برو در سایۂ عاقل گریز	تا رہی زان دشمن پنہان ستیز
چون گرفتی پیر ہن تسلیم شو	ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو
صبر کن بر کار خضرے بے نفاق	تا نگوید خضر رو ہذا فراق
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن	گرچہ طفلی را کشد تو مو مکن
دستِ او را حق چو دستِ خویش خواند	تا یَدُ اللہِ فَوقَ اَیدِیھِم براند
دستِ حق میراندش زندش کند	زندہ چہ بود جان پایندش کند

ایک روز ایک پورے دنیادار حاضر خدمت ہوئے اور جناب قبلہ سے گفتگوے معرفت شروع کی اس وقت آپ نے یہ اشعار کبیر کے ارشاد فرمائے ؎

عملی تہوکے دہر سے رہیان	گرہی ہوکے کتہی گیان
عجز گی ہوکے کوٹے بہگ	کہیں کبیر یہ تینوں ٹھگ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب تیمور صاحبقران نے خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ شعر سنا

اگر آن ترکِ شیرازی بدست آرد دل ما را — بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

تو خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے تو سمرقند و بخارا کو سخت جنگ اور خونریزی کے بعد حاصل کیا ہے آپ نے ایک خال پر نثار کر دیا خواجہ حافظ نے فرمایا کہ انہی دریا دلی اور بخشش نے تو ہمیں ایسا مفلس بنا دیا کہ تن پر پیرا ہن بھی نہیں رہا یہ کہکر خواجہ صاحب نے میری بڑی تعظیم و تکریم کی وہ عذر و معذرت کرنے لگا کہ میں اس قابل نہیں آپ بڑے بزرگ و تارک ہیں انہوں نے فرمایا کہ نہیں صاحب ہم سے بڑھ کر آپ تارک ہیں امیر بولا حضرت میں نے کیا ترک کیا ہے آپ تو دنیا کے تمام تعلقات و مکروہات کو ترک کر کے آزاد ہو بیٹھے ہیں۔ خواجہ نے کہا کہ یہی تو فرق ہے کہ ہم ایک دنیاے دوں کو جسکی کچھ اصل حقیقت نہیں نعماے عقبیٰ کے عوض چھوڑ بیٹھے۔ لیکن تم ہم سے بڑھکر تارک ہو اس دنیا کے

واسطے عقبیٰ جیسی اعلیٰ چیز کو ترک کیا پس تم قابل تعظیم ہو اس بات نے امیر کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ سب جاہ و حشم سے الگ ہو ایک پہاڑ کی کھو مین جا بیٹھا۔ تیسرے روز جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خواب مین دیکھا کہ فرماتے مین تیمور اٹھ اور تلوار باندھ ملکون کو فتح کر اللہ تعالیٰ نے تجھکو اسی کام پر مامور کیا ہے اس دیوانہ کی بات کا کچھ خیال نہ کر

ہر کسے را بہر کارے ساختند	میل آن اندر دلش انداختند

چونکہ مشیت ایزدی مین تیمور کے لئے لشکر کشی اور ملک گیری تھی نہ کہ گوشہ نشینی اور فقیری اسیواسطے اس کو ایسی ہی ہدایت کی گئی اور جس کام کے واسطے پیدا کیا گیا تھا اسی کی طرف راغب کیا گیا۔ **ایک روز ارشاد ہوا** کہ ایک شخص بٹالہ مین تھے پہلے تو ان کا نام صبغۃ اللہ تھا پھر انہوں نے پیشانی پر قشقہ لگایا اور گلے مین زنار ڈالا ہندؤن کی سی وضع بنائی اور رنگین نام رکھا ایک دن ایک شخص شیخ کریم الدین دہریہ بڑھانوی کے مریدوں مین سے ان کی ملاقات کو آیا اور پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے بولے کہ صبغت کے معنی ہین رنگ اور اللہ کے بجائے ہم نے رام بدل دیا ہے۔ یعنی رنگین رام ہمارا نام ہے اس نے سنکر یہ شعر پڑھا کس لئے قشقہ لگایا ہے جبین پر نازنین کفر اور اسلام کیا ایک فرق ہے فہمید کا۔ پھر اس نے رنگین نام کے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ تو نے کفر و اسلام مین کیا فرق دیکھا جو ایک قید سے نکلکر دوسری قید مین جا پھنسا آخر چہ بدی شد ز خدا و ز رسول۔ اگر نکلنا تھا تو دونوں سے نکلا ہوتا ہم تو سمجھے تھے موحد ہو گا۔ تو ابھی کفر و اسلام ہی کی قید مین مبتلا ہے یہ کہہ کر چلدئے اور اس کے پاس نہ ٹھہرے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک وہمی آدمی نے پہچان کے لئے اپنے گلے میں سرخ دھجی ڈال لی تا کہ لوگون مین گم نہ ہو جائے۔ ایک کو اس کا یہ خبط معلوم ہو گیا اس نے بوقت خواب وہ دھجی اس کے گلے سے نکال اپنے گلے مین ڈال لی اور اس کے سامنے بیٹھ گیا جب وہ نیند سے چونکا اور آنکھ کھلی تو دیکھا کہ علامت شناخت دوسرے کے گلے مین ہے اس سے کہا کہ میاں تو مین ہے تو مین کون ہون یا میں تو ہون اور تو میں ہے یا تو تو ہے اور مین مین ہون بتا مین کون ہوں سو یہی حال عارف کا ہے کہ جب منزل عرفان میں پہنچتا ہے۔ تو متحیر ہو کے کہتا ہے کہ مین کون ہوں ؟

ایک روز ارشاد ہوا کہ شہر لکھنؤ مین ایک سنی حضرات شیعہ کی محفل میں جا پہنچا اور کہا کہ رات
مین نے عجیب و غریب خواب دیکھا ہے کہ زبان کو یارائے بیان نہیں تمام اہل محفل مشتاق ہو گئے
کہ قبلہ کچھ تو ارشاد کیجئے۔ اس نے کہا رات میں کیا دیکھتا ہون کہ ایک سواری نہایت شان
و تجمل اور دہوم دھام سے چلی آتی ہے۔ ایک زرق و برق لشکر ہمراہ ہے۔ ہاتھی گھوڑے
اونٹ ہر طرح کے ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ ہین لشکر کے جھنڈون پر زردوزی
پھریرے اڑتے ہین مین نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سید
الشہدا شہید کربلا کی سواری ہے اس کے بعد ایک اور سواری نمودار ہوئی ساز و سامان تو سب
کچھ تھا۔ مگر پہلی سواری کی سی کروفر اور زیب و آرائش نہ تھی معلوم ہوا کہ یہ سواری حضرت
امام حسن کی ہے۔ اس کے بعد ایک تیسری سواری نمودار ہوئی صرف سوار اور پیادے ہمراہ تھے
اور کوئی بات شان و شوکت کی نہ تھی سنا کہ یہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا تشریف لے جاتے
ہین اس کے پیچھے ایک اور گرد اٹھی اس مین سے ایک اور بزرگ مع چند سوارون کے ظاہر
ہوئے جن کے گھوڑے بے سروسامان اور [illegible] تھے۔ سنا کہ یہ حضرت محمد مصطفےٰ رسول خدا
ہین مین یہ کیفیت دیکھ ہی رہا تھا کہ دور سے ایک [illegible] نظر آیا اس پر ایک پیر کہن سال
سر جھکائے بڑی افسردگی کی حالت میں بیٹھے ہین ٹوٹو کا چار جامہ درست نہ پوری دمچی
سلامت ایک رکاب ان کی اونچی ایک نیچی قدم رکھتا کہیں ہے پڑتا کہین ہے بڑے
میان کے کپڑے بھی میلے کچیلے پاؤن مین پھٹی جوتیان نہ کوئی خدمتگار ہے نہ سائیس مین
نے بعد آداب ان سے پوچھا کہ حضرت آپ کون ہیں۔ انہون نے فرمایا کہ اے میرے بندے
خالق موجودات موجد کائنات میں ہی تو ہون تم لوگ نہ میری خبر لیتے ہو نہ میرے نام پر کوڑی
دیتے ہو۔ رسول کی فاتحہ بھی سال میں ایک بار کہیں کہیں ہو جاتی ہے۔ علی کے نام پر
بھی محبان علی کسی قدر خیرات کرتے ہیں حسن کی محفلین بھی کم و بیش ہوتی ہین حسین کے
تو بڑے بڑے امام باڑے اور لنگر خانے جاری ہین ان سب کے پاس ساز و سامان بہت
کچھ ہیں ہمارے پاس کیا خاک ہو ہم کو تو کوئی بھی نہین پوچھتا اتنے میں آنکھ کھل گئی یہ بات
شیعہ لوگ سنکر بہت خفا ہوئے اور کہا کہ میان تم کیسے بہتان باندھتے ہو اور

بالفرض اگر آپ کے مذہب کے موافق ہمارا کام بھی بن گیا۔ تو لامحالہ کسی دوسرے فریق میں شامل کیا
جائیگا۔ اس واسطے سب کی مذہبیت ادا کرتا ہوں کہ جس طرح ہو نہ جانے کہاں میری خاطر ہوگی ورنہ سب
لوگوں کے رہنما پیر کیا رشتہ دار ہیں جن کے واسطے بلاوجہ تمام عمر گوارا کرتا ہوں غرض
یہ ہے کہ جس آدمی کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی وہ اسی طرح ہر طرف سہارا ڈھونڈتا ہے
اور مارا مارا پھرتا ہے کہ کوئی تو میری کریگا۔ حالانکہ سوائے خدا کے کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔

کعبہ بجانب کعبہ میدوانی مارا	کہ بر در دیر مے نشانی مارا
این مرد بصفت لازمہ تی ماست	آن چہ کہ زخویش وا رہانی مارا

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہم نے مولوی مظفر حسین صاحب سے پوچھا کہ حضرت خضرؑ نے
ایک غریب کے بچہ کو قتل کیا اور انگریزوں نے غدر میں اکثر آدمی پھانسی دئے ان دونوں سے
مواخذہ ہوگا یا نہیں مولوی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت خضرؑ سے مواخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ انہوں
نے بحکم خدا مارا تھا۔ لیکن انگریزوں سے بازپرس ہوگی ہم نے کہا یہ تو فرمائے کہ انگریزوں نے کس
کے حکم سے مارا تھا۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب نے کہا کہ اس بات میں ہم زیادہ گفتگو نہیں کرسکتے
ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مولوی صاحب کتاب لوائح میں جو مولانا جامی علیہ الرحمۃ کی
تصنیف ہے اپنے طالب کو یہ مقام پڑھا رہے تھے کہ انسان جوہر لطیف است ہرچہ در وی
آید رنگ آن گیرد و با ہر کہ نشیند خوے آن پذیرد ؎

گر در دل تو گل گذرد گل باشی	ور بلبل بیقرار بلبل باشی
تو جزوے و حق کل است گر روزی چند	اندیشۂ کل پیشہ کنی کل باشی

ہم نے عرض کیا کہ مولوی صاحب یہ جزو کل اور گل و بلبل بنانا تو اپنا ہی تصور ہے جو چاہا وہ بنا
لئے پر کیوں اس تغیر میں پڑے اصل میں جو کچھ ہے وہی کیوں نہ بنا رہے یہ بات سن کر
مولوی صاحب چپ ہو رہے کچھ جواب نہ دیا۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ شاہ ابو سعید صاحب دہلوی جب کسی کی زبان سے کلمات توحید
سنتے تو خاموش رہتے اور کچھ نہ کہتے مگر میاں غلام علیشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو اگر کوئی ذکر
توحید کرتا تو اس کو اپنی خانقاہ سے نکلوا دیا کرتے اور فرماتے کہ اس مقام میں آدمی گمراہ ہو جاتا ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت دانیال علیہ السلام بسبب عدم اتباع امت خفا ہو کر پہاڑ پر جا بیٹھے ملک میں قحط سالی ہوئی لوگوں نے ان کو تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ لگا پیغمبر خدا کو دو وقت صبح دو دو شام فرشتے پہنچا جاتے اور مخلوق ہلاک ہوتی جاتی تھی لوگوں نے نہایت عجز و انکسار سے دعا مانگی کچھ اثر نہ ہوا کیونکہ بارش کا ہونا پیغمبر خدا کی دعا پر منحصر تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے انکی روٹی موقوف کر دی دو چار روز تو صبر و ثبات سے بیٹھے رہے آخر پہاڑ سے اتر کسی بستی میں گئے۔ اور ایک عورت سے روٹی مانگی اس نے جواب دیا کہ ہمارے گھر میں جتنے آدمی ہیں ہر ایک کے حصہ کی ایک ایک ٹکی پکا تی رکھی ہے اگر تم کو دیجائے تو ہم مر جائیں گے۔ معاف فرمایئے انہوں نے بہت اصرار کیا ناچار اس عورت نے ہر ایک کی روٹی میں سے ایک ایک ٹکڑا توڑ کر حضرت کو دیدیا۔ اس کا چھوٹا لڑکا جو آیا تو دیکھا کہ میری روٹی توڑ کر اس فقیر کو دیدی وہ رونے لگا۔ اور پیٹ پیٹ کے مر گیا اس کی ماں رونے لگی حضرت پیغمبر صاحب بھی گھبرائے ان لوگوں نے کہا اچھا میں دعا کرتا ہوں آپ نے دعا کی تو وہ لڑکا زندہ ہو گیا۔ لوگ جان گئے۔ کہ یہی پیغمبر وقت ہیں۔ جو روپوش ہو گئے تھے۔ فوراً پکڑ لیا اور کہا کہ تم بارش کے واسطے دعا کرو انہوں نے انکار کیا لوگوں نے ایک کوٹھری میں بند کر کے بھس کی دھونی کر دی جب دھوئیں کے مارے بہت دم گھبرایا تو فرمایا کہ اچھا مجھ کو چھوڑ دو ۔ اب میں دعا کرونگا۔ لوگوں نے نہ مانا اور کہا کہ یہیں دعا کرو اس وقت۔ ناچار ہو گئی آخر تنگ آکر دعا مانگی۔ بارش ہونے لگی اس وقت لوگوں نے اپنا قصور معاف کرایا۔ اس پر منشی فضل رسول صاحب نے سوال کیا کہ حضرت یہ کیا بات تھی اسی کی مخلوق اسی کی بارش رسول کا واسطہ کیا ضرور تھا۔ ارشاد ہوا کہ رسول کی عظمت اور مرتبت منظور تھی ورنہ اس کا فضل کسی واسطہ پر موقوف نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ابتدا میں حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک دیگ کھانے کی پکائی اور صلائے عام دیا کہ جس کو جو کھانا محبوب مطلوب ہو اس میں سے نکالے اور کھائے چنانچہ تمام شہر اور مسافر لوگ ٹوٹ پڑے اور کھانے لگے لیکن دیگ تمام نہ ہوتی تھی۔ اتفاقاً اسی روز ایک مسافر سرا میں وارد ہوا حضرت نے مرید کو بھیج کر اس کی دعوت کی ہر چند اصرار کیا مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ یہاں تک کہ خود حضرت تشریف

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر ایک راہ سے گزرا کسی غریب ماہی گیر کی لڑکی جو نہایت بدشکل و بدقوارہ تھی بڑی ہی شوق اور امنگ سے اس لشکر کی سیر دیکھنے کو دوڑی اس کی ہمجولیوں نے اسے چھیڑا کہ یہ تو نور بھری صورت اور یہ اشتیاق تو تو ایسی گھبرا کر بسکی گو گویا سلیمان کی بیوی ہی بن جاوے گی اس غریب نے کچھ نہ کہا اور جل بھن کے چپ رہی خدائی قدرت کچھ دنوں بعد وہ انگشتری کہ جس پر اسم اعظم کندا تھا حضرت سلیمان ع کے پاس سے دیو نے چرالی اور سلطنت اس کے قبض و تصرف سے نکل گئی اتفاقاً اسی ماہی گیر کے گھر میں آ کر رہے جس کی وہ لڑکی تھی اور ماہی گیر کا پیشہ اس کے ساتھ میں یہ بھی کرنے لگے۔ وہ ہر روز ایک مچھلی ان کو دیا کرتا۔ ان کی حفاظت ماہی گیر کو ایسی پسند آئی کہ اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کر دیا ایک دن اس ماہی گیر کے جال میں تین مچھلیاں لگیں اپنی لڑکی کو صاف کرنے کے واسطے دیں اس نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے ایک انگشتری نکلی۔ سوچی کہ باپ کو دوں یا شوہر کو۔ آخر سوچ بچار کر شوہر کی نذر کی حضرت نے اس کو لے لیا۔ اور کہا الحمد للہ پھر وہی سلطنت تھی اور وہی کارخانہ اور وہی دختر ماہی گیر جس کو ہمجولیوں نے طعنہ دیا تھا مشیت ایزدی سے سلیمان علیہ السلام کی بیوی بن گئی اب چھیڑنے والیاں شرمندہ ہوئیں اور اپنا قصور معاف کرایا۔

کسے در عمر خود نشنید از من سنجیدہ تر سخنی ‏— که در میخانہ گفتے رند بیخود بے سر و پائے
بزن جام و مرنجان ہیچ جنسے را اشو بنگر ‏— که ہر موئے سلیمانست و ہر جغدیست عنقائے

کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت سلیمان کی خاتم گم ہو گئی تھی تو اس وقت بھی آپ نے الحمد للہ کہا تھا کسی نے دریافت کیا کہ گم ہونے پر بھی الحمد للہ اور پانے پر بھی الحمد للہ اس میں کیا حکمت تھی آپ نے فرمایا کہ جب انگشتری گم ہوئی اور سلطنت جاتی رہی تو ہم نے اپنے دل کیجانب غور کیا کچھ اندوہ و قلق نہ پایا اس لئے شکر ادا کیا اور جس وقت انگشتری ملی تو ہم نے دل کی حالت پر نظر کی کچھ خوشی اور مسرت نہ دیکھی تب بھی شکر ادا کیا کہ اس کھونے اور پانے کا کچھ اثر نہ ہوا اور استقلال میں فرق نہ آیا

نہ شادی داد سامانے نہ غم آورد نقصانے ‏— بہ پیش ہمت ما ہر کہ آمد بود مہمانے
غم نہ کیجئے غم کا اور شادی نہ کیجئے عیش کی ‏— دونو حالت دیکھئے منہ سے نہ کچھ فرمائیے

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کماتا ہے کوئی اور کھاتا ہے کوئی جس کے مقدر میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کو

ملتا ہے ایک پیرجی کو مہوسی کی دہت تھی ہزاروں نسخے جمع کئے اور مدتوں پھونکا پھانکی کرتے رہے اکسیر نہ بنی اتفاقاً ایک نئے مرید نے پیر سے استدعا کی کہ کوئی ترکیب کیمیا کی ارشاد ہو جائے انہوں نے بے تکلف اپنی بیاض اس کے سامنے رکھ دی کہ جس نسخے کو تیرا جی چاہے نقل کر لے اس نے ایک نسخہ انتخاب کر لیا اور اس کو آزمایا تو ٹھیک نکلا سونا بنا کر پیرجی کو دکھایا اور ان کے کمال کا نہایت عقاد اس کے دل میں پیدا ہوا۔ سونا دیکھ کر پیرجی کی آنکھیں کھل گئیں۔ مرید سے پوچھا کہ یہ کونسا نسخہ تھا۔ اس نے بجز اس بات کے کچھ نہ بتایا کہ آپ ہی کی کتاب کا نسخہ ہے۔ پیرجی نے بہت التجا کی۔ لیکن پتا نہ بتایا ؎

کیمیا گر بغصہ مردہ و رنج
ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک گرو نے اپنے چیلے سے بعد تعلیم کے کہا کہ فلاں پہاڑ میں ایک تالاب ہے اس کے اندر سے ایک رنگین ہاتھ کسی معشوقہ حور تمثال کا چیت کے مہینے پہلی تاریخ نکلتا ہے۔ اس کی ہتھیلی پر ایک زمردین انگور رکھا ہوتا ہے اگر وہ کسی کے ہاتھ لگ جائے تو کیا کہنے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کو کھا کر جہاں چاہئے اُڑتا پھرے۔ روئے زمین کے تمام خزانے اس پر عیاں ہو جاتے ہیں اور دل مثل آفتاب منور ہو جاتا ہے لیکن اس کا آنا نہایت مشکل ہے جب اس کو کوئی لینا چاہئے تو وہ نازنین لینے والے کا ہاتھ ایسا زور سے پکڑتی ہے کہ پھر چھوٹ نہیں سکتا۔ پانی میں کھینچ کر اس شخص کو لے جاتی ہے مگر ہاں کوئی صاحب ہمت ہو تو کچھ دشوار نہیں ہمت مردان مدد خدا اَللّٰھُمَّ ہِمَّتَہ اِسْمُ الْاَعْظَمِ [1] جب اس گرو کا انتقال ہو گیا۔ تو وہ شخص اس جستجو میں تالاب پر پہنچا وقت مقررہ پر وہ ہاتھ جو گرو نے بتایا تھا نکلا لیکن اٹھانے کی ہمت نہ بندھی سوچا کہ کسی پہلوان کو لاؤں چنانچہ ایک بڑا شہزور پہلوان نوکر رکھا۔ سال بھر تک خوب اس کو کھلایا پلایا جب وہ وقت معینہ قریب آیا تو اس کو تالاب کے کنارے لے گیا۔ ایک شخص تماشائی بھی اس کے ساتھ ہو لیا جب ہاتھ نکلا تو پہلوان سے کہا کہ اسی کام کے لئے تجھ کو نوکر رکھا ہے یہ انگور جس طرح بنے اٹھا لے پہلوان نے ہاتھ ڈالا جھٹ اس معشوقہ کے ہاتھ نے پہلوان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بہت دیر تک زور آزمائی ہوتی رہی آخر وہ معشوقہ پہلوان کو کھینچتی ہوئی تہ کو لے گئی یہ دونوں کف افسوس ملتے رہ گئے تماشائی نے فقیر سے اس انگور کے اوصاف

[1] یعنی بحرمت اسم الاعظم ۱۲

دریافت کئے غرض فقیر تو مایوس ہو کر چلدیا۔ مگر تماشائی دھونی رما کر وہیں بیٹھ گیا جب وہ تاریخ آئی تو ہاتھ برآمد ہوا ایک شخص کنارہ پر آیا اور کہا کہ یہ ایک طلسم ہے دور سے انگور نظر آتا ہے۔ اگر سچ ہے تو ہمارے قریب لاؤ تاکہ خوب دیکھ بھال کر اس کے اٹھانے کو ہاتھ ڈالیں، وہ ہاتھ قریب آگیا اس شخص نے خوب دیکھ بھال کے اور تاک لگا کے اس معشوقہ کے ہاتھ کے نیچے اپنا ہاتھ لیجا کر ایک ایسی تھپکی دی کہ انگور اچھل کر باہر آ پڑا اور جھٹ دوڑ کر اٹھا لیا تالاب کے اندر سے آواز آئی کہ او دغا باز تو نے بڑا فریب کیا اب میرے ہاتھ سے بچکر کہاں جائیگا اس نے فوراً وہ انگور کھالیا اور اڑ کر چلدیا۔ غرض یہ کہ جن کی قسمت میں نہ تھا وہ ڈوب گئے اور جس کے نصیب میں تھا اس نے ایسی آسانی سے حاصل کیا۔ **ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ**۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ سات مسافر چلے جاتے تھے یکایک گھٹا آئی اور آسمان پر چھاگئی بجلی گوندنے لگی۔ بادل گرجنے لگا ترشح شروع ہوگیا۔ ناچار مسافروں نے پہاڑ کی کھوہ میں پناہ لی لیکن بجلی دمبدم اس غار میں آتی۔ اور واپس چلی جاتی تھی سب نے خیال کیا کہ بھائی ہم میں سے کسی نہ کسی کی قضا آئی ہے ایسا نہ ہو کہ ایک کے بدلے سب ہلاک ہو جائیں۔ مناسب ہے کہ ایک ایک آدمی غار سے باہر نکلے جس کی قضا ہے۔ اس کو بجلی مارے گی چنانچہ ایک نکلا دوسرا نکلا غرض یہ چھ آدمی باہر گئے ساتویں کو غار کے اندر ہی بجلی نے جلا دیا غرض یہ ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ تو بہرحال ہو کر رہتا ہے ؎

لاکھ سیاں بیت کوڑھ بدھ کر دیکھے جو کوئی ۔۔۔ ان ہونی ہونی نہیں ہونی ہو سو ہونی

دو چیز محال عقل است خوردن بیش از رزق مقسوم و مردن بیش از وقت معلوم فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا لنگرخانہ تھا انواع واقسام کے کھانے پکتے اور غربا و مساکین کھاتے ایک دن ایک مہمان آپ کے دسترخوان کھانا کھا کر مسجد میں گیا وہاں دیکھا کہ ایک مرد خدا خوش صورت وخوش سیرت جو کے ستو سے روزہ افطار کر رہے تھے اس شخص نے کہا کہ حضرت یہاں ایک امیر کا لنگرخانہ جاری ہے مسافرین کے لئے صلائے عام ہے آپ بھی چلئے اور کھانا تناول فرمایئے انہوں نے

جواب دیا کہ میاں ہماری قسمت میں تو یہی ستو لکھے ہیں۔ پھر وہ مہمان حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسافر مسجد کا حال سنایا اور کہا کہ آپ ان بزرگ کے لئے مسجد میں کھانا بھجوا دیں حضرت امام آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ میرے والد ماجد ہیں یہ سب ان کے ہی دم قدم کی برکت ہے لیکن وہ سلطان تسلیم و رضا اور مرد میدان فقر و فنا ہیں دنیا کا عیش اُن کی نظر میں ہیچ ہے۔

غمگین مشو کہ دولت شد شد نہ شد نہ شد	این پنج روزہ حشمت شد شد نہ شد نہ شد
ہمت بلند گردان اقبال دین بجن	دنیا برائے شوکت شد شد نہ شد نہ شد

حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہاں تو یہ فراخی اور وسعت تھی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاں ہمیشہ فقر و فاقہ اور تنگدستی رہتی تھی لیکن حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے کبھی نہ ان کو وسعت لباس و طعام کی ممانعت فرمائی نہ ان کو ناز و نعم کی رغبت دلائی کیونکہ آپ مرضی الٰہی سے آگاہ تھے۔ کہ ان کے لئے تقدیر ازلی میں یہی ہے کہ عیش و عشرت سے بسر کریں اور ان کے حق میں منشا الٰہی یوں ہے کہ تنگی و عسرت کے عالم میں صبور و شکور رہیں ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو لوگوں نے چین نہیں لینے دیا اگر حضرت کے زمانہ میں تزلزل واقع نہ ہوتا تو لوگوں کے سینے معرفت سے بھار دیتے ایک شخص مکان کا قبالہ لکھانے آیا تو آپ نے یوں تحریر فرمایا هٰذَا مَا اشْتَرٰی مَيِّتٌ مِنْ مَيِّتٍ دَارًا فِی بَلْدَةِ الْمُذْنِبِيْنَ وَسِكَّةِ الْغَافِلِيْنَ۔ الْحَدُّ الْاَوَّلُ مِنْهَا مُنْتَهٰی اِلَى الْمَوْتِ وَالثَّانِيْ اِلَى الْقَبْرِ وَالثَّالِثُ اِلَى الْحِسَابِ وَالرَّابِعُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ بھلا جب یہ سمجھ ہو۔ تو سلطنت کا کام کیسے چلے اور سلطنت کے لئے رعب و سطوت بھی امر ضروری ہے آپ کے دل میں تو شان رحم غالب تھی اسی جہت سے سلطنت میں فتور پڑا جب جانتے کہ امیر معاویہ رضؓ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کان ہلاتے ایک بار حضرت عمرؓ نے تکلف و تزئین کی باز پرس کے واسطے ان کو طلب کیا تھا خوف کے مارے تھرا اسکے بدن کانپنے لگا عذر و معذرت کر کے جان بچائی ورنہ بیخ و بن تک اکھاڑ ڈالتے حضرت علی مرتضیٰ کی یہ کیفیت تھی کہ جب امیر معاویہ رضؓ نے آپ سے جنگ کی اور کنارہ دریا پر

قبضہ کیا تو آپ کے لشکریوں کا پانی بند کر دیا لشکر والوں نے حملہ کیا اور اس مقام سے غنیم کو
ہٹا دیا آپ نے اپنے لشکر سے ارشاد کیا کہ جیسے تم پر پانی بند کیا تھا تم ان کا پانی نہ بند کرو۔
اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا لَیْسُوْا بِکَفَرَۃٍ وَّلَا بِفَسَقَۃٍ کسی شخص نے حضرت علی مرتضیٰ سے سوال کیا کہ کیا
سبب ہے خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں نظم و نسق بخوبی رہا اور آپ کے عہد میں یہ تزلزل واقع ہوا آپ
نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مشیر ہم تھے اور ہمارے مشیر تم ہو۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شیعہ تھے کہنے لگے کہ حضرت رسول اللہ صلعم کے پاس جبرئیل
علیہ السلام ایک بار آتے تھے تو حضرت علی رض کے پاس دو بار آتے تھے میں نے کہا کہ ہاں
درست ہے خود رسول خدا نے فرمایا۔ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ جب کہ شہر میں کوئی
ایک بار آئے گا تو ضرور دروازہ سے دو بار گزرے گا لیکن اس سے دروازہ کو شہر پر کچھ
فضیلت نہیں ہو سکتی۔ یہ بات سن کر وہ خاموش ہو رہے۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ جس زمانہ میں شجاع الدولہ ایران سے چلکر دلی میں پہنچا ہے تو اس
کے پاس سوائے ایک خنجر کے کچھ اور نہ تھا چوک کے بازار میں چلا جاتا تھا کہ ایک دیوانہ سا
فقیر بولا ایک ٹکے میں وزارت اور دو ٹکے میں بادشاہی بکتی ہے۔ جس کو لینی ہو لے لو۔
شجاع الدولہ یہ صدا سنکر اپنا خنجر ایک بنیے کے پاس لے گیا اور کہا کہ ایک ٹکہ میں گرو رکھ لے
اس نے کہا کہ صاحب میں ایسی بیش قیمت چیز ایک ٹکہ میں نہیں رکھ سکتا آپ یوں ہی لے
جائیے۔ ایک ٹکہ اٹھا کر حوالہ کیا اس نے لا کر فقیر کو دیا وہ بولا کہ وزارت مبارک مبارک
یہاں سے جاتے ہی شاہی ملازمت میں داخل ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد منصب وزارت
پر پہنچ گیا اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بھلا ہم پوچھتے ہیں اس فقیر نے سوائے شجاع الدولہ کے
اور کوئی دس بارہ آدمی بھی وزیر یا بادشاہ بنا دیے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس کے مقدر میں
وزارت تھی اس کے واسطے فقیر کی زبان بھی ہلی۔ اگر کسی دوسرے کے لئے دعا کرتے بھی تو کیا
ہوتا ابوجہل کی قسمت میں کفر تھا۔ ہر چند کوشش ہوئی لیکن استدعائے رسول بھی مقرون باجابت
نہ ہوئی سہ چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو ٭ سوزن تدبیر ساری عمر گو سیتی رہے۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک خواجہ سرا بادشاہ دہلی کی طرف سے پانی پت کا عامل مقرر

بھائی ہیں
نفاق
فرقہ کافر نہیں
نہ فاسق
-۱۲-

ہوا کسی وجہ سے اس نے مبارز خاں کو جو کہ قلندر صاحب کے محبوب تھے طپانچہ مارا یہ خبر قلندر صاحب کو پہنچی آپ نے ناراض ہو کر شاہ دہلی کو یہ رقعہ لکھا۔ شحنہ دہلی را اعلام آنکہ۔ پس دریدہ چشم بریدہ ناحق طپانچہ بروے درویش کشیدہ چنانچہ فریادش بآسمان رسیدہ یا بجایش دیگرے بفرست ورنہ بجائے تو دیگرے رسیدہ۔ بادشاہ یہ رقعہ پڑھ کر ڈر گیا۔ اور فوراً اس کے بجائے دوسرا عامل تبدیل کر دیا۔ لیکن جو مرضی الٰہی ہوتی ہے اس میں کوئی پیر یا پیغمبر دم نہیں مار سکتا۔ جب نادر شاہ وارد پانی پت ہوا تو اس نے سنا کہ قلندر صاحب کے مزار پر کئی من چاندی کا کٹھرا لگا ہوا ہے زیارت کے بہانہ سے آیا اور کٹھرا اکھڑوا کر لے گیا اس کو گمان گذرا کہ شاید قبر شریف بھی چاندی کی ہے ایک ہاتھ تلوار کا مارا غلاف کٹ گیا قبر پر خط پڑا چنانچہ ابتک نشان موجود ہے۔ اس غارتگری کے بعد نادر شاہ نے کہا کہ قلندر پہلے تو قلندر نہ تھا مگر اب میں نے قلندر بنا دیا اس بات کو سن کر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص بولا کہ حضرت اس گستاخی کی سزا قلندر صاحب نے نادر شاہ کو کچھ نہ دی آپ نے فرمایا کہ خلاف مشیت ایزدی کوئی کچھ نہیں کر سکتا دیکھو کربلا میں کیا معرکہ گذرا پیغمبر خدا صلعم اور علی مرتضیٰ رض کے نور چشم و لخت جگر کا گلا کاٹا گیا مگر تقدیر الٰہی میں دخل نہ دے سکے پھر قلندر صاحب کون تھے جو نادر شاہ کو سزا دیتے حکم الٰہی اسی طور سے صادر ہو چکا تھا اگر مرضی خدا نہ ہوتی جو جس بادشاہ کے نام رقعہ لکھا تھا اس کے حق میں بھی کچھ نہ کر سکتے۔ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ اوست مہر پادشہ را پادشاہ حکم او را نفعیل اللہ ما یشا۔

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کسی مقام میں ایک درخت پیپل کا تھا اکثر لوگ اس کی پرستش کیا کرتے تھے ایک مرد متقی کو یہ امر معلوم ہوا رات کے وقت کلہاڑا لے کر کاٹنے کو جا رہا۔ اس نے ایک دو ہاتھ مارے تھے کہ ایک خوب صورت عورت نظر آئی۔ اور کہا کہ تو یہ خیال چھوڑ دے اور ایک اشرفی روز لے لیا کر وہ متقی دام طمع میں پھنس گیا اور ایک اشرفی دام کرہ میں باندھ وہاں سے چلا گیا دوسرے دن اشرفی لینے آیا تو وہاں کچھ نہ پایا پھر کلہاڑا سنبھالا اور کاٹنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی کہ خبردار تیری گردن توڑ دی جائے گی اگر پتا بھی توڑا پوچھا کیوں کہا کہ جب تو تیری نیت خالصاً للہ تھی اور اب اشرفی کے لالچ سے تو نے یہ ارادہ کیا ہے جا اپنی راہ لے ورنہ مارا جائیگا۔ طمع را سہ حرف است و ہر سہ تہی ✦ ازاں نیست مر طمعان را بہی ✦

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ لاہور میں ایک مسلمان راجہ رنجیت سنگھ کا ملازم تھا وہ حضرت غوث الاعظم کی گیارہویں کیا کرتا تھا ایک سال ایسا اتفاق ہوا کہ اس کو کچھ میسر نہ آیا ناچار گائے جو اس نے پال رکھی تھی ذبح کر ڈالی اور فاتحہ کے لئے کھانا پکایا ایک ہمسایہ برہمن چیل کوؤں کا ہجوم دیکھ کر تاڑ گیا ۔ اور اس کو آکر دھمکایا کہ تو نے گائے ذبح کی ہے ۔ راجہ کو خبر دیتا ہوں ۔ اس نے بہت منت و سماجت کی کہ میں نے عالم مجبوری میں یہ کام کیا ہے ۔ اور خیر اب تو مجھ سے خطا ہو گئی تو معاف کر ۔ آخر تیرا ہمسایہ ہوں جو میں مارا گیا تو تیرے ہاتھ کیا آئے گا ۔ اس برہمن نے ایک نہ سنی اور کہا کہ میں ضرور تجھ کو سزا دلاؤنگا ۔ اب دربار میں جاکر دہائی دیتا ہوں جب اس نے دیکھا کہ دشمن کسی طرح نرم ہوتا ہی نہیں بقول شخصے مرتا کیا نہ کرتا کسی بہانہ سے اس کو الگ لے گیا اور ایک ہاتھ تلوار کا ایسا چھوڑا کہ برہمن کے دو ٹکڑے ہو گئے جب آدھی رات ڈھلی تو اس کی نعش کو گٹھری میں باندھ دریائے راوی میں پھینکنے کے لئے چلا اتفاق سے رات بہت تھی دروازہ شہر پر پہرہ والوں نے روکا کہ کون جاتا ہے جواب دیا کہ دھوبی ہوں ان کو شک ہوا گٹھڑی ٹٹولی تو آدمی کی نعش معلوم ہوئی فوراً گرفتار کر لیا اور صبح کو راجہ کے سامنے پیش کیا اظہار کے وقت راجہ نے کہا کہ ہم کو سچ پسند ہے جو سچی بات ہے بیان کر دے ۔ اس نے کہا کہ صاحب خیر جو ہو سو ہو میں بھی سچ سچ کہے دیتا ہوں آئندہ آپ کو اختیار ہے ۔ جو سزا چاہئے دیجئے یہ کہہ کر تمام ماجرا راست راست بیان کر دیا راجہ بولا کہ اس کیفیت کے سننے سے ہمارے دل کو یقین حاصل ہو گیا کہ حقیقت میں تیرا اظہار ٹھیک ہے تو نے سچ بات ظاہر کر دی اور ہم بھی سچ ہی کے طالب ہیں جا تیرا قصور معاف کیا یہ برہمن اسی قابل تھا کیونکہ اسے حق ہمسائگی اور تیری منت و عاجزی کا کچھ پاس و لحاظ نہ کیا اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک سید صاحب راجہ بھرت پور کے ہاں سواروں میں نوکر تھے عید الضحیٰ کے روز سید نے گائے قربانی کی کسی مخبر نے راجہ کو خبر دی پکڑے گئے حکم ہوا کہ کل صبح کو توپ سے باندھ کر اڑا دو ۔ غریب سید نے حوالات میں دیوان حافظ منگا کر فال دیکھی تو یہ مصرع نکلا ۔ ع مردے از غیب برون آید و کارے بکند ۔ خیال کیا کہ ایسا کون غیب سے آئے گا جو مجھ کو موت کے پنجے سے چھڑائے گا ۔ خدا کی شان نصف شب کے بعد راجہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ۔

صبح دم سید کے قتل کی خبر مشہور ہوئی شدہ شدہ رانی کے کان میں بھی اس کی بھنک پڑی اس نے
جلدی سے راجہ صاحب کو بلوا کر کہا کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے یہ ایسا مبارک دن ہم کو دکھایا ہے
کہ جس کا شکر ہم سے ادا نہیں ہو سکتا اگر آج تمام خزانہ خالی کر دیں۔ اور سارے قیدیوں کو اس
خوشی میں رہائی دیں تو بھی کم ہے لیکن بڑے حیف کی بات ہے کہ آج کے دن آدمی کی ہتیا
اور اشرف المخلوقات ایک حیوان کے بدلے میں مارا جائے یہ بدشگونی اور ناشکری تو ہرگز
مناسب نہیں راجہ نے اسی دم سوار دوڑا دیئے اور سید کو بلا کر فہمائش کی کہ جاؤ۔ پھر
ایسا کام نہ کرنا جب اگلے برس عید الضحیٰ آئی تو سید صاحب نے پھر گائے ذبح کی پکڑے گئے
اور مثل سابق حکم قتل صادر ہوا پھر فال دیکھی وہی مصرعہ برآمد ہوا اب سید کو انتظار رہا کہ دیکھئے
اب کی دفعہ کون آتا ہے اور ہم کو رہائی دلاتا ہے۔ قدرت خدا اسی صبح کو نواب لکھنؤ ہر تو میں داخل
ہوئے یہ ماجرا سنا اور راجہ سے کہلا بھیجا کہ یہ بات مناسب نہیں کہ حیوان کے بدلہ میں انسان کا
قتل ہو خیر تمہارے سواروں میں ایک گستاخ بھی سہی۔ مگر یہ شخص بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے اس کی
قدر کرو شاید کسی وقت کام آوے اور اس کے جوہر کھلیں۔ راجہ نے خون معاف کیا اور سید
سے کہا جاؤ تم کو عید کے دن کی قربانی معاف ہے پھر جو عید آئی تو سید صاحب نے گائے
کی قربانی نہ کی راجہ نے بلا کر سبب پوچھا کہ جب آپ نے نفسانیت اور ضد چھوڑ دی تو میں نے بھی
انسانیت اختیار کر لی یہ بات راجہ کو پسند آئی اس کو اپنے محلات کا داروغہ مقرر کیا۔ اور
ستقدین میں داخل فرمایا جب پھر تو پر چڑھائی ہوئی تو وہ سید بھی ایک حصہ لشکر کا سردار تھا۔
نہایت جوانمردی سے لڑا اور جب تک زندہ رہا پھر تو پر کی فتح نہ ہونے دیا آخر کار جب توپ کے
گولے سے اڑ گیا تو قلعہ بھی فتح ہو گیا حقیقت میں بڑا بھاری آدمی تھا۔
ایک روز کسی شخص نے خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضرت جب قاعدہ مسلم ہے کہ ہر امر وابستہ
تقدیر الٰہی ہے تو پیر و مرشد کی کیا ضرورت ہے اور وہ معاملات تقدیر میں کیا تصرف کر سکتا ہے۔
اس وقت ارشاد ہوا کہ یہ تو بجا اور درست ہے کہ پیر تقدیر میں کچھ تغیر نہیں کر سکتا لیکن پیر باخبر
کی تدبیر بھی موافق تقدیر ہوتی ہے۔ اور طالب کو غایت تقدیر تک پہنچا دیتی ہے۔ چنانچہ
نقل ہے کہ کسی شہر میں ایک بڑا امیر کبیر تھا اس کے مکان پر ایک بزرگ رہا کرتے تھے

امیر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اس بزرگ نے فرشتہ تقدیر سے اس لڑکے کا مقدر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک گھوڑا ہمیشہ اس کے تھان پر رہا کرے گا۔ پھر اس امیر کے گھر دوسرا لڑکا پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ چڑیمار ہوگا۔ پھر اس کے گھر ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا حال منکشف ہوا کہ یہ بیسوا ہوگی بازار مین بیٹھے گی اور ہر شب ایک مرد اس کے پاس رہا کرے گا وہ فقیر وہان سے چلا گیا اور ایک مدت کے بعد اس شہر مین آیا اور اس امیر کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ امیر کا سب کارخانہ درہم برہم ہو گیا ہے۔ ایک لڑکا تو سوارون مین پانچ روپیہ کا نوکر ہے۔ دوسرا لڑکا چڑیمار کا پیشہ کرتا ہے اور اس کی لڑکی بازار مین بیٹھ گئی ہے وہ فقیر یہ حال سنکر بڑے لڑکے کے پاس گیا اگرچہ خود محتاج تھا مگر فقیر کی خدمت نان خشک سے کرتا رہا چند روز کے بعد فقیر نے ہدایت کی کہ تو نوکری چھوڑ دے اور گھوڑا اپنا بیچ ڈال اس کو طرح طرح کے خیال پیدا ہوئے لیکن فقیر کا معتقد ہو گیا تھا ایسا ہی کیا گھوڑا اچھے داموں کو بکا اگلے دن درویش کے کہنے سے ایک کم قیمت ٹٹو خریدا اور بیچ ڈالا۔ یہی کام کرتا رہا چند روز مین مالا مال ہو گیا۔ فقیر نے کہا بس تم یہی کام کیا کرو تمہارا تھان گھوڑے سے خالی نہ ہوگا روز خریدو اور بیچو۔ اب ہم جاتے ہین۔ پھر دوسرے لڑکے یعنے چڑیمار کے گھر گیا۔ اس کی کیفیت دریافت کی اور کہا کہ جب شکار کے لئے جاؤ ہم کو ساتھ لے چلو۔ دوسرے روز دونون جنگل میں پہنچے اور جال لگا دیا۔ فقیر نے کہا جب تک شاہ باز تیرے جال مین نہ پھنسے جال نہ کھینچنا وہ بولا حضرت بھلا میری تقدیر ایسی کہاں دو آنہ روز بھی مل جائیں تو غنیمت ہے فقیر نے سمجھایا کہ خیر تو دیکھ تو سہی غرض بہت سے جانور آئے اور نکل گئے وہ چپ بیٹھا رہا آخر شام کے وقت ایک شہباز جال میں آ ہی پھنسا چڑیمار نہایت ہی خوش ہوا۔ اور سو روپیے کو وہ جانور جا بیچا۔ فقیر نے کہا کہ میری یہ بات یاد رکھ جب تک شہباز تیرے جال میں نہ پھنسے دوسرے جانور کو نہ پکڑنا چند روز مین وہ بھی اس طریقہ سے خوشحال اور دولتمند ہو گیا۔ اس کے بعد وہ فقیر بیسوا عورت کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ آج یہ کام کر کہ جب تک کوئی سو روپیہ ایک شب کے تجھ کو نہ دے اس کے پاس مت جاؤ۔ وہ بولی میان صاحب میری دو آنہ کی اوقات چھوٹا منہ بڑی بات بھلا مجھ کو سو روپیہ دالا کیوں پوچھے گا۔ فقیر نے کہا کہ خیر اس کا تجربہ تو کر دیکھ اس نے

تعمیل حکم کی اور جو خواہشمند آیا اس سے سو روپیے مانگے لوگوں نے کہا کہ تیری عقل ماری گئی
سے آخر آدھی رات کے قریب کوئی امیر آنکھوں کا اندھا گانٹھ کا پورا آ ہی پھنسا سچ ہے۔

مرد مفلس را خدا از رمے دہد ۔ قحبہ زن را ہر شبے زر میدہد
بے مگس ہرگز نہ ماند عنکبوت ۔ رزق را روزی رسان پر میدہد

چند روز میں وہ عورت بھی مالدار ہوگئی فقیر نے وصیت کی کہ سو روپیے سے کم قبول نہ کیا کر تجھکو
کوئی نہ کوئی مل ہی جایا کرے گا۔ وہ بولی کہ حضرت آپ تو بزرگ آدمی ہیں کچھ ایسی ہمت اور دعا
کیون نہیں فرماتے کہ میں اس فعال شنیعہ کی علت سے پاک ہوجاؤں۔ انہوں نے جواب
دیا۔ سنو صاحب ہم تقدیر شکن نہیں ہیں یہ تو جو کچھ ہو رہا ہے مٹ نہیں سکتا اگر خدا کی طرف
توجہ ہے تو اسی حال میں وہ بھی ہی یہ کہہ کر رخصت ہوگئے۔ الغرض پیر باخبر نے ہر ایک کو تحصیل
دولت و مال کی ہدایت اسی راہ سے کی جو اس کے لئے مقدر تھا پس تقدیر کا بدل دینا پیر کا
کام نہیں بلکہ پیر دانا طالب کو اسی راہ سے منزل مقصود کی رہنمائی کرتا ہے جو اس کے لئے مقدور
و مقسوم ہے۔ **ایک روز** راقم حاضر خدمت تھا اور بے تکلفی کا تذکرہ ہونے لگا آپ نے فرمایا۔

حیات خوش ممات خوش کسے راست ۔ کہ دنیا را بہ دنیا دار بسپرد
تکلف گر نباشد خوش توان زیست ۔ تعلق گر نباشد خوش توان مرد
بے تعلق زیستن خود زیستن ۔ با تعلق زیستن نگریستن
بگیر رسم تعلق دلا چو مرغابی ۔ بود در آب چو برخاست خشک بر خاست
گیرم کہ سر پرت از بور و پشم است ۔ شنگش آندہ آنکہ او را چشم است
این مسند قاقم و سمور و سنجاب ۔ در دیدہ بوریا نشینان پشم است

میان سرمد صاحب اور ہرے بھرے صاحب دونو ایک جگہ بیٹھے تھے سرمد صاحب نے یہ شعر پڑھا۔
؎ بود در دسر ما بر سر افسر ما + شد کلاہ نمدی صندل ورد سر ما۔ اس کے جواب میں میاں ہرے بھرے
صاحب نے فرمایا ؎ کے کشد بار کلاہ نمدی را سر ما + مست موئے سر ما بر سر ما افسر ما + سچ
ہے جو لوگ بے تعلق ہوتے ہیں بڑے مزے سے زندگی بسر کرتے ہیں ؎

زیر بارند درختان کہ تعلق وارند ۔ اے خوشا سرو کہ از بار غم آزاد آمد

ایک روز راقم حاضر خدمت ہوا جناب وقبلہ نے یہ قطعہ ارشاد کیا۔

کسے در عمر خود نشنید ازین سنجیدہ تر سخنے	کہ در میخانہ گفتی رندبے سر و پائے
بزن جام و مرنجان ہیچ چیزے را مشو منکر	کہ ہر موری سلیمان ست ہر جیقدی ست عنقائے

پھر فرمایا کہ ہم اجمیر شریف میں عرس دیکھنے گئے تو بانواون کا گروہ ماہی مراتب لیکر نکلا اُن کی گفتگو ہم کو بہت پسند آئی ایک عجیب کیفیت تھی سرگروہ کے آگے پیچھے داہین بائیں چار آدمی ہین پچھلا آدمی کہتا ہے ؎ دل بدست آور کہ حج اکبر است ٭ از ہزاران کعبہ یک دل بہتر ست ٭ اگلا آدمی بولتا ہے ؎ کعبہ بنگاہ خلیل آذر ست ٭ دل گزرگاہ جلیل اکبر ست۔ بائین طرف آواز لگاتا ہے ؎ کعبہ ہرچندے کہ خانہ بر اوست ٭ دل مگر این نیز خانہ سر اوست ٭ داہنی طرف والا ندا کرتا ہے کہ ؎ تا بگرد آن خانہ را در وے نرفت ٭ وندرین خانہ بجز آن حی نرفت سب کے بعد سرگروہ صاحب فرماتے ہین ؎ گر ہمیدانی کہ در ہر دل خداست ٭ پس ترا تعظیم ہر دل مدعا است۔

ایک روز حافظ سعد اکبر صاحب مخدوم زادہ پانی پتی نے خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضور دہلی میں دربار قیصری منعقد ہوا ہے کہ ایک مجمع کثیر اور تماشائے بے نظیر ہوگا بہت لوگ جاتے ہین میرا بھی ارادہ ہے کہ جاؤن کیا حضور کا جی اس سیر کو نہیں چاہتا اس بات کے جواب مین ارشاد ہوا کہ میان سعد اکبر آپ نے دربار قیصری کا تماشا بڑا سمجھا ہوگا ذرا دربار الٰہی کا جلسہ تو دیکھو کیا ہو رہا ہے بقولہ تعالیٰ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۞ اگر یہ تماشا کم ہو تو وہان چلیں۔ ؎ عمر بھر وحشت مین گر صحرا نوردی کی تو کیا سیر کے قابل جو تھا دل کا بیابان رہ گیا۔ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۞ کتاب مبین سے مراد جسم انسان ہے اللہ تعالیٰ نے جسم انسان مین دونون جہان پیدا کر دئے ہین۔ یہ کیا کم ہے جو دوسری جگہ جاوین۔

ایک روز کسی شخص نے صحبت فقرا کا انکار کیا۔ جناب وقبلہ نے فرمایا کہ ہان سچ ہے۔

فائدہ کیا کرے صحبت جو نہ ہو استعداد	باغ مین جاکے کبھی زاغ خوش الحان نہ ہوا

مگر صحبت کی تاثیر بھی ضرور ہوتی ہے ؎

پسرِ نوح با بدان بنشست	خاندان نبوتش گم شُد
صحبتِ صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند

وَمنْ اَرَادَ اَنْ یَجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ الْفُقَرَاۗءِ یعنی صحبت فقرا عین مجلس الٰہی ہے ہم نے بارہ ہیں دیکھا کہ ایک کتے کو ہڑک ابھری مالک نے آم کے درخت سے باندھ دیا۔ جب ہڑک کا زور ہوتا تو درخت کو بھنبھوڑتا آخر تین دن مین کتا مرگیا اور مہینہ بھر کے بعد وہ درخت بھی خشک ہو گیا اس شخص نے درخت کاٹا اور جلانے کے لئے گھر لے آیا جس کو اس کی لکڑی کا دھوان لگا اس کو بھی ہڑک ابھری بھلا جب باوے کتے کی یہ تاثیر ہے تو کیا فقیرون میں اتنا اثر بھی نہیں پیر کامل کی تعلیم کبھی ضائع نہین جاتی کبھی نہ کبھی اس کا ظہور ہوتا ہے ؎ مردان خدا خدا نہ باشند + لیکن ز خدا جدا نباشند۔

ایک روز کسی شخص نے آنکر عرض کیا کہ حضرت میرے نزدیک تو دنیا مین کوئی کامل اور مرد خدا نہیں ہے۔ اس وقت ارشاد ہوا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو اگر کوئی ہندوستان کا باشندہ کہے کہ دنیا مین کوئی مسلمان بادشاہ نہیں ہے۔ تو وہ سچا ہے۔ اس لئے کہ اس نے اپنے ملک ہی کبھی نہیں دیکھا لیکن جو لوگ ملک روم مین رہتے ہین اور سلطان روم کو دیکھتے ہیں۔ بھلا وہ اس بات کو کب تسلیم کریں گے کہ کوئی مسلمان بادشاہ نہیں ہے۔

ایک روز کسی شخص نے کہا اولیا اللہ سے کچھ فیض نہیں ہوسکتا۔ بعد مردن مثل جماد ہو جاتے ہین۔ اس وقت ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی دکن مین ایک فاحشہ عورت مرگئی تھی جنگل مین دفن کی گئی۔ اس جانب کو جو شخص تنہا جاتا۔ وہ چھلاوہ بن کر خواہش پوری کراتی تعجب ہے کہ ایک فاحشہ تو اپنے فحش مین ایسی کامل ہو اور اولیا اللہ سے کچھ بھی فیض نہ ہو عظیم آباد پٹنہ مین پن ڈبون کا ماجرا معروف و مشہور ہے یعنی پن ڈبے از قسم بھوت مشہور ہین دریائے گنگ مین مردے کھلس کر بہائے جاتے ہیں اور وہ بھوت بن جاتے ہیں ان کا وتیرہ یہ ہے کہ اگر رات کے وقت کوئی شخص تنہا کنارہ دریا پر چلا جاتا ہے تو وہ پن ڈبے اس کو زبردستی دریا مین کھینچ لے جاتے ہیں اور آپ جیسا بنا لیتے ہین جن دنون میں ہم شاہ عبد العزیز صاحب سے پڑھتے تھے تو ایک طالب علم تنہا نہایت پاکیزہ صورت

اس کے پاس ایک چڑیل خوبصورت عورت بن کر آیا کرتی اور دو روپیہ ہر شب کو دیجاتی اور تمام رات اس کے پاس رہتی ایک رات دونوں ایک چارپائی پر تھے اور چراغ دس گز کے فاصلہ پر جل رہا تھا طالب علم نے اس سے کہا کہ چراغ گل کردے اس نے وہین سے ہاتھ بڑھا کر چراغ بجھا دیا یہ کیفیت دیکھ طالب علم سہم گیا عورت بھی تاڑ گئی بہت کچھ اس کی تسلی و تشفی کی اور کہا کہ میں تجھ پر عاشق ہون تو کسی قسم کا اندیشہ نہ کر خیر بصد مشکل رات بسر کی اور صبح کو یہ ماجرا شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے ایک تعویذ لکھ کر اس کے بازو پر باندھ دیا رات ہوئی تو وہ عورت حسب عادت آئی مگر دور کھڑی رہی۔ اور اس سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی جو تو ایسا ظلم مجھ پر کرتا ہے یہ تعویذ کھول ڈال اب مین چار روپے روز دیا کرون گی۔ لیکن اس نے تعویذ نہ کھولا آخر وہ چلی گئی۔ بھلا جب بھوت چڑیلون کو ایسی طاقت ہوتی ہے۔ تو کیا اولیاء اللہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں۔ کہ وہ بعد مردن جماد ہو جاتے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سید حسن رسول نما علیہ الرحمہ کی بی بی صاحبہ نے ایک روز کہا کہ لوگون کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت تم کرا دیتے ہو۔ مین چاہتی ہون کہ یہ سعادت مجھ کو بھی نصیب ہو۔ فرمایا کہ آج تم نہاؤ اور اچھی پوشاک پہن کر دلہن کی طرح خوب بناؤ سنگار کرو انہوں نے حسب ایما تعمیل کی اتنے میں اس نیکبخت بی بی کے بھائی تشریف لائے سید حسن صاحب نے کہا کہ میاں ذرا اپنی بہن کو سمجھاؤ دیکھو بڑھاپے مین کیا بناؤ سنگار کیا ہے مین تو بڈھا ہو گیا۔ اب کیا دوسرا خصم کرے گی وہ جا کر دیکھتے ہین تو فی الحقیقت نہایت سج دھج سے دلہن بنی بیٹھی ہین کہا اے بہن تم پر کیا پتھر پڑ گئے یہ کیا سوانگ بنایا ہے بھائی سچ فرماتے ہین۔ کیا تم کو اس بڑھاپے مین دوسرے خاوند کی ہوس ہے یہ بات سنتے ہی اس نیکبخت بی بی نے چوڑیان توڑ دین کپڑے پھاڑ ڈالے اور رو رو کے اپنا برا حال کیا کہ اس بڈھے نے مجھ سے تو کیا کہا اور بھائی سے کیا کہدیا۔ اسی رونے پیٹنے اور غم و غصہ کی حالت میں آنکھ لگ گئی آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئین اٹھیں تو نہایت ہشاش و بشاش اٹھین سید صاحب نے پوچھا یہ کیا بھید تھا آپ نے فرمایا کہ تیرے دل میں غرور تھا تو مجھ کو حقیر جانتی تھی جب وہ جاتا رہا اور سوز و گداز تیرے دل میں پیدا ہوا تو زیارت ہو گئی۔ غرض یہ

ہے کہ طالب جبتک انانیت سے نہین گذرتا واصل مطلوب نہین ہوتا۔

نیست از خود شو کہ تا یابی نجات	چون تو برخیزی نشیند حق بجات

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت ابو بکر شبلی علیہ الرحمہ کی خدمت مین دو شخص بارادہ بیعت حاضر ہوئے ان مین سے ایک کو فرمایا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شِبلی رَسُولُ اللّٰہِ اس نے کہا کہ اجی لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ آپ نے بھی یہی کلمہ پڑھا اس نے پوچھا آپ نے لاحول کیون پڑھی آپ نے استفسار کیا کہ تم نے کیون پڑھی بولا کہ مین نے تو اس واسطے پڑھی کہ ایسے بے شرع کے پاس مرید ہونے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اس لئے پڑھی کہ ایسے جاہل کے سامنے راز کی بات کہہ دی اس کے بعد دوسرے شخص کو بلایا اور فرمایا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شِبلی رَسُولُ اللّٰہِ اس نے جواب دیا کہ حضرت مین تو آپ کو کچھ اور ہی سمجھ کے آیا تھا۔ آپ تو درے ہی گر پڑے رسالت ہی پر قناعت کی آپ نے ہنسکر فرمایا کہ اچھا تم کو تعلیم کرین گے پس ہر شخص کا فہم و حوصلہ جدا ہوتا ہے۔ ورنہ بات ایک ہی تھی جو ایک کے دل مین نہ سمائی اور انکار پیدا کیا دوسرے کا حوصلہ اس سے بھی اعلیٰ تھا حضرت شبلی کا یہ مطلب نہ تھا جو شخص ظاہر بین نے سمجھا۔ بات یہ تھی کہ جو شخص تعلیم و تلقین اور ہدایت و ارشاد کرتا ہے طالب کے لئے وہی رسول ہے۔ اور رسالت الٰہی کا کام انجام دیتا ہے۔

ایک روز یہ شعر خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ کا ارشاد ہوا۔

اول ما آخر ہر منتہی	آخر ما جیب تمنا تہی

راقم نے یہ شعر سن کر کہا کہ اگر حضور قصور معاف ہو تو کچھ عرض کرون۔ فرمایا اچھا کہو مین نے عرض کیا کہ یہ تو خواجہ نقشبند رح نے حضور ہی کی شان مین پیشین گوئی فرمائی ہے۔ کیونکہ یہاں ابتدا ہی سے طالب کو تعلیم توحید ہوتی ہے اب آگے بجز جیب تمنا تہی اور کیا ہے جو تمام سیر و سلوک کا مرکز و منتہا ہے وہ یہان کی ابتدا ہے فرمایا کہ ہم کو ایک بات یاد آئی بمقام پیران کلیر مخدوم صاحب کے مزار پر ہم مقیم تھے ایک دفعہ نماز مغرب کے وقت چند آدمی جمع ہوئے حسب اتفاق ایک خان صاحب نے ایک جولاہہ کو جو بڑا سا عمامہ باندھے کھڑا تھا امام بنا دیا اس کے اوسان کچھ ایسے خطا ہوئے کہ بغیر قرأت فاتحہ اول ہی سے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

شروع کردی پٹھان کو جو غصہ آیا تو نیت توڑ کر بولے کہ ابے جولاہے قل ہو اللہ تو تو نے پہلے ہی پڑھ دی اب آگے (اپنی ایسی تیسی) ضم کرے گا۔ جب کہ ابتدا ہی سے تعلیم توحید ہوئی تو آپ آگے یہاں کیا دھرا ہے جس کو سالک طے نہ کرے نہ کوئی منزل ہے نہ مقام نہ کشف نہ کرامت نہ آثار نہ اطوار نہ ذکر نہ فکر توحید ہے یا فنا اگرچہ طالب کے لئے توحید زہر ہے مگر ہم کو تو اور سب بکھیڑا معلوم ہوتا ہے ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند غرض تو ہر منتہی و مبتدی کی تَطْهِيْرُ الْقَلْبِ عَنْ مَاسِوَى اللّٰهِ ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ پس پشت ہاتھ گھما کر بڑے ہیر پھیر سے ناک کو بتائے۔ سیدھا ناک ہی پر ہاتھ کیوں نہ رکھے اور مقام توحید اصطلاح صوفیہ میں وہ ویران (اجاڑ گانو) کہلاتا ہے چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

عاشقان را ہر نفس سوزیدنی است	بردہ ویران خراج و عشر نیست

پس کوئی برلا مسافر ہوتا ہے جو اجاڑ گانو میں ٹھہرے ورنہ یہاں کس کا جی لگتا ہے ہرچند کہ بحسب تفاوت مراتب تمام کاملین پر حالت توحید گذری ہے مگر ایسے بہت کم ہیں۔ جنہوں نے یہاں جھونپڑی ڈالدی ہو ؎

سب سے بیگانہ ہے اے یار شناسا تیرا	جو ہر آنکھ نہ دالے کبھی شیدا تیرا

ایک روز ارشاد ہوا کہ آدمی جس خیال میں مریگا اسی خیال میں قیامت کے روز اٹھیگا۔

میندار اینکہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز	چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد
جو بعد از مرگ من بینی گیا بر گور من رستہ	نوشتہ نام آنجانان بہر برگ گیا خیزد

ایک بہروپیا تھا ہمیشہ نیا بھروپ بنا کر بادشاہ کے روبرو جاتا کہ دھوکا دیکر انعام لے لیکن بادشاہ کبھی اس کے داؤں میں نہ آتا تھا ہر رنگ کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدت را می شناسم۔ ناچار ہو کر بھروپیا ایک جوگی پاس گیا اور کپالی چڑہانی سیکھی یعنی حبس دم پھر جوگی بنکر اپنے شہر کے سواد میں آ کر ٹھیرا ایک مختصر سا گنبد بنایا اور چند چیلے جمع کئے اور حسب معمول جوگیہ حبس دم کر کے بیٹھ گیا۔ گنبد کا دروازہ تیغا کرادیا اس خیال سے کہ بادشاہ وقت یہ خبر سنکر کہ ایک فقیر اتنی مدت سے مکان میں بند ہے یہاں آئیگا اور مکان کھلوائے گا تو پھر میں زندہ

ہوجاؤنگا اور اس سے انعام لونگا خدا کی قدرت چند روز مین ایک انقلاب عظیم واقع ہوا نہ وہ بادشاہ رہا نہ وہ سلطنت شہر بھی تاراج و برباد ہوگیا جوگی کے چیلے بھی بھاگ گئے اور گنبد ویسا ہی در بند پڑا رہا دو صدی کے بعد جب اس شہر مین پھر رونق اور آبادی ہوئی تو کسی شخص نے اس گنبد کو مسمار کرا دیا دیکھا کہ ایک آدمی صحیح و سالم مراقب بیٹھا ہے۔ لوگون کا ہجوم ہوگیا اتنے مین ایک جوگی آگیا اس نے پہچان لیا اور اپنے قاعدہ کے موافق اس کا علاج کیا روح نے تمام بدن مین سرایت کی ہوش و حواس درست ہوگئے اٹھ بیٹھا اور بولا کہ لاؤ میرا گھوڑا جوڑا لوگ متحیر ہوے کہ الٰہی اس شخص کو یہ ہذیان ہے یا خفقان ہے خدا جانے کیا بکتا ہے۔ اس سے کیفیت دریافت کی تو تمام ماجرا اپنا بیان کیا کہ صرف گھوڑے جوڑے کی غرض سے مین نے یہ عمل فلان بادشاہ کے عہد مین کیا تھا اب بیدار ہوتے ہوا۔ تو وہی خیال رہا کہ بادشاہ نے مجھکو اٹھایا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اعمال و افعال و ورد و وظائف یا ریاضت و محنت طالب و سالک کرتا ہے اس کا اثر بیشک مترتب ہوتا ہے لیکن جبتک تصفیہ ماسوی اللہ نہین سب بے سود ہین کیونکہ ان آثار و اطوار مین بھی وہی سوجھیگا جو دل مین بسا ہوا ہے گناہون کے خوف زدہ نجات طلب کرین گے اور ثواب کے امیدوار بہشت کا دم بھرین گے غرض جو جس کا خیال ہے وہی رہے گا سب خواہش نفس اور معبود باطلہ مین گرفتار رہین۔ خدا کا طالب تو کوئی برلا ہی نکلے گا۔

مرد عاشق را نباشد علتے	عاشقان را مذہبے نے ملتے
مذہب عشق از ہمہ دینہا جداست	عاشقان را مذہب و ملت خداست

ایک وزارشاد ہوا کہ ایک بادشاہ نے نقاشان چین و مصوران روم جمع کئے اور حکم دیا کہ ایوان شاہی مین وہ نقاشی کرے جو زیادہ صناع ہو دونون گروہوں نے اپنی ہنرمندی کا دعوی کیا آخر یون ٹھیری کہ مکان کے اندر ایک دیوار پر چینی کام کرین اور دوسرے پر رومی اور ایک پردہ دونون کے درمیان حائل رہے تاکہ پردہ اٹھانے کے بعد دونون کی صنعت کا مقابلہ کیا جائے غرض چینیون نے طرح طرح کی گلکاری اور رنگ آمیزی کی اور رومیون نے اپنی دیوار کو مصالحہ دیکر ایسا صاف شفاف بنایا کہ آئینہ ہوگئی۔ آخر کار پردہ اٹھایا گیا تو دونون جانب ان

بہار تھی اور مانی چین کی نقاشی آئینہ سکندر مین نمودار۔ دونون فریق اپنے اپنے کمال مین یکتا نکلے لیکن رومیون کی صفائی فوقیت رکھتی تھی کیونکہ جو رنگ یا جو گلکاری اس کے مقابل آئے گی وہ بالضرور اس کے اندر جلوہ گر ہوگی اور اگر سامنے سے اٹھا لی جائے تو صاف آئینہ ہے ؎ اے مانی نقاش چین در صورت یا حسین + یا نقش کن بر این چنین یا ترک کن صورتگری

اسی طرح فقرا کے دو فرقہ ہین ایک رنگ صفات مین اپنا کمال ظاہر کرتے ہین دوسرا یکرنگی ذات مین ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک دوست تھا لڑکپن کے زمانہ کا وہ کنعان سے مصر مین آیا حضرت سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ یار ہمارے واسطے کیا تحفہ لایا ہے اس نے جواب دیا کہ حضور تمہارے لائق تو کوئی چیز مجھکو میسر نہ آئی کہ تحفہ لاتا مگر ہان آپ کی نذر کیلئے آپ ہی کو لایا ہون یہ کہکر ایک آئینہ پیش کیا۔

آئینہ آور دست اے روشنی	تا چہ بینی روئے خود یادم کنی
آئینہ بیرون کشید او از بغل	خوب را آئینہ باشد مشتغل

اسی طرح اللہ جل شانہ بروز قیامت ہر ایک سے تحفہ طلب کریگا پس جو شخص نطہیر القلب عن ما سوی اللہ کا آئینہ قلب سلیم زنگار دوئی سے صاف و شفاف کیا ہوا پیش کرے گا وہی پسند و مقبول ہوگا ورنہ شرمساری اٹھائیگا یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۵

دل چہ باشد مطلع انوار حق	دل چہ باشد مہبط اسرار حق
در حقیقت دان کہ دل شد جام جم	می نماید اندرو ہر بیش و کم
دل بود مرآت وجہ ذو الجلال	در دل صافی نماید حق تعال
پیش سالک عرش اعظم ہست دل	جملہ عالم چون تن و جان ہست دل
دل مقام استوائے کبریاست	دل نباشد آنکہ با کبر و ریاست

ایک روز کشف وکرامت کا ذکر آیا۔ اس وقت ارشاد ہوا کہ حضرت محی الدین کا قول ہے کہ اَلْکَشْفُ حَیْضُ الرِّجَالِ وَالْکَرَامَۃُ نِفَاسُ الرِّجَالِ یعنی کشف وکرامت مردون کا حیض ونفاس ہے۔ اس کے معنی لوگون نے یہ لگائے ہین کہ کشف وکرامت نکمی چیز ہے۔ لیکن ہماری سمجھ مین تو یہ بات آتی ہے کہ جیسے حیض عورتون کے لئے نشان بلوغ ہے۔ اسی طرح کشف سالک کے لئے علامت بلوغ ہے اور جیسے نفاس لیے ولادت فرزند ظاہر ہوتا ہے

اسی طرح کرامت بعد حصول یقین ظہور پکڑتی ہے یعنی جیسے حیض و نفاس کے درمیان ایک نتیجہ ہے ایسا ہی کشف و کرامت کے درمیان یقین ہے اور بغیر یقین کامل کے کمال ایمان و اطمینان قلب نہیں ہوتا اسی واسطے مردان خدا نتیجہ کو اصل سمجھتے ہیں نہ اس کے اطراف یعنی کشف و کرامت کو پس کشف کرامت راہ سلوک میں دو مقام ہیں نہ اصل مقصود۔ اور اولیا اللہ ہمیشہ ذرا اور امین قدم رکھتے ہیں اور حصول معرفت میں هَلْ مِنْ مَّزِیْد کا دم بھرتے ہیں۔

ہر کشف بران چہرہ نقابے دگرست	ہر بحر درین راہ سرابے دگرست
از رفع حجاب خویش مغرور مباش	کاین رفع حجاب ہم حجابی دگرست

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا یعنی جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے کہ الٰہی دکھا مجھ کو کیونکر زندہ کریگا تو مردے حکم ہوا کہ کیا تو ایمان نہیں لایا عرض کیا کہ میں ایمان تو لایا ہوں لیکن اس واسطے کہ اطمینان ہو میرے قلب کو فرمایا تو پکڑ چار جانور اڑتے پھران کو ملا اپنے ساتھ پھر ڈال ہر پہاڑ پران کا ٹکڑا ایک ایک پھران کو پکار کہ آویں تیرے پاس دوڑتے جب سب کچھ دیکھ بھال لیا تو خاموش ہو کر بیٹھے۔ اے فرمایے خود پیغمبر تو اس طرح اطمینان کریں اور ہم کو ایمان بالغیب کی ہدایت ہو یہ عجب بات ہے ؎ گہ چنیں بنماید وگہ ضد این ✤ جز کہ حیرانی نباشد کار دین :: **ایک روز** حاضر خدمت ہو کر میں نے عرض کیا ؎ باز گو از نجد و از یاران نجد ✤ تا در و دیوار را آرے بوجد :: اُس وقت ارشاد ہوا۔

بو کی طرح سے غنچہ و گل میں سمائیے۔	فصل بہار آئی ہے کچھ رنگ لائیے
زلف دو تاے یار میں دل کو پھنسائیے	جس رنگ میں ہو یار وہی رنگ لائیے

جب حضرت بایزید بسطامی کو فقر میں عروج حاصل ہوا۔ تو عرش پر پہنچ عرشیوں سے سوال کیا کہ خدا کہاں ہے انہوں نے جواب دیا کہ صاحب ہم تو سُنا کرتے ہیں کہ خدا زمین پر ہے۔ تعجب ہے کہ آپ یہاں ڈھونڈھنے آئے واہ سبحان اللہ تعالیٰ شانہٗ عَمَّا یَصِفُوْنَ ط

یہ مان بیت الصنم خالی بار بیت الحرم خالی	پتا لگتا نہیں اس کا عرش خالی عجم خالی

جانے لگے اس وقت بادشاہ نے نام و نشان سب کا پوچھ لیا صبح کو شور و غل ہوا کہ بادشاہی خزانہ مین چوری ہوگئی بادشاہ نے ان چاروں چوروں کو گرفتار کرا منگایا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے مت لاؤ سولی دینے کے لئے لے جاؤ۔ مگر جب تک ہم حکم نہ دین سولی نہ دینا جب وہ چور زیر دار پہنچے تو آپس مین کہا کہ ہمارا پانچوان یار کہاں ہے ایک نے بولا کہ میاں رات کتے نے خبر دی تھی۔ شاید وہ بادشاہ ہو چوتھے نے کہا کہ اگر رات بادشاہ تھا تو مین اس وقت ضرور پہچان لونگا۔ یہ گفتگو کر کے سرہنگان شاہی سے کہا کہ خیر سولی تو ہمارے لئے تیار ہے ایک دفعہ ہم کو بادشاہ کے روبرو لے چلو۔ یہ اطلاع حضور سلطان مین کی گئی حکم دیا کہ اچھا بلاؤ جب سامنے گئے تو جس چور مین شناخت کا کمال تھا وہ بولا۔ حضور ہم چارون کے اوصاف تو ظاہر ہو چکے اب آپ کا سر کس وقت ہلے گا کہ چار مجرم سزائے دار سے رہائی پاوین۔

جو کچھ کیا سو مین کیا اور میں نے کیا کچھ نا تھ | تجھ بن میں نے کیا کیا تو بھی تھا مجھ باہم
آپ کے ہاتھوں میں سارا کام ہے | آپ کرتے ہیں جہان کا نام ہے

اس وقت بادشاہ کو ہنسی آگئی اور سب چوروں کو رہا کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک عرفان سلطان نہ تھا سب مجرم تھے جب یہ عرفان حاصل ہوا کہ ہمارا فعل عین فعل سلطان تھا۔ پھر جرم کیسا اور پھانسی کس کو یہ سب بکھیڑا تو دوئی اور خود بینی میں ہے۔

مرد عارف نیست بیباک از ہمہ | آب صافی چیست او پاک از ہمہ

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کروڑون میں کسی ایک کو فقر حاصل ہوتا ہے۔ اور جب حاصل ہو گیا تو پھر کسی طور سے زائل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ نقل ہے۔ کہ غوث بہاؤ الحق ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بالاخانہ پر تشریف رکھتے تھے زیر دیوار شور و غل مچا۔ معلوم ہوا کہ کوئی آدمی کنوئین مین گر پڑا ہے۔ آپ نے غرفہ میں سے ہاتھ بڑھا کر اس غریق کو تہ چاہ سے نکال کر باہر کھڑا کر دیا۔ ایک فقیر شکستہ حال جو مردان خدا مین سے تھا اس طرف آ نکلا کیفیت صدور کرامت ملاحظہ کی اور کہا کہ صاحبزادہ یہ تو بازیچۂ اطفال ہے۔ اگر سیکھنا ہے تو فقر سیکھو آپ بام خانہ سے اترے اور فقیر صاحب سے جا ملے پوچھا کہ فقر کیا چیز ہے اس نے جواب دیا کہ صاحبزادہ فقر وہ شئے ہے کہ نہ دام سے جلتے نہ زنا

سے بگڑے نہ شراب سے خراب ہو نہ چوری سے زائل کوئی اس کو مٹا نہیں سکتا وہ بے زوال اور پائدار چیز ہے۔ آپ خاموش ہو کر چلے گئے۔ اور خیال کیا کہ اس شخص کا امتحان کرنا چاہیے کہ اپنے کام میں پکا اور بات کا پورا ہے یا نہیں اور اس کا قول مطابق فعل ہے یا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ یہ سوچ کر ایک پلا کتے کا ذبح کیا اس کا تو پلاؤ دم کرایا اور اپنی کنیز کو لباس فاخرہ پہنا کر سمجھا دیا کہ تو کچھ انکار نہ کرنا اور ایک بوتل شراب کی دی اور کہا کہ جا فلان مقام پر ایک فقیر صاحب ہین ان سے کہو کہ یہ سامان دعوت آپ کی خدمت مین ارسال کیا ہے وہ تو جانتے ہی تھے کہ یہ امتحانی ضیافت ہے پہلے تو شراب نوش کی پھر اس کنیز کی بانگی دیکھی پھر پلاؤ چٹ کیا اور کہلا بھیجا کہ ان ڈھکوسلون سے یہاں کیا ہوتا ہے۔

اون سنتوں کی دارلی جن کے پورن ہنت | بھگت بیچ ملتی نہیں جی جگ جائین انت
پنچ او تم پر کرت سے کیا کرے کُسنگ | یکھہ چندن لاگی نہیں جو لپٹی رہے بھونگ

کنیز نے گھر جا کر تمام کیفیت بیان کی جب تو حیرت میں آئے اگلے دن گھوڑے پر سوار ہو ان کی ملاقات کو چلے راہ مین ایک ندی تھی جب بیچ دھار میں پہنچے تو گھوڑے نے لید اور پیشاب کیا اس کنارہ سے فقیر ہمہ نوش للکارا کہ دیکھو صاحبزادے کیوں دریا کو ناپاک کرتے ہو۔ یہ بولے کہ واہ حضرت بھلا کہیں لید و پیشاب سے دریا ناپاک ہوتا ہے شائد آپ مسائل فقہ سے بھی ناواقف ہیں مرد فقیر ہنسا اور کہا کہ سبحان اللہ آپ بھی خوب فقیہ ہین کہ ذرا سی ندی تو لید و پیشاب سے گندہ نہ ہو اور معرفت الٰہی کا بحر ناپیدا کنار جس کی ابتدا نہ انتہا پلے کے پلاؤ اور شراب و کنیزک سے ناپاک ہو جائے حضرت بہار الحق سمجھ گئے کہ حقیقت میں کشف و کرامت اور چیز ہے اور فقر دوسری شئے ہے ؎ فقر حق است و نہ از وے جدا + فقر لا یحتاج باشد از خدا + از روئے ارادت فقیر کی خدمت میں حاضر ہوئے انہون نے فرمایا کہ یہ چلے اور چلی جو مدت العمر سے آپ کیا کرتے ہین ان کو ترک کیجئے اور مردان خدا کا طریقہ اختیار فرمائیے اتنی بات کہکر چلدئے پس فقیری کا حاصل کرنا اور فقیر بننا آسان بات نہیں ہے بلکہ جب تک تمام مقاصد دین و دنیا اور مراتب و مدارج اور کشف و کرامت کو ترک نہ

دُرِ نیست بہر دریا ز نیست بہر کانے	اسرار محبت را ہر دل نبود قابل

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک جوہری تھا جب مرنے لگا تو اپنے فرزند کو وصیت کی۔ کہ
مین تیرے واسطے ایک صندوق چھوڑتا ہون اس مین ایک تو جوہر بیش بہا ہے اور ایک
پتھر ہے تو کسی جوہر شناس کو دکھا لینا وہ بتا دے گا۔ جب باپ کا انتقال ہو گیا تو جوہری
ایک جوہری کے پاس اپنا جوہر اور پتھر لے گیا اور شناخت کی درخواست کی اس نے کہا کہ
تو پانچ برس تک میری ملازمت اختیار کر تب بتاؤن گا وہ راضی ہو گیا اور پانچ سال تک
جوہری کی دکان پر کام کرتا رہا۔ اس عرصہ مین اقسام و انواع کے جواہرات اس کی نظر سے گذرے
یہان تک کہ اس کو ایک بصیرت اور ملکہ جواہرات کی شناخت کا حاصل ہو گیا۔ بعد مدت
موعود کے سوال کیا کہ صاحب اب وعدہ پورا کیجئے اس نے کہا کہ اچھا اب اپنے جواہر لاؤ
لایا تو پوچھا کہ اب تو خود پہچان کہ ان مین جوہر کونسا ہے اس نے فوراً پہچان لیا اس وقت
جوہری نے کہا کہ میری غرض اس تامل سے یہی تھی کہ تو خود عارف جوہر ہو جائے۔ اگر
اول روز مین بتا دیا تو نہین معلوم تجھ کو یقین آتا یا نہ آتا۔ اور تو کس قیمت پر اس کو دے ڈالتا
اب کہ تجھ کو عرفان حاصل ہو گیا اور تو واقف و شناسا ہو گیا۔ اختیار ہے۔ جو چاہے
سو کر سکتا وہ ہو کا ہمین کہا سکتا۔

حرفت آموزی طریقش فعلی است	علم آموزی طریقش قولی است
نے زبانت کار سے آید نہ دست	فقر خواہی آن بصحبت قائم است
نے زراد دفتر و نے قیل و قال	دانش انوار است در جان رجال

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک مقام پر کوئی انگریز خیمہ زن تھا۔ جنگل مین دیکھا کہ سپیرون
کا مجمع ہے حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس مقام پر ایک سوراخ مین کالا ناگ سانپ
رہتا ہے جس کا یہ خاصہ ہے۔ کہ اگر ایک شخص کو کاٹے تو اس کے تمام خاندان کا ناس ہو جائے
اور اس کی پھنکار سے درخت تک جل جاتے ہین کوئی سپیرا یہان ایسا نہین کہ اس کو پکڑ سکے
اس واسطے بڑے بڑے افسون گر گرو بنگالہ سے بلائے گئے ہین۔ ان کے انتظار مین
یہ لوگ پڑے ہین۔ صاحب نے ان سے کہا کہ کچھ پرواہ نہیں تم لوگ اس کے

سوراخ کے گرد اگر لکڑیون کا ڈھیر لگا دو۔ اور بین بجاؤ کہ وہ نکلے ایسا ہی کیا گیا سانپ نکلا اور پھنکار
ماری تو لکڑیوں میں آگ لگ گئی آگ سے ڈر کر ہر جانب دوڑنے اور پھنکار مارنے لگا۔ اس لئے سب طرف
آگ لگ گئی۔ آخر اُسی آگ مین جلکر خاک ہوگیا۔ اسی کی آگ تھی جس نے لکڑیوں میں سرایت کی اور
بھڑک اُٹھی اور وہ اپنی ہی آگ سے خوف کرنے لگا۔ یہاں تک کہ جل مرا۔
ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ہمارے دوست مولوی محبوب علی صاحب زیارت بیت اللہ شریف
سے مشرف ہوکر واپس آئے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم بمبئی سے چل کر ایک بستی میں آئے وہاں چند روز
رہنے کا اتفاق ہوا۔ رات کو نماز تہجد کے لئے مسجد مین گئے تو دیکھا کہ موذن ذکر میں مشغول ہے جب
لا کھینچتا ہے تو غائب ہو جاتا ہے۔ اور الا اللہ کہتا ہے تو موجود۔ یہ دیکھ کر مجھکو حیرت ہوئی بعد نماز
فجر مسجد سے باہر نکلا تو دیکھا کہ قریب مسجد کے ایک کنجنی کا مکان ہے۔ اور اس کے دروازہ پر ایک
فقیر لنگوٹ بند بیٹھا ہے مجھ کو دیکھتے ہی بولا کہ مولوی صاحب آپ کو تو بڑا ہی تعجب ہوا۔ خیر کل
ہم بھی تماشا دکھائیں گے۔ دوسرے دن میں بوقت تہجد مسجد میں آیا تو وہ فقیر بھی آموجود ہوا
غسل کیا اور میری چادر باندھ لی پھر نفی اثبات کرنے لگا جب لا کو کھینچتا تھا تو اس وقت مین اور
وہ فقیر اور مسجد سب نفی ہو جاتی تھی۔ بلکہ میرا علم مفقود ہو جاتا تھا۔ اسی طرح دس بارہ ضربین لگائیں پھر
لنگوٹ باندھ چلدے اور کہا کہ مولوی صاحب اس کو فقیری نہیں کہتے یہ تو ایک شعبدہ ہے فقیری
کچھ اور ہی چیز جو زبان پر نہیں آسکتی۔ ع۔ نکتہ دان راگنگ باشد بشدز حرف۔ صبح کو مین نے دیکھا وہ فقیر
صاحب رنڈیون کے چانٹے اور جوتیان کھارہے تھے۔ مین نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا۔ فرمایا کہ ہمارے
واسطے یہی حکم ہے کہ حرام کے لقمہ کھانا اور جوتیون کی مار سہنا نہ روزہ ہے نہ نماز نہ حج ہے نہ زکوٰۃ۔ اس کے
بعد جناب قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر نفی و اثبات مین کمال حاصل ہوجائے تو کیا ہے
خدا کا پتہ اس صورت میں بھی نہیں لگتا ؎

کہ عنقا را بلند است آشیانہ	بردان دام بر مرغ دگرنہ

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ کسی نصرانی کے گلے میں صلیب تھی دیکھا تو
نہ دار د نہایت متفکر ہوئی جا بجا ڈھونڈھا تلاش کیا کہیں پتہ نہ ملا ایک
شخص نے اس کو پریشان حال دیکھ کر

کیفیت دریافت کی کہا کہ میرے گلے مین صلیب تھی وہ گم ہوگئی ہے وہ ہنسا اور کہا کہ تم ناحق
تردد مین مبتلا ہو صلیب گم نہیں ہوئی ہم تلاش کر دین گے۔جب اس کو بہت اضطراب اور بیقراری
ہوئی۔ تو اس نے گردن کے پیچھے سے اٹھا کر سامنے کر دی اور کہا کہ تیرے ہی گلے مین پڑی
ہے۔ یہ تمام فکر و تردد اس وہم کا ہے جو دل مین بیٹھ گیا ہے۔

دوست نزدیک تر از من بمن است دین عجب تر کہ من از وے دورم

پس ہادی و مرشد صرف تعلیم کر دیتا ہے ورنہ جو بات ہے وہ عالم و جاہل سب کے لئے برابر
ہے۔ اور ہر ایک کی ذات مین موجود ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۵ مگر ہاں اپنی اپنی
جدا ہے کسی کو علم ہوتا ہے کسی کو نہین کوئی جلد سمجھتا ہے کوئی بدیر جیسے تہہ زمین مین پانی سب
جگہ موجود ہے۔ کہین دور نکلتا ہے کہین پاس ؎

تو فگندی تیر فکرت را بعید اوست اقرب نحن من حبل الورید

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین ایک عورت تھی جس کو اپنے
شوہر سے بدرجۂ غایت محبت تھی لیکن شوہر کو نہایت نفرت۔ ہر طرح کی تدبیرین کین۔ کوئی کارگر
نہ ہوئی۔ اس نے سنا کہ مدینہ منورہ مین ایک عورت بڑی ساحرہ ہے۔ ناچار اس کے پاس
گئی اور اپنا درد دل ظاہر کیا۔ اس نے کہا اچھا مین تجھ کو سلطان الساحرین کے پاس لئے
چلتی ہون وہ کچھ علاج معقول کر دے گا۔ رات کے وقت دونو مدینۂ طیبہ سے باہر نکلین دیکھا
کہ دو جانور سیاہ رنگ (گدھے کی برابر) کھڑے ہیں۔ دونو سوار ہو کر روانہ ہوئین آناً فاناً مین
ملک عراق کے اندر چاہ بابل کے کنارہ جا اترین۔ جہان ہاروت و ماروت آویختہ ہین۔ وہ
ساحرہ کوئیں کے اندر گئی اور اپنے ساتھ والی کی سفارش کی وہ دونو سیدھے ہو کر بیٹھ
گئے۔ اور کہا کہ بلاؤ۔ عورت گئی اور اپنا ماجرا بیان کیا پہلے تو اس کو سمجھایا۔ کہ تو جادو
نہ سیکھ اہل اسلام کو یہ بات زیبا نہین۔ مگر اس عورت نے اصرار کیا۔ ہاروت و ماروت
نے کہا کہ خیر تیری خوشی باہر ایک تنور ہے جا اور اس مین پیشاب کر دہ عورت گئی اور یونہی
بیٹھ کر چلی آئی پیشاب نہ کیا واپس آئی تو پوچھا کہ کیا دیکھا۔ اس نے کہا کچھ بھی نہین انہون نے
کہا کہ معلوم ہوتا ہے۔ تو نے پیشاب نہیں کیا۔ پھر جا در پیشاب کر اس نے دوسری بار بھی ایسا

ہی کیا تب فرشتون نے کہا کہ جب تک پیشاب نہ کریگی مطلب حاصل نہ ہوگا ناچار تیسری بار اس نے پیشاب کیا اور دیکھا کہ ایک سفید چیز جسم کے اندر سے نکلی اور ایک سیاہ چیز داخل ہوگئی۔ ان سے یہ کیفیت بیان کی کہ کہا کہ جا اب تو پوری ساحرہ ہوگئی۔ جس طرح گئی تھین دونون رخصت ہوکر واپس چلین لیکن اس عورت کا تردد نہ گیا۔ پہلی ساحرہ نے پوچھا کہ اب کس لئے پریشان ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ کو تشفی و اطمینان کیا خاک ہو نہ کوئی جنتر نہ منتر نہ پڑھنت نہ تعلیم نہ تلقین مین تو جیسی تھی ویسی ہی اب بھی ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ یہاں پڑھنے پڑھانے کی کچھ حاجت نہیں شاید تجھ کو اپنی سحر آموزی پر یقین نہین ہوا۔ ذرا اس درخت کی طرف جو سامنے ہے بنظر غضب دیکھ اس نے جو دیکھا تو درخت فی الفور خشک ہوگیا۔ پھر کہا کہ اب بنظر رحمت دیکھ۔ رحمت کی نظر ڈالی تو ویسا ہی سرسبز ہوگیا۔ کہا کہ اب بھی تجھ کو یقین آیا یا نہین بس تیرے ارادے پر موقوف ہے۔ جو چاہے گی وہ ہوجائے گا۔ تب اس عورت کو اطمینان ہوگیا۔ گھر میں آئی شوہر کو بنظر محبت دیکھا اسی دم مطیع فرمان ہوگیا۔ ایک روز اظہار محبت کے لئے اپنے شوہر سے یہ تمام ماجرا کہدیا کہ تمہارے واسطے ایسی مشقت اُٹھائی چاہو تو سیکھ کر تم کو ایسا ہی کیا اور طرح طرح کے جادو اور طلسم اس کو دکھائے۔ وہ شخص نہایت حیران و پریشان ہوا جب صبح ہوئی۔ تو حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مین اس کو لے گیا۔ وہ تمام حال اس کا بیان کیا آپ نے غسل کا حکم دیا پھر فرمایا کہ اب کلمۂ شہادت پڑھ۔ اس نے کلمہ توحید پڑھا کچھ معلوم نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نہین کلمۂ شہادت پڑھ۔ تیسری دفعہ اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اس وقت ایک سیاہ چیز جسم کے اندر سے نکلی اور ایک سفید چیز داخل ہوئی۔ جناب و قبلہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ کیا ایمان اور کیا کفر ہے کبھی خارج ہوا اور کبھی داخل مگر جاننے والے خوب جانتے ہیں اس مین عجب باریک اسرار ہیں۔

اگر در خانہ کس است حرفی بس است

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو کسی شخص نے رنڈی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ چونکہ آپ نہایت حسینہ و جمیلہ تھین اس نے زیور و لباس سے

حسن خداداد کو جلا دیکر ان کو بالا خانہ پر بٹھا دیا مشتاقون کا ہجوم ہونے لگا بوقت شب جس کو نائکہ ان کے پاس بھیجتی اس سے کہتین کہ اول وضو کر کے دوگانہ پڑھ لو جہان دوگانہ پڑھا اور حضرت رابعہ نے ہمت باطنی مبذول کی پھر تو اس شخص کی آنکھیں کھل جاتی تھین اور صبح کو چپ چاپ چلا جاتا تھا۔

نازم بہ چشم خود کہ جمال تو دیدہ است	افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر روز بوسہ ہا زنم این دست خویش را	کو دامنت گرفتہ بسوزم کشیدہ است

سال بھر تک اسی طور سے فیض جاری رہا کہ جو شخص ایک رات ان کے پاس رہا وہ پھر نہ آیا۔

قدغن ہے کہ اس کو مین کوئی آنے نہ پاوے	گر بے خبر آجائے تو پھر جانے نہ پاوے

نائکہ نے خیال کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ جو شخص ایک دفعہ آتا ہے دوبارہ صورت ہنین دیکھتا اس کے حسن وجمال اور ناز و ادا اور صورت وسیرت مین کسی طرح کی کسر نہین لیکن مصرعہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ ایک رات پوشیدہ ہو کر نائکہ نے تمام کیفیت دیکھ لی صبح کو ان کے قدمون پر گر پڑی کہ میرا قصور معاف کرو۔ مجھ کو حال معلوم نہ تھا۔ آج آج سے مین نے تم کو آزاد کیا۔ فرمایا کہ ارے احمق تو نے مجھ کو کیا آزاد کیا فیض برباد کیا جب مرضی خدا یہین تک تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز نماز فجر کے لئے مسجد مین تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص قبلہ رو پہلوے راست پر سو رہا ہے خیال کیا کہ شائد نماز پڑھ کے سو گیا ہے۔ پھر ظہر کے وقت گئے تب بھی اسی کروٹ سے سوتے پایا۔ پھر عصر و مغرب کے اوقات مین بھی وہی کیفیت دیکھی جب وقت مغرب تنگ ہونے لگا۔ تو اس کو جگایا اور فرمایا کہ نماز قضا ہوئی جاتی ہے وہ شخص جاگا۔ اور وضو کر کے اول نماز فجر کی نیت کی تو دیکھتے ہیں کہ ٹھیک صبح کا وقت اور نور کا تڑکا ہے پھر اس نے ظہر کی نیت کی تو وقت ظہر معلوم ہونے لگا۔ اور جب عصر کی نیت باندھی تو وقت عصر موجود تھا اور مغرب کی نیت کی تو مغرب کا۔ پھر مجدد صاحب سے اس نے کہا کہ نماز کے لئے تو آپ نے جگا دیا مگر میرا دل نہ پہچانا کہ کیا ہے بھلا اس

حالت کے روبرو نماز کیا شئے ہے۔ لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ نماز کچھ شئے نہیں بلکہ ایسی حالت کے فقیر ہر وقت نماز ہی مین رہتے ہین۔ گو ظاہر مین نماز نہ پڑہین۔
ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ ایک درویش کو از راہ کشف معلوم ہوا کہ ایک آدمی مسجد کے اندر فعل شنیع کر رہا ہے۔ چونکہ نیا نیا عرفان حاصل ہوا تھا درویش کے دل میں جوش غضب پیدا ہوا اور ہمت باطن سے مسجد الٹ دی اس کے مرشد کو خبر ہوئی کہا کہ ہین یہہ کیا کیا مرید نے جواب دیا کہ حضرت خانہ خدا۔ اور ایسا فعل مجھ کو تحمل نہ ہو سکا۔ مرشد نے کہا کہ ابے احمق تو کون تھا جس گھر مین یہ فعل ہو رہا تھا کیا اس کا مالک علیم و بصیر و خبیر نہ تھا۔ تو نے کیون دخل دیا۔ ؎ بر نقش خود است فتنہ نقاش + کس نیست درین میان تو خوش باش
غرض یہ ہے کہ فقیر اللہ تعالیٰ کے کامون مین دخل نہین دیتے نہ کسی کے لئے دعا کرتے ہیں نہ کسی کے واسطے بد دعا۔ **ایک روز** کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت معرفت اور وصول الی اللہ کے کیا معنی ہین۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔ ایک راجہ تھا وہ ہردوار میں آیا اور منادی کرائی کہ فلان تاریخ گنگا کے کنارے بڑا بھاری دان کرون گا جس کو لوٹنا ہو آوے اور لوٹے تاریخ معینہ پر خلقت جمع ہو گئی راجہ نے کنارہ دریا پر قسم قسم کے میوون اور طرح طرح کے کھانون اور عمدہ عمدہ پوشاکون اور آرائش کی چیزوں کے ڈھیر لگا دیئے اور ایک چھوٹی سی کشتی مرصع و رنگین تمام ساز و سامان سے آراستہ کرائی اس پر فانوس فانوس روشن کئے گئے اور بیچ مین ایک گھڑا سر بمہر رکھوایا۔ جس پر عجیب و غریب نقاشی اور طلائی کام ہو رہا تھا۔ وہ کشتی منجھدہار مین چھوڑی گئی۔ اور حکم عام دیا گیا کہ جس کا جی چاہے لوٹ لے۔ لوگ ٹوٹ پڑے اور اپنی خواہش کے مطابق لوٹنے لگے وہ کشتی جو اس شان و شوکت سے دیکھی سمجھے کہ بڑی دولت اور بیش بہا جواہر ضرور اس کشتی مین ہون گے۔ اس طرح سے ہزارون آدمی دریا کے اندر کود پڑے۔ کوئی کنارے پر ڈوبا۔ کوئی دو قدم چل کر کوئی چار قدم چل کر غرض بہت سی جانین تو کشتی کی آرزو ہی مین گئیں۔ لیکن چند آدمی ہاتھ پانو پیٹ کر کشتی تک جا پہنچے اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس گھڑے کو کھولا دیکھا تو بالکل خالی۔ بس اسی پر تم اپنے سوال کا جواب قیاس کر لو۔ اگر در خانہ کس است حرفے

بس است ۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ فقیری میں صحبت کو بڑا اثر ہے اور مردانِ خدا نے اسی کو جزو اعظم سمجھا ہے ع یک زمانے صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔ جو باتیں بچپن سے دل میں سمائی ہیں۔ وہ کانوں کی راہ سے آئی ہیں اور کانوں ہی کے راستہ نکلیں گی ع

بہو بھاگت بھاگت بھاگے	رنگ لاگت لاگت لاگے
بہت دنون کا سویا منوا	جاگت جاگت جاگے

یعنی رفع اوہام و شکوک کے لئے ایک مدت چاہئے۔ ع عمرے باید کہ یار آید بکنار۔ مگر اس زمانے کے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ آج مرید ہوئے۔ وظیفہ پوچھ کر گئے۔ دوسرے ہی دن آکر شکایت کرتے ہیں کہ کچھ اثر نہیں ہوا یہ نہیں سوچتے کہ عمر بھر کی کثافت کو ایک دن کا وظیفہ کیا دور کر سکتا ہے۔ اور مرشد کو ایسی کیا غرض پڑی ہے کہ صفائے وقت کو چھوڑ کر دوسرے کے حال پر متوجہ ہو اور بالفرض ایسا کرے بھی تو مرید کا تمام عمر کا علم مٹانا اور اس کی بجائے اپنے علم کو جمانا کوئی ہتھیلی کی سرسون نہیں ہے۔ ہاں رفتہ رفتہ عرصہ دراز کی صحبت مین اصلاح حال خوب ہوتی ہے اگر دفعۃً نظر ڈالی جائے تو مرید سے تحمل کب ہو سکتا ہے جیسے میاں جعفر شاہ پٹیالوی نے ہمارے ہم سبق کو مار دیا تھا۔ طریقہ تعلیم کا تدریج ہے۔ جس طرح لوہار لوہے کو گرم کرتا ہے۔ پھر چوٹ لگا کر بڑھاتا ہے۔ یا سنار آہستہ آہستہ کوٹ پیٹ کر تار کو بار بار جنتری مین نکالتا ہے۔ تب وہ درستی کے ساتھ طیار ہوتا ہے اگر بے ڈھنگے طور پر زور لگا دین تو کیا ہو گا۔ فوراً چیز ٹوٹ پھوٹ کر خراب و ضائع ہو جائے گی۔ پس ہر کام میں صبر ضرور ہے ؎

در بلا صبرے بباید مرد را	صبر خود کے باشد اہل درد را

ایک صاحب نے اپنے دوست کو لکھا کہ تمہارے بعد جناب و قبلہ نے مجھ کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل فرمایا چند روز مین اس قدر فیض و فائدہ حاصل ہوا کہ قابل تحریر نہیں یہ خط پڑھ کر ان کے دل مین خیال گذرا کہ افسوس چند روزہ مرید تو اپنے مطلب کو پہنچ جائے

اور مین محروم جب یہہ صاحب حاضر خدمت ہوے تو اثنائے گفتگو مین حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے۔ کسی چیلے نے اپنے گرو سے شکایت کی کہ گرو جی مجھے چار سال ہوگئے۔ اب تک کچھ اثر مترتب نہین ہوا۔ ہنوز روز اول ہے۔ کہا اچھا دیکھا جاویگا۔ دوسرے دوسرے روز گرو جی نے بھنگ گھوٹ کر خود بھی پی اور اس چیلہ کو بھی پلادی تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کہ کہو چیلا جی کیا حال ہے کہا گرو جی کچھ نہ پوچھو ایک ایک دھونڈھو کال ہے اور کچھ نظر نہین آتا۔ گرو جی نے کہا یہان دھونڈو کال کے سوا اور کچھ نظر نہیں آویگا۔ بس یہی دھونڈو کال ہیں سب چلے گئے تو بھی چلا جا۔ سو صاحب یہاں سوائے توحید کے اور کیا رکھا ہے۔ جو نظر آوے اور اگر کسی نے کچھ دیکھا ہے۔ تو یہ اس کے تخیلات اور وہمیات پر محمول ہے۔ ان شعبدات کا کیا اعتبار۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے منزہ و مبرا ہے پس ماسوا اللہ سب ہیچ ہے ؎

مے صرف وحدت کسے نوش کرد ... کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد

ایک روز کسی شخص نے توحید کے بارہ مین سوال کیا اس وقت ارشاد ہوا ؎

سائلے پرسید از شبلی سوال ... گفت ما التوحید ای صاحب خصال

گفت شبلی ہر کہ بدہد این جواب ... ثابت است الحاد او را ہم عذاب

چون کسے ثابت شود توحید او ... مشرک است در عالم سر نگو

ہر کہ بشناسد بتوحیدش خدا ... کافر است آن مرد در ہر دو سرا

سوئے توحیدش اشارت ہر کہ کرد ... بت پرست او را بدان ای نیک مرد

گر کسے دارد ز توحیدش سوال ... جاہل است آن مرد نبود اہل حال

دم مزن این جا نشاید دم زدن ... ہر چہ گوئی نیست حق وہم است و ظن

صورت از بے صورتی گردد عیان ... ہمچنان صورت شود بے جسم و جان

روح پنہان است و صورت شد عیان ... فہم از معنی بود صورت بیان

لفظ بی حرف است و حرف از لفظ شد ... معنی و صورت یکے باشد بجود

عارفان ہستند اینجا بے نشان ... بے بصر بے سمع بے حس بے زبان

ایک روز ایک طالب کی استدعا کے جواب مین ارشاد ہوا کہ ایک رنگریز تھا جب کوئی شخص اس کے پاس کپڑا رنگنے کے واسطے لاتا اور کہتا کہ فلان قسم کا رنگ مطلوب ہے۔ تو وہ کہتا کہ میان صاحب یون تو ہر قسم کا رنگ مجھ کو رنگنا آتا ہے۔ لیکن میرے نزدیک تو سیاہ بھرا سب سے بہتر ہے۔ پس اگر ہم سے پوچھو تو توحید کے سامنے سب مدارج و مراتب ہیچ ہیں لیکن یہ ایسی بات نہیں کہ تم کو زبانی تبلادین نہ اس کی کوئی کتاب ہے کہ سبق پڑھادین کیونکہ یہ امر حال و وجدان ہے نہ قال و بیان عبارت و اشارت مین اس کی گنجائش نہین دیکھو اس حجرہ کو اگر کہا جائے کہ عین درگاہ قلندر صاحب ہے تو یہ بھی غلط اور اس کا عکس بھی غلط اور دو نو صحیح بھی ہیں مصرع

سمجھنے کی ہے بات کہنا نہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ مدارج دینی و دنیوی جب تک پروردگار نہ عطا فرمائے اپنی کوشش سے حاصل نہین ہوتے۔ ہزارہا اولیا ء اللہ گذرے اور صدہا غوث و قطب گذرے لیکن مرتبہ محبوب سبحانی غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو عطا فرمایا۔ اور مرتبہ محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین چشتی بداونی قدس سرہ کو عطا فرمایا۔ ع جا کو پیا چاہے وہی سہاگن ہوئے + یہ رتبہ محبوبیت سوائے ان دو بزرگوار کے اور کسی ولی کو اللہ جل شانہ نے مرحمت نہیں فرمایا۔ ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ علامت فقر کیا ہے اس کے جواب میں فرمایا کہ خاکستر ہونا یعنی جس طرح خاکستر خوشبو اور بدبو دونوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اسی طرح فقیر بھی لوگون کے عیب و صواب اور نیک و بد پر نظر نہیں کرتا ؎ گرچہ تیر از کمان ہمی گذرد + از کمان دار بیند اہل خرد۔ از خدا دان خلاف دشمن و دوست + کہ دل ہر دو در تصرف اوست۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ یقین کی تین قسمیں ہین ایک علم الیقین دوسری عین الیقین تیسری حق الیقین۔ دیکھو یہ گھڑا جو سامنے دھرا ہے تم اس کی صورت دیکھ کر جان سکتے ہو کہ اس کے اندر پانی ضرور موجود ہے جو صاف و سفید و سیال ہے اور جو تشنگی کو

رفع کرتا ہے۔ پس یہ یقین علم الیقین ہے لیکن جب تم اس گھڑے کا ڈھکنا اٹھا کر آنکھ سے دیکھ لو کہ بے شک اس کے اندر پانی ہے۔ اور وہ ان تمام صفات سے موصوف ہے تو یہ یقین عین الیقین۔ پھر تم گھڑے میں سے پانی انڈیل کر پی لو تو اس وقت پانی کی حقیقت ویسی منکشف اور عیان ہو جائے گی کہ علم اور عین دونو پر پانی پھر جائے گا۔ تم میں اور پانی میں کوئی واسطہ اور حجاب باقی نہ رہے گا۔ بلکہ تمہاری اور اس کی حقیقت واحد ہو جائے گی۔ یہ حق الیقین ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ طے سلوک تک پیر کا واسطہ رہتا ہے۔ مگر منزل عرفان کے بعد جو قرب مرید کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کی خبر پیر کو بھی نہیں ہوتی جیسے دلہاد دلہن کے ہر کام کے کفیل ان کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ مگر پردۂ خلوت کے اندر جو کیفیت پیش آتی ہے اس کو ان دونو کے سوائے کوئی غیر نہیں جان سکتا ہے ؎

حال خلوت شاہ داند یا عروس

ایک روز ارشاد ہوا ۔ کہ خاندان نقشبندیہ میں تو صفائی اور معلومات مبتدی کا دل بہلاتی اور ہمت بڑھاتی ہے ایسے ہی خاندان چشتیہ میں ذوق وشوق کی چاٹ طبیعت کو اچاٹ نہیں ہونے دیتی۔ مگر خاندان قادریہ میں مبتدی کو بجزبے حاصلی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے بعض طالب مایوس ہو کر ہمت کھول دیتے ہیں۔ البتہ مدت دراز میں اور مجاہدہ کثیر کے بعد آخر میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا دفعتہً صور پھونک دیا یا جیسے کنواں کھودتے کھودتے یکبارگی بم پھٹ گئی۔ پھر تو سبحان اللہ سب کیفیتیں اس کے سامنے گرد ہیں اور اگر طالب کو کچھ حاصل نہ ہوا اور اس راہ میں کھپت رہا تو یہ ہزار مرادوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ راہِ خدا میں حاصل نہ حصول کیا جو قدم اس طرف اٹھا وہی نقد وقت ہے۔ **ایک روز** ایک صاحب جن کو خدمت مبارک میں شرف ارادت حاصل تھا حاضر ہوئے۔ اور اپنے دل میں سوچنے لگے کہ افسوس ہم بہ سبب بعد مسافت اور شغل ملازمت کبھی کبھی زیارت سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ بڑے خوش نصیب ہیں یہ لوگ جن کو ہر روز دولت حضوری اور فیض صحبت حاصل ہوتا ہے۔

اس وقت ارشاد ہوا کہ نطفہ قرار پانے کو تو ایک ہی صحبت بس ہے ورنہ ہزار مین بھی کچھ نہین ہوسکتا +

ایک روز ارشاد ہوا کہ ریاضت و مجاہدہ بھی ایک امر ضروری ہے۔ دیکھو جب کہربا کی قوت دھیمی پڑ جاتی ہے تو رگڑنے سے پھر تیز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح طالب کا قلب مجاہدہ سے تر و تازہ رہتا ہے۔ ایک روز کسی صاحب نے عرض کی کہ حضرت مخدوم علاء الدین صابر قدس سرہ کو اس قدر جلال تھا کہ جو شخص یا جو چیز آپ کے سامنے آتی سوختہ ہو جاتی اس پر ارشاد ہوا کہ مخدوم صاحب کو تجلی ذات و مشاہدہ ذات دوامی تھا اور ایسا مشاہدہ و جلال چند ہی اولیاء کو ہوا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ جب غلام بوڑھا اور بیکار ہو جاتا ہے تو دستور ہے کہ اس کو خدمت سے آزاد کر دیتے ہیں پس مین چاہتا ہون۔ کہ آیندہ مجھ کو بھی بندگی سے آزادی ملے حکم ہوا کہ جو چاہو مانگ لو۔ مگر آزادی طلب نہ کرو۔ اس بزرگ نے پھر بھی درخواست کی۔ اور قبول ہوگئی۔ اس کے بعد کسی نے ان سے پوچھا کہ کہو اب کیا حال ہے جواب دیا کہ ؎ بندگی شد محو و آزادی نماند۔ ذرۂ در دل غم و شادی نماند + بے صفت گشتم نہ گشتم بے صفت + عارفم اما نداند معرفت۔ غرض یہ ہے کہ بغیر کسی شغل کے لطف زندگی نہیں۔ آدمی کو کچھ نہ کچھ دھندا ضرور چاہئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اس مصرع کے معنی بیان کرو ع۔ بجسم پاک پیغمبر مگس ننشست و ننشیند جب حاضرین میں سے کسی نے جواب نہ دیا تو فرمایا کہ ننشست کے معنی تو ظاہر ہین اور ننشیند سے یہ مراد ہے کہ جو لوگ فنافی الرسول ہو جاتے ہین ان کے جسم پر بھی مکھی نہیں بیٹھتی +

ایک روز ارشاد ہوا کہ منشاء سرکاری یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو نہ دیکھے جیسے آنکھ تمام جہان کو دیکھتی ہے لیکن اپنے آپ کو نہین دیکھ سکتی ؎ چشم بیند ہر کم و ہر بیش را + لیک نتواند کہ بیند خویش را۔ اسی طرح ناک ہستی کی خوشبو و بدبو سونگھتی ہے الا اپنے پیٹ کی بدبو سے محض بے خبر ہے۔ ہان اگر فضل خدا شامل حال ہو اور کوئی مرد خدا اپنے وجود کی سیر کرا دے تو سبحان اللہ ۵

زندگی بے نہایت بے زوال
خود تو بودی خود تو باشی تا دوام
تو دُر دریائے وحدت بودۂ
جان تو خود جان جان زندگیست
سالہا گر دیدۂ در بحر و بر
سالہا ارشاد را بردی بکار
از بروں در گفتی ما و من
از حقائق وز معارف وز یقین

برتر آمد از نگاہ بوئے خیال
اے بروں از گفتگو ہا و کلام
ہم چنانکہ بودۂ آسودۂ
از تو خرم بوستان زندگیست
ہم تو خود مقصود بودی از سفر
ہم تو خود صیاد بودی خود شکار
وز دروں خود گوش بودی خود سخن
نعرۂ تر گفتی بوقت واپسیں

چیست توحید آنکہ از غیر خدا
بجز توحید آگہی خود توئی
مستی صہبائے تو چون جوش زد
بیخودی بزم خودی آراستہ است

فرد آئی در خلا و در ملا
بے تعین بے تشخص بے دوئی
کے شود شور من و تو گوش زد
نعرہ ہا از خاموشی برخاستہ است

اے ندیم الشمس نجم الدین بیا
نعرۂ دیگر بزن اے نجم دین
دیدہ چون پر دید توشیدا شود

نعرۂ دیگر بزن لب برکشا
ہائے و ہوئے تست معنی آفرین
در دروں بحر رہ پیدا شود

کاروان بحر در شب ہائے تار
بر کف تت بنہد زمام اختیار

باز بنشین در خرابات سخن
باز گو حرفے ز سلطان جلیل
اے درخشاں کوکب نور قدیم
از کجا جوئیم آن شام و سحر
از کجا جوئیم آن بانگ سرور
از کجا جوئیم قرب اختصاص

معنی اندر شیشۂ الفاظ کن
تا نگر دد قصۂ ہجران طویل
از کجا جوئیم انفاس کریم
چون قند در حضرت پاکت گذر
از کجا یابیم آن اُنس حضور
اے در تو قبلہ گاہِ عام و خاص

بیچ چند روز کے لئے افاقہ کی صورت بھی ظاہر ہوئی اور تم لوگ سمجھے کہ اب ازالۂ
مرض ہو گیا مگر جناب والد قبلہ نے اکثر یہہ فرمایا کہ جو دوا ہم کو جلاب کی پلائی گئی اس کا
ذائقہ ابتک زبان پر ہے اور اس کی بو ہنوز رفع نہیں ہوئی۔ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۹ ہجری
کی پچیسویں تاریخ کو بوقت فجر کہ مجمع عام تھا آپ نے حجرہ کیطرف انگشت مبارک
ہلائی اور یہہ دو شعر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے پڑھے ؎ شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت ٭
بسر چشمۂ بر بسنگی نوشت ٭ برین چشمہ چوں ما بسے دم زدند ٭ برفتند چون چشم بر ہم
زدند ٭ تھوڑی دیر کے بعد سب حاضرین کو رخصت کیا اور قدرے کھانا
تناول فرمایا پھر در حجرہ بند کیا گیا اور ہم چاروں خادم پائے مبارک دبانے لگے
جب ظہر کا اول وقت ہوا تو آپنے تیمم کیا اور چارپائی پر رو بجنوب فریضہ ظہر ادا کیا
اس وقت راقم نے یہہ آیت پڑھی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۃ اس کے بعد آثار
دگرگون پیدا ہوئے اور تغیر ظاہر ہوا فرمایا کہ الحمد للہ اور یہہ شعر پڑھا ؎ چیست توحید
آنکہ از غیر خدا ٭ فرد آئی در خلا و در ملا ٭ جب تین بجے تو کمترین نے عرض کیا
کہ بہت سے مشتاقان دیدار پر انوار آستانہ مبارک پر حاضر ہیں اگر اجازت
ہو تو در حجرہ کھولا جائے فرمایا کہ ہاں کھولدو۔ اول منشی فضل رسول صاحب اندر آئے
ارشاد ہوا کہ کون ہے کمترین نے منشی صاحب کا نام لیا فرمایا کہ آگے آؤ جب
قریب تر آئے تو فرمایا کہ کچھ کہو گے منشی صاحب نے عرض کیا کہ میں کیا عرض کروں
حضور پر سب حال روشن ہے فرمایا کہ نہیں کچھ کہنا ہو تو کہہ لو تین بار
اسیطرح فرما کر اشارہ کیا کہ اچھا بیٹھ جاؤ پھر سید وزیر علی صاحب آئے انسے بھی
وہی کلمات ارشاد کئے اور سید صاحب نے بھی وہی جواب عرض کیا غرض
جو آتا گیا ہر ایک سے وہی ارشاد ہوا اور کسی نے کوئی خاص گذارش نہیں کی
جب انبوہ کثیر ہو گیا تو آپ خاموش ہو گئے اور آنکھیں بند فرمالیں اسوقت کے
بعد پھر کسی کی طرف آپنے خطاب نہیں کیا البتہ جب کسی نے مزاج پوچھا تو نہایت
استقلال سے یہہ جواب دیا کہ (الحمد للہ بہت اچھا) یا اگر کسی نے کوئی بات

ای بری از مرگ و هم از زندگی — نی خدائی زیبدت نی بندگی

هم خدا ای بندگانی ای خدا — بنده هستی یا خدا یا خود جدا

خواه جدائی خود تو وصلی خود توئی — ای منزه از یکی و از دوئی

ای بری از حد اعداد و شمار — با وجودت نیست کس را اعتبار

با وجودت نیست چیزی معتبر — عقل تیره گشت و خیره شد نظر

هم چو کافر بایدم هست خانه — تا ز تو گویم بتو افسانه

خویش را با هست کنم تا جوانمت — سر بنادانی و هم تا دانمت

هست تراشم گر ترا یاد آورم — آذرم من گر ترا طاعت برم

کافرم من گر ترا آرم سجود — من چه باشم تا نهم خود را وجود

دامن از گرد حدوث افشانده — در جهان غیب مرکب رانده

کشور تن را فرو بگذاشتی — آئینه از پیش ما برداشتی

گفتگوها از پس آئینه بود — گفتگو را غیر ازین آئین نبود

گفتگو بیجاست تا گر پرده فوت — ایک بیرون از لباس حرف و صوت

پردهٔ صورت ز رو انداختی — معنی و معنی نمایان ساختی

جان بجان بودی و جان جانان شدی — هرچه بودی هرچه هستی آن شدی

بر شکستی ساغر و مینای ما — ای غنی الطبع بی پروای ما

بزم انس بیدلان برهم زدی — پشت پا بر هستی عالم زدی

بزم انس بیدلان دادی بباد — ای ز رویت انجمن خالی مباد

ای ز تو خالی مبادا جای تو — منظر حق رفتی جانب افزای تو

ای دریغا کاروان شهر جان — رخت بربست و برد طبل گران

ای دریغا روزگار وصل شد — جلوه کرد و بهار وصل بشد

ای امیر المشرق نجم الدین بیا — لشکر میرزان شور میکن بی نوا

مشرقت جان و دل ویران ماست — بی سر و سامانیت سامان ماست

اندر کجا جوییم آن خوشش حال را | کز دل پاکت برون زد سالها

پرتو حال خوشت چون سر زند | مرغ اندوه و الم کی پر زند

پرتو حال خوشت چون کوهسار | هست در عرصات جان پر بی‌قرار

حسرت و اندوه زائد از خیال | نیست پیش پرتو خورشید حال

پرتو حال تو پاک از بیش و کم | تاخت بیرون از وجود و از عدم

پرتو حال تو پاک از نیک و بد | بر زده نقش ازل را بر ابد

پرتو حال تو پاک ست از عمل | استوار و پایدار و بی‌خلل

پرتو حال تو پاک از فهم عام | هست لاشرقی و لاغربی مدام

پرتو حال تو ای سلطان حال | هست بالاتر ز پرواز خیال

ذات تو پاکست از حال و مقام | شهپر عنقای تو بشکست دام

کشف هر حالی ز تو باید کشود | هر مقامی از تو میگیرد وجود

آنچه حال است ذات پاک تو | ذات پاک تست در ادراک تو

در میان گردش لیل و نهار | هیچو تو کم دیده باشد روزگار

خضر ربانی ز حضرت کاملی | عارف بیباک و هم کاملی

پاک و بیباک مجرد از علل | شاهباز اوج افلاک ازل

زنده جاوید و پاک از جسم و جان | شه سوار عرصه‌های بی‌نشان

بی‌نشانی را شناسا ور توئی | هم شناسا و شناساگر توئی

بی‌نشانی را نشان آمد ز تو | بحر و کان گوهرفشان آمد ز تو

لا و الا سر ز و پشت چیست لا | ما و تو گم گشت باقی کیست لا

هر چه میگوییم قول ماست این | گفتگوها محو شد دریاست این

محو را هم هیچ کن ای چاره ساز | هست فرق از بی‌نیازی تا نیاز

نیست جای گفت تشبیه و مثال | لیس شیء مثله کم کن خیال

گر بگوییم ور نه گوییم شان تست | هم خیال و هم خیالی آن تست

وہم را بشکن کہ برخیزد دوئی ‏— تا توئی گردی برانگیزد دوئی
از دوبینی ہست این مرگ و ہلاک — حضرت سلطان ما پاکست پاک

پاک را کے مرگ آید در خیال — زندہ را مردن بود امر محال
شخص او دائم بود با زندگی — ذات او را زندہ گویا زندگی
زندہ را حلقۂ ماتم چرا است — از پے گنج مسرت غم چرا است
زندہ در زندگی بے پردہ شد — مردگان را دل چرا آزردہ شد
زندہ را بزم طرب آراستند — مردگان بہر عزا برخاستند
زندہ گرد از دامن جان برفشاند — مردگان را صبر و آرامش نماند
مردہ آن باشد کہ وہمش زندگیست — پیش وہم خویش اندر بندگیست

مردہ پندارد کہ با خود زندہ ایم — زندگی را لائق و ارزندہ ایم
زندہ آن باشد کہ مردن جان اوست — خانہ ویران ساختن سامان اوست
زندہ آن باشد کہ از ہستی برست — ہست اندر نیست اندر نیست ہست
زندہ آن باشد کہ بال جان کشاد — نیست گشت و محو گشت و نامراد
زندہ آن باشد کہ پیش از مرگ مرد — مردہ گشت و تن بہ بحر جان سپرد
مرگ او جان داد و جانش زندہ شد — در جہان خوشدلی تا زندہ شد

او ز وہم زندگی آگاہ نیست
مرگ را ہم سوے دانش راہ نیست

شمس ربانی توئی اے نجم دین — بر فراز منبر جان برنشین
ہاں بیا و نعرۂ دیگر بزن — خامشی بشکست سر جوش سخن
ہوش را بر درگہ شہ کن نثار — ہائے و ہوئے بر فگن دیوانہ وار
من کجا بودم تو خود بودی مدام — تہمتے بر بافتی از ننگ و نام
طوق ما کردی ز نیکی و بدی — راہ بنمودی و راہ بازدی
مردہ گشتم تا مرا دادی حیات — گم شدم چون یافتم راہ نجات

نعرهٔ تو دل بجنباند همی
شور تو جانها بشوراند همی

همت والا بما همراه کن
رو بسوی بارگاه شاه کن

شاه ما پاکست از مرگ و هلاک
گر فنا گردد دو عالم نیست باک

زندگی و مرگ نبود جز فریب
نیست کس را سود و کم مایه نصیب

هر که دارد مایهٔ بی مایه اوست
وانکه اندر فقر شد بی سایه اوست

هر که جانداری کند بیجان ترست
وانکه سامان یافت بی سامان ترست

سود و سرمایه خیالی بیش نیست
مایهٔ درویش جز درویش نیست

نقد درویشان تهیدستی بود
دست مزد شان همین مستی بود

چیست گنج خوشدلی کیسه تهی
اصل دانشها بود ناآگهی

هستی مطلق سراسر نیستی ست
اصل هستی نیستی در نیستی ست

زندگی را نزد جان بخشنده جو
خود توی گر بیخودی گیرد نمود

بیخودی و باخودی همواره ست
بی نشانی حضرت سلطان ماست

حضرت سلطان نگردد بیش و کم
نی مثالش نی وجودش نی عدم

حضرت سلطان ندارد ماسوا
راست بر جای خود است این ماجرا

حضرت سلطان بسویش راه نیست
سالکانش را سر و دستار نیست

حضرت سلطان نمیگنجد بگفت
در سخن کس در این معنی نسفت

من ندانم حضرت سلطان کجاست
دل کجا و تن کجا و جان کجاست

حضرت سلطان ندارد بوی غیر
هست خود بر گرد خود در دور و سیر

حضرت سلطان چه باشد لب ببند
قاصر آمد نرد با نهها و کمند

هوش را بفروش و حیرت وام کن
قطرهٔ از بیخودی در جام کن

با کسی گویم کن تو خود کن یا مکن
اعتبار قطره در دریا مکن

قطره گشتی و سوی دریا شدی
راه بنمودی و ره پیما شدی

قطرگی گم گشت و دریا موج زد
وهم هستی محو شد بر اوج زد

از خزان و از بہاران در گذر
اے شہ والا کہ در رہ آمدی
در حریم خاص در سیری شدی
بازی نیرنگ خوش در باختے
بر کشادی پاے رفتار ہمہ
لیک در معنی بغیر ذات نیست
ذات تو پاک است کے گردد بدل
ہر چہ داری نے کم آید نے فزون
نے بہ پیشت جسم و جانہا را وجود
نے بہ پیشت ظاہر و باطن دو چیز
نے بہ پیش تو فنا و نے بقا
نے بہ پیشت آسمانہا و زمین
نے بہ پیشت نامہا و نے نشان
نے بہ پیش تو وجود ست و عدم
پیش تو تعلیل و توجیہات نیست
نیستی ہم پیش تو گردید نیست
چیست توحید آنکہ از غیر خدا
خود تو گفتی خود تو بشنودی ز خویش
من چہ گویم من چہ باشم من کیم
چون تو بودی چون تو خود ہستی بیا
انچہ باشی باش من باشم نہ تو
خواہ پنہاں باش و خواہی آشکار
من ندانم تو نہانی یا عیان

وز گدایان قصہ پیش شہ ببر
خود گدا گشتی و خود شہ آمدی
خود یگانہ بودی و غیری شدی
اسپ و فرزین پیل و بیذق ساختے
فرق پیدا گشت در کار ہمہ
اندرین بازی تراشہ مات نیست
اے بری از رنج و آفات و خلل
نے بہ پیشت فرق بیرون و درون
نے مکان و نے زمان زار و نمود
نے بہ پیشت اندک و بسیار و نیز
نے بہ پیشت ابتدا و انتہا
نے شریعت نے حقیقت ... [illegible]
نے بہ پیشت کفر و دین نے [illegible]
نے بہ پیش تو حدوث [illegible]
پیش تو امثال و تشبیہات نیست
غرقۂ توحید جز توحید نیست
فرد آئی در خلا و در ملا
خود تو رفتی آمدی خود بیش بیش
خود تو بودی خود تو ہستی من نیم
من کجایم من کجایم من کجا
خود بہ بین و خود بدان [illegible]
بیدلاں را با فضولیہا [illegible]
نے بگنجے در یقین نے در گمان

از دم پر عشوه ها و پر فریب
بے سبب کردی تو ما را ناشکیب

اتحاد تو مرا بیگانه ساخت
عقل و هوش تو مرا دیوانه ساخت

از نزول ذات تو پست آدم
تو کشیدی جام و من مست آمدم

خوے آزاد تو در دامم کشید
تو شدی پنهان مرا کردی پدید

از غنائے تو شدم من مستمند
علم تو ما را بنادانی فکند

وصل تو ما را به هجران رهسپرد
حی و قائم تو شدی ما خود دو مرد

عدل تو ما را بظلم آگند و جهل
مشکل ما جمله پیش تست سهل

تا تو کردی خنده من گریان شدم
تو شدی روپوش و من عریان شدم

تو بیاسودے شدم من پائمال
من به هجر افتادم و تو در وصال

من شدم سرگشته تو برجاستی
من شدم تنها و تو بزم آراستی

تو گرفتی جائے و من رفتم ز جائے
تو کشیدی و من افتادم ز پائے

تو شدی گنجے و من ویرانه‌ام
عقل کل هستی تو و من دیوانه‌ام

تو خرامیدی و من رفتم ز دست
تو شدی بت آفرین من بت پرست

تو ز من گشتی و من گشتم ز تو
تو ز من بگذر که بگذشتم ز تو

گر نماند این من و تو درمیان
نے ترا سود است نے ما را زیان

چون تو خود هستی نمیری نیز هم
نیستم [illegible] کجا گیرم قرار

نے دلے اے مطلع انوار جان
نعرهٔ [illegible] زن بے این و آن

خود مخاطب باش خود بکن خطاب
خود توئی اهل سوال و هم جواب

خود بخود با خود سخن گفت و شنید
نعرهٔ از قعر جان باید کشید

رمز خود بیخویشتن آغاز کن
نعره‌هائے بے سر و بن ساز کن

آنچه ناید بر زبان گفتار تست
آنچه مخفی ماند آن اظهار تست

من نگویم بلبل و پروانهٔ
هان براه سوختن مستانهٔ

بے تب هجران شبے ذوق وصال
خود بسوزد خود بسازد خود بنال

گر توئی از من نمے آید خبر
بے من و تو هرچه آید بگفت
این عبارات اشارات و خیال
پس چه باشد زندگانی چیست مرگ
ذات تو لاریب پاکست و صمد
هم ازل مستغرق تو هم ابد
قال را بگذار و حال خود بجو
حال و قال از تفرقه ظاهر شود
جمع و تفریق هی گردد عیان
آنچه از سر مطلق کے بود
راست نبود هرچه گوئی زین نمط
از صحیح و از غلط هم دور باش
نے غلط کردی نیاوردی صحیح
نے قبیح و نے حسن نے خوب و زشت
قطره و بحر تا نیست گشته غرق شد
غرقه را نبود مقام هر کسے
یار کجا و او ست بے جا و مقام
هر کجا سر بر زند خود جائے اوست
هست آزاد و ندارد پائے بند
هم زمان و هم مکان خیزد ازو
نام دوئی هم ازو مقصود هم
هرچه سے تمیز و تدبیر و شنا بود
آنچه گردد ... خود است و سے خدا

ور منم از تو نمے یابم اثر
رمز وحدت خود نمے آید بگفت
گشته پیش سر وحدت پائمال
ذات تو قائم بود بے هیچ برگ
نے ازل گردد تو گردد نے ابد
امر کردی قل هو الله احد
نے یمیرد غرقهٔ دریائے هو
کیست تا از اصل خود ظاهر شود
اصل این هر دو نیاید در بیان
آنچه در فهم تو آید شے بود
خود غلط انشا غلط املا غلط
هرچه خواهی گو بگو و مست باش
نے حسن پیدا است اینجا نے قبیح
نیست کعبه نیست دیر و نے کنشت
زورق اندر بحر وحدت غرق شد
غیر دریا نیست او را حد
نے نشانے باشدش نے هیچ نام
بے سر و سامانیش ماوای اوست
نے اسیر وقت و نے در جائے بند
اعتبار جسم و جان خیزد ازو
عبد ازو پیدا شود معبود هم
هرچه غیر ست آن نماند لش بود
اتحادی نے حلولی نے جدا

ہفتم خاتمۃ الکتاب مشتمل بر
بعضے حالات بعد از وصال و حال راقم

جس وقت جناب قبلہ انام و کعبہ خاص و عام کا وصال ہو چکا تو اول اس خاکسار دل افگار کو تعمیل وصیت کی فکر ہوئی گیارہ بجے شب کے چند صاحبوں کو ہمراہ لیکر اسی میدان میں پہنچا جس کا نشان حضرت نے بوقت وصیت دیا تھا۔ بعد جستجو وہ جگہ پسند آئی جہاں کہ اب مزار مبارک بنا ہوا ہے۔ راقم نے اس زمین کی کیفیت و ملکیت وغیرہ دریافت کی تو اہل پانی پت سے معلوم ہوا کہ یہ زمین لاوارث ہے بجز ذات پروردگار کے کوئی اس کا والی وارث نہیں مگر ہاں شاملات طرف افغانان کہلاتی ہے۔ کسیکا خاص دعوی اور کسی خاص شخص کا قبضہ و دخل نہیں ہے۔ علی الصباح چند پیر بھائیوں کو مع دیگر اشخاص کے زمین مجوزہ دکھائی سب صاحبوں نے اتفاق رائے کیا اس وقت راقم نے اپنے ہاتھ سے قبر کا نشان بنایا۔ تیاری قبر شروع کرائی وہاں سے آکر تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور نماز صبح سے پہلے سب اشیاء ضروری خود جاکر بازار سے خرید لایا اور غسل کی تیاری کرادی۔ مولوی راغب اللہ صاحب و شاہ لطفی عبد الحق صاحب و محمد اکبر صاحب و میانجی عبد الحق صاحب و ابراہیم خاں پہلوان و چھوٹے خاں و میاں محمد شرف جہاں و مولوی عبد الرحمن خاں تونابی و نقیب خاں تحصیلدار جھری اور راقم شریک غسل ہوئے۔ اسی حجرہ کے اندر جس میں حضور قیام پذیر تھے۔ دروازہ بند کرکے غسل دینا شروع کیا۔ اسی اثنا میں ایک شخص اجنبی مسافر سفید لباس بہر ہاتھ سبز گندم گون درمیانہ قد ریش گرد مقطع سفید بال کم سیاہ زیادہ ہاتھ میں اگر کی بتی روشن کئے ہوئے دروازہ کھول حجرہ کے اندر آگیا اول اگر کی بتی روشن کی پھر لوٹا لیکر غسل دینا شروع کر دیا۔ ہم میں سے کوئی اس کو نہیں جانتا پوچھا آپ کون ہیں تو کہا کہ میں پیران کلیر سے آتا ہوا ایک اگر بتی مخدوم علی احمد صاحب کے مزار پر روشن

بهمت پیشرو فرد جریده — بکنج خوشدلی عزلت گزین بود
بتوحید و توکل یک سواره — بترک دون حق خلوت نشین بود
بایثار و کرم ابر گهربار — ظهور شان رب العالمین بود
سخن هائے بلند وار جمندش — بذاق اہل حق را انگبین بود
کلامش هر یکے صد باب حکمت — نکاتش طالبان را دلنشین بود
برات قسمت خود هر کسے یافت — جو نے خرمنش را خوشه چین بود
بجیب اندر محیط سرمدی داشت — رموز وحدتش در آستین بود
خرابات حقیقت را قلندر — شریعت را امام المتقین بود
ز آب و گل منزه ذات پاکش — اگرچه درمیان ما و طین بود
کلیدے بود اسرار ازل را — نقود گنج غیبی را امین بود
همش حق الحقیقت بود و بهیم — همش ملک صفات بر نگین بود
ندانم من چه بود آن بحر مواج — نه خود بود و نه آن بود و نه این بود
برون از بود و نابود است بودش — چرا گویم چنان بود و چنین بود

به بحر غیب چون کشتی فرو برد
خرد گفتا که خضر راه بین بود
[illegible]

دیگر

شد غوث علی شه زمانه — سلطان حقیقت و طریقت
تاریخ وصال گفت هاتف — او بود شهنشه حقیقت
۱۲۹۷ھ

بجائے تحسین کے نفرین کرنے لگے۔

احوال روز سوم

جبکہ تیسرا دن ہوا تو موافق رسم زمانہ ایک مجمع عام فاتحہ خوانی کے لئے مجتمع ہوا حافظ سعد اکبر صاحب مخدوم زادہ پانی پتی نے اس راقم عاجز کی طرف اسطرح خطاب کیا کہ اس وقت تمام عمائد شہر اور تمہارے اکثر برادران طریق موجود ہیں انکی خواہش ہے کہ دستار خلافت تمہارے سر پر رکھیں کیونکہ جناب و قبلہ کی عنایت بعنایت تمہارے حال پر بہت تھی اور نیز ایام ضعف و علالت میں تمہارے ہاتھ پر چند آدمیوں کو خود حضرت نے بیعت کرایا پس سب کے نزدیک تم اس دستار کے مستحق ہو بینے بجواب اسبات کے عرض کیا کہ اول تو میں ایک آزاد سیاح خانماں برباد آج یہاں کل وہاں نہ رہنے کا بھروسہ نہ قیام کا ٹھکانا خلافت کے لئے ایسا شخص چاہیے جو جانشین و گوشہ گزین رہے دوسرے یہ کہ اگر جناب و قبلہ و کعبہ اپنے دست مبارک سے ایک پاپوش بھی میرے سر پر رکھ دیتے تو میں اس کو فخر دو عالم سمجھتا ورنہ غیروں کے ہاتھ سے تو تاج سلطنت بھی ہیچ ہے۔ تیسرے یہ کہ نہ ہمارے قبلہ و کعبہ نے اس طرح کی دستار باندھی نہ میں باندھوں۔ اور جس طرح جناب و قبلہ کو اجازت و خلافت ملی تھی وہ مجھکو خود عطا فرما چکے ہیں اب اس دستار کی کیا ضرورت ہے پھر حافظ سعد اکبر صاحب نے فرمایا کہ اچھا تم جس کو کہو اس کو دستار باندھی جاوے کیونکہ ایک آدمی کا رہنا خانقاہ مبارک پر ضروریات سے ہے میں نے کہا کہ یہ تین صاحب بزرگ موجود ہیں۔ منشی فضل رسول صاحب حافظ محمد یوسف صاحب۔ صاحبزادہ علی حسن صاحب ان حضرات کو اختیار ہے خود باندھیں یا کسی کو بندھوائیں یہ جواب سنکر حافظ صاحب موصوف منشی فضل رسول صاحب کی طرف متوجہ ہوئے منشی صاحب نے جواب دیا کہ میں ایک دنیادار آدمی ہوں اور یہ دستار دستار فقر ہے نہ تو میں خود اختیار کر سکتا ہوں نہ کسی کو دے سکتا ہوں اس لئے کہ یہ کام مردان معنی یعنی اہل بصیرت کا ہے کہ جس کو قابل دستار سمجھیں اس کے سر پر باندھیں اور اگر یہ دستار چودھراہٹ یا نمبرداری کی دستار ہے تو آپ لوگ مختار ہیں جن کے سر پر جی چاہے آج رکھدیجئے کل اتار دیجئے حافظ صاحب نے جواب دیا کہ صاحب ہم لوگ تو

تھی اور ایک بتی یہاں کے روشن کرنے کے لئے لایا ہوں۔ ہم نے سمجھا کوئی مسافر ہوں گے
خیر تا نماز جنازہ ہمارے شریک حال رہے۔ جناب مولوی قاری حافظ محدث و مفسر
حضرت استاذی مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب انصاری پانی پتی نے نماز جنازہ
پڑھائی اس کے بعد ہر چند اس مسافر کو تلاش کیا۔ کہیں پتا نشان نہ ملا معلوم نہیں
کہاں سے آیا تھا۔ اور کہاں چلا گیا۔ ہزارہا آدمی ہندو مسلمان خاص شہر اور گرد نواح کے
رہنے والے جنازہ شریف کو اٹھانے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ دوبارہ نماز پڑھی گئی۔ مجاوران
قلندر صاحب نے بہت شور و غل مچایا کہ ہم حضرت کو اپنی زمین مقبوضہ میں رکھیں گے لیکن ان کا فتنہ و فساد
پیش نہ گیا جو کچھ وصیت ہوئی تھی اس کی تعمیل کی گئی۔ جب قبر تیار ہو گئی تو شیخ بو علی بخش
صاحب قریشی نے اس مجمع کثیر و جم غفیر میں کہ نائب تحصیلدار و تھانہ دار مع عمال و اہلکاران
اور افسران محکمہ بندوبست اور اکثر عمائد و روسائے پانی پت اور ہزاروں ہندو مسلمان
جمع تھے یہ بات جملہ افغانان پانی پت سے کہی کہ گو یہ زمین لاوارث شاملات طرف
افغانان ہے لیکن چونکہ تمہاری پٹی سے منسوب ہے۔ لہذا تم سب صاحبوں کی
خدمت میں عرض ہے کہ یا تو اس زمین کی قیمت لیکر بیعنامہ تحریر کر دو یا اس زمین
کے عوض میں اور زمین لے لو یا بنام خدا وقف کر دو ایسا نہ ہو کہ بعد میں کچھ فتنہ و فساد برپا
ہو افغانوں نے کہا کہ ہم لوگ باہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں تمام افغانوں نے الگ
بیٹھ کر مشورہ کیا اور حکیم ممو خاں نے اٹھ کر گروہ کے سب کی طرف سے علی الاعلان
یہ جواب دیا کہ سنو صاحبو ہم لوگوں نے یہ قطعہ زمین حضرت کے مزار شریف کے واسطے
وقف کیا ہم کو اور ہماری اولاد کو کسی طرح کا دعویٰ نہیں ہوگا خدام حضرت کو ہر طرح
اس قطعہ زمین کا اختیار ہے اس جواب پر ہر طرف سے صدائے آفرین بلند ہوئی۔ بعدہ
اول راقم قبر کے اندر سرہانے کی جانب اترا اور محمد اکبر صاحب مخدوم زادہ پائنتی کیطرف اور کمر
پٹکا قاضی عبدالحق صاحب اور مولوی عبدالصمد خاں نے پکڑا اور جسم لطیف و جسد شریف
اسی حیثیت سے ان میں دفن کیا گیا اور حسب وصیت ایک کھنگر سرہانے اور ایک پائنتی رکھکر
سب لوگ با دل پر درد و آہ سرد واپس ہوئے اس کے بعد افغانان اپنے قول سے منحرف ہو گئے اور عام لوگ

سوا کسی چیز کی رغبت نہ تھی حضرت والد ماجد نے یہ کیفیت ملاحظہ فرما کر از راہ شفقت پدری بغرض
اصلاح حال و تحصیل و تکمیل علوم مروجہ بخدمت جناب مولوی عبد الغنی صاحب مدرس
اعلیٰ اور مولوی احمد حسن صاحب نائب مدرس مدرسہ تعلیم المعلمین راولپنڈی
روانہ فرمایا مدرسہ میں داخل ہو کر سال بھر تعلیم پائی بفضلہ تعالیٰ امتحان سالانہ
میں کامیاب ہوا۔ اور سند حاصل کر کے ملازمت سرکاری اختیار کی دو سال اس
شغل میں گذارے۔ پھر چند احباب نے سوات بنیر کا عزم کیا معلوم ہوا کہ بخدمت و جناب
قبلہ اخوند عبد الغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ بارادہ بیعت جاتے ہیں میں بھی رخصت لے کر
مسافروں کا ہمدم و ہمقدم ہوا لیکن مجھ کو کچھ تمیز نہ تھی کہ اس کام کا مآل اور اس فعل
کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور پیری مریدی کیا چیز ہے خر برفت و خر برفت و خر برفت
کا مضمون تھا ان کی دیکھا دیکھی میں نے بھی شرف بیعت حاصل کیا اور واپس آ کر
پھر اسی دھندے میں مصروف ہو گیا جب سات برس نوکری میں گذر چکے اور عمر کا
اکیسواں سال شروع ہوا تو ایک روز خیال آیا کہ افسوس تو نے دنیا کا علم حاصل
کیا مگر علوم دینی سے بے بہرہ رہ گیا اسی خیال میں استعفا داخل کر دیا لیکن حاکم نے
منظور نہ کیا دوبارہ و سہ بارہ دیا تو یہہ حکم آیا کہ اگر تم استعفا دو گے تو سزا ملے گی طبیعت کا
یہہ حال اور حاکم کی یہ کیفیت نہایت حیران و پریشان ہوا کہ الٰہی اب کیا کروں یہ نوکری
تو وبال جان ہو گئی۔ دو تین دن کے غور و فکر کے بعد یہ بات دل میں ٹھانی کہ جیسے ہو سو ہو
چپ چاپ یہاں سے نکل چلو ہم نے کوئی چوری نہیں کی ہے کہ خواہی نخواہی سرکار
گرفتار کرے گی۔ یہہ سوچ کر ایک رات جنگل کی راہ لی بعد قطع منازل و طے مراحل حضرت
سلطان باہو صاحب کی خانقاہ میں پہنچا جو ملتان سے تیس کوس بجانب شمال و غرب
واقع ہے اور دل میں خیال گذرا کہ ان بزرگ سے اس معاملہ میں استصواب کروں گا۔
کہ اب کدھر کو جاؤں اور کہاں سے میرا مطلب حاصل ہو گا کیونکہ یہ مزار اس باب میں
مشہور تھا کہ جو شخص اپنے حل مطلب کا سوال کرتا ہے اسکو کچھ اشارہ ہو جاتا ہے بارہ دن
اسی توقع میں رہا مگر کچھ سراغ حصول مدعا کا نہ لگا میرے دل میں نہایت پریشانی اور

آپ کو فقیر سمجھتے ہیں اور یہہ دستار بھی دستار فقری ہے کیونکہ سجادہ نشینان حضرت قلندر صاحب وشاہ ولایت صاحب و مخدوم صاحب لائے ہیں منشی صاحب نے کہا کہ آپ لوگ دنیا دار ہیں یا فقیر کہا کہ ہم تو دنیا دار ہیں لیکن دستار از جانب فقرا ہے تب منشی صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ مجھ کو فقیر تصور کرتے ہیں تو جائے تعجب ہے کہ فقیر دنیا داروں کے ہاتھ سے دستار باندھے ہاں قلندر صاحب و حضرت شاہ ولایت صاحب یا جناب مخدوم صاحب اپنے دست مبارک سے ایک پرانی جوتی ہمارے سر پر رکھدیتے تو وہ ہزار دستار سے بہتر و برتر تھی اور اگران سجادہ نشین صاحبوں میں کوئی بزرگ صاحب بصیرت اور مرد خدا ہیں تو بسم اللہ وہ خود لائق دستار کو چشم باطن سے منتخب کریں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ دستار بندی ہمارے خاندان کا دستور نہیں نہ تو ہمارے قبلہ و کعبہ نے کسی کی دستار باندھی ہے نہ ہم باندھیں جس کو اللہ تعالے منظور و مقبول فرمائے گا اس کو دستار خود عنایت ہوجائے گی بعد ازاں حافظ سعد اکبر صاحب. حافظ محمد یوسف صاحب کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ آپ کی کیا مرضی ہے جواب دیا کہ مجھکو حضرت نے چار دفعہ حیدرآباد جانے کی تاکید فرمائی لیکن مجھ سے بڑی خطا و نافرمانی ہوئی کہ حضور کے سامنے نہ چلا گیا اب عزم مصمم ہے کہ چار روز کے بعد حیدرآباد کو روانہ ہوجاؤں گا پس میں مجبور ہوں البتہ صاحبزادہ علی حسن صاحب کو دستار باندھی جائے تو مناسب ہے اسپر حاضرین مجمع نے کہا کہ صاحبزادہ صاحب کو اختیار رہے کہ مریدوں میں سے جس کو لائق سمجھیں اس کے سر پر دستار باندھیں نہ یہ کہ مرید کی دستار خود صاحبزادہ باندھ لیں یہ امر خلاف قدما ہے جب یہ بات طے ہوچکی تو دستار بندی موقوف رہی اور مجلس برخاست ہوئی.

راقم کی آوارہ گردی و صحرا نوردی

حال اس آوارہ گرد کا یہ ہے کہ جب میری عمر تیرہ برس کی ہوئی تو اس وقت تک پڑھنے لکھنے کی طرف اصلا توجہ نہ تھی لہو لعب کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا سیر و شکار کے

ہوئی ان سے میزان و منشعب کا سبق شروع کیا چند روز کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ سفید ریش نورانی چہرہ فرماتے ہیں کہ تم قلندر صاحب کی درگاہ میں جایا کرو میں خاموش ہو رہا آنکھ کھلی تو سوچا کہ یہہ بھی ایک وہم و خیال ہے۔ دو تین دن کے بعد پھر وہی بزرگ خواب میں آئے اور فرمایا کہ تو گیا نہیں آج سے ضرور جایا کر ورنہ تیرے حق میں اچھا نہ ہوگا آنکھ کھلی تو گمان گذرا کہ یہہ بھی وسوسہ ہے میں طالب علمی کرنے اور پڑھنے کے واسطے آیا ہوں نہ قلندر صاحب کی زیارت کے لئے بار بار لاحول پڑھی اور خواب کو دل سے محو کیا۔ دو تین دن کے بعد پھر وہی خواب دیکھا وہ بزرگ غصہ کی راہ سے فرماتے ہیں کہ تو ہمارا کہنا نہیں مانتا کیا تیری کمبختی آئی ہے میں نے جواب دیا کہ صاحب میں پڑھنے کے واسطے آیا ہوں مجکو قلندر صاحب سے کیا غرض کہا کہ جو ہم کہتے ہیں وہ کر ورنہ تیری گردن توڑ دیں گے میں نے کہا کہ خیر بہت اچھا جایا کروں گا مگر اس شرط پر کہ قلندر صاحب ہوں فرمایا کہ تجکو قادری چشتی سہروردی نقشبندی سے کیا مطلب جو ہم کہتے ہیں سو کر۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی دل پر خوف طاری ہوا کہ آلہی یہہ کون شخص میرے پیچھے پڑ گیا ہے قہر درویش بجان درویش عصر کے وقت قلندر صاحب کے مزار پر گیا اور فاتحہ پڑھکر حوض کے گوشہ شرقی و شمالی پر جو چھوٹا سا مسجد کہ بنا ہوا ہے اس پر آبیٹھا اور حوض کی سیر دیکھتا رہا تھوڑی دیر کے بعد جناب قبلہ و کعبہ مرشدنا و مولانا سید محمد غوث علی شاہ صاحب مبارزخاں صاحب کی مسجد سے تشریف لائے اور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ السلام علیکم میں نے جواب سلام عرض کیا پھر استفسار فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور یہاں کیوں آئے ہو چونکہ طبیعت میں ایک وحشت تھی میں نے جواب دیا کہ آپ کیوں پوچھتے ہیں آپ کو اس سے کیا فرمایا کہ تمہاری صورت مسافرانہ معلوم ہوتی ہے اور ہم بھی دو چار مہینے سے یہاں مقیم ہیں قاعدہ ہے کہ مسافر کو دیکھ کر مسافر خوش ہوتا ہے اَلْجِنْسُ يَمِيلُ اِلَى الْجِنْسِ ہمارا جی چاہتا ہے کہ تمہارا حال سنیں یا کہیں تاکہ غلط ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت کیا میں ہی مسافر ہوں اس شہر میں اور بہت سے مسافر ہوں گے

تردد پیدا ہوا ایک کامل مجذوب اس خانقاہ میں رہتے تھے ایک روز مجھکو ملول
دیکھ کر بولے کہ گل حسن ادھر آؤ۔ مجھکو نہایت تعجب ہوا کہ اس شخص نے میرا نام
کیوں کر جان لیا جب ان کے قریب گیا تو فرمایا کہ تم آزردہ مت ہو کیونکہ بادشاہ سلامت
دلی گئے ہیں اور وہاں کے اہل دفتر نے رخصت لی ہے جب وہ تشریف لاویں گے۔ تو ہم
تمکو رخصت کرا دینگے خاطر جمع رکھو چلو تم کو باغ کی سیر کرائیں یہ کہکر باغ میں لے
گئے ایک پھول گلاب کا توڑا اور میرے سر پر رکھدیا سیر کرتے کرتے عصر کا وقت ہو گیا فرمایا
کہ چلو نماز پڑھیں تب دونوں نے ایک کنوے پر وضو کیا اور مسجد میں جا کر میں تو جماعت
میں شامل ہو گیا وہ ایک طرف بیٹھ کر بڑبڑانے لگے بعد نماز مجذوب تو چلدیے میں خانقاہ
کی مسجد میں بیٹھا رہا دوسرے دن مجذوب مجھکو تلاش کرتے ہوئے آئے اور کہا
کہ چلو بادشاہ سلامت آگئے ہیں تم کو رخصت کرا دوں میرا ہاتھ پکڑ کر خانقاہ کے اندر
لے گئے جھک کر سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگے کہ بادشاہ سلامت یہ شخص بہت
دنوں سے بیٹھا ہے اس کا گلا کاٹ دو پھر بڑبڑانے لگے ذرا دیر میں بولے کہ چلو تمہاری رخصت
ہو گئی میں چلا آیا رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ [illegible] صاحب فرماتے ہیں کہ
ہندوستان کو جاؤ وہاں تمہارے سب مقاصد حاصل ہونگے غرض پندرھواں
دن تھا کہ میں وہاں سے رخصت ہوا اور براہ ملتان و پاک پٹن و بنگلہ و فتح آباد و حصار
و تک و مہاد لڈھ دلی میں پہنچا چار دن وہاں رہا مگر جی نہ لگا اور دل بہت گھبرایا
پانچویں روز دلی سے بعد [illegible] روانہ ہوا۔ جب آثار عمارت پانی پت نظر پڑی تو
[illegible] پانی پت کی خاک پاک کی آب و ہوا نے میری افسردہ طبیعت میں گویا جان
ڈالدی۔ شہر میں داخل ہوا تو ہر و جو در و دیوار سے دل کشی و دل آویزی ٹپکتی
تھی بیت گفت از جاہا کدامین خوشتر است ٭ گفت آن شہرے کہ در وے دلبر است
اس کو قلندر صاحب کی خانقاہ میں ٹھہرا دن نکلا تو شہر کے گلی کوچوں میں پھرتا رہا
پھر تو دلی مسجد میں قیام پسند کیا ے ساربانا بار بکشا ز اشتران ٭
شہر تبریز است و کوئے دلبران ٭ یہیں مولوی فتح محمد صاحب سے ملاقات

طاری ہوئی اسی حالت میں ایک مار سیاہ نہایت دراز جس کے سر پر سیاہ دل
بالشت بھر لمبے اور آنکھین شمع کی طرح روشن میرے گرد تین چکر دیکر اور ران پر سر
رکھ کر سو گیا لیکن مجھ کو اصلا خبر نہوئی جب اس کے سر کی گرمی ران کو پہنچی تو میں بیدار ہو
چراغ روشن تھا اس اژدھے کی صورت دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے تسبیح ہاتھ
سے گر پڑی سکتہ کا عالم ہو گیا اب کروں تو کیا کروں تھوڑی دیر کے بعد خیال
آیا کہ یہہ تو بہر طور اٹھے گا اور جو ہونا ہے وہ ہو کے رہے گا تو ہی اس کو بیدار کر. میں نے
ران کو جنبش دی وہ گھبرا کر اٹھا اور پھن اٹھا کر میرے سر کے مقابل کھڑا ہو گیا اور
بالشت بھر کی زبان نکالنے لگا یہہ کیفیت دیکھ کر ہواس جاتے رہے آنکھیں بند
ہو گئیں گردن جھک گئی تھوڑی دیر بعد میں نے کن انکھیوں سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ
بدستور کھڑا ہے اور بار بار زبان نکالتا ہے پھر میں نے دل کو مضبوط کیا اور سیدھا ہو
اس سے کہنے لگا کہ میں از خود یہاں نہیں آ بیٹھا مجھ کو تو کسی نے بٹھا لیا ہے اگر تجھکو کاٹنا منظور
ہے تو کاٹ کھا ورنہ چلا جا ناحق ستانے سے کیا فائدہ اتنا کہتے ہی وہ سانپ اپنے
چکر کھولکر قلندر صاحب کے روضہ میں چلا گیا. حاجی سید فرید الدین مرحوم میرے قریب
سوتے تھے آواز سنکر جاگ اٹھے پوچھا کیا ہے میں نے ماجرا بیان کیا وہ لکڑی لیکر
اٹھے اور سانپ کو ڈھونڈا لیکن پتا نہ ملا میں پھر تسبیح سنبھال کر ہو بیٹھا اور ورد شروع
کیا جب صبح کا وقت قریب آیا تو تسبیح رکھ کر دوپٹا باندھنے لگا پھر جو تسبیح اٹھاتا
ہوں تو ایک سانپ میرے ہاتھ کو لپٹ گیا میں نے حاجی صاحب کو پکارا کہ دوڑیو
مجھ کو سانپ نے کھا لیا حاجی صاحب مرحوم لاٹھی لیکر دوڑتے آئے میں نے بمشکل تمام
سانپ کے بل بھینچے اور بازو سے کھولے اور ہاتھ جھٹک دیا سانپ گرا حاجی صاحب
نے لکڑی ماری وہ تڑپنے لگا جب غور سے دیکھا تو وہی تسبیح ہے اور اس ضرب سے کئی
دانہ بھی ٹوٹ گئے ہیں حاجی صاحب بھی حیرت میں رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ یہہ کیا بھید ہے
میں نے کہا کہ صاحب میں خود حیران ہوں پھر مسجد میں آیا نماز پڑھی کچھ دیر بعد حاضر خدمت
مبارک ہوا تو دیکھا کہ جناب و قبلہ حجرہ کا دروازہ کھولے کواڑوں کو پکڑے ہوئے کھڑے

کسی کو بلا لیجئے اور غم غلط کیجئے میں باتیں کرنے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں آپ ہنسکر بولے کہ اب تو ہماری تمہاری مورچہ بندی ہوگئی جب تک فیصلہ نہ ہولے گا ہم تمکو چھوڑیں گے نہیں چلو حجرہ میں بیٹھیں اور خوب لڑیں یہ فرماکر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور حجرۂ شریف کی طرف لے چلے وہاں بیٹھکر گفتگو ہونے لگی آخر آپ نے یہہ شعر پڑھا ؎

رات تھوڑی جسر نہیں دل میں بہت	صلح کیجئے بس لڑائی ہوچکی

میں اپنے دل میں بہت نادم ہوا کہ یہہ مرد بزرگ تو مہربانی سے پیش آتے ہیں اور تو وحشت اور سخت کلامی کرتا ہے اس میں تیرا کیا حرج و نقصان ہے اپنا حال سنادے یہہ خیال کرکے میں نے اپنی تمام سرگذشت بیان کردی فرمایا کہ ہم سے ہر روز ایک دفعہ مل جایا کرو تو کچھ تمہارا حرج نہ ہوگا اور تمہارے دلپر گرمی ہے۔ یہہ درود شریف پڑھا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَابِقًا نُوْرُہٗ وَّاٰخِرًا ظُھُوْرُہٗ وَرَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَجُوْدُہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا پھر میں نے اپنی گستاخی کا قصور معاف کرایا اور رخصت ہوا۔ اُس روز سے یہہ معمول ہوگیا کہ ہر روز دو بار حاضر خدمت ہوتا۔ روز بروز محبت زیادہ ہونے لگی اور کمال مہربانی سے قبل از بیعت ہی تعلیم فرمانا شروع کردیا۔ اور حضور کی فیضان صحبت سے پیری و مریدی کا نتیجہ اور بیعت و ارادت کی حقیقت منکشف ہوئی کمترین نے بیعت کی درخواست کی اور بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ ابھی وقت نہیں آیا چندے صبر کرو اور حزب البحر کی زکواۃ دو۔ بموجب ارشاد کے زکوٰۃ دی فرمایا کہ اسکو ہمیشہ پڑھا کرو پھر میں نے درخواست کی کہ حضرت کوئی ورد تعلیم فرمایئے ارشاد کیا کہ میاں تم تو جاڑگاہ میں رہا کرو۔ میں نے اصرار کیا فرمایا کہ اچھا آج رات کو قلندر صاحب کے مزار کے دروازہ پہ بارہ بجے کے بعد پڑھنا کیونکہ دس گیارہ بجے تک تو ہمارے پاس آدمی ہوتے ہیں اس وقت تمہاری خبر نہ ہوسکے گی وہ ورد یہہ ہے۔ حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہُ مَا فِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہِ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حسب الارشاد رات کے بارہ بجے درِ مزار پر بیٹھ کر میں نے یہہ ورد شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بیہوشی

اس کے بعد میں نے بیعت کے لئے باصرار التماس کیا تو فرمایا کہ قصیدہ بردہ حفظ کر لو جب
حفظ کر لیا تو اس کی ترکیب ارشاد کی بموجب ارشاد کے رات کو پڑھ کر سو رہا خواب میں
دیکھا کہ جناب رسول الثقلین صلعم قلندر صاحب کی مسجد میں نماز عصر پڑھاتے ہیں میں
بھی وضو کر کے جماعت میں شریک ہو گیا بعد سلام قدمبوس ہوا۔ حضرت نے قرآن
شریف کا آخری پارہ عنایت فرمایا۔ بیدار ہوا تو یہہ کیفیت جناب و قبلہ سے عرض
کی فرمایا کہ آج پھر پڑھو۔ پھر پڑھا رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مذکور میں نماز فجر پڑھاتے ہیں میں بھی وضو کر کے شامل ہوا اور بعد
سلام آپ نے تمام قرآن مجید من اولہ الی آخرہ عنایت فرمایا۔ بعد بیداری یہہ خواب
بھی حضرت قبلہ سے عرض کیا حکم ہوا کہ آج پھر پڑھو۔ جب پڑھکر سویا تو دیکھتا ہوں کہ
جناب رسول صلعم کے فراق میں دریا و صحرا اور کوہ و بیابان طے کرتا ہوا ایک ریگستان میں پہنچا
اور بیہوش ہو کر گر پڑا ہوں اور سطح ریگ پر پڑا تڑپتا ہوں کہ ناگاہ محبوب کبریا احمد مجتبےٰ
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جماعت کثیر کے ساتھ تشریف لائے اور میرے
سر کو اٹھا کر اپنے زانوے مبارک پر رکھا اور ردائے شریف سے گرد و غبار میرے چہرہ
کا صاف کیا میں ہوش میں آیا تو حضرت کے روئے منور پر نظر پڑی میں نے رو کر عرض
کیا کہ یا رسول اللہ میری فریاد رسی فرمائے اس کے جواب میں رسول صلعم نے ارشاد فرمایا
کہ بیٹا گھبرا مت اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کریگا اور تیرے سارے مقاصد حاصل ہو جائینگے
خاطر جمع رکھ بیقرار نہ ہو۔ ابھی وقت نہیں آیا تھوڑے عرصہ میں منزل المقصود کو پہنچ
جائیگا اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو اس وقت ایک عجیب کیفیت طاری تھی کہ عبادت
میں نہیں آسکتی صبح کو یہہ تمام حال جناب و قبلہ کی خدمت میں عرض کیا فرمایا کہ تم کو مبارک
ہو مبارک ہو میاں یہ حال تو ہم پر بھی نہیں گذرا تھا جو تم پر گذرا لو تم کو حج بھی نصیب
ہوگا اور مدینہ منورہ کی راہ میں تم انہیں آنکھوں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو گے اور یہ خواب کی واردات بیداری میں تم پر گذرے گی

ہیں مجھکو دیکھتے ہی یہہ شعر ارشاد کیا ؎

باجن لاگی بانسری اور نکسن لاگے ناگ	باجی بانی بجھ گیو اور سر پر لاگی آگ

پھر فرمایا ارے میاں رات یہہ کیا شور و غل تھا میں نے تمام کیفیت عرض کی فرمایا
کہ ہاں تم نے بانسری بجائی تو سانپ بھی نکلا میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہی بانسری
اور یہی سانپ ہیں تو ایک نہ ایک دن میری روح تحلیل ہو جائے گی آپ ہنسنے لگے پھر
میں نے عرض کی کہ حضرت یہ کیا بات تھی فرمایا کہ یہہ قلندر صاحب کے بہروپ ہیں میں نے
عرض کیا کہ نہیں حضور مجھے تو یہ بہروپ زندہ قلندر کے معلوم ہوتے ہیں۔ یہہ بات سنکر
خاموش ہو گئے۔ ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی عمل خضر علیہ السلام کی ملاقات
کا بھی ہے فرمایا کہ ہاں بہت عمل ہیں لیکن ہم کو تو کوئی یاد نہیں۔ چند روز کے بعد
مجھ کو ایک کتاب ضخیم عنایت فرمائی اور ارشاد کیا کہ اس کی سیر کرو اور دیکھو اسمیں کیا لکھا
ہے میں نے مکان پر لیجا کر اس کا مطالعہ کیا تو ایک مقام پر یہہ عمل نظر پڑا کہ اول دو رکعت
نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ تین بار آیۃ الکرسی تین بار الم نشرح گیارہ دفعہ
سورہ اخلاص اور بعد سلام اس عزیمت کو سات بار پڑھکر سینہ پر دم کرے اور بصورت
محمدی قبلہ رخ شمال کو سر کرکے تکیہ پر سو رہے تو خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو
تا سہ روز یہی عمل کرے یعنی شب چہار شنبہ و پنجشنبہ و جمعہ۔ وہ عزیمت یہ ہے۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حُمٓ قٓ طَابِيْقُ طَاءٍ طِبٌّ شَافِعٌ وَّ شَفِيْعٌ وَّ مُجْتَمِعٌ
وَّ سِحْرٌ وَّ سَيِّدٌ وَّ دِيْنٌ وَّ سِنَّةٌ حَقٍّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۵ میں نے اس
ترکیب کے موجب عمل کیا تو پہلی شب مشرف بزیارت خضر علیہ السلام ہوا اور جو کچھ
دیکھا گیا بیان میں نہیں آسکتا البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت قلب مثل
آئینہ ہو گیا تھا۔ صبح کو یہہ کیفیت جناب قبلہ و کعبہ سے عرض کی تو فرمایا میاں
دوڑو دوڑو اس کتاب کو لاؤ میں جلد گیا اور لایا فرمایا کہ یہ عمل ہم کو بھی نقل کر دو
میں نے اپنی قلم سے دیوان نیاز پر نقل کر دیا تب ارشاد کیا کہ تم اجازت دو ہم بھی اس
عمل کو کریں گے کیونکہ تم اس کے عامل ہو گئے ہو میں نے عرض کیا حضور آپ کی کتاب اور آپ ہی کا عمل ؎

آپ نے دوبارہ القا فرمایا میں پھر بیہوش ہوگیا بڑی دیر بعد ہوش وحواس درست
ہوئے تو درخواست کی کہ حضرت میری تشفی نہیں ہوئی فرمایا کہ اب تیرا قلب پھوٹ جائیگا
بس کر۔ اس کے بعد آنکھ کھلی تمام جسم عرق عرق ہے اور ہر بن مو سے اسم ذات جاری
ہے قلب کی یہہ حالت کہ سینہ سے باہر نکلا پڑتا ہے جسم کو دیکھتا ہوں تو گویا آئینہ
حلبی ہے۔ جدہر دیکھتا ہوں شرق سے غرب تک کوئی چیز حاجب نظر نہیں تمام
روئے زمین من وعن پیش نگاہ ہے یہہ کیفیت مشاہدہ کرکے دل میں خیال
آیا کہ تو عالم بیداری میں ہے یا خواب میں بار بار اپنی آنکھیں ملتا اور یہہ شعر
جامی پڑھتا تھا

بہ بیداریست یارب یا بخوابست	کہ جان من بجاناں کامیابست

دو ڈیڑھ گھنٹہ تک یہی حالت رہی اس کے بعد وہ بات جاتی رہی تو دل میں نہایت
بیقراری وبیتابی پیدا ہوئی فجر کے وقت حاضر خدمت مبارک ہوا دیکھتے ہی آپ ہنسے
اور فرمایا کہ تم تو کوئی ہماری ہی بات لائے ہوگے چونکہ ہم سے محبت زیادہ رکھتے ہو
خواب میں بھی ہم کو دیکھتے ہوگے میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھکو تو اس سے کچھ
مطلب نہیں کہ آپ تھے یا کون تھا لیکن ایک روز آپ نے یہہ فرمایا تھا کہ کاملین کی توجہ
کا اثر قیامت تک رہتا ہے کسی صورت سے نہیں جاتا سو مجھکو تو دو کو صاحب کامل معلوم
ہوتے تھے پھر کیا وجہ ہے کہ جو بات حاصل ہوئی تھی دو گھنٹہ میں سب زائل ہوگئی فرمایا
کہ تم سمجھے نہیں یہہ روح کی توجہ روح پر تھی اور اس کے اثر کا دو ساعت تک جسم میں
قائم رہنا بہت بڑی بات ہے یہہ ہر ایک کا کام نہیں ہے اگر ایسی توجہ جسم
پر ہوتی تو تمہارا جسم جل کر خاکستر ہوجاتا میں نے عرض کیا کہ حضور آپ تو دونوں طرف
جسم موجود ہے آپ مسکرا کر خاموش ہورہے پھر میں نے پوچھا کہ حضرت وہ مجذوب
کون تھے فرمایا کہ جو شکل وشباہت تم بیان کرتے ہو اس سے قلندر صاحب
معلوم ہوتے ہیں۔ الحاصل اس چھ برس کے عرصہ میں جو واردات اور جو واقعات
مجھ پر گذرے اگر مفصل تحریر کروں تو ایک دفتر عظیم اور کتاب ضخیم جداگانہ

لیکن تم پہچانوگے نہیں ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت توجہ کیا چیز ہے اور اس میں کیا کیفیت گذرتی ہے اور اس کا حاصل کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ میاں کتابوں میں تو یوں لکھا ہے کہ مرشد طالب کو سامنے بٹھا کر اللہ کی ضرب اس کے قلب پر لگاتا ہے اس وقت ایک نور مرشد کے قلب سے نکلکر مرید کے سینہ میں جاتا ہے۔ اور توجہ کی بہت سی قسمیں ہیں ان میں سے ایک توجہ اتحادی ہے کہ پیر مرید کو اپنا جیسا بنا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ دونوں کی شکل صورت ایک ہو جاتی ہے کچھ تفاوت باقی نہیں رہتا۔

اندرین یم ماہیان پر فن اند — ماررا از سحر ماہی مے کنند

اس توجہ کا اثر قیامت تک رہتا ہے کسی حال میں زائل نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں کتابی بات کا سوال نہیں کرتا بلکہ میری غرض حصول کیفیت ہے نہ بیان اس کا۔ فرمایا کہ ہاں یہہ اور بات ہے اتنے میں کچھ اور گفتگو شروع ہوگئی وہ بات آئی گئی ہوئی۔ کئی دن کے بعد رات کو میں سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چاردیواری کے اندر کسی بزرگ کی قبر ہے جانب غرب تو جناب و قبلہ بیٹھے ہیں اور جانب شرق ایک مجذوب ہیں میانہ قد فربہ اندام سانولی رنگت کشادہ پیشانی گھنگرالے بال ریش گنجان کچھ سفید کچھ سیاہ اور دونو حضرات مشغول مراقبہ ہیں میں نے جاکر سلام کیا جناب و قبلہ نے اشارہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں جاؤ میں مجذوب صاحب کی طرف گیا انھوں نے فرمایا کہ نہیں مولانا صاحب پہلے آپ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ نہیں قبلہ پہلے آپ آخر مجذوب صاحب نے فرمایا کہ اچھا بیٹھو اور میرے قلب پر ہو کی ضرب لگائی اسدم آنکھوں میں ایک بجلی سی کوند گئی اور میں بیخود ہوگیا تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو کہا جناب میری تسلی نہیں ہوئی فرمایا کہ اب مولانا صاحب کی خدمت میں جاؤ میں ادھر آیا تو جناب و قبلہ نے ایک نگاہ کی میں فوراً بیہوش ہو کر تڑپنے لگا ہوش آیا تو وہ سوال کیا کہ حضرت میری تسلی نہیں ہوئی فرمایا کہ بس اب مر جائے گا عرض کیا کہ گو مر جاؤں میری مراد یہی ہے

تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من		پیادہ میروم و ہمرہان سوار انند

کچھ ہوش آیا تو خیال گذرا کہ بس اب تیری مدت حیات پوری ہو چکی اس بیابان بے آب و دانہ میں زندگی معلوم۔ افسوس کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی اس حسرت واندوہ میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے میں اسی حال میں تھا کہ یکایک گوشہ بیابان سے ایک غبار بلند ہوا ذرا دیر میں دامن گرد کو چاک کر کے ایک جماعت سواران ترک کی نمودار ہوئی وردی پہنے ہتیار لگائے عربی گھوڑے زیر ران میں ان کی زرق و برق کو دیکھ کر حیرت میں تھا کہ وہ جماعت میری طرف متوجہ ہوئی سردار خیل نے میرے پاس آکر فرمایا کہ یاشیخ قم قافلہ راح میں نے جواب دیا یاسیدی انا مریض فی مرض شدید وداء کثیر یہ بات سنکر وہ گھوڑے سے اوتر پڑے اور میرے سر کو زانو پر رکھا ایک رومال سے چہرہ کے گرد و غبار کو صاف کیا اور فرمایا کہ فاین مرضك میں نے دنبل کی طرف اشارہ کیا کہ شف ھذا انھوں نے میری تمام ٹانگ پر ہاتھ پھیرا معًا درد موقوف ہو گیا اس کے بعد بہت تسلی و تشفی کے الفاظ فرمائے اور ایک ناقہ سوار کو حکم دیا کہ تم اس کو قافلہ میں پہنچا دو اور فلاں شخص کو تاکید کر دو کہ بآرام تمام مدینہ تک لیجائے۔ وہ ناقہ سوار صبا رفتار مجھکو لیکر چلا راہ میں بار بار کہتا کہ یا شیخ میرے لئے دعا کر آخر کار قافلہ میں جا ملا اور ایک اونٹ پر سوار کرا کے معلوم نہیں کدھر گیا اہل قافلہ نے نہایت خاطر و مدارات کی میں سمجھا کہ یہ سامان و اسباب اسی ترکی سردار کا ہے جس کے حکم سے میری خاطرداری ہوتی ہے میرے خیال کو اس بات سے اور بھی تقویت ہوئی کہ جب قافلہ منزل پر مقیم ہوا تو ایک عمدہ خیمہ نصب کیا گیا اور سب سامان اپنے موقع پر لگا دیا گیا۔ میں اس خیمہ کے زیر سایہ منتظر رہا کہ شاید وہ سردار اب آتا ہوگا۔ مگر کوئی نہ آیا اور وہ خیمہ یوں ہی خالی پڑا رہا اس وقت مہتمم کاروبار سے میں نے کیفیت

درکار ہو بقول شیخ ؎ گر آن جملہ را سعدی انشا کند ❊ مگر دفترے دیگر املا کند ❊
اب یہاں سے کچھ حال مختصر بیان کرتا ہوں تا کہ کتاب کو طوالت نہ ہو جائے اور ہمارے
احباب کو تکلیف نہ ہو۔ اس چھ سال کے عرصہ میں طالب علمی کی کیفیت یہ تھی
کہ منطق میں ملا حسن۔ فقہ میں کنز۔ شرح وقایہ۔ ہدایہ۔ تفسیر جلالین اور پانچ
پارہ بیضاوی اصول شاشی۔ نور الانوار۔ مشکوٰۃ شریف۔ اور کچھ حصہ بخاری شریف
کا یہہ سب کتابیں پڑھیں اور طاقت بیان نہیں رکھتا ہوں اس کے بعد میں نے پھر
درخواست بیعت کی حکم ہوا کہ جاؤ پہلے مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب رامپوری
سے ملو وہاں پہنچا ان کی عظمت و جلال سے لوگ تھراتے تھے۔ بڑی لڑائی بھڑائی
کے بعد ملاقات ہوئی یہہ قصہ بہت طول طویل ہے۔ آخر ان بزرگوار نے اپنا عذر
تقصیر کیا بیس دن تک ان کی خدمت میں رہا پھر واپس آیا اور ماجرا خدمت عالی
میں عرض کیا۔ چند روز کے بعد حج بیت اللہ کا ارادہ ہوا۔ ایک دن کمر باندھ کر خدمت
مبارک میں جا کھڑا ہوا پوچھا کہ خیر ہے میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا فرمایا کہ مہینے بھر تک
اور توقف کرو اس روز تو زبردستی ٹھہرا اگلے دن پھر وہی امنگ آئی اور کمر باندھ کر
پھر طالب اجازت ہوا آپ نے خیال فرمایا کہ ٹھہرے گا نہیں اسی وقت
یہہ شعر زبان مبارک سے ارشاد کیا۔

تو ہم سفر کردی ورنہ زیر ما ❊ بستی کمر خویش شکستی کمر ما

جاؤ رخصت اللہ حافظ مگر یہہ بات یاد رکھنا۔

گفت حق اندر سفر ہر جا روی ❊ باید اول طالب مردے شوی

یہاں سے روانہ ہو کر بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوا جب بعد اتمام حج
مدینہ منورہ کا قافلہ چلا تو میرے دل میں خیال آیا کہ مدینۃ الرسول کی زیارت کو سوار
ہو کر جانا تو بے ادبی ہے پیادہ پا جانا چاہئے چنانچہ پیدل روانہ ہوا اثنا راہ میں ایک
دنبل پانوں میں نکلا تمام ٹانگ سوج گئی چلنا دوبھر ہو گیا درد کی شدت نے بیتاب
کر دیا ناچار ایک لق و دق ریگستان میں بیہوش ہو کر گر پڑا ؎

در کنار روشناسی بھی نہیں آپ خاموش ہورہے۔ اگرچہ ڈپٹی نجم الدین صاحب سولہ برس سے جناب وقبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے گرو آزاد ہیں بے طمع پھر انس ہو تو کیونکر ہو ایک دوسرے کے نام سے بھی واقف نہ تھے تین مہینے کے بعد منشی صاحب حاضر خدمت ہوئے اس وقت میں خط لکھ رہا تھا آپ نے فرمایا کہ میاں نجم الدین آگئے ہیں جاکر ملو میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا خط لکھ کر جاتا ہوں آپ نے فرمایا کہ نہیں خط رکھدو پہلے جاکر ملو غرض تین بار ارشاد ہوا کہ ابھی جاکر ملو نا چار بتعمیل حکم ان کے جلسے قیام پر گیا یہہ پہلے ہی سے میرے منتظر تھے اس وقت ملاقات ہوئی اور طرفین کے دلوں میں خود بخود ایک ایسا انس پیدا ہوگیا کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا اور ہنوز وہی لطف اتحاد ہے محبت اخوان الصفا جیہ در روئے وجہ در رفقاء۔ جناب وقبلہ ان کی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ نجم الدین سفیدہ قلندر ہے ایک روز کسی شخص نے شکایت کی کہ نجم الدین حضور کی خدمت میں کبھی عرضی نہیں بھیجتے آپ نے فرمایا کہ ارے میاں وہ سفید قلندر ہے کبھی کبھی اس کا یہاں آجانا ہی غنیمت سمجھو اگر نہ آئے تو ہم اس کا کیا کرلیں گے غرض ان کے حال پر حضرت ہمیشہ نہایت مہربان رہے۔ منشی نجم الدین صاحب کے سبب سے پھر میر نصیر الدین صاحب سے ملاقات ہوئی پھر مولوی عبد الحکیم صاحب میرٹھی سے محبت ہوگئی ان کی شان میں حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مولوی عبد الحکیم بڑے ظریف وصاحب ذوق وشوق ہیں پھر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دوست ہمرنگ منشی نجم الدین صاحب سے الفت ہوئی جناب وقبلہ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے اسمٰعیل فرشتہ ہے ہر وقت سکوت کے عالم میں رہتا ہے پھر قاضی فتح محمد صاحب دوست قلبی منشی نجم الدین صاحب سے اتحاد ہوا جناب وقبلہ نے قاضی صاحب کو بہت تعویذ و عملیات ذکر و شغل عطا فرمائے تھے۔ غرض کہ حضور اقدس کی شفقت وعنایت ومحبت ان صاحبوں کے حال پر بہت نہایت تھی اسلئے مجھکو بھی ان صاحبون سے انس ہوگیا۔ اسی عرصہ میں

حال استفسار کی اس نے کچھ نہ بتایا ہر چند اصرار کیا کہا تم کو اس سے کیا مطلب تیسری
روز قافلہ قریب مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ اس نے شہر سے باہر مجھ کو اتار دیا اور پھر اس کا
پتا نہ لگا کہ کہاں گیا۔ جب مدینہ طیبہ میں پہنچ لیا تو مجھ کو وہ خواب یاد آیا جو حضرت قبلہ
کے روبرو بیان کیا تھا کف افسوس مل کر رہ گیا کہ اب کیا ہوتا ہے۔ چالیس
دن تک وہاں رہ کر واپس چلا آیا اور بمبئی پہنچکر قیام کیا دوسرے سال پھر حج
کیا اور بیت اللہ شریف میں جناب مولانا ابراہیم رشید صاحب محدث مصری سے
ملاقات ہوئی آپ نے خاندان خضریہ میں بیعت کر کے تمام مراتب و دقائق اس
خاندان کے تعلیم فرمائے اور تعلیم کی اجازت دیکر رخصت فرمایا وہاں سے مدینہ
طیبہ کی زیارت کو گیا اور پھر بمبئی میں واپس آیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر جزیرہ
سراندیپ کو گیا اور پھر بمبئی میں آ گیا۔ اس سیر و سفر کے بعد چوتھے سال پانی پت
پہنچا اور جناب و قبلہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور مولوی شیخ محمد صاحب
کی معرفت درخواست بیعت کی چنانچہ وہ درخواست منظور ہوئی اور شب جمعہ
کو خاندان قادریہ جدیہ کی تعلیم فرمائی دو برس تک حاضر آستانہ
علیا رہا تیسرے سال سفر کابل کا اتفاق ہوا دو برس تک اس ملک کی
سیر کی اور پھر پانی پت میں پہنچکر دولت دیدار مبارک سے مشرف ہوا
اس کے بعد جناب و قبلہ نے خاندان نقشبندیہ میں بیعت فرما کر مراتب و معمولات
اس خاندان کے تعلیم فرمائے ایک روز راقم حاضر خدمت تھا کہ میر
نصیر الدین صاحب دہلوی منشی نجم الدین صاحب کے دوست دلی
کا خط بحضور اقدس اس مضمون کا آیا کہ منشی نجم الدین کے فرزند کا انتقال ہوا
آپ نے خط پڑھ کر تین چار دفعہ فرمایا کہ منشی جی کے فرزند کا انتقال ہوا
ہم کو بڑا رنج اور افسوس ہے دوسرے روز پھر بھی ذکر فرمایا تیسرے دن بھی
یہی ارشاد ہوا میں خاموش رہا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تمہاری ملاقات
نہیں وہ تو اکثر آیا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میری ملاقات تو

سانگ ہے۔ بھلا بزرگوں کو کیا غرض ہے جو اس طرح جا بجا دوڑتے پھریں۔ یہہ تسخیر جنات کا عمل ہے جس بزرگ کی صورت چاہو نظر آسکتی ہے۔ اس بے لاگ تقریر کو سنکر نواب بہت ہی متحیر ہوا اور نہایت اصرار اور التجا سے مجھ کو ٹھہرانا چاہا مگر یہاں تو صرف جناب و قبلہ کے حکم کی تعمیل تھی کسی بادشاہ و نواب سے کیا مطلب۔ میں نے ٹھہرنے سے انکار کیا اور چند روز میں حضرت کا کرامت نامہ بھی بطلب خادم صادر ہوا وہاں سے چلکر حاضر خدمت ہو گیا اور استدعائے نواب نسبت ازالۂ مرض گذارش کی کچھ دنوں تک آپ خاموش ہو رہتے تھے آخر ایک روز التماس قبول ہوا۔ اس کے چند روز بعد خط آیا کہ نواب صاحب کو صحت کلی ہو گئی۔ جبدن سے کہ میں راجگڈھ سے واپس آیا تھا جناب و قبلہ نے شام کا کھانا اپنے دسترخوان خاص پر مقرر فرمایا تا ہنگام وصال ہمیشہ یہی معمول رہا۔ روز اول سے جس ناز و نیاز کے ساتھ دولت دیدار حضرت کی حاصل ہوئی تھی۔ آخر تک وہی طریقہ جاری رہا غالباً مہینے میں ایک بار وہی صورت پیش آتی کہ میں خفا ہو کر چلا جاتا اور آپ نہایت شفقت و محبت سے کسی خادم کو بھیجکر مجھ کو بولاتے اور فرماتے کہ میاں ہم بھی مسافر تم بھی مسافر۔ مسافروں کو لڑنا نہیں چاہیے صلح و سلوک سے رہنا مناسب ہے غرض کہ مجھ کو بغیر اس یا مزہ جنگ اور بہ لطف صلح کے چین نہیں پڑتا تھا۔ اب بجز آوہ و زاری اور لطف یادکاری کے کچھ باقی نہ رہا۔ اب کس سے لڑیں اور کس سے صلح کریں کس کی شفقت ہمارے ناز بیجا اٹھائے کون ہم سے لڑے اور کون منائے۔

صلح بھی دیکھی لڑائی دیکھ لی	اے حسن ساری خدائی دیکھ لی
وصل بھی دیکھا جدائی دیکھ لی	حق نے جو صورت دکھائی دیکھ لی

راجگڈھ علاقہ بندیلکھنڈ کے نواب نے اپنے دو خاص معتمد خدمت عالی میں بھیجے اور
درخواست کی کہ یا تو حضور قدم رنجہ فرمائیں یا مجھ کو حاضری کی اجازت دیں کئی
مہینے تک اہلکاران نواب اسی تمنا میں حاضر آستانہ رہے اور متواتر عرائض نواب صاحب
کی طرف سے آئے۔ لیکن آپ نے انکار فرمایا۔ آخر اہلکاران نواب نے یہہ استدعا
کی کہ اپنے کسی خادم ہی کو روانہ فرمائے بہت اصرار کے بعد یہہ بات منظور کی گئی
اور راقم کو حکم ہوا کہ معتمدین نواب کے ہمراہ راجگڈھ جاؤ ہم جلدی واپس بولالینگے
عرض کیا کہ بہ تکمیل حکم مستعد سفر ہوں لیکن میں تو کچھ جانتا نہیں وہاں جاکر کیا
کروں گا۔ اس وقت ایک بات ارشاد کی اور فرمایا کہ خدا پر بھروسہ رکھو
کسی بات کا اندیشہ نہ کرو۔

تو چون ساقی شوی در دست تنگ ظرفی نمے ماند	بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحل ہا

یہہ کہکر رخصت کیا۔ راجگڈھ پہنچ نواب صاحب سے ملاقات ہوئی ان کو ایک
ہولناک مرض لاحق تھا کہ جس سے کسی طرح نجات نہ تھی۔ طبیبوں سے عاملوں
سے فقرا سے سب سے چارہ جوئی کی۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اہل طمع بہت آئے
اور کھا پیکر چلدیئے۔ نواب سب سے بدعقیدہ اور مایوس ہو گیا۔ لیکن اپنے پیر کا
نہایت معتقد اور ان کو بہت یاد کرتا تھا کیونکہ انھوں نے بارہا یہہ کمال دکھایا
تھا کہ بزرگان دین کی زیارت عالم بیداری میں کرا دیتے تھے اور اس پیر کے
اس کمال کا شہرہ تمام راجگڈھ میں تھا اور اسی کمال کو دیکھکر یہہ نواب ہندو
سے مسلمان ہوا تھا۔ کچھ سے کچھ نواب صاحب نے اپنے پیر کی صفت و ثنا
بیان کی۔ میں وہی بات جو جناب قبلہ نے ارشاد کی تھی عمل میں لایا اور
نواب صاحب کے سر پر ہاتھ رکھدیا۔ جس کی زیارت کو نواب نے کہا
وہی شکل وصورت اس کی آنکھوں کے سامنے آگئی۔ یہہ بات دیکھکر وہ نہایت
گرویدہ اور دنگ ہو گئے۔ لیکن میں نے سر دربار یہہ بات کہی تھی کہ
تم اس کو کمال سمجھتے ہو ہمارے نزدیک تو یہہ شعبدہ اور جہان مشتی کا

کی مشکلات نے ڈرایا کہ نہ تو منشی ہے نہ مولوی نہ صوفی نہ مشایخ یہہ کار سترگ
تجھ سے کس طرح سرانجام ہوگا لیکن اَلْهِمَّةُ اِسْمُ الْاَعْظَمِ کا خیال کرکے کمر
ہمت کو چست باندھا اور قلم اٹھایا ؎

درین دریائے بے پایان درین طوفان موج افزا		دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسیہا

دوسرے روز ایک جز کتاب کا لکھ کر منشی فضل رسول صاحب کو سنایا نہایت پسند
کیا اور باصرار تمام فرمایا کہ ضرور اس کو پورا کرو تمام برادران طریقت پر تمہارا احسان ہوگا
اور یہ کام تمہارے سوا کوئی اور نہیں کرسکتا کیونکہ جناب وقبلہ کی خدمت میں عرصہ دراز
تک شرف صحبت و عز تربیت اسقدر کسی کو میسر نہیں ہوا۔ غرضکہ ہمیشہ اس کام کی ترغیب و
تاکید اور اس کے انجام دینے کی نسبت تقاضائے شدید فرماتے رہے۔ یہانتک کہ ایک
سال کے عرصہ میں کتاب تیار ہوگئی۔ پھر جملہ احباب نے اس کے انطباع کی تمنا ظاہر
کی۔ مگر مجھ کو اتنی استطاعت کہاں تھی کہ چھپوا کر دوستوں کو نذر کرتا۔ اگرچہ مجھ کو یہہ صلاح
بھی دیگئی کہ کتاب بعد طبع فروخت کی جائے یا قبل طبع پیر بھائیوں سے مصارف میں مدد
لی جائے لیکن میری ہمت نے اس بات کو گوارا نکیا کیونکہ اس کتاب سے نہ کوئی دینی غرض
متعلق ہے نہ دنیوی منفعت ملحوظ۔ میں نے خیال کیا کہ اگر اس کا چھپنا اور شایع ہونا منظور
خدا ہے تو کوئی سبیل نکل ہی آئے گی مصرع خدا خود میر سامان است اسباب توکل را۔ اور
جو خدا ہی کو منظور نہیں تو ہماری سعی لاحاصل ہے۔ ناچار اس کام کو اس وقت کے انتظار
میں ملتوی کرنا پڑا جو تقدیر الہی میں اس کے لیئے مقرر ہوا تھا۔ جب مجھ کو کوئی مشغلہ باقی نرہا
تو وحشت نے پھر سلسلہ جنبانی شروع کی۔ وہی گرد و غبار اور دشت و بیابان یاد آنے لگے۔
جن میں اکثر حصہ عمر کا بسر ہوا تھا۔ بھلا یہ دل جس نے گھر کا رکھا نہ در کا بچپن ہی سے ملک
ملک کی خاک چھنوائی اور جنگل جنگل کی ہوا کھلائی منشی نجم الدین کے بالاخانہ پر کب چین
لینے دیتا۔ ایک دن علی الصباح اس دھن میں پل نکلا کہ اوچھہ شریف پہنچکر جہاں جناب
قبلہ کے آبا کرام و اجداد عظام نے اول قدم سرزمین ہند میں رکھا تھا سلسلہ نسبی کی تحقیق
کروں۔ میرٹھ سے چلکر ملک پنجاب کے شمالی اضلاع کی راہ لی امرتسر۔ لاہور ہوتا ہوا شاہپور تک

خاتمۃ الطبع از مؤلف

اے قلم پھر سنبھل دو چار قدم اور بھی چل کچھ اپنی سرگذشت کہہ کچھ ہمارا حال سن
وہ صحرائے لق و دق جو تیرا مولد و مسکن تھا اور وہ بہار و خزان اور باد و باراں جو تیری
پرورش میں مصروف تھے اب کہاں ہیں۔ اس کتاب کی جذب محبت نے
تجھ کو کہاں سے کہاں پہنچایا ہموطنوں سے بچھڑا نیستان سے اجڑا بازار میں
بکا قلمدان میں بند ہوا اور بالآخر اس مونس غمگسار تک پہنچا جس کیلئے تو
پیدا ہوا تھا لیکن افسوس کہ تیری خوش قسمتی کے دن بہت کم تھے۔ وہ کتاب
جس کی تحریر میں تونے سال بھر تک جبہ فرسائی کی ہے آج اس کا آخر صفحہ
بھی چھپ چکا اب وہ تجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوتی ہے عمر بھر اس کی ملاقات کو
ترستا رہیگا اور ایام وصال کی یاد میں ہماری طرح رویا کرے گا۔ اے قلم آج ہمارا مشغلہ اور
تیری سعی ختم ہوئی آ رخصت ہو اور الوداعی معانقہ کر۔ یہہ چندروزہ لطف ملاقات
حسن اتفاق سے تھا پھر ہم کہاں تو کہاں اور یہہ کتاب کہاں۔ البتہ وہ نقش ونگار
جو صفحہ کتاب پر تجھ سے یادگار ہیں تیری جان فشانی کو ہمیشہ یاد دلائیں گے۔ اے قلم نہ تجھ کو
طاقت رفتار تھی نہ ہم کو تاب گفتار یہ مضمون و معنی کے نقش و نگار نہ تونے ایجاد کئے
نہ ہم نے بنائے بلکہ چشم بصیرت سے دیکھ کہ یہ سب قلم قدرت کی صناعی اور نقاش ازل کا
کمال ہے نہ ہم کو اس کی حمد کا یارا نہ تجھ کو اس کے وصف کی مجال۔ ؎

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر	ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

المنۃ للہ کہ آج وہ کام پورا ہوا جس کا آغاز موہوم اور انجام نا معلوم تھا بارخدایا تیری
توفیق رفیق حال نہوتی تو یہ مضامین و الفاظ جو دل و دماغ کے اندر وجود مثالی بھی نہ رکھتے تھے آج
ایک کتاب کی صورت میں کس طرح جلوہ گر ہوتے۔ خداوندا وہ داعیہ جو تونے دل میں ڈالا
اس شجر کا تخم نہ بنتا اور تیری تائید اس کی آبیاری نکرتی تو اس سوختہ آفتاب فراق
کو سایہ میں دم لینا کب میسر آتا۔ جب حضرت قبلہ و کعبہ کے اندوہ فراق نے
طبیعت کو ملفوظات گرامی کی تحریر پر مائل کیا تو اس امر اہم

کا خط ملا اور جو اشارہ مجھ کو ہوا تھا اس کی بالکل تصدیق ہو گئی چند روز میں میرٹھ آگیا اور طبع کتاب کا تہیہ ہو گیا۔ ہمت مردان مدد خدا بفضلہ تعالیٰ طبع کتاب کا کام بھی بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔ جن احباب کو انطباع کی تمنا تھی انکے واسطے یہ ہدیہ موجود ہے سب کو سلام ہذا منقطع الکلام فقط محررۂ تاریخ ۴ اشعبان المعظم سنہ ۱۳۰۱ ہجری مطابق ۹ جون سنہ ۱۸۸۴ء بروز دوشنبہ افتتاح برات۔

بود روز افتتاح	فرد متضمن تاریخ کتاب از مولف	شہر شعبان دوشنبہ ۱۳۰۱

	حدیثِ مصطفےٰ الفقر فخری ۱۳۰۱		بیار اے گل حسن اسناد تاریخ	

پہنچا وہاں سنا کہ ایک درویش میاں شادی شاہ خوشاب کے جنگل میں رہتے ہیں میں
نے زیارت کا عزم کیا اور ان کی خدمت میں پہنچا فی الحقیقت نہایت بزرگ اور صاحب
کمال فقیر تھے۔ مگر کسی سے کلام و گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ جذب بدرجہ غایت تھا۔ میں
ان کی خدمت میں پہنچ تو گیا الا موسم گرما کی صعوبت اور بیابان ریگ کے شدائد نے
ایسا درماندہ کر دیا تھا کہ اب وہاں سے قدم اٹھانا دشوار معلوم ہوا۔ میں نے میاں صاحب
سے کہا کہ آپ اور کچھ گفتگو تو فرماتے نہیں۔ سواری ہی دلوائیے کہ میں چلا جاؤں آپ
ہنسے اور چپ ہو رہے۔ اسی فکر میں تھا کہ آدھی رات کو ایک شتر سوار اس طرف آنکلا۔
اور کہا کہ راستہ بھول گیا ہوں مجھ کو بتاؤ میں نے کہا کہ خیر تو نے راہ گم کی اور ہم نے
پائی آ ہم کو بھی اپنے ساتھ لے۔ میاں صاحب سے میں نے کہا کہ واہ حضرت آپ نے
تو خوب راہ زنی کی اس پر بھی آپ ہنسے اور چپ ہو رہے پھر میں نے سلام
کیا اونٹ کرایہ کر کے اس کے ساتھ روانہ ہوا دریائے سندھ کے کنارے پہنچ
کر کشتی میں سوار ہو گیا۔ اثنائے راہ میں ایک روز باد تند کا سخت طوفان
آیا جس نے بہت سی کشتیاں تہ و بالا کر ڈالیں ہماری کشتی میں بہت سامان و اسباب
تھا وہ تو پھینکا گیا اور کشتی بمشکل تمام سلامت بچی ڈیرہ غازیخان تک دریا میں سفر کیا
پھر براہ خشکی ملتان و بہاولپور و احمد پور شرقیہ ہوتا ہوا چار مہینے کے عرصہ میں اوچھ شریف
پہنچا۔ اول حضرت مخدوم سید محمد غوث اوچی الجیلانی حلبی الرومی کے مزار
شریف کی زیارت کو گیا۔ وہاں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ یکایک خواب نے غلبہ کیا
آنکھ لگتے ہی مجھ کو اشارہ ہوا کہ بہت جلد میرٹھ جاؤ۔ وہاں تمہارا انتظار
ہے اور انطباع کتاب منشی نجم الدین کا حصہ ہے۔ میں نے اس روز وہاں قیام کیا۔
اور اس خاندان شریف کے بزرگوں سے جو بالفعل وہاں موجود ہیں ملا اور جو
امور تحقیق طلب تھے معلوم کئے۔ دوسرے روز عالم رویا میں پھر وہی
اشارہ ہوا جو اول روز ہوا تھا۔ ناچار تیسرے روز وہاں سے چل دیا اور
بہاولپور میں مرزا اکبر بیگ صاحب کے پاس پہنچا وہاں منشی نجم الدین صاحب

کیا جائے گا۔ تو آپ صاحبوں کے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ آخر کار قفل لیکر اپنے آدمی کو اٹھا کر لے گئے جب راقم نے یہہ دیکھا کہ یہہ لوگ ہم کو کسی طرح چلنے نہیں دیتے ... تو بمجبوری تمام راقم نے ایک درخواست بتاریخ ۲۵ جولائی ۱۹۰۶ء کو جب کہ ضلع کرنال ... اس مضمون کی بعدالت تحصیلدار ... پیش کی۔ کہ ... سے تولیت گل حسن درگاہ کے نام داخل خارج ہوجاوے۔ ... تحصیلدار پانی پت نے اکثر عمائد افغانان پانی پت کو درگاہ پر طلب کیا۔ اور چنانچہ اکثر ... لوگ جمع ہوئے تحصیلدار صاحب موصوف نے دو گھنٹہ تک سمجھایا کہ تم لوگ حارج نہ ہو۔ بلکہ تم خود یہہ زمین جس کو تمہارے بزرگ درگاہ کے نام یہہ وقف کرچکے ہیں درگاہ کے نام تم بھی بخوشی داخل خارج کرادو لیکن کسی فرد بشر کی سمجھ میں نہ آیا اور سب نے بالاتفاق انکار کردیا۔ کہ ہم یہہ ہرگز نہیں کریں گے۔ میں نے کہا کہ اچھا اگر آپ صاحب یوں نہیں کرتے تو یوں ہی سہی کہ آپ اس بنجر زمین کے بدلے عمدہ زمین چاہی مزروعہ لے لیں۔ تو جواب دیا کہ ہم زمین بھی نہیں لیتے۔ پھر میں نے کہا کہ اگر آپ زمین نہیں لیتے تو عمدہ زمین کی قیمت فی بیگہ سو روپیہ کے حساب سے آپ مجھ سے بارہ سو روپیہ لے لیں تو یہہ جواب دیا کہ ہم قیمت بھی نہیں لیتے آخر میں نے اپنی ٹوپی اوتار کر سب کے سامنے ڈالدی۔ کہ کہا ہو۔ اچھا تم للہ مجھ پر رحم کرو۔ اور جس طرح تمہارے بزرگوں نے یہہ زمین نذر دی تھی اور بعض صاحب آپ لوگوں میں سے اس وقت بھی موجود تھے اور ذی ہوش تھے اسی طرح آپ صاحب اب بھی یہہ زمین نذر مسجد کو عنایت فرمائیں۔ تو اس کے جواب میں کہا کہ ایسی ٹوپیاں تو ہم نے بہت دیکھی ہیں۔ ہم یہہ زمین ہرگز ہرگز نہیں دیں گے تحصیلدار صاحب کو یہہ امر سخت ناگوار معلوم ہوا اور اٹھ کر چلے گئے اور اس زمین کا داخل خارج درگاہ کے نام بتاریخ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۶ء کو تحصیلدار صاحب موصوف نے منظور کرلیا۔ افغانان ... صاحبان نے مہتمم بندوبست کی کچہری میں اپیل کردیا۔ صاحب مہتمم بندوبست نے ۲۲ نومبر ۱۹۰۶ء کو یہہ فیصلہ کیا کہ مولوی گل حسن کی تولیت اور سجادگی میں افغانان پانی پت کو کچھ اعتراض نہیں۔ مگر زمین کے داخل خارج میں عذر کرتے ہیں۔ لہذا تولیت مولوی گل حسن قبضہ درگاہ بحال۔ اور زمین ... سابق شاملات طرف رہے اس پر راقم نے عدالت دیوانی میں دعوے استقرار حق دائر کردیا۔ حافظ محمد یوسف صاحب ڈسٹرکٹ جج ضلع کرنال نے فریقین کے گواہوں کو طلب کرکے بعد ثبوت حقیقت حال یہہ فیصلہ سنایا۔ اور وہ یہہ ہے

ضمیمہ کتاب تذکرۂ غوثیہ

اے قلم کیوں خاموش بیٹھا ہے۔ اور کس فکر میں مبتلا ہے۔ ذرا ہوش و حواس درست کر کے ایک قدم اور آگے چل۔ کچھ پچیس سال کے بعد تیری وہ پیشین گوئی جو اسی کتاب تذکرہ غوثیہ کے صفحہ ۳۳۵ پر تو نے لکھی تھی یعنے (افغانان پانی پت اپنے قول سے منحرف ہو گئے) پوری ہو چکی۔ اب تو اس کے واقعات بالتفصیل و بیانات بالتشریح تحریر میں لا۔ تاکہ اس کتاب کے دیکھنے والوں کو ایک عجیب عبرت انگیز نظارہ پیش نظر رہے

وھو ھذا۔ مخفی نہیں کہ یکم شہر جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ ہجری قدسی کو مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۱۲ء حافظ محمد یوسف صاحب مرحوم متولی و سجادہ نشین درگاہ حضرت مولانا مرشدنا سید غوث علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک وصیت نامہ بنام راقم اس مضمون کا۔ کہ (بعد میرے مولوی گل حسن درگاہ شریف موصوف کے متولی و سجادہ نشین ہوں گے۔ میں نے اس کام کے لائق سمجھ کر ان کو اپنی طرف سے مقرر کر دیا ہے۔) تحریر کر کے لفافہ رجسٹری کرا کے صاحب ڈپٹی کمشنر کرنال کے اجلاس میں پیش کر دیا اور رازداری کے صندوق میں امانت رکھوا دیا۔ بعدہ بتاریخ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ ہجری مطابق ۱۴ جون ۱۹۱۶ء یوم چہارشنبہ درمیان عصر و مغرب حافظ صاحب مغفور نے اس جہان فانی سے دار البقا رحلت فرمائی چنانچہ راقم نے ان کی تجہیز و تکفین خرچ و سامان کفن و دفن و سوم و چہلم درگاہ شریف کی طرف سے کیا۔ سوم کے روز افغانان پانی پت جمع ہو کر آئے اور راقم سے کہا کہ ہم خلیفہ محمد یوسف صاحب کے برادر زادہ کو دستار بندی کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ صاحبان کو درگاہ کے معاملہ میں کچھ اختیار نہیں۔ خلیفہ صاحب خود اس بات کا فیصلہ کر گئے ہیں۔ وصیت نامہ رجسٹری شدہ صاحب ڈپٹی کمشنر کرنال کے دفتر میں موجود ہے نکلوا کر دیکھ لو۔ اور اس پر عمل کرو۔ جب وصیت نامہ آیا تو مجبور ہو گئے۔ اور کچھ دم نہ مارا۔ آخر کار بعد چہلم خلیفہ صاحب افغانان پانی پت نے بوقت شب گیارہ بجے خلیفہ صاحب کی سہ دری کو قفل لگا کر اپنا آدمی بٹھا دیا فجر کے وقت مجھے اطلاع ہوئی میں نے ایک رقعہ سردار سید جلال شاہ صاحب تحصیلدار پانی پت کو اسی مضمون کا لکھ کر بھیجا۔ تحصیلدار صاحب نے میرے رقعہ کو اپنے رقعہ کے ہمراہ تھانہ دار صاحب کے پاس بھیجا۔ اہل پولس نے یہاں آ کر افغانان پانی پت اور نمبرداران شہر کو بلا بھیجا۔ سب جمع ہوئے۔ اہل پولس نے ان سے کہا۔ کہ تم لوگوں نے مداخلت بیجا کی ہے۔ اگر درگاہ کی طرف سے تم پر مداخلت بیجا کا دعوے

نقل فیصلہ عدالت دیوانی اجلاسی حافظ محمد یوسف صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر ضلع کرنال مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء

نمبر مقدمہ ۵۰/۱ — تاریخ رجوع ۱۷ مئی ۱۹۰۵ء — مالیت مقدمہ بغرض اختیار حد سماعت الـ....

قصبہ پانی پت ضلع کرنال تحصیل پانی پت۔ درگاہ مولوی غوث علیشاہ معرفت مولوی گل حسن ولد خدایار سکنہ پانی پت مدعی۔ بنام ... اصل ... عبداللہ خاں قوم پٹھان وغیرہ ۱۵ کس مدعا علیہم دعوے استقرار بغرض اس امر کے کہ ... تمام زمین ... خسرہ واقعہ رقبہ موضع طرف افغانان تحصیل پانی پت ملکیت درگاہ مولوی غوث علیشاہ کی ہے ۱۸۸۰ء کے بندوبست کی مثل میں اراضی متدعویہ ملفوظ ... شاملات طرف افغانان۔ اور مقبوضہ مالکان درج ہوئی۔ طرف افغانان ایک علیحدہ موضع قصبہ پانی پت کے قریب ہے۔ اس وقت یہہ تمام زمین قسم غیر ممکن تھی۔ بندوبست کے بعد اس کا ایک بڑا حصہ مزروعہ قسم چاہی بن گیا۔ چنانچہ جمعبندی اخیر ۱۹۰۴ء میں گیارہ بیگہ ... زمین چاہی اور ایک بیگہ ... غیر ممکن لکھی ہے۔ غیر ممکن زمین پر بھی مسجد خانقاہ اور کنواں موجود ہے۔ یہہ خانقاہ مولوی غوث علی شاہ کی ہے۔ جو قصبہ پانی پت کے مشہور مشائخ سے تھے۔ اور جن کو وہاں کے باشندہ بہت عزت اور بزرگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ نیز عام لوگوں کا ان سے ... تھی۔ یہاں تک واقعات مسلم ہیں کہ ۲۵ فروری ۱۸۸۰ء کو مولوی غوث علی شاہ کا قلندر صاحب کے مکان میں انتقال ہوا۔ اور ان کی وصیت کے مطابق اراضی متنازعہ کے ایک حصہ میں ان کو دفن کیا گیا۔ اس کے بعد قبر یا مزار کے موقع پر ایک بڑی پختہ عمارت بنائی گئی اور اس کے اردگرد کی زمین پر پختہ چاہ مسجد اور مکانات تیار ہوئے۔ زمین مزروعہ کی گئی اور اس میں چاہی آبپاشی شروع ہوگئی اس وقت یہ سب زمین اور عمارتیں مولوی غوث علیشاہ کی خانقاہ سے متعلق ہیں۔ اور زمانہ موجودہ میں مولوی گل حسن ان کے مرید عام اہتمام اس خانقاہ کا کرتے ہیں۔ مولوی گل حسن سے پہلے خلیفہ یا مولوی محمد یوسف ... مولوی غوث علیشاہ کے مرید) یہ کام کرتے تھے (مدعا علیہم خلیفہ محمد یوسف یا مولوی گل حسن خانقاہ خانقاہ ... مذکورہ بالا کا سجادہ نشین تسلیم نہیں کرتے۔ اگرچہ کاغذات مال میں مولوی محمد یوسف کا نام

سجادہ نشین درگاہ مولوی غوث علیشاہ کا لکھا گیا۔ حالانکہ اس وقت تک کوئی خیال اس مقدمہ کا
کسی فریق کو نہیں تھا۔ منجملہ ان کے دستاویز حرف (د) مورخہ ۶۔ ستمبر ۱۸۸۶ء اور دستاویز حرف
(ڈ) مورخہ ۵۔ مئی ۱۸۹۰ء پر ابراہیم خاں مدعا علیہ اور دستاویز حرف (ب) مورخہ ۲۴۔ جولائی ۱۸۹۰ء
پر رحمت علیخاں مدعا علیہ اور دستاویز حرف (ج) مورخہ ۱۹۔ جون ۱۸۸۶ء وزیر علیخاں مدعا علیہ (مالکان
طرف وفقانان) کی گواہیاں تھیں۔ اسی طرح کھوسے خاں مدعا علیہ (جو ایک کنندہ قبضہ حال)
کی گواہی دستاویز حرف (ڈ) مورخہ ۶۔ ستمبر ۱۸۸۶ء دستاویز حرف (ف) مورخہ ۱۰۔ جون ۱۸۸۶ء اور
دستاویز حرف (ھ) مورخہ ۵۔ مئی ۱۸۹۰ء اور دستاویز حرف (ط) مورخہ ۲۷۔ مئی ۱۸۹۰ء اور دستاویز
حرف (ی) مورخہ ۲۰۔ جولائی ۱۸۹۰ء اور دستاویز حرف (ک) مورخہ ۹۔ مئی ۱۸۹۰ء پر موجود ہیں۔
دستاویز حرف (ع) مورخہ ۱۰۔ جون ۱۸۹۰ء خود کھوسے خاں کے ہاتھ سے لکھی گئی تھی۔ جس میں یہ الفاظ
بصراحت درج تھے کہ (تمام زمین زرعی چاہ پختہ مولانا سید غوث علیشاہ صاحب بدست محمد یوسف
سجادہ نشین مولانا موصوف") اگرچہ مدعا علیہم نے بیان کیا۔ اور چند مزارعان سے شہادت دلائی
کہ کھوسے خاں مدعا علیہ نے ان کو زمین متنازعہ کاشت کے لئے دی اور تبعیض مولوی محمد یوسف
کے حق میں لکھائی گئیں۔ اگر مولوی محمد یوسف سجادہ نشین نہ ہوتے۔ تو ان الفاظ کا ان کے
نام کے ساتھ اکثر تحریرات میں استعمال نہ کیا جاتا۔ نہ تسلیم ہوں ہیں یہ نسبت حقوق مقبوضہ
سجادہ نشین لکھی جاتی۔ واقعات مذکورہ صریح ثابت کرتے ہیں کہ اس وقت مدعا علیہم
کو سجادہ نشینی کی حیثیت پر اعتراض کا خیال بھی نہیں تھا۔ نہ زمین کی ملکیت کا کوئی تنازعہ تھا
غرضیکہ دعوے میں مولوی گل حسن کو سجادہ نشین اور متولی خانقاہ مولوی غوث علی شاہ
کا بیان کیا گیا ہے۔ بموجب بحث وکیل مدعی ان دونوں کی مختلف تعریف ہے۔ یعنی سجادہ
نشین لغوی معنوں میں تو نماز پڑھنے کے بوریا پر بیٹھنے والے کو کہا جاتا ہے۔ مگر اصطلاح
صوفیہ میں اس لفظ کا اطلاق اس مرید کی نسبت کیا جاتا ہے جس کو اس کے پیر و مرشد نے
مرید بنانے کی اجازت دی ہو۔ اور متولی صرف مہتمم یا منتظم کو کہتے ہیں۔ جو کسی مذہبی جائداد
(مثلاً مسجد خانقاہ وغیرہ) کا انتظام کرتا ہو۔ ان تعریفوں کی مخالفت میں مدعا علیہم کے
وکیل نے کچھ نہیں کہا۔ مقدمہ ۱۰۸ پنجاب ریکارڈ ۱۸۶۵ء میں الفاظ سجادہ نشین اور

(ی)۔ الا مالکان نے حقوق ملکیت کو کبھی ترک نہیں کیا اسی لئے درگاہ کا قبضہ اجازتی تھا۔ مولوی محمد یوسف کی سجادہ نشینی سے مدعا علیہم کو انکار ہے اور اسی بنا پر وہ مولوی گل حسن کو جائز متولی یا سجادہ نشین تسلیم نہیں کرتے۔ انھوں نے یہ بھی حجت کی کہ درگاہ کی طرف سے نالش نہیں ہو سکتی مگر آخر کار یہ عذر چھوڑ دیا گیا۔ آخر تنقیح طلب حسب ذیل قائم ہوئے تھے۔

(۱) کیا مدعی مولوی غوث علیشاہ کا مرید اور ان کی درگاہ کے متولی ہونے کی حیثیت سے اراضی متنازعہ پر قابض ہے

(۲) آیا مالکان طرف افغانان نے اراضی متدعویہ کو واسطے اغراض تعمیر خانقاہ مولوی غوث علی شاہ اور دیگر مکانات متعلقہ خانقاہ اور مصارف خانقاہ کے قطعی اور جائز طور پر ہبہ کر دیا۔

(۳) کیا ہبہ کے ذریعہ قبضہ مالکانہ سجادہ نشین موجود الوقت نے پایا۔ یا

(۴) اراضی متنازعہ پر عمارات بنانے اور زمین کے قابل زراعت کرنے میں مالکان طرف افغانان کی اجازت لی گئی اور قبضہ اجازتی تھا۔

(۵) آیا مولوی محمد یوسف سجادہ نشین اور متولی اس خانقاہ کے تھے۔ اور انھوں نے جائز وصیت مدعی کے حق میں کی۔

(۶) اگر کوئی صریح ہبہ ثابت نہ ہو۔ تو کیا قبضہ دیرینہ کے لحاظ سے خانقاہ کو حقوق ملکیت اراضی متدعویہ حاصل ہو گئے اور مالکان طرف افغانان کے طریق عمل سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کے حقوق ملکیت جاتے رہے

مدعی کے گواہان نے جن میں چند معزز اشخاص (مثل سید قمر الدین پنشنر انسپکٹر پولیس سابق ڈپٹی انسپکٹر پانی پت محمد رزق اللہ اعلیٰ نمبردار۔ رضی الاسلام محافظ دفتر ریاست کپور تھلہ۔ حافظ عبد الکریم سوداگر دہلی۔ محمد رضا ساکن پانی پت وغیرہ) شامل تھے۔ شہادت دی کہ مولوی محمد یوسف اور مولوی گل حسن خاص مرید اور خلیفہ مولوی غوث علی شاہ کے تھے۔ محمد رضا کا یہ بھی بیان تھا۔ کہ جب مولوی غوث علی شاہ بیمار ہوتے تو وہ ان ہی دونوں خلیفوں کے ہاتھ سے مریدوں کو بیعت کراتے تھے مولوی گل حسن نے بحیثیت گواہ مدعا علیہم کہا کہ وہ مولوی غوث علیشاہ کے مرید تھے۔ اور سوا ان کے اور مولوی محمد یوسف کے مولوی غوث علی شاہ کا کوئی تیسرا خلیفہ نہیں تھا۔ سنہ ۱۸۸۰ع سے لیکر سنہ ۱۹۰۱ع تک کی لکھی ہوئی کاشتکاران اراضی متدعویہ کی بہت سی قبولیتیں شامل مثل ہیں۔ جن میں مولوی محمد یوسف کی حیات تک ان کو اور بعد میں مولوی گل حسن کو

ان کے دفن کا یہی موقع تجویز ہوا جہاں ان کی قبر بنائی گئی۔ (۱) مولوی غوث علیشاہ نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ ان کو خواجہ شمس الدین کی خانقاہ کے حصہ پائین میں دفن کیا جائے۔ اور اراضی متدعویہ اسی موقع پر واقع تھی۔ (۲) افغانان لوگوں نے جن کے سرغنہ اور ممبر اور قلندر علیخاں حکیم اشرف خاں عرف موجو خاں جعفر علیخاں اور علی بخش خاں نے اصرار کیا کہ طرف افغانان میں ان کی مزار بنائی جائے اور قلندر علیخاں وغیرہ کیطرف سے ایسے الفاظ ادا کئے گئے جن کے معنے یہ تھے کہ وہ بدون کسی قسم کے معاوضہ لینے کے اس زمین کو ہبہ یا وقف کرتے ہیں۔ حالانکہ مولوی گل حسن نے ان کو کہا تھا کہ زمین کی قیمت دیجائے۔ قلندر علیخاں مسلماً مولوی غوث علیشاہ کا مرید تھا چنانچہ اس کی قبر بھی اس زمین میں ہے جس کی وفات تقریباً ایک سال بعد مولوی غوث علیشاہ سے ہوئی تھی۔ مدعاعلیہم گواہی دلاتے ہیں کہ گو مولوی گل حسن نے ہبہ کی خواہش ظاہر کی تھی مگر قلندر علیخاں اور اشرف خاں عرف موجو خاں کی طرف سے ان کو جواب میں کہا گیا کہ زمین مشترکہ ہونے کی وجہ سے اس کو چند مالکان ہبہ نہیں کرسکتے۔ صرف مولوی غوث علیشاہ کے وہاں دفن کئے جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ اور مولوی گل حسن اس بات پر ناراض ہوگئے تھے کہ قلندر علیخاں وغیرہ نے زمین ہبہ نہیں کی۔ اور یہ کہ مصارف خانقاہ کیلئے مدعاعلیہم یا سرگروہ افغانان کی طرف سے اراضی متنازعہ مزروعہ کرالی گئی۔ اور مکانات اس زمین میں ان کی ہی اجازت سے تعمیر ہوئے۔ چند مزارعان کہتے ہیں کہ انھوں نے کھورے خاں مدعاعلیہ سے زمین متنازعہ کاشت کے واسطے لی اور قبولیتیں کھورے خاں کے کہنے پر مولوی محمد یوسف کے حق میں لکھائی تھیں۔ مدعی کے وکیل نے فقرہ (۲) بیان تحریری مدعاعلیہم (مورخہ ۲۲۔ جون ۱۹۰۵ء) کا حوالہ دیکر بحث کی کہ اس سے اراضی متدعویہ کا وقف ظاہر ہوتا ہے (فقرہ مذکور یہ تھا) ہم نے دفن کرنے اور عمارت بنانے کی اجازت بیشک دی۔ اور یہ بھی اجازت دی کہ آمدنی اراضی متنازعہ کی درگاہ پر خرچ کیجائے کیونکہ ہم لوگ بھی مولوی غوث علیشاہ صاحب کے مرید تھے۔" اور وقف کی تعریف ولسن صاحب کی شرع محمدی کی دفعہ ۴۲۱ صفحہ ۲۹۶ پر یہ کی گئی ہے۔ "ایسا انتظام کہ ایک خاص زمین کی آمدنی خاص مطالب مذہبی پر خرچ کیجائے" وقف کے لغوی معنی باندھنا یا روکنا ہیں۔ اور ہدایہ کے دو خلیفوں کی رائے کے مطابق وقف کنندہ کا حق ملکیت زائل ہوجاتا ہے اور جائداد خدا کا مال بنجاتی ہے۔ اور جو شے ہبہ یا وقف کیجائے وہ قابل استرداد نہیں ہوتی۔ مدعاعلیہ کے وکیل کی طرف سے وقف کے اعتراض یا اس کی تشریح کا جواب

متولی کی یہ تعریف ہوئی تھی کہ سجادہ نشین مکان مذہبی کے معاملات دینی کا اور متولی دیگر کاروبار متعلقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے نیز نظیر انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۱۹ صفحہ (۲۰۳) میں ان الفاظ کی زیادہ تشریح کی گئی ہے۔ ان تعریفات کے لحاظ سے ہم خیال کرتے ہیں کہ مولوی یا خلیفہ محمد یوسف کو اس خانقاہ کے سجادہ نشین ہونے کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ کیونکہ تینتیس ۳۳ سال سے زیادہ مدت تک وہ بدون کسی اعتراض کے اراضی متنازعہ پر قابض اور منتظم رہے اور اس عرصہ میں بہت سی قیمتی عمارتیں در اراضی متدعویہ پیران کے اہتمام اور نگرانی سے تیار ہوئی اور مدعا علیہم میں سے کسی نے کبھی بھی ان سے مزاحمت نہیں کی۔ بلکہ ان کو اس خانقاہ کا سجادہ نشین تسلیم کیا۔ اور بالآخر کاغذات مال میں ان کا نام سجادہ نشین درگاہ مولوی غوث علی شاہ کی تعریف سے درج ہو گیا۔ شہادت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ سجادہ نشین اور متولی کے تمام فرائض اس خانقاہ میں ایک ہی شخص سے متعلق رہے ہیں۔ مدعا علیہم کی یہ بحث ہے کہ سجادہ نشینی پر مولوی محمد یوسف کا تقرر مولوی غوث علی شاہ نے نہیں کیا۔ بلکہ مدعا علیہم نے ان کو اس خانقاہ پر مقرر کر دیا تھا تاکہ اراضی متنازعہ کی آمدنی خانقاہ کے کاموں پر خرچ ہوتی رہے مولوی غوث علی شاہ کی حیات میں کوئی وجود اس مکان یا خانقاہ کا نہیں تھا۔ اس لئے وہ کسی خاص طور پر اپنی خانقاہ کے لئے سجادہ نشین نہیں بنا سکتے تھے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ جو خانقاہ تیار ہوئی مولوی محمد یوسف نے اس کا اہتمام کیا۔ جو مولوی غوث علی شاہ کے خلیفہ اول یا خاص تھے اور مولوی گل حسن خلیفہ دوم سے خلیفہ اول کو قدرتاً سجادہ نشین ہونے میں ترجیح تھی چنانچہ مولوی گل حسن اور نیز مدعا علیہم اور فرقہ عوام الناس نے ہی مولوی محمد یوسف کو مولوی غوث علی شاہ کا قائم مقام ہونا تسلیم کیا۔ باقی یہ امر رہ جاتا ہے کہ آیا مدعا علیہم یا مالکان طرف افغانان نے مولوی محمد یوسف کو سجادہ نشین اس شرط سے بنایا کہ مالکان کے حقوق ملکیت اراضی متدعویہ پر قائم رہے۔ جس میں یہ استحقاق بھی شامل تھا کہ مولوی محمد یوسف کے بعد وہ اپنی مرضی سے سجادہ نشین منتخب کریں اور اس کا تصفیہ آیندہ کیا جائے گا۔ مدعی کی شہادت سے پایا جاتا ہے کہ مولوی غوث علی شاہ کے انتقال پر قصبہ پانی پت کے ہر چہار اطراف والوں نے اپنی اپنی طرف میں ان کا دفن کرنا چاہا کیونکہ جملہ مسلمانان باشندگان قصبہ پانی پت کو ان کے ساتھ عقیدت تھی۔ مگر ان وجوہ سے

تو مولوی غوث علی شاہ جیسے متبرک شخص کو بلا رضامندی مالکان زمین کے دفن نہ کیا جاتا۔ کیونکہ ہر ایک مسلمان کی نسبت اس واقفیت کا قیاس ہے کہ بغیر رضامندی مالک کے کسی مسلمان کو کسی غیر کی زمین میں دفن نہیں کیا جاسکتا۔ ناممکن ہے کہ مولوی محمد یوسف اور مولوی گل حسن جو شرعی اصول اور مشہور مسئلہ سے خوب واقف تھے اس کے خلاف عمل کرتے۔ اس وقت اراضی متنازعہ میں دو پختہ چاہ ایک مسجد تین سہ دریاں علاوہ دو منزلہ مزار کے بنے ہوئے ہیں۔ باقی تمام حصہ زمین کا مزروعہ ہے جس میں کچھ درخت بھی موجود ہیں۔ اراضی متنازعہ ۱۸۸۱ء میں بنجر اور قطعی بے حیثیت تھی اور غالباً اسی وجہ سے ان مالکان نے جو وقف کے وقت موجود نہیں تھے اتنے سالہائے دراز تک (باوجود مزروعہ بنائے جانے زمین اور تعمیر عمارات ہائے کے) کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ اس کی آبادی کو غنیمت سمجھا۔ بات یہہ بھی ہے کہ صدہا شخص اس زمین کے مالک تھے اور تقسیم سے ان کو کچھ فائدہ نہیں تھا۔ لہذا بجائے تقسیم کے انھوں نے بہتر خیال کیا اراضی متنازعہ درگاہ کے تصرف میں رہے۔ مدعا علیہم کا یہہ عذر کہ قبضہ اجازتی رہا یا ان کی اجازت سے زمین مزروعہ بنائی گئی۔ یا ان کی معرفت دہ کاشت کے لئے مزارعان کو دیجاتی تھی ناقابل پذیرائی ہے کیونکہ۔ (الف) جب ایکبار انھوں نے اپنے ہی بیان کے مطابق اس زمین پر مکانات بنانے اور اس کی آمدنی درگاہ پر صرف کرنے کی اجازت دیدی۔ تو پھر متواتر موقعوں پر کسی اور اجازت دینے کی کیا ضرورت تھی۔ (ب) قبضہ اجازت کا عذر خلاف دستاویزات قبولیت کے تھا جس میں زمین متنازعہ کو بلفظ مسلوکہ ومقبوضہ مولوی محمد یوسف سجادہ نشین درگاہ مولوی غوث علی شاہ کا لکھا گیا اور ان تحریرات پر بعض مدعا علیہم کی گواہی تھی۔ مولوی غوث علی شاہ اور ان کے دونوں خلیفوں کے بہت مرید اور عقیدتمند دور دراز مقامات میں تھے۔ اور شہادت سے پایا جاتا ہے کہ انھوں نے مولوی گل حسن کی معرفت روپیہ دیا اور تمام عمارتیں مولوی محمد یوسف کے اہتمام سے تیار ہوئیں مدعا علیہم نے کچھ امداد روپیہ دینے یا روپیہ بہم پہنچانے میں نہیں دی۔ یہہ بیان بھی درست نہیں۔ مدعا علیہم نے مولوی محمد یوسف کو اہتمام درگاہ کا سپرد کیا۔ اس عذر سے مدعا علیہم کا منشا صرف یہ ہے کہ وہ آیندہ سجادہ نشین اپنی مرضی سے نامزد کراکے خود فائدہ اٹھائیں۔ اول جب مدعا علیہم اراضی متنازعہ کو قیام اور مصارف درگاہ کے لئے دے چکے تو ان کو کوئی خاص حق سجادہ نشین مقرر کرنے کا نہیں رہا تھا۔ دوم کسی

نہیں دیا گیا بلکہ محض ہبہ پر بحث کی گئی۔ کہ وہ ان وجوہ سے ناقص تھی۔ (الف) امیر علی کی شرع محمدی کے صفحہ ۵۷ کے ۳۵ کے مطابق موہوب لہٗ کا زندہ ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ہبہ بغیر قبول کے جائز نہیں اور کوئی شخص متوفی قبول نہیں کر سکتا۔ نہ یہ بیان کیا گیا کہ ہبہ کس کے حق میں ہوا۔ (ب) بروئے شرع محمدی مذکور صفحہ ۴۱ کے واہب مالک جائداد ہبہ شدہ کا ہونا چاہئیے حالانکہ یہاں جائداد مشترکہ اور مالکان سے صرف چند اس وقت موجود تھے۔ (ج) بلا تعین مقدار کے ہبہ ناجائز ہے۔ نہ ایک شخص کسی دوسرے کی جائداد کو ہبہ کر سکتا ہے۔ (حوالہ شرع محمدی مرتبہ امیر علی صفحہ ۷۰، ۱۰۷) جواب میں کہا گیا کہ درگاہ بذاتہ قانونی شخص ہے۔ نہ ہبہ کے لئے موہوب الیہ کا موجود ہونا چاہئیے۔ صورت موجودہ میں ہبہ چونکہ درگاہ کے نام ہوا اور اس کے سجادہ نشین نے اس کو قبول کیا وہ کافی تھا۔ لفظ ہبہ عام اور لفظ وقف خاص معنے رکھتے ہیں۔ ہبہ خیراتی یا مذہبی کاموں سے مختص نہیں ہوتا۔ لیکن وقف کے اغراض خیراتی مذہبی ہوتے ہیں۔ نظائر انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۳۔ اور جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۶ میں قرار دیا گیا کہ وقف قائم کرنے کے لئے ٹھیک اس لفظ کا استعمال ضرور نہیں۔ بلکہ جب واقف کا صاف اور صریح ارادہ پایا جاتا ہو کہ کوئی جائداد یا اس کی آمدنی واسطے قیام یا امداد دائمی کسی خیراتی یا نیک کام کے لگائی جائے۔ تو بلحاظ اس نیت کے وقف کا جائز قیاس پیدا ہوگا اس مقدمہ میں بیان کیا گیا کہ اراضی متدعویہ واسطے تعمیر اور قیام درگاہ کے دی گئی۔ اور اس کی آمدنی اسی غرض کے لئے مخصوص کی گئی جس سے مدعا علیہم کو انکار نہیں۔ تو تجویز ہونا چاہئیے کہ یہ زمین وقف ہوئی تھی۔ اور مولوی محمد یوسف نے وقف کے ایجاب کو قبول کیا تھا۔ یہ اعتراض صحیح نہیں کہ زمین کی مقدار معین نہیں کی گئی کیونکہ سوائے گواہان مدعی کے خود مدعا علیہم بھی اراضی متدعویہ کا دیا جانا تسلیم کرتے ہیں اور مدعا علیہم کی شہادت سے صاف عیان ہے کہ بغور دفن مولوی غوث علی شاہ کے اراضی متنازعہ کو چاروں طرف پشتہ بنا کر محدود کر دیا گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وقف یا عطیہ زمین کے وقت کل جماعت مالکان کی موجود نہیں تھی۔ بالکل ممکن ہے کہ اراضی متدعویہ کے شاملات دہ ہونے کی وجہ سے اس وقت نمبرداران دہ کو (جو مقدم جماعت مالکان تھے) وقف کا مجاز سمجھا گیا اور اسی خیال پر مولوی غوث علی شاہ کو وہاں دفن کر دیا گیا۔ پھر بعد میں بہت قیمتی عمارات اراضی متنازعہ پر تیار کی گئی۔ اگر کچھ بھی شبہ اس ہبہ یا عطیہ کے جواز میں ہوتا

بلوغیت حاصل کرنے سے تین سال کے اندر دعوےٰ کرنا چاہیئے تھا۔ اور جو کوئی عذر وہ اب کریں وہ زائدالمیعاد ہوگا۔ بلحاظ اس عرصہ کے کہ جب سے اراضی بروے ہبہ ۱۸۸۱ء درگاہ کے قبضہ میں ہے۔ نسبت سوال دوم یہ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ دعوے درگاہ کی طرف سے مولوی گل حسن کرسکتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ حافظ محمد یوسف ہمیشہ بطور سرگروہ و منتظم درگاہ یا دوسرے لفظوں میں بطور متولی و سجادہ نشین ملنے گئے ہیں۔ یہ امر نہ ظاہر کیا گیا ہے۔ نہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ کبھی کوئی اور شخص تھا۔ واقعی یہ شخص حافظ محمد یوسف تھے۔ جنہوں نے اس وقف کو پیدا کیا اور اس طرح سے ان کو اس کی تولیت اختیار کرنے دی گئی۔ انھوں نے بذریعہ وصیت خود گل حسن صاحب کو انتظام یا تولیت میں اپنا جانشین نامزد کیا۔ اور اس لئے گل حسن صاحب درگاہ کی طرف سے دعوےٰ کرنے کے مستحق ہیں۔ بوجہ مندرجہ بالا ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ دعوے میں درست طور پہ ڈگری صادر ہوئی۔ پس حکم ہوا کہ ڈگری عدالت حافظ محمد یوسف ڈسٹرکٹ جج کرنال مورخہ ۱۹۔ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء جس کی رو سے اراضی متدعویہ ملکیت درگاہ مولوی غوث علیشاہ قرار دی گئی اور مولوی گل حسن صاحب قابض اراضی بحیثیت متولی درگاہ قرار دے گئے بحال ہے۔ چنانچہ وہ بذریعہ ڈگری ہذا بحال رکھی جاتی ہے اور اپیل معہ خرچہ نامنظور۔ خرچہ مقدمہ مرافع اولی حسب الحکم عدالت ماتحت ادا کیا جاوے آج بتاریخ ۱۱۔ جون سنہ ۱۹۰۶ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

اس فیصلہ کو سن کر خاں صاحبان نے پھر اس فیصلہ کا اپیل چیف کورٹ لاہور میں کردیا۔ ججان چیف کورٹ لاہور نے بعد غور یہ فیصلہ سنایا۔ اور وہ یہہ ہے۔

ترجمہ فیصلہ چیف کورٹ پنجاب۔ بعدالت چیف کورٹ پنجاب باجلاس آنریبل مسٹر ڈی سی۔ جانسٹن و آنریبل مسٹر لال چند ججان

اپیل بنا راضی فیصلہ۔ ایس۔ کلیفرڈ۔ اڈیشنل ڈویژنل جج دہلی۔ مورخہ ۱۱۔ جون سنہ ۱۹۰۶ء در بارہ بحال رکھنے فیصلہ حافظ محمد یوسف ڈسٹرکٹ جج کرنال مورخہ ۱۹۔ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء نسبت خارج کرنے دعوے مدعی کے شمس الدین خاں وغیرہ مدعاعلیہم۔ اپیلانٹان۔ بنام درگاہ مولوی غوث علیشاہ معرفت مولوی گل حسن مدعی رسپانڈنٹ۔ دعوے استقرار یہ کہ تعدادی ۲/۳ ۱ خام اراضی خسرہ ۲۷۴۲

جب کارروائی بندوبست شروع ہوتی ہے تو فریقین یہ خیال کرنا شروع کرتے ہیں۔ کہ کس طرح سے ان کو مثل بندوبست جدید میں درج ہونا چاہیئے۔ مولوی گل حسن صاحب نے یہ چاہا۔ کہ آراضی تنازعہ بطور ملکیت درگاہ درج ہوجائے۔ لیکن مالکان طرف افغانان نے مخالفت کی۔ جو اس امر کے دعویدار ہوئے۔ کہ وہ بدستور بطور مالکان اراضی مندرج رہیں بدیں وجہ دعوےٰ حال ہوا ہے۔ اس دعوے میں بڑا جواب یہ تھا۔ کہ مدعا علیہم نے حقوق مالکانہ ہبہ نہیں کئے۔ اور یہ کہ مولوی گل حسن متولی جائز نہیں ہیں۔ اور اس لئے دعوے چلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ سوالات فیصلہ طلب یہ ہیں۔ (۱) آیا اراضی درگاہ کو پورے حق مالکانہ کے ساتھ دی گئی۔ یا اس قسم کا حق اور طرح پر حاصل کیا گیا۔ (۲) کیا دعوےٰ جیسا کہ کیا گیا چل سکتا ہے۔ نسبت سوال اول ہم کو صاف ظاہر ہے کہ اراضی پورے حق مالکانہ کے ساتھ ہبہ کی گئی۔ مدعا علیہم نے ہبہ کو تسلیم کیا۔ لیکن عذر کیا۔ کہ انھوں نے پورے حقوق مالکانہ آراضی نہیں دیئے۔ یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ کوئی اس قسم کی تخصیص کرلی گئی ہو۔ بلحاظ اس غرض کے جس کے لئے غیر مزروعہ شاملات تھوڑا سا رقبہ دیا جاتا تھا۔ یا بلحاظ اس امر کے کہ متوفے کے مرید اراضی کو لیتے تھے۔ اور اس میں متوفے ولی کو دفن ہونے دیتے۔ بجز اس صورت کے کہ مالکان طرف افغانان اراضی کو بلا تحقیق کسی حقوق کے ہبہ کر دیتے۔ بروقت سماعت اپیل یہ بحث کی گئی۔ کہ نمبرداران کی جانب سے کوئی ہبہ جائز نہیں ہوسکتی تھی۔ اور یہ کہ ہبہ اس وجہ سے بھی ناجائز تھی۔ کہ اس وقت منجملہ مالکان کے بعض ضرور نابالغ ہوں گے۔ اس امر واقعہ سے کہ بعد میں مالکان نے کوئی عذر نہیں کیا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ نمبرداران کے افعال میں رضامند ہوگئے۔ لیکن نیز اگر وہ رضامند نہیں ہوئے۔ تو یہ ظاہر ہے کہ درگاہ اراضی پر زائد از عرصہ میعاد سے مخالفانہ قابض ہے۔ یہ نہیں ظاہر کیا گیا ہے کہ جب ہبہ کی گئی تو اس وقت منجملہ مالکان کے کوئی نابالغ تھے۔ لیکن یہ قیاس کرکے کہ چند نابالغ تھے ہم نہیں دیکھتے کہ کس طرح اس امر سے جواب کو مدد ملتی ہے۔ جہاں تک ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے کوئی عذر نہیں کیا۔ جب وہ بالغ ہوئے۔ اور ہماری رائے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ کہ وہ اس ہبہ کی نسبت جو ۱۸۸۱ء میں ہوئی۔ رضامند ہوگئے۔ اگر وہ رضامند نہیں ہوئے تو ان کو

مزید حالتوں میں زیادہ تر پائی تھیں۔ اسی لئے اس طرف کو ترجیح دی گئی۔ اور تدفین کے بعد محمد یوسف
بانسان بطور مہیا کسی اندراج سے منتظم ہوا۔ اور اس نے مزار بنایا۔ اور مسجد بنائی اور بہت سا روپیہ تعمیر
میں خرچ کیا۔ اور اس نے اس زمین متنازعہ پر قبضہ کیا۔ اور اس میں کاشت کرائی۔ اور کنواں بنایا
اور تمام منافع اس کا خود لیتا رہا۔ اور یہ کہ کاغذات مال میں ہمیشہ سے درگاہ بطور مزارع تابع
مرضی مالک درج ہوتا چلا آیا۔ لیکن مالکان نے ہرگز زمین پر کوئی مداخلت نہیں کی اور نہ کبھی لگان
طلب کیا۔ اور نہ کبھی مزار یا قیمتی مکانات کے بنانے پر اعتراض کیا۔ اور یہ کہ ۱۸۸۱ع سے
پہلے منتظم نے زمین کا احاطہ بنانا چاہا اور بعض مالکان نے اعتراض کیا بلکہ اس نے باوجود اعتراض
کے احاطہ بنا دیا۔ ان تمام واقعات کی نسبت بہت کم بلکہ کچھ بھی تنازع نہیں ہے شہادت میں زیادہ
تر اختلاف اس بات کا ہے کہ کس وقت تدفین کیا واقعہ ہوا۔ یہ ہر دو فریقین مانتے ہیں کہ گاؤں کے
لوگوں میں سے جو حاضر تھے۔ ان سے ولی کے مریدوں نے زمین مانگی تھی۔ مدعی کہتا ہے کہ گاؤں
والوں نے منظور کیا۔ حالانکہ مدعا علیہم کہتے ہیں کہ اس بات سے انکار کیا گیا تھا۔ میری رائے میں صرف
پہلی بات اغلب تر معلوم ہوتی ہے۔ اس بات جسم کے دفن کے اعزاز حاصل کرنے کے لئے بڑا اشتیاق
ہوا۔ ہمارے نزدیک یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ گاؤں والوں نے زمین کے دینے
سے جو اس وقت بغیر قیمت ممکن تھی۔ اور ایک آنہ کی پیداوار اس سے نہیں تھی۔ انکار کیا ہو مزید برآں
کئی معزز شہادتیں اس ہبہ کی تصدیق کرتی ہیں جن میں سے بعض مثلاً ڈپٹی انسپکٹر پولیس اس وقت کا
جو اب پنشن یاب انسپکٹر ہے۔ بالکل بے لاگ گواہ ہے۔ اس کے علاوہ فریقین کا یہ کا طریق عمل
ایسے مقدمات میں بڑی قیمتی علامت ہے۔ اور یہاں محمد یوسف اور گل حسن کا طریق عمل ہر ایک بات
میں بطور مالک ہے۔ وہ آراضی کو اجارہ پر دیتے رہے۔ اور مستقل عمارتوں پر بہت سا روپیہ خرچ
کرتے رہے۔ اور علی ہذا القیاس۔ مدعا علیہم نے کبھی کچھ بھی نہیں کیا۔ ان کے حق میں صرف مدعی کا مزارع
تابع مرضی مالک کا کتھا اتر اندراج ہے۔ میری رائے میں یہ بالکل صاف ہے کہ یہ کوئی مستند اندراج
نہیں تھا۔ یہ صرف ان معمولی اندراجات میں سے تھا۔ جو پٹواری عموماً ایسے حالات میں جہاں اراضی
کا قابض حکماً اس کا مالک نہ تسلیم کیا گیا ہو۔ اور اس کی اصلی حیثیت نہ معلوم ہو کیا کرتے ہیں۔ اس میں
شک نہیں کہ ۱۸۸۱ع میں صدہا آدمیوں میں سے ہر ایک نے باقاعدہ رضامندی نہیں دی۔ لیکن میں

واقع رقبہ طرف افغانان تحصیل پانی پت درگاہ مولوی غوث علی شاہ کی ملکیت قرار دیجاکے دعوے زیر اپیل کہ ہر دو عدالت ہائے کی ڈگری منسوخ کیجائیں۔ اپیلانٹان کی طرف سے مسٹر شادی لال ایڈووکیٹ حاضر ہے۔ اور رسپانڈنٹ کی طرف سے لالہ دوارکاداس پلیڈر
فیصلہ۔ اس مقدمہ میں درگاہ مدعی موضع طرف افغانان کی ہے۔ جو بوساطت گل حسن جو کہ سجادہ نشین اور منتظم درگاہ کا ہے۔ دعوے کرتی ہے اور مدعا علیہم گاؤں کے مالک ہیں۔ درگاہ کے متعلق ایک رقبہ ہے۔ کا ہے۔ استدعا یہ ہے کہ یہ اراضی کاغذات مال میں ملکیت مدعا علیہم بکاشت مدعی تابع مرضی مالک لکھی ہے۔ اس لئے یہ حکم ہونا چاہئے کہ درگاہ بذات خود مالک معرفت گل حسن مذکور ہے۔ مدعا علیہم نے اس دعوے کے برخلاف جوابدہی کی۔ عدالت ابتدائی نے یہ تنقیحات قائم کیں۔ (۱) آیا گل حسن بطور متولی کے قابض ہے۔ (۲) درگاہ کے نام یہ زمین قطعی طور پر ہبہ کی گئی ہے۔ (۳) آیا گل حسن کا اور درگاہ کا قبضہ مخالفانہ ہے اور اسکا نتیجہ (۴) محمد یوسف کا طریق عمل جس کا گل حسن جانشین ہے اور اختیار کردہ ہم کا تھا اور وصیت نامہ جائز ہے۔ جو اس نے گل حسن کے حق میں لکھا تھا۔ آخر کار عدالت نے مدعی کے حق میں ڈگری کا فیصلہ کیا۔ اول یہ کہ اراضی متنازعہ مدعی کی ملکیت ہے۔ اور دوم یہ کہ گل حسن متولی اور سجادہ نشین خانقاہ کا ہے۔ فاضل اڈیشنل ڈویژنل جج نے عدالت ماتحت سے اتفاق کیا۔ اور اپیل معہ خرچہ کے نامنظور کیا۔ یہ مقدمہ درست طور پر واقعات پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ مان لیا گیا ہے کہ مدعا علیہم یا ان کے متقدمین نے ۱۸۸۱ء میں بنام درگاہ جب کہ مولوی غوث علی شاہ دفن کیا گیا تھا۔ یہ زمین ہبہ کی تھی۔ اور غیر حاضرین اور نابالغان اس وقت کے نے عرصہ دراز کی خاموشی سے اس ہبہ کو تسلیم کر لیا۔ اس فیصلہ کو منسوخ کرنے کے لئے اس عدالت کو بہت صاف ثبوت اس امر کا طلب کرنا ضروری ہے کہ یہ فیصلہ غلط ہے۔ ہم نے سب واقعات سن لئے ہیں۔ اور کاغذات عدالت ہائے ماتحت کو دیکھ چکے ہیں۔ اور ہم مداخلت کے واسطے کافی سبب نہیں دیکھتے۔ مدعی کی طرف سے ہمارے پاس بڑی شہادت ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ جب ولی غوث علی شاہ ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا۔ تو چاروں طرف کے لوگوں نے آپس میں اس بات پر جھگڑا کیا کہ اس کو اپنے حدود میں دفن کریں۔ اور یہ معلوم ہوا کہ طرف افغانان میں کسی بزرگ کی زیارت نہیں تھی حالانکہ فی

[illegible] کیا اور برابر ان کو مالکانہ قابض رہنے دیا تو درگاہ کا قبضہ مخالفانہ زائد از دوازدہ سال کے لحاظ سے
[illegible] ملکیت حاصل ہوگیا اور مدعا علیہم کے حقوق بموجب دفعہ ۲۸۔ ایکٹ میعاد جاتے رہے مولوی
[illegible] بعد وفات مولوی محمد یوسف کے درگاہ اور اراضی متنازعہ پر قابض ہیں۔ کاغذات مال
[illegible] انہیں کے حق میں قبضہ کا اندراج رہا تھا۔ اور فی الواقع مولوی گل حسن کا تقرر مولوی محمد یوسف
[illegible] مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۹ء کے ذریعہ عمل میں آیا۔ جو رجسٹری کے دفتر میں داخل کی گئی
[illegible] شہادت سے ثابت ہے کہ وہ واقعی مولوی محمد یوسف نے کی تھی۔ بوجب نظائر انڈین لاء رپورٹس
کلکتہ جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۳ اور جلد ۲۲ صفحہ ۳۲۴ و بمبئی جلد ۱۳ صفحہ ۵۵۵ و ۶۱۶۔ اصل سجادہ نشین کو
[illegible] مرضی سے جانشین مقرر کرنے کا اختیار ہے اور ایسے تقرر کے لیے کسی حکم عدالتی کی ضرورت نہیں
مدعا علیہم نے ثابت نہیں کیا کہ کسی رواج کی رو سے ان کو سجادہ نشین متوفی کے جانشین بنانے کا
اختیار تھا یا ایسا کوئی اقرار ہوا۔ اور جو کہ ایک مرتبہ مولوی محمد یوسف کا تقرر بطور سجادہ نشین ہو چکا
تو بعدم موجودگی کسی رواج مخالف کے (جو ثابت نہیں کیا گیا) ضرور ہے کہ مولوی گل حسن (جن کو مولوی
محمد یوسف نے اپنی وفات سے تین سال پہلے اپنا جانشین بنایا تھا) سجادہ نشین قرار دیئے جائیں
ان کے تقرر سے قدرتی طور پر خیال کیا جائے گا کہ وہ ان نصائح سے واقف ہیں جو ان کو مریدوں کیلئے
کہنا دیا [illegible] کل امور تنقیح کا فیصلہ مدعی کے حق میں پایا جاتا ہے مدعا علیہم کی طرف
سے پنجاب کے بعض فیصلہ جات کا حوالہ دیا گیا کہ اس قسم کے مقدمات کا تصفیہ رواج پر ہونا چاہیئے اور جو
[illegible] کسی مندر کے متعلق ہو وہی اس مقدمہ پر بھی حاوی ہے۔ نظائر مقدمات ۸۷ و ۱۰۱ سنہ ۱۸۸۹ء
[illegible] ۱۹۰۱ء و ۱۰۵ سنہ ۱۹۰۸ء و ۴۹ سنہ ۱۹۰۰ء پنجاب رکارڈ کے تھے وائے مقدمہ سنہ ۱۹۰۱ء باقی تمام
[illegible] تھے اور چونکہ اس مقدمہ کا تصفیہ شرع محمدی کے اصول پر ہوگا ان مقدمات
کی پیروی [illegible] ہو سکتی۔ [illegible] میں مدعی نے اپنا حق اہتمام مسجد کا ثابت نہیں کیا۔ وہ قابض
[illegible] بھی ثابت نہیں ہوا تھا کہ مدعی کی [illegible] اور [illegible] طرح متولی بنا۔ لہذا وہ مقدمہ اس مقدمہ سے صریحی
قابل تمیز ہے پس ہم مدعی کے حق میں ڈگری قرار داد ان امور کے دیتے ہیں کہ (الف) یہ تمام زمین
[illegible] ۲۰ خسرہ واقعہ رقبہ [illegible] یا بابت وقف اور قبضہ دیرینہ کے ذریعہ سے درگاہ
مولوی غوث علی شاہ متوفی کی ملکیت تھی۔ اور (ب) مولوی گل حسن کو حیثیت سجادہ نشین متوفی اس

قابل اعتبار شہادت سے ثابت نہیں کہ مولوی محمد یوسف کو مدعا علیہم نے سجادہ نشین بنایا بلکہ واقعات صاف دکھا رہے ہیں کہ وہ کثیر التعداد مریدوں اور عام مسلمانان سکنائے پانی پت کی پسندیدگی سے سجادہ نشینی کے لئے منتخب ہوئے سوم وہ ہر طرح اس منصب کے مستحق تھے کیونکہ سجادہ نشین عموماً اس درگاہ کا محافظ ہوتا ہے جس میں اس کا مرشد دفن کیا گیا ہو۔ سجادہ نشین کو بعض روحانی خدمات بھی بجالانی ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ صرف متولی نہیں ہوتا بلکہ خود مرشد بھی ہوا کرتا ہے اور قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے سلسلہ روحانی قائم رہے۔ نظائر انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۳۔ اور جلد ۲۰ صفحہ ۸۱۰ میں مفصل تشریح کی گئی ہے کہ درگاہ کی کیا تعریف ہے اور سجادہ نشین کے کیا فرائض ہیں۔ ان اصولوں کے مطابق کوئی ایسا شخص جو مرید مولوی غوث علی شاہ کا نہ ہو سجادہ نشین نہیں ہو سکتا تھا۔ نہ مدعا علیہم اپنی مرضی سے کسی کو سجادہ نشین بنا سکتے تھے۔ لہٰذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مولوی محمد یوسف نے سجادہ نشین کی حیثیت سے اراضی متنازعہ پر ۲۵۔ فروری ۱۸۸۱ء کو قبضہ پایا۔ اور عرصہ دراز انھوں نے علانیہ اور صریح افعال مالکانہ کا اراضی متدعویہ کی نسبت استعمال کیا۔ کبھی کسی شخص نے جو مالکان اراضی متنازعہ کی جماعت میں شامل تھا ان کے مقابلہ میں مزاحمت نہیں کی نہ اپنے حقوق کا اظہار کرنا چاہا۔ بلکہ اپنے طریق عمل سے ثابت کر دیا کہ اراضی متنازعہ درگاہ سے قطعی طور پر تعلق رکھتی ہے پس گو کل مالکان زمین ابتدائے وقف کے وقت موجود نہیں تھے۔ الا بعد میں ان سب نے اپنے رویہ اور خاموشی عرصہ مدید سے اپنے حقوق ملکیت کو ترک کر دیا۔ ان کا سجادہ نشین موجود الوقت کے اہتمام سے ترقیاں اور متواتر عمارتیں بنائے جانے میں اعتراض نہ کرنا صاف ان پر مسئلہ سکوت بمنزلہ رضامندی کو عاید کرتا ہے یہہ حجت بھی ہوئی ہے کہ مولوی گل حسن نے اپنے تذکرہ غوثیہ مرتبہ ۱۸۸۵ء میں لکھا تھا کہ افغانان لوگ اراضی متنازعہ کے متعلق اپنے قول سے منحرف ہو گئے۔ گو وہ کتاب مدعا علیہم نے پیش نہیں کی لیکن وکیل مدعی سے ہم نے اس کو منگا کر دیکھا۔ اس کے صفحہ ۳۴۵ پر حسب ذیل مندرج ہے (حکیم موجو خاں نے بطور سر گروہ کے سب کی طرف سے علی الاعلان کہا" کہ ہم لوگوں نے یہہ قطعہ زمین حضرت کے مزار شریف کے واسطے وقف کیا۔ اور خدام حضرت کو ہر طرح اس قطعہ زمین کا اختیار ہے" سب سے اخیر میں یہ فقرہ درج پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد افغانان اپنے قول سے منحرف ہو گئے) جب ۱۸۸۱ء سے بیس سال تک مدعا علیہم اور قوم افغانان نے سجادہ نشین درگاہ کے افعال متعلقہ تعمیرات وغیرہ پر کوئی اعتراض

اڈیشنل ڈویژنل جج - واقعہ ۱۱ جون ۱۹۱۶ء شمس الدین خاں وغلام حسین خاں - دو اپیلانٹان صاحبزادہ مسٹر کلارنس کرک پیٹرک منجانب مدعی رسپانڈنٹ - **تجویز عدالت**
یہ دعوے منجانب درگاہ مولوی غوث علی شاہ صاحب تھا - بابتہ استقرار اس امر کے کہ درگاہ بعض آراضی متعلقہ درگاہ واقعہ پانی پت کی مالک ہے - دعوے میں ڈگری صادر ہوئی ہے - مدعاعلیہم جو مالکان طرف افغانان پانی پت کے ممبر ہیں اپیل کرتے ہیں - یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید غوث علی شاہ کی بطور ایک مرد مقدس کے پانی پت میں بڑی عزت تھی - ان کا پانی پت میں ۲۵ - فروری ۱۸۸۱ء کو انتقال ہوا - جس پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن اطراف میں کہ پانی پت منقسم ہے - ان میں سے ہر طرف نے چاہا کہ ان کا جسد شریف ان کی طرف میں مدفون ہو بوجہ اس امر کے کہ دیگر اطراف میں ایک ایک بزرگ مدفون تھا - اور ان کے متعلق درگاہیں تھیں یہ قرار پایا کہ طرف افغانان کو یہ حق ملنا چاہئیے کہ وہ سید غوث علی شاہ صاحب کے جسد شریف کو اپنی طرف میں مدفون کریں - مگر یہ معلوم ہوگا کہ قبل اس کے کہ سید غوث علی شاہ صاحب کے مریدان بلافصل اس انتظام پر رضامند ہوں - اس امر کی خواہش کی گئی کہ مالکان طرف افغانان مقبرہ کے متعلق کرنے کے لئے یا تو کافی زمین بیع کریں یا دیدیں اور مالکان یا نمبرداران جو مالکان کے قائم مقامان تھے آراضی متنازعہ حال دینے پر رضامند ہو گئے - نتیجہ یہ ہوا کہ سید غوث علی شاہ صاحب کا جسد شریف شاملات آراضی کے جو اس طرح دی گئی - ایک جزو میں مدفون ہوا - اور اس اراضی پر وقتاً فوقتاً درگاہ - ایک مسجد اور بعض دیگر مکانات تعمیر ہوئے اور ایک کنواں بنایا گیا اور کچھ اراضی زیر کاشت لائی گئی - یہ سب کا سب غالباً حافظ محمد یوسف نے جو متوفے کا ایک مرید تھا - کیا بیشک اس روپیہ سے جو اس نے وقتاً فوقتاً پانی پت میں اور اور جگہ سے جمع کیا - بہر صورت یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حافظ محمد یوسف کے انتظام یا اختیار میں درگاہی آراضی وغیرہ متعلقہ درگاہ رہے ہیں - حافظ محمد یوسف کا انتقال ۱۲ - جون ۱۹۰۱ء کو ہوا انہوں نے ایک وصیت نامہ چھوڑا - اس بارہ میں کہ مولوی گل حسن درگاہ کے انتظام میں ان کے جانشین مقرر ہوں - اور یہ وہ مولوی گل حسن ہیں کہ جنہوں نے دعوے حال دائر کیا ہے دعوے ہذا کارروائی ہائے بندوبست کا ظہور ہے - کیونکہ جیسا کہ عموماً واقع ہوتا ہے

درگاہ کی حاصل ہے۔ اور اس حیثیت سے وہ قبضہ رکھتے ہیں۔ خرچہ مقدمہ وہ مدعا علیہم ادا کریں گے جنہوں نے مدعی کے حق پر اعتراض (اشخاص مذکور کی تشریح عرضی دعوے کے فقرہ (۷) میں درج ہے کیونکہ دیگر مدعا علیہم کی طرف سے کارروائی داخل خارج کے وقت یا دوران مقدمہ میں تنازعہ نہیں ہوا

دستخط انگریزی حافظ محمد یوسف صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر ضلع کرنال ۱۹ ۱/۱ ۱۹۰۶ء

پھر بعد اس حکم کے افغانان پانی پت نے اس فیصلہ کا اپیل بعدالت صاحب ڈویزن الکورٹ قسمت دہلی کیا۔ اور وہاں سے ڈویزن الجج بہادر نے بعد نامنظوری اپیل یہ فیصلہ دیا۔ ترجمہ نقل فیصلہ یہ ہے۔

ترجمہ فیصلہ انگریزی عدالت ڈویزن الکورٹ قسمت دہلی باجلاس مسٹر ایس کلیفر ڈ صاحب بہادر اڈیشنل ڈویزنل جج قسمت دہلی مرقومہ ۲۲ مئی سنہ ۱۹۰۶ء

شمس الدین خاں ولد علی بخش خاں و بھورے خاں ولد گھسے خاں و محمد وزیر علی خاں اعلیٰ نمبردار و محمد خاں ولد عبداللہ خاں و رحمت علی خاں ولد قلندر علی خاں و غلام حسین خاں ولد بخش خاں و قمرالدین خاں ولد علی بخش خاں قوم پٹھان سکنائے پانی پت ضلع کرنال مدعا علیہم۔ اپیلانٹان۔

بنام۔ درگاہ مولوی غوث علی شاہ بذریعہ گل حسن ولد خدا یار ساکن پانی پت ضلع کرنال۔ مدعی رسپانڈنٹ

اپیل مدخلہ شمس الدین خاں و غلام حسین خاں۔ اپیلانٹان

اپیل بناراضی حکم حافظ محمد یوسف صاحب ڈسٹرکٹ جج۔ کرنال۔ مورخہ ۱۹ ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء جس کی رو سے ڈگری حسب ذیل صادر ہوئی۔ (۱) یہ کہ صحن خام اراضی خسرہ ۴۲/۴۷۲ واقع رقبہ طرف افغانان پانی پت وقف ہے۔ اور بلحاظ قبضہ دیرینہ درگاہ مولوی غوث علی شاہ صاحب کی ملکیت ہے۔ (۲) یہ کہ مولوی گل حسن صاحب کو حیثیت تولیت و سجادہ نشینی درگاہ مذکور حاصل ہے۔ اور بدین لحاظ ان کا قبضہ رہے۔ اپیل بابتہ اس امر کے حکم عدالت ماتحت منسوخ کیا جائے۔ واقعہ ۲۲۔ مئی سنہ ۱۹۰۶ء پنڈت ہردے نرائن منجانب اپیلانٹان۔ شمس الدین خاں و غلام حسین خاں اپیلانٹان حاضر عبدالواحد منجانب رسپانڈنٹ۔ مسٹر کلارنس کرک پیٹرک منجانب رسپانڈنٹ۔

حکم عدالت

فیصلہ ۱۱۔ جون سنہ ۱۹۰۶ء کو سنایا جائے گا۔ دہلی ۲۲۔ مئی سنہ ۱۹۰۶ء۔ دستخط مسٹر ایس۔ کلیفر ڈ صاحب

ساتھ مقابلہ سے پیش آئے گا وہ دنیا و آخرت میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا۔ ان لوگوں نے خدا کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ اور پھر اپنے قول سے منحرف ہو کر خدا کے ساتھ مقدمہ کر بیٹھے۔ اس لئے ہر جگہ ذلت اٹھائی۔ اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ ان لوگوں نے اپنے پیر کے ساتھ ایسا گستاخانہ برتاؤ کیوں کیا۔ تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ زمانہ سلف میں بھی ان ہی افغانان پانی پت کے آباو اجداد نے اپنے پیران عظام سے بھی اسی طرح گستاخانہ برتاؤ کیا ہے۔ وہ ان کے سلف تھے اور یہ ان کے خلف ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے پیر سے ایسا برتاؤ نہ کرتے تو بجائے خلف کے ناخلف کہلاتے۔ چنانچہ کتاب اقتباس الانوار کے صفحہ ۲۶۱ میں حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری نے افغانان پانی پت کی بہت کچھ تعریف لکھی ہے جس کو شوق ہو اس کتاب میں دیکھ لے۔ پس میں سب فقرا کی خدمت میں عرض کرتا ہوں اور اپنے خاندان والوں کو بطور وصیت کے لکھتا ہوں کہ افغانان پانی پت کی پیری مریدی سے احتراز واجب جانیں۔ ورنہ جو کچھ پیش آئے گا وہ خود دیکھ لیں گے۔

تمت

اعلان

کتاب تعلیم غوثیہ مرآۃ الوحدت بھی تیار ہو چکی ہے عنقریب شائع ہو جائے گی۔

راقم
مولف کتاب ہذا

واضح ہو

کہ کاپی رائٹ کتاب تذکرۂ غوثیہ مع ضمیمہ جدیدہ کا بحق مولف مولوی گل حسن صاحب محفوظ ہے بلا اجازت ان کے کسی کو چھاپنے کی اجازت نہیں۔ احقر نے حضرت مولف ممدوح الصدر کی اجازت سے اس کو طبع کیا ہے۔ شائقین مطبع مجتبائی دہلی سے طلب فرماویں۔

محمد عبد الاحد عفی عنہ الصمد مہتمم مطبع مجتبائی دہلی ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

محمد اصغر خوشنویس

(مطبع رزاقی و رفیق مشین پریس کوچہ نسیم حیدرآباد دکن)

خیال کرتا ہوں کہ تمام کے طریق عمل سے پوری مجموعی رضامندی پائی جاتی ہے۔ مسٹر شادی لال
چند قاعدوں پر زور دیتا ہے کہ جب کوئی شخص کوئی ملک وقف کرتا ہے تو اس کو شک کی حد سے
نکال دینا چاہیے۔ ان کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ وقف کرنے کے واسطے کسی خاص لفاظ کا استعمال
کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہمارے لیے اس بات کے ماننے میں کوئی مشکل نہیں دیکھتا کہ وقف کیا گیا
تھا۔ پیر گل حسن کا باہمہ حیثیت کے سوال سے مسٹر شادی لال کہتا ہے۔ اگر صرف وقف کنندگان
ہی متولی مقرر کر سکتے ہیں اور سجادہ نشین یا رہنمائے روحانی متولی سے الگ ہے اور اس میں بھی
ناسب ہے کہ [illegible] درحقیقت متولی تھا۔ اور یہ کہ بہر حال وہ گل حسن کو متولی نہیں کر سکتا
تھا لیکن صرف مدعاعلیہم [illegible] تھے اور انھوں نے کبھی نہیں کیا۔ اور علیٰ ہذا القیاس) مجھ کو معلوم ہوتا ہے
کہ اس تمام بات کو ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ یہ عام فہم بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ محمد یوسف
۲۴ سال تک درگاہ کے قائم مقام انچارج رہا اور تمام وہ کام کرتا رہا جو ایک روحانی پیشوا اور
دینی منتظم کرتا ہے۔ اب یہ کہنا بہت بعد از وقت ہے کہ وہ باقاعدہ متولی نہیں تھا اور وہ وصیت نامہ
جو اس نے لکھا۔ اور سب رجسٹرار کے پاس امانت رکھا بالکل درست مانا جا سکتا ہے اور اس سے
گل حسن اس کا جانشین مقرر ہوا ہے۔ یہ آسان بات ہے کہ ایسی باتوں پر بال کی کھال نکالی جائے
کہ مدعاعلیہم گل حسن کو اصل متولی نہ بنائے لیکن میری رائے میں وہ ہر حالت میں کافی طور پر دعویدار
شخص ہے۔ اور اس کا یہ دعویٰ کرنا درست ہے کہ زمین درگاہ کی ہے۔ اور مزید براں میں یہ کہتا ہوں کہ
اگر اس بات میں شک کیا جائے کہ مدعاعلیہم نے درحقیقت وقف کیا مگر اس میں شک نہیں کہ
انھوں نے کچھ زمین خانقاہ کے گذارے کے واسطے دی لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکتا کہ جب انھوں نے
زمین دی جس کا نفع خانقاہ کی کل آمدنی کا ایک بہت قلیل حصہ ہوتا ہے۔ تو پھر وہ کیوں اور کس غرض
کے واسطے منتظم مقرر کرتے۔ مجھے اس میں مداخلت کرنے سے انکار ہے۔ اور اپیل معہ خرچہ ڈسمس
دستخط۔ ڈی۔ سی۔ جانسٹن جج۔ اور لال چند جج بھی اتفاق رائے کرتا ہوں۔

۸۔ اگست ۱۹۰۷ع فیصلہ سنایا گیا۔ ۹۔ اگست ۱۹۰۷ع

جب افغانان پانی پت نے چیف کورٹ پنجاب سے بھی فیصلہ اپنے خلاف ہی سنا تو مجبوراً کف افسوس
مل کر بہ آرام تمام چپ چاپ گھروں میں چادریں اوڑھ کر بیٹھ گئے۔ راقم جو شخص خدا کے